دیوبندی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا
دندان شکن ومدلل جواب براہین ودلائل کی روشنی میں

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف

تحفۂ اہلِ سنت وجماعت

دوم
جلد

بااہتمام

حضرت علامہ مولانا پیر سید **مظفر شاہ** قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ازقلم

ڈاکٹر قاری ابو احمد **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی عفی عنہ

مکتبہ منظر الاسلام

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	سخن ہائے گفتنی	13
2	مسئلہ علم غیب اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ	16
3	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی دیگر کُتُب سے "تفہیمات الٰہیہ" کے مُندرجات کا اختلاف ہے	26
4	مسئلہ معجزہ شق القمر کے متعلق "تفہیماتِ الٰہیہ" کی عبارت کے خلاف حضرت مولانا محمد عبدالحلیم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کا شدید ردعمل	33
5	حوالہ کا مقصد	39
6	خلاصہ بحث	40
7	سرخی: کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو علمِ غیب حاصل ہے؟	41
8	اِستمداد از اولیاء کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	44
9	اجمیر شریف اور حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمہا اللہ تعالیٰ	47
10	عظیم دستگیری	58
11	خلاصہ کلام	59
12	مزاراتِ اولیاء اور مسئلہ اِستمداد	59
13	حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ	59
14	امام ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ صاحبِ صحیح	62
15	امام ابنِ حبان" صاحبِ صحیح" علیہ الرحمۃ	63
16	امام ابُوبکر بن المقریٔ علیہ الرحمۃ کا عمل	64
17	امام ابُوعلی نیشاپوری علیہ الرحمۃ	65

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
18	اہلِ بلد کے لئے امان	68
19	حافظ محمد بن عبدالرحمان السخاوی علیہ الرحمۃ	69
20	علّامہ ابنِ عبدالھادی حنبلی	71
21	اصحابِ قُبور کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا	87
22	امام بخاری علیہ الرحمۃ کی قبر کے ساتھ وسیلہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا بارش عطافرمانا	94
23	دیوبندی موصوف کی بے حیائی و گستاخی	102
24	دیوبندی موصوف کا مرجوح روایت سے استدلال	106
25	اولیاء اللہ کی طرف بطورِ سبب دفع وضرر کی نسبت کرنا	111
26	سبب کی تعریف	112
27	اِستمداد از اولیاء اللہ کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ و نظریہ	114
28	دیوبندی موصوف کا احمقانہ بُہتان	116
29	غیرِ انبیاء کو معصوم کہنے کے متعلق امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا زبردست فتوی	118
30	قُبور پر سجدہ اور اُن کا طواف کرنا	119
31	عندالقبور چراغ روشن کرنا	123
32	قبورِ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مساجد تعمیر کرنا	125
33	قبورِ صالحین کے پاس عُرس منعقد کرنا	130
34	عُرس کے متعلق مائۃ مسائل کا حوالہ اور اُس کا جواب	132

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
35	اذان برقبر اور ماۓ مسائل	135
36	مسئلہ بدعت اور امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ	144
37	حوالہ نمبر (1۔2)	150
38	حوالہ نمبر (3)	151
39	تعلیماتِ اسلامیہ اور بدعتِ حسنہ	154
40	بدعتِ حَسَنہ اور سیئہ کے قائلین	165
41	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بدعتِ حسنہ وسیئہ	165
42	"نعم" ہ "نعمت"	171
43	تعریف کا مطلب	179
44	تابعین اکرام اور متاخرینِ آئمہ اسلام رضی اللہ عنہم اور تقسیمِ بدعات	186
45	امام حسن بصری علیہ الرحمۃ	186
46	امام طاؤس علیہ الرحمۃ	187
47	ان سے نقل کرنے والے	190
48	ان کی بات کے ناقلین	191
49	سو سوالوں کا ایک جواب	194
50	حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور بدعتِ حسنہ	198
51	حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا وصیت نامہ	199
52	مناظرہ دہلی میں شکست کھانے والے (اسماعیل دہلوی اور بڈھانوی) جواب دیں	201
53	"تقویۃ الایمان" کی شورش	203

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
54	"تفویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دیا گیا دیو بندی علماء کی گواہی	203
55	اصل حوالہ	215
56	دیوبندی موصوف کا ایک اور بہانہ	219
57	سید احمد کا اپنے معتقدین سے خطاب	221
58	اسماعیل دہلوی صاحب پاخانہ بھی کماتے تھے، دیو بندیوں کی	
59	گواہی	222
	ملفوظات میں رطب و یابس	223
60	خلاصہ بحث	226
61	"تقویۃ الایمان" کی وجہ سے شورش	227
62	برصغیر میں فساد کی جڑ اکابرین دیو بند کی گستاخانہ عبارات ہیں	230
63	امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر سُکر کا اعتراض اور اُس کی	
64	حقیقت	231
	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر الزام وہابیت کی	
65	حقیقت	232
	شاہ اسحاق دہلوی اور اسماعیل دہلوی	234
66	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ	235
67	تفسیر عزیزی میں الحاق کا شُبہ	236
68	فتاوی عزیزی میں الحاق کا شُبہ	236
69	حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ	238

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
70	بدایُونی اور فرنگی محلی عُلماء	239
71	تحریکِ پاکستان اور مسٹر محمد علی جناح	239
72	دیوبندیوں کا نظریہ	240
73	علّامہ اقبال کے متعلق دیوبندیوں کا نظریہ	241
74	تحریکِ خلافت	242
75	مولانا عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ کا مشورہ	245
76	مُفتی اقتدار احمد خان نعیمی	246
77	مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تفردات	251
78	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تسامحات	253
79	"تفویۃ الایمان"،"امداد الفتاوی" اور دیوبندی موصوف کی جہالت	261
80	قابل انصاف بات	265
81	دیوبندی موصوف کی ناکام وکالت	268
82	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا الزامی جواب	270
83	دیوبندی موصوف کا اقرار	274
84	"تفویۃ الایمان" میں چوڑے چمار کی تشبیہ کے بے ادبی و گستاخی ہونے کا اقرار	276
85	تصویر کا دُوسرا رُخ!	277
86	"جاء الحق" کی عبارت اور اُس کی توضیح	278
87	اُمُّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ جو آپ نے	

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
88	شانِ جلالت میں اِرشاد فرمائے	279
89	ملفوظات شریف کی عبارت کا مقصد	281
90	حوالہ نمبر (1)	283
91	حوالہ نمبر (2)	284
92	" تقویۃ الایمان" میں سخت الفاظ	286
93	لفظ" راعی اُمت" اوراس کا استعمال	289
94	" تقویۃ الایمان" کے رد	296
95	حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف "مُعید الایمان " پراعتراض اور اُس کا جواب	299
96	حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ پراعتراض کا جواب	304
97	دیوبندیوں کا امام غائب	305
98	" تقویۃ الایمان" کی بکثرت اشاعت کا سبب	306
99	" تقویۃ الایمان" کا لاجواب رد" اطیب البیان"	308
100	" تقویۃ الایمان" کے رد میں فہرست کتب کا مقصد	310
101	بے ادب وہابی	313
102	باادب بانصیب	319
103	بریلوی باادب ہیں علماء دیو بند کی گواہی	322
104	حضرت عیسیٰ ، وعزیر علیہما الصلاۃ والسلام اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہود ونصاریٰ اور روافض کا دعویٰ الوہیت	325
105	اسماعیل دہلوی کا مزید شورش وفتنہ برپا کرنا اور دیوبندی موصوف	

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	کی بے جا وکالت	329
106	کہنے سے ضد بڑھ جائے	354
107	ذخیرہ کرامات سے کرامت علی جونپوری کا حوالہ	356
108	اسماعیل دہلوی کا مسلک شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سے انحراف	358
109	سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا اختلاف اور دیوبندی موصوف کا قلبی عناد	362
110	الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا	364
111	حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر اعتراض اور اس کا جواب	366
112	دیوبندی مذہب کے متعلق بحث	370
113	سعید قادری کی حقیقت	374
114	دیوبندیت خالص ولی اللّٰہی فکر نہیں علماء دیوبند کا اقرار	375
115	دیوبندی موصوف کا دُوسرا بہانہ	378
116	مسلکِ حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ	386
117	مسئلہ ذنب	387
118	بدعتِ حسنہ کے متعلق شیخِ محقق علیہ الرحمۃ کا نظریہ اور دیوبندیوں کا اعتراض	396
119	سوادِ اعظم کے متعلق حضرت شیخِ محقق علیہ الرحمۃ کا حوالہ اور دیوبندیوں کا اعتراض	400
120	مصافحہ کے متعلق حضرت شیخ محقق کا حوالہ، دیوبندیوں کا اعتراض	402

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
121	جب معاملہ سنت وبدعت میں متردد ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	405
122	کوا دیکھتے ہی دیوبندی للچانے لگتے ہیں، موصوف کا حوالہ اور اس کی تحقیق	406
123	اولیاء اللہ کے مزارات پر قبے بنانے کا جواز، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	408
124	میت کے لیے بصورت قرآن خوانی ایصال ثواب کا جواز، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	409
125	تعزیت کے لئے بیٹھنے کا جواز اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	412
126	مسئلہ ایصال ثواب اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	414
127	شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور سات دن تک میت کی طرف سے صدقہ کرنا	415
128	اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	416
129	قبر کو سجدہ کرنے کی حرمت، دیوبندی موصوف کا جھوٹا الزام اور اس کا جواب	423
130	باجماعت نفل نماز کا مسئلہ، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	424

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
131	عدمِ فعل حرمت کو مستلزم نہیں، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	425
132	لفظ" مکر" کے متعلق دیو بندیوں کا اعتراض اوراس کا جواب	428
133	کفنی لکھنا کا جواز اور دیو بندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	429
134	شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے حوالے کا مقصد	431
135	درود ابراہیمی کی فضیلت دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	431
136	وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے نہ اخبار، دیوبندی موصوف کا اعتراض اوراس کا جواب	435
137	معجزہ کے متعلق بحث، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب	437
138	علم قیامت، دیو بندی موصوف کا اعتراض اوراس کا جواب	439
139	دیوبندی موصوف کی کھلی شکست	442
140	وھابیت ودیو بندیت	442
141	دیوبندی موصوف کی وجوہ تفریق کا جائزہ	456
142	نمبر(2) تقلید شخصی	460
143	نمبر(3) توسل	461
144	نمبر(4) تبرکات	463
145	نمبر(5) حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	468

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
146	نمبر (6) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سفر	474
147	نمبر (7) سلام وتشفع	476
148	جلال آباد کا جُبّہ شریف	477
149	جو لوگ وہابی کہتے ہیں	481
150	شاہ اسماعیل کی عبدالوہاب نجدی سے ملاقات	485
151	لفظ وہابی کا عمومی اِطلاق	487
152	معتقدین اسماعیل کے دو گروہ	488
153	دیوبندیت کے بُطلان کا انکشاف	489
154	ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ	490
155	وہابیوں کے عقائد عمدہ ہیں دیوبندی فتویٰ	491
156	منافق وہابی	496
157	تجلیاتِ انوار المعین	498
158	مقابیس المجالس کا حوالہ	500
159	سیّد احمد رائے بریلی کو سیاسی دھچکا لگنے کی وجہ	501
160	مولوی محبوب علی صاحب کا اختلاف	505
161	جہاد وقتال میں فرق	506
162	مولوی محبوب علی صاحب کی واپسی	507
163	تنخواہ دار سپاہی اور ان کی برطرفی	508
164	مذکورہ بالا حوالوں کا نتیجہ	508
165	علماءِ سرحد کے اعتراضات	511

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن ھائے گفتنی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔ امابعد:

" تحفظ اہلِ سنّت و جماعت" جلد اوّل کی بے پناہ مقبولیت کے بعد اس کی جلد دوم قارئین کرام کی خدمت میں حاضر ہے، رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے جلد اوّل کو قبولیتِ عامہ کا شرف بخشا، اور بندہ ناچیز کے وہم و گمان سے بھی زیادہ کتاب کی جلد اوّل کو پذیرائی حاصل ہوئی، بزرگ علماء نے بھی اظہارِ خیال کرتے ہوئے کتاب کو خوب سراہا اور اپنی دُعاؤں سے نوازا۔

ملک کے طول و عرض سے بیشمار ہدیہ تبریک کے پیغام موصول ہونا شروع ہو گئے، یہانتک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں جلد اوّل کی شہرت وطنِ عزیز کی سرحدوں سے نکل کر دُنیا کے دُور دراز خطوں تک پہنچ گئی، امریکہ تک سے بزرگ واحباب کی کالز آئیں، اور ساتھ ہی کتاب کی مانگ بھی بڑھنے لگی، یہ سب اُس خالق کا فضل اور مخلص دوست احباب کی دُعاؤں اور خلوص کا نتیجہ و ثمرہ ہے جس کی وجہ سے راقم الحروف کی تصنیف کی بنظر استحسان دیکھا گیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ عوام اہلِ سنّت نے بھر پُور خُوشی کا اظہار کرتے ہوئے راقم الحروف کی تصنیف کو تابوتِ دیوبندیت میں ایک آہنی کیل قرار دیا۔

ضیغم اہلِ سنّت، مناظر اسلام، حضرت علامہ مولانا پیر **سیّد مظفر شاہ** قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جلد اوّل کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا " ہر صفحہ کی تحقیق لائق دید، باعثِ شوق مزید و مبنی بر بحث سدید ہے۔ عبارت کا تسلسل انداز کی شائستگی قاری کو آگے سے آگے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے، وہ اُمور جو تشنہ تحقیق تھے ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے"۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بیان میں ہر ایک جزء آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، آپ نے اپنے مختصر تبصرہ میں سمندر کوکوزے میں بند کر دیا ہے۔
قارئین کرام کے سامنے ان باتوں کا تذکرہ بر بنائے اظہارِ تشکر کیا گیا ہے ، ورنہ راقم الحروف کی کیفیت تو من آنم کہ من دانم کے مصداق ہے۔
قارئین کرام سے یہ حقیقت پوشیدہ نہ رہے کہ جلد اوّل طبع ہوتے ہی دیوبندیوں کی اچھل کود بند ہوگئی، اور منکروں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی ، مردہ گڑھوں سے بھی ویل وثبور کی آوازیں سنائی دینے لگیں، خُود دیوبندی بھی بوجہ شرم وخجالت ایک دُوسرے سے نظریں چُرانے لگے، ساتھ دیوبندیوں کے دعویٰ علمیت کا پول بھی کھل کر عوام الناس کے سامنے آ گیا حال ہی میں سننے میں آیا ہے کہ دیوبندیوں نے اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لئے مسخروں کی مانند کچھ پھلجڑیاں چوڑنا شروع کردی ہیں جن کی حیثیت دیوالی کے پٹاخوں سے زیادہ نہیں ،لیکن پھر بھی اگر دیوبندیوں کی جانب سے" تحفظِ اہلِ سنّت وجماعت" کا جواب تحریری صورت میں منظر عام پر آیا تو ان شاء اللہ العزیز بھرپُور جوابی کارروائی کی جائے گی، بلکہ ہم تو منتظر ہیں کہ وہ جواب لکھیں تاکہ ہمیں مزید کارروائی کا موقع ملے، اور وہ حوالہ جات جو ابھی تک منتظر لباسِ اشاعت ہیں اُن کو بے نقاب کیا جائے ،لیکن دیوبندیوں سے گزارش ہے کہ جس طرح راقم الحروف نے دیوبندی موصوف کے رَد میں لکھی جانے والی اپنی دونوں کتابوں میں اس کے ہر ایک جزء پر تفصیلی وسیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے مکمل اعتراض کو نقل کیا ہے اسی طرح دیوبندی بھی راقم الحروف کی کتابوں کے مکمل اعتراض کو نقل کریں اور اس کے ہر ایک جزء پر اسی طرح تنقید وتبصرہ کریں جس طرح راقم الحروف نے اپنی کتابوں میں کیا ہے ، اور ہر ایک نقطہ کو باحوالہ ذکر کیا ہے، باقی اگر وہ اِدھر اُدھر سے باتیں جمع کر کے کوئی مضمون ترتیب دیتے ہیں تو وہ دیوبندیوں کے اصول کے

مطابق ہی جواب متصور ہونے کے لائق نہ ہوگا۔

ایک وضاحت ! چونکہ راقم الحروف دیوبندی موصوف کی تصنیف دفاع کا رَد لکھنے میں مصروف ہے اور اس کے علاوہ دیگر مشاغل بھی ہیں اس لئے دفاع کا مکمل رَد لکھنے کے بعد ان شاء اللہ دیو بندیوں کی پھلجڑیوں کا بطورِ ضمیمہ تعاقب کیا جائے گا۔ ویسے بھی دیو بندیوں کا مقصد یہی ہے کہ ان کا بالا ستیعاب رَد لکھنے سے ہماری توجہ کو ہٹا دیا جائے، اس لئے راقم الحروف اُن کے اس منصوبہ کو کامیاب نہیں ہونے دے گا، ان شاء اللہ العزیز" دفاع" کا پُورا رَد کرنے کے بعد ہی جواب الجواب کی جانب توجہ کی جائے گی۔

آخر میں راقم الحروف اپنے تمام معاونین ومحبین کا شکریہ ادا کرتا ہے، بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علاّمہ مولانا **پیر سیّد مظفر شاہ قادری** صاحب مدظلہ العالی جنھوں نے اس کی مکمل اشاعت کا بیڑ ا اُٹھایا ہوا ہے، اور رفاضل جلیل، عالم نبیل حضرت علاّمہ مولانا **محمد علی رضوی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جو قدم بقدم اس کی تیاری میں راقم کے معاون ومدد ہیں۔ محترم جناب **رانا نعیم اللہ خان** قادری صاحب دام اقبالہ کا جو اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس پر نظر ثانی اور پروف ریڈنگ کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ یُونہی مناظر اہل سنّت حضرت مولانا **محمد ظفر رضوی** صاحب، حضرت علاّمہ مولانا **محمد علی حنفی** صاحب اور عزیزم **احمد رضا قادری** صاحب وغیرہم جو موقعہ بموقعہ اپنے مفید وقیمتی مشوروں سے فقیر کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ رب العالمین سے دُعا ہے کہ پروردگار عالم اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر فقیر، اُس کے والدین اور تمام معاونین ومحبین کے لئے ذریعہ نجات بنائے، اور حق وحقیقت کے طلب گاروں کے لئے اسے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین، بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ابُو احمد **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی عفی عنہ 2020\06\20

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مسئلہ علمِ غیب اور شاہ ولی اللہ مُحَدِّث دھلوی علیہ الرحمۃ

دیوبندی موصوف نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الوجدان الصریح یحکم بان العبد وان ترقی وان الرب وان تنزل وان العبد قط لا یتصف بالوجوب وبالصفات اللازمۃ للوجوب ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیء فی لوح صدرہ ولیس ذالک علما بالغیب انما ذالک الذی یکون من ذاتہ والا فالانبیاء والاولیاء یعلمون لا محالۃ بعض ما یغیب عن العامۃ۔ (تفہیمات الٰہیہ: ج۱ ص ۲۴۵)

[ترجمہ] وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کرلے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہوجائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو ازخود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء واولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔ اسی واسطے علم غیب کو خاصہ خداوندی کہا گیا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنہم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک ولیس ذالک بنقص۔ (تفہیمات الٰہیہ: ج۱ ص ۲۴)

[ترجمہ] پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص 134، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب : اولاً : دیوبندی موصوف نے اپنی پُرانی عادت کے پیشِ نظر یہ حوالہ بھی کسی سے چُرایا ہے جس کے باعث " تفہیماتِ الٰہیہ " کی پہلی نقل کردہ عبارت میں موصوف نے "وان ترقی وان الرب" لکھا ہے جبکہ اصل میں " وان ترقی،والرب " کے الفاظ ہیں۔ یُونہی موصوف نے لکھا کہ " بالوجوب وبالصفات اللازمة "جبکہ اصل میں عبارت یُوں ہے کہ " بالوجوب أو بالصفات اللازمة "۔

" تفہیماتِ الٰہیہ " سے نقل کردہ موصوف کا پہلا حوالہ " اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، صدر حیدر آباد (السند) پاکستان، الجزء الاول، ص 245 پر ہی موجود ہے، مگر " تفہیمات الٰہیہ " سے ہی نقل کردہ دوسرا حوالہ اس مطبع کے ج 1 ص 24 پر نہیں بلکہ اس کی تفہیم نمبر 11، جزء 1 ص 28 پر ہے۔

یہ اُمور اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ موصوف نے اصل سے یہ حوالے نقل نہیں کئے بلکہ کسی سے سرقہ کرکے انہیں اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

ثانیاً: دیوبندی موصوف نے " تفہیماتِ الٰہیہ " سے مندرجہ بالا حوالہ نقل کرکے اپنی جہالت کو آشکار کیا ہے، ویسے بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنا دیوبندیوں کے بس کی بات نہیں، عبد القیوم مظاہری صاحب لکھتے ہیں :

" اس میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق عالم بالا سے ہم جیسوں کی سمجھ سے بالاتر " ۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ دیوبندی موصوف اس اپنی نقل کردہ عربی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہ کر سکے جس کی نشاندھی اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔

حوالہ کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ چند باتوں کی وضاحت کردی جائے۔

نمبر (1) دیوبندی موصوف نے جس " تفہیماتِ الٰہیہ " کا حوالہ دیا ہے، عمائدین دیوبند

---

[1] الامام شاہ ولی اللہ ؒ محدث دھلوی، ص 93، سلسلہ مطبوعات، ادارۂ طبعات ملی۔

اسی "تفہیماتِ الٰہیہ" کو انتہائی مضر اور ضرر رساں سمجھتے ہیں، چنانچہ دیو بندی مذہب کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب (جن کی تعریف میں دیوبندی زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور ان کی علمی شان بیان کرنے میں مبالغہ آرائی کی انتہا کردی جاتی ہے) لکھتے ہیں کہ:

"تفہماتِ الٰہیہ" میں بھی سخت مضر چیزیں ہیں اس قسم کی۔ البتہ شاہ صاحبؒ کی "حجۃ اللہ" اور "الطاف القدس" مفید کتابیں ہیں۔ "تفہیمات" میں بے موقعہ چیزیں بھی ہیں، میں نے "عقیدۃ الاسلام" میں "ازالۃ الخفاء" میں سے معارض پیش کردیا ہے"۔ [۱]

نمبر (2) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آراء اور نظریات کے متعلق دیوبندیوں کے دُوسرے شیخ الحدیث محمد یُوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وله فی کتبه آراء مع جلالة قدره یشکل أن یوافق علیها"۔ [۲]

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر کے باوجود ان کی تالیفات میں ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی موافقت وہمنوائی کرنا مشکل ہے"۔

اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" کی ایک عبارت کو عجیب ودہشت میں ڈالنے والا قول قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"فمن الغریب المدهش اذن قول الشاہ ولی اللہ فی "الحجة البالغة"۔ [۳]

"حضرت شاہ ولی اللہ کا "حجۃ اللہ البالغہ" میں یہ قول بہت ہی عجیب وغریب اور مدھش ہے"۔

نمبر (3) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دیوبندیوں کے

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری، ص 208، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: ۱۴۳۱ھ۔

[۲] معارف السنن جلد 4 ص 367، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان، کراچی۔

[۳] معارف السنن جلد 4 ص 367، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان، کراچی۔

تیسرے شیخ الحدیث "احمد رضا بجنوری صاحب" لکھتے ہیں کہ:

"علامہ بنوریؒ نے مزید لکھا کہ باوجود جلالتِ قدر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے، ان کی تالیفات میں ایسی آراء وافکار ملتے ہیں جن کے ساتھ موافقت وہمنوائی کرنا مشکل ودشوار ہے۔

علامہ بنوریؒ نے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعض افکار سے ناموافقت کی جانب اشارہ کیا ہے، اور "فیض الباری" نیز "معارف السنن" میں کئی جگہ اس اجمال کی تفصیل بھی ملے گی، اسی لئے راقم الحروف نے بھی عرض کیا تھا کہ مکتب دیوبند کے ذہنی وفکری امام بکل معنی الکلمہ حضرت شاہ ولی اللہ نہیں، بلکہ شاہ عبدالعزیزؒ ہیں کیونکہ حضرت شاہ صاحبؒ علامہ کردی شافعیؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ کے نظریات سے متاثر ہو گئے تھے، اور ان کے یہاں کچھ شطحیات وتفردات بھی ملتے ہیں"۔ [1]

نمبر (4) دیوبندی مذہب کے چوتھے فاضلِ دیوبند "عبدالحلیم چشتی صاحب" لکھتے ہیں کہ: "شیخ عبدالحق جمہور امت کے مسلک سے سرمو انحراف روا نہیں رکھتے، شاہ ولی اللہ اپنے افکار میں کہیں کہیں منفرد بھی نظر آتے ہیں"۔ [2]

پس ان حوالوں سے اور مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال وافکار بھی موجود ہیں جن کو خود دیوبندیوں نے بھی قبول نہیں کیا، اور نہ ہی حضرت شاہ صاحب کے جملہ اقوال کو قبول کیا گیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کا عدمِ علم کے سلسلے میں "تفہیماتِ الٰہیہ" سے مذکورہ حوالہ پیش کرنا خُود ان کے لیے مفید اور مؤثر نہیں ہے۔

نمبر (5) مصباح اللہ عبدالباقی فاضل اکوڑہ خٹک صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء:

---

[1] انوار الباری، ج 16 ص 403، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، ص 26، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی۔

هٰذا كتيب صغير كتبه باللغة العربية طبع مع ترجمته بالاردية فى مطبع احمدى بدهلى فى حوالى 88صفحة وقد تناول فيه قصص الانبياء التالية بالبحث : نوح وشيعته ، هود، وصالح، وابراهيم، ولوط، ويوسف، وايوب، وشعيب،وموسى،وهارون،وصموئيل،وداودوالنبى محمدﷺ .

ويعتبر هٰذا الكتاب من اخطر كتب شاه ولى الله الدهلوى لان الموضوع الذى تناوله فيه خطير ، ولان الشيخ تناول القصص القرآنية المتعلقة بالانبياء ومعجزاتهم بالتاويل ، وحاول ان يقربها الى الافهام عن طريق التاويل ، والخطورة فيه انه اخرج هٰذا الحوادث من ان تكون معجزات او خوارق للعادات ، فانه يرى كل القصص والمعجزات التى حصلت للانبياء عليهم السلام انها من قبيل المنامات والرئوى، سواء كان ذٰلك اخراج آدم من الجنة ، وان كان القاء ابراهيم فى النار من قبل نمرود ، او كان عصا موسى عليهم السلام يقول : اعلم ان الاحوال الطارئة على النفوس الكاملة والواقعات المنتظمة فى المثال تكميله لهم حكما حكمها المنام ، و كذالك الحوادث الواقعة كلها منامات وقد ذكر فى هٰذا الكتاب بعض القواعد والضوابط بناها على فلسفته المتعلقة بعالم المثال ، واول قصة آدم عليه السلام وخروجه من الجنة بناء على تلك الفلسفة كنموذج ، ثم قال : هٰذا كله منام ورؤيا تعبيره ان الله ارادبه ان يصير خليفة فى الارض،ويبلغ الى كماله النوعى، واما نهيه عن الشجرة ثم القاء وسواس الشيطان ثم معاتيته واخراجه فكله صورة التقريب بحسب خروجه عن عالم المثال الى الناسوت تدريجا .

ويرى الامام ولى الله الدهلوى ان المعجزات لا تكون خارقة للعادة تماما ،

ولا تكون مخالفة للعادة بالكامل، بل تبقى واسطة العادة معها فى مرتبة ماء يقول فى ذٰلك : "اعلم ان الله اذا اظهر خارق عادة لتدبير فانه انما يظهر فى ضمن عادة ولو ضعيفة ، فالخوارق اسباب ضعيفة كانها وجدت مشايعة لنفاذ قضاء الله تعالىٰ وعنايته بالاسباب الارضية لئلا يخترق العادة من كل وجه وفى القرآن والسنة اشارت تدل عليها وفى القصة ايماء وفحوى مما يعرفها العارف ، بل كل لبيب متصف وهٰكذا يستمر فى تاويل القصص القرآنية ، ويذكر تفسيرات خاصة للحوادث التى حصلت للانبياء عليهم السلام ، فيرى على سبيل المثال ان نار نمرود بردت لان الله سبحانه وتعالىٰ ارسل عليها هواء من الزمهرير ، وان البحر انفلق لموسى عليه السلام ، ولقومه بسبب الهواء وان مساكن ثمود كانت الجبال والمغارات فكان اقرب انواع العذاب فى حقهم الزلزال والصيحة" .

ويقول عن معجزة شق القمر لرسول الله ﷺ : وليس يجب انشقاقه البتة انشقاقا لعين القمر ، بل يمكن ان يكون ذٰلك بمنزلة الدخان وانقضاض الكواكب والكسوف والخسوف، فيما يظهر فى الجو لاعين الناس، فيستعمل بازاءها فى اللغة العربية الفاظ وضعت لا يقع على نفس هٰذه الاشياء وبهٰذا قد شذ الشيخ شاه ولى الله . والله اعلم فى كثير من تاويلاته لقصص الانبياء ومعجزاتهم فى كتابه هٰذا واختار منهجا يتعارض مع المنهج المختار الذى عامة علماء اهل السنة ". [1]

نمبر (6) "تفہیماتِ الٰہیہ" کا قلمی نسخہ: راقم الحروف کی معلومات کے مطابق مکمل "تفہیماتِ

[1] المقدمة فى فن الترجمة للامام شاه ولى الله الدهلوى ص 141۔142۔

الٰہیہ" کا پہلا نسخہ مجلسِ علمی ڈابھیل (گجرات) نے مدینہ برقی پریس، بجنور، یوپی، سے ۱۳۵۵ھ میں شائع کیا، اور مجلسِ علمی کے سیکرٹری احمد رضا بجنوری دیوبندی کا پُورا عمل دخل اس میں شامل تھا، یعنی یہ نسخہ دیوبندیوں نے شائع کیا، اور اس کے بعد غلام مصطفی قاسمی دیوبندی کی تصحیح وتحشیہ کے ساتھ دوبارہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سے شائع ہوا، یعنی احمد رضا بجنوری والے نسخے کے مطابق غلام مصطفی قاسمی نے "تفہیمات الٰہیہ" کو طبع کروایا۔

احمد رضا بجنوری نے "تفہیمات الٰہیہ" کو طبع کرواتے وقت جس نسخہ کو اساس بنایا، اُس کے متعلق مرقُوم ہے کہ:

"مظاہرِ علوم کے نسخوں میں سے ایک اہم نسخہ "تفہیماتِ الٰہیہ" کا ہے، یہی نہایت عمدہ اور صحیح نسخہ ہے، جو غالباً حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی یادگار ہے، غالباً اس لئے کہ اگرچہ اس پر کاتب نے اپنا نام محمد یعقوب لکھا ہے مگر نانوتوی نسبت کی صراحت نہیں کی، لیکن کتب خانہ سہارنپور میں یہ نسخہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کے کتب خانہ سے آیا ہے جو مولانا محمد یعقوب کے حقیقی بھانجے تھے، اس لئے قرینِ قیاس ہے کہ یہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا نقل کیا ہوا ہو، اس نسخہ کی کتابت صفر ۱۲۹۸ھ جنوری ۱۸۸۱ء میں مکمل ہوئی تھی، یہ نسخہ ہلکے باریک مگر عمدہ ولایتی کاغذ پر لکھا ہوا ہے، یہی نسخہ "تفہیماتِ الٰہیہ" کے اس نسخہ کی اساس ہے جو مجلسِ علمی ڈابھیل کے اہتمام سے مدینہ پریس بجنور سے ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) میں چھپا تھا۔

تفہیمات کے اس نسخہ کی دُوسری جلد کے آخری صفحات موجود نہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کاتبِ نسخہ (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کو اس کی تکمیل کا وقت نہیں ملا۔ اس نسخہ کے اختتام پر حضرت شاہ صاحب کا رسالہ "تحقیق وحدۃ الشہود" بھی شامل ہے جو کاتبِ نسخہ (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کے بھانجے مولانا نذیر احمد صاحب انبیٹھوی کے قلم سے ہے، اختتام پر لکھا ہے، الحمد للہ۔۔۔۔۔۔ تاریخ ۲۱ صفر ۱۲۹۶ھ بندہ بے ربط کمترین نذیر احمد ساکن

قصبہ انبیٹھہ ضلع سہارنپور در بہاولپور اختتام یافت" (ص ۱۶۷)"۔ [۱]

نمبر (7) مدار علیہا نسخ کے بارے میں احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں:

" لما کانت النسخ المدار علیھا کلھا مملوۃ من اغلاط الناسخین والناقلین"۔ [۲]

" وہ نسخے جن کو مدار بنایا گیا وہ سب ناسخین اور ناقلین کی خطاؤں سے مملو تھے (یعنی غلطیوں سے پُر تھے"۔

تبصرہ: احمد رضا بجنوری تک جو نسخے پہنچے وہ ان کے اکابر کی وساطت سے پہنچے، اور ان نسخوں کو قلم بند کرنے والے کوئی ان پڑھ کاتب یا بے علم خُوش نویس نہیں تھے بلکہ جیسا کہ ہم نے سابقہ حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ ایک نسخہ تو دیو بند کے پیشوا خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کے ماموں محمد یعقوب نانوتوی صاحب کے ہاتھوں کا مرہونِ منت ہے

اور دُوسرے جس نسخے کا ذکر احمد رضا بجنوری نے کیا ہے اُس پر اسماعیل دہلوی کے بیٹے محمد عمر کے ہاتھوں سے لکھا ہوا حاشیہ بھی موجود ہے، اور احمد رضا بجنوری صاحب نے جن کتابت کی اغلاط کا رونا رویا ہے، وہ حقیقت میں کتابت کی غلطیاں نہیں بلکہ ناسخین و ناقلین کی تحریف ہے مگر چونکہ ناسخین و ناقلین دیوبندی ہمنوا تھے اس لیے اُن کی تحریفات پر کتابت کی غلطی کا پردہ ڈالا گیا۔

ایک حوالہ ہم حوالہ قرطاس کرتے ہیں جس سے بخوبی واضح ہوگا کہ کس طرح "تفہیماتِ الٰہیہ" میں تحریف کر کے دیوبندی عقائد و نظریات کی راہ ہموار کی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صاحب، شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، اپنے مقالہ" شاہ ولی اللہ کی تنقیدِ تصوف اور اس کے حدیں" (جو کہ ادارۂ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں

---

[۱] امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار، ص 167، از عطاء الرحمن قاسمی، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ نئی دہلی۔

[۲] تفہیماتِ الٰہیہ ج 1 ص 2۔

منعقد بین الاقوامی سیمنار میں پیش کیا گیا تھا اس کی افادیت کے پیش نظر جمعیت اشاعت اہلِ سنّت کراچی، پاکستان نے بھی علیٰحدہ رسالہ کی صورت میں اس کو شائع کیا) میں لکھتے ہیں کہ:

"اس موضوع کے سلسلے میں ایک اور دُشواری شاہ صاحب کے نام سے جعلی کتابوں کی اشاعت اور ان کی اپنی کتابوں میں تحریف و الحاق کی شہرت ہے۔ مثلاً "البلاغ المبین" نامی کتاب میں اس موضوع کے سلسلے میں خاصہ مواد ہے، لیکن اس کا الحاقی ہونا ایک ثابت شدہ امر ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اپنے موضوعات، طرزِ تحریر اور زبان و بیان کے اعتبار سے شاہ صاحب کی تصنیفات سے مختلف ہے، بلکہ خارجی شہادتیں بھی اسے الحاقی ثابت کرتی ہیں، چنانچہ شاہ رفیع الدین کے نواسے اور شاہ صاحب کی کتابوں کے ناشر سید ظہیر الدین احمد نے" انفاس العارفین" کے آخر میں شاہ صاحب اور دُوسرے اکابرین خانوادۂ ولی اللّٰہی کے نام سے منسوب جعلی و الحاقی کتابوں کی جو فہرست دی ہے، اس میں بھی" البلاغ المبین" کا نام درج ہے۔ تصوف و اعمالِ صوفیاء سے متعلق خود "تفہیماتِ الٰہیہ" وغیرہ معروف کتابوں میں بعض ایسی تنقیدات ملتی ہیں جو شاہ صاحب کی عمومی فکر اور ان کے اپنے معمولات سے متصادم ہیں۔

اس سلسلے میں میرا اپنا تجربہ بھی ہے، میں اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں" تفہیمات" شائع شدہ از ڈھابیل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ایسی عبارت میں مجھے توقف ہوا جس میں جہال صوفیاء کے ساتھ ساتھ مجاهدون للتصوف کو بھی قطاع الطریق اور لصوص الدین قرار دیا گیا ہے۔

یہ بات صرف فکرِ ولی اللّٰہی سے ہی نہیں بلکہ سیاقِ عبارت سے بھی ہم آہنگ نہ تھی۔ بعض گرامی قدر بزرگوں اور دوستوں نے عبارت کو قابلِ قبول معنی دینے کی کوشش کی، مگر مجھے اطمینان نہیں ہوا، کیونکہ معنی کو صحیح فرض کر لینے کے باوجود عبارت کے سیاق وسباق میں

اس مفہوم کی نا مانوسیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی، جب قاسمی صاحب کے نسخے اور دوسرے مطبوعہ نسخوں میں بھی یہی عبارت ملی تو میں نے مخطوطات کی جانب رُجوع کیا، مجھے اپنے ذاتی مخطوطے کے علاوہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ایک مخطوطے میں بھی "مجاھدون للتصوف" کے بجائے "جاحدون للتصوف" ملا، یعنی منکرین ومعاندین تصوف کو شاہ صاحب نے جاہل صوفیاء کے زمرے میں رکھا ہے۔ اور دونوں کو قطاع الطریق اور لصوص دین (رہزن وچور) قرار دیا ہے"۔ [1]

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صاحب کا مذکورہ مقالہ" شاہ ولی اللہ اور تصوف" کے نام سے شائع شدہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس تحریف کی نشاندھی کی ہے اُس کو ڈابھیل سے شائع شدہ" تفہیمات الٰہیہ ج 2ص 203" اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سے شائع شدہ" تفہیمات الٰہیہ ج 2ص 243، تفہیم 227" پر دیکھا جاسکتا ہے۔

بہر حال ناسخین وناقلین کی دستبرد نے" تفہیمات الٰہیہ" کا حُلیہ بگاڑ دیا ہے۔

نمبر (8) سونے پہ سھاگہ! ڈابھیل سے شائع شدہ" التفہیمات الٰہیہ" میں کہیں کہیں ڈاٹس (۔۔۔) کے نشانات موجود ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس مقام پر کوئی عبارت رہ گئی ہے، مگر غلام مصطفی قاسمی دیوبندی صاحب نے جب" التفہیمات الٰہیہ" کو حیدر آباد سے شائع کیا تو اس میں سے ڈاٹس (۔۔۔) والے نشانات کو ختم کر کے عبارات کو باہم ملا دیا، یعنی ثبوت کو بھی مٹا دیا۔

چنانچہ غلام مصطفی قاسمی صاحب کی اس کارروائی کو" تفہیمات الٰہیہ ج 1ص 246" پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈابھیل سے شائع شدہ نسخہ میں "وصورت جبرئیل علیه السلام" کے بعد ڈاٹس کے

---

[1] شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور تصوف ،ص 6۔8، جمعیت اشاعت اہل سنت، کراچی، پاکستان، اشاعت: اکتوبر ۲۰۰۷ء۔ ملاحظہ فرمائیں: شاہ ولی اللہ کی تنقید تصوف، ص2۔3۔

نشانات موجود ہیں، ج1 ص 185، جبکہ غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب کے شائع کردہ نسخہ میں یہ نشانات موجود نہیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ج1 ص 246۔ 247۔

اور پھر انہی مذکورہ صفحات میں "یعرفھا نبیدنا محمد ﷺ" کے بعد بھی ڈاٹس کے نشانات ہیں، لیکن غلام مصطفیٰ قاسمی کے نسخہ میں موجود نہیں، جبکہ غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ اس بات کی وضاحت کرتے مگر انہوں نے دیگر مقامات پر تو حاشیہ لگانے کی کرم فرمائی کی ہے جبکہ اس جگہ کو انہوں نے بغیر حاشیہ کے چھوڑ کر نشانات کو ہی مٹا ڈالا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کُتُب سے "تفہیمات الٰہیہ" کے مُندرجات کا اختلاف ہے

"تفہیماتِ الٰہیہ" میں ایسے مندرجات بھی پائے جاتے ہیں جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتب کے معارض ومناقض ہیں، ہم یہاں پر ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

معجزہ شق القمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مشہور ومعروف معجزہ ہے، اور عوام وخواص سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس معجزہ کے متعلق آگاہی رکھتے ہیں، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ معجزہ شق القمر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اما شق قمر ابہروانور معجزآنست که تصرف ست در عالم علوی واز ہیچ پیغمبرے واقع نشده وناطق ست بوقوع آن قرآن عظیم که فرموده﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَر ﴾ومراد وقوع آنست در دنیا وباین تفسیر کرده اند آنرا مفسران وحمل بر انشقاق روز قیامت رومیکنند آنرا اقوال وی سبحانه﴿وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ﴾ زیرا که کفار نمیگویند این را روز قیامت وتحقیق آمده است در حدیث ابن مسعود که گفت دو پاره شد قمر

در عہد رسول خدا صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم یک پاره بالائے کوه وپاره دیگر پایان وی در محویت کرده اند آنرا جمعی کثیر از صحابه وگفتند طلب کردند کفار قریش از آنحضرت صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم آیتے راد گفتند که اگر صادق تو دو پاره کن قمر را پس اشارت کرد آنحضرت بقمر ودوشق شد ودید جبل حرا را درمیان وفرمود آنحضرت علیه السلام شہدوا پس گفتند کفار بتحقیق سحر کرد شمار ابن ابی کبشه وگفت یکے از ایشان اگر سحر کرد شمایا نراہمه اہل زمین را سحر نمیتواند کرد پس آمدند مسافران از آفاق وخبر دادند از آن پس گفت ابو جہل علیه اللعنة ہذا سحر مستمر وابن عبد البر که از اکابر علمائے حدیث ست گفته است که اینحدیث یعنی انشقاق قمر روایت کرده شده است از جماعه کثیر از صحابه وہمچنین روایت کرده اند جمعے کثیر از تابعین در روایت کرده اند از ایشان جم غفیر وهکذا تا رسید است بماوتائید شده است بآیه کریمه انتہی۔

وہمچنین مملو امشحون ست بدان کتب احادیث متقدمین ومتاخرین با کثرت طرق وتعداد اسانید ودر مواہب لدنیه آورده که علامه ابن سبکی در شرح مختصر ابن حاجب گفته است که صحیح نزد من آنست که انشقاق قمر متواتر ست منصوص علیه است در قرآن ومروی ست در صحیحین وغیرہما بطرق کثیره صحیحه که شک کرده نمیشود در تواتر وصحت آن وانکار کرده این معجزه را بعضے مبتدعه که موافق اند مر مخالفان ملت

را در عدم قبول اجرام علویه خرق والتیام وعلمائے دین ومتابعان ملت میگویند که انکار نیست عقل را درآن وشمس وقمر مخلوق خدا اند میکنند در آن ہرچه میخواہد چنانکه در احوال قیامت در نصوص مذکور ست"۔[1]

"لیکن شق قمر یعنی چاند کا ٹکڑے کرنا معجزات میں روشن وتابندہ تر ہے کیونکہ اس سے عالم علوی میں تصرف فرمایا گیا ہے جو کسی نبی سے واقع نہیں ہوا یہ معجزہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (قیامت قریب آگئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا) اس آیہ کریمہ کا اشارہ دنیا میں اسی واقعہ کی طرف ہے اور مفسرین اس کی یہی تفسیر کرتے ہیں، رہا اس کا روز قیامت انشقاق پر محمول کرنا تو اس کا رد اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کر دیتے ہیں کہ: ﴿وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ﴾ (اگر وہ کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا جادو ہے) اس لئے کہ کفار ﴿سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ﴾ روز قیامت کے لئے نہیں کہتے۔

یقینًا حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے نیچے تھا۔ اس روایت کو صحابہ کی جماعت کثیرہ نے نقل فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کُفّارِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا اور کہنے لگے، اگر صادِق ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی جانب اشارہ فرمایا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور لوگوں نے کوہ حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اشھدوا" گواہ رہو۔ اس

---

[1] مدارج النبوۃ، باب ششم، معجزاتِ آنحضرت، ج 1 ص 181، مرکز اھلِ سنت برکاتِ رضا، گجرات، ہندوستان۔

پر کفار کہنے لگے، بِلا شُبہ ابنِ ابی کبشہ نے تم پر جادو کیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا، اگر وہ جادو کر سکتے ہیں تو تم پر کر سکتے ہیں تمام رُوئے زمین والوں پر تو جادو نہیں کر سکتے، چنانچہ جب آفاق سے مسافر وہاں آئے اور انہوں نے چاند کے ٹکڑے ہونے کی خبر دی تو ابوجہل علیہ اللعنۃ نے کہا: "ھٰذا سحر مستمر" یہ پُرانا جادو ہے۔ ابنِ عبد البر جو اکابر علماء حدیث سے ہیں، فرماتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے ہونے والے حدیث کو صحابہ کرام کی جماعت کثیرہ اور اسی طرح تابعین کی جماعت کثیرہ روایت کرتی ہے، اور ان میں ایک جم غفیر سے اسی طرح ہم تک یہ روایت پہنچی اور آیہ کریمہ نے اس کی تائید فرمائی۔ (انتہی)

اسی طرح متقدمین و متأخرین کی حدیث کی کتابیں بکثرت طُرق اور متعدد اسانید سے مملو اور بھری ہوئی ہیں۔

مواہب لدنیہ میں منقول ہے کہ علامہ ابنِ سبکی رحمہ اللہ مختصر ابنِ حاجب کی شرح میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ انشقاق قمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونا متواتر ہے اور قرآن میں منصوص علیہ ہے اور صحیحین وغیرہ میں بطریق کثیرہ صحیحہ مروی ہے، جس کے تواتر اور اس کی صحت میں شک نہیں کیا جاسکتا، البتہ اس معجزہ کا بعض مبتدعہ نے انکار کیا ہے، یہ ملت کے ان مخالفوں کی راہ کی موافقت میں ہے جو کہتے ہیں کہ اجرامِ علویہ خرق والتیام کو قبول نہیں کرتے، اور ملّت کے متبعین کے علماء اس بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں عقلاً کوئی استحالہ نہیں ہے اِس لئے کہ چاند وسورج خُدا کی مخلوق ہیں، وہ جو چاہے اس میں کرتا ہے، جیسا کہ نُصُوص میں احوالِ قیامت کے ضمن میں مذکور ہے"۔ [1]

اس کے ساتھ آپ "تفہیماتِ الٰہیہ" کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں جس میں معجزہ شقّ قمر کا انکار موجود ہے۔

---

[1] مدارج النبوت، مترجم ج 1 ص 279۔ 280، وجلد 1 ص 238۔ 239، شبیر برادرز، لاہور۔

"اما شق القمر فعندنا ليس من المعجزات انما هو من آيات القيامة كما قال الله تعالى اقتربت الساعة وانشق القمر ولكنه ﷺ اخبر عنه قبل وجوده فكان معجزته من هذا السبيل". [1]

"یعنی شق القمر میرے نزدیک معجزات میں سے نہیں بلکہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے(۔۔۔۔)لیکن چونکہ اس کی خبر اس کے وُجود سے پہلے دی گئی ہے پس اس لحاظ سے یہ معجزہ ہے"۔

اس حوالہ میں شق القمر کے وقوع کا بھی انکار ہے اور معجزہ ہونے کا بھی، حالانکہ شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مبتدعہ کا مذہب قرار دیا ہے، جیسا کہ سابقہ حوالہ میں ہے کہ''البتہ اس معجزہ کا بعض مبتدعہ نے انکار کیا ہے، یہ ملت کے ان مخالفوں کی راہ کی موافقت میں ہے جو کہتے ہیں کہ اجرامِ علویہ خرق والتیام کو قبول نہیں کرتے"۔

پھر اسی طرح دیوبندی دھرم کی مسلّم شخصیت اور سیّد احمد رائے بریلی کے خلیفہ کرامت علی جونپوری نے معجزہ شق قمر کے انکار کو جہالت بے حیائی اور نفاق سے تعبیر کیا ہے، اور اس مضمون کی نفی کی ہے جو "تفہیماتِ الٰہیہ" کی عبارت میں درج ہے، چنانچہ جونپوری صاحب ایک شخص کی عبارت کو رد کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ: (ہم یہاں پر عبارت معترضہ اور اس کا رد جونپوری کے قلم سے نقل کرتے ہیں)

"پس اس تصریح سے کوئی معجزہ اُس معجزۂ مجسم کا کلام اللہ میں مذکور نہیں معجزۂ شق القمر کا جو بہت نمایاں عام ہے اُس کا ذکر کلام اللہ میں بلفظ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾الخ "۔آیا ہے اُس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے، صاحبِ" مواہب لدنیہ" یہی لکھتا ہے کہ یہ خبر روز قیامت کی اللہ تعالیٰ کلام اللہ میں دیتا ہے نہ خبر معجزۂ شق القمر کی جیسے

---

[1] تفہیماتِ الٰہیہ، جزء2 ص 57، سلسلہ مطبوعات المجلس العلمی ڈابھیل (سورت) الہند، مدینہ برقی پریس، بجنور یوپی۔

کہ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾الخ"۔وغیر ہا اخبار اور آثار قیامت کے جا بجا کلام اللہ میں مذکور ہیں کہ لفظ ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ ﴾مضمون قیامت پر دلالت قوی کرتی ہے نہ معجزۂ شق القمر پر انتہٰی۔

سواس مضمون کا رد یہ ہے کہ اس مفتری جاہل نے پہلے صاحبِ" مواہب لدنیہ" افترا کیا بعد اس کے بسبب کمال جہالت اور بے حیائی کے شق قمر کے معجزہ کا انکار کر کے اپنے نفاق کو ظاہر کر دیا سو" مواہب لدنیہ" کی عبارت نے اُس کے افترا کو نفاق کو کھول دیا۔اب ہم" مواہب لدنیہ" کی عبارت بعینہ نقل کرتے ہیں کہ پھر اس منافق کو دم مارنے کی طاقت نہ رہے وہ عبارت یہ ہے:

"أما معجزة انشقاق القمر، فقد قال تعالى فى كتابه العزيز:﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾الآية . والمراد وقوع انشقاقه ويؤيده قوله تعالى بعد ذلك: وَاِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ .فإن ذلك ظاهر فى أن المراد بقوله: "انشق القمر"وقوع انشقاقه، لأن الكفار لا يقولون ذلك يوم القيامة، وإذا تبين أن قولهم ذالك إنما هو فى الدنيا تبين وقوع الانشقاق وأنه المراد بالآية التى زعموا أنها سحر، وسيأتى ذلك صريحا فى حديث ابن مسعود وغيره.انتهیٰ۔

ترجمہ:لیکن معجزہ چاند کے پھٹ جانے کا جو ہے سو اُس کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نزدیک آئی ہے قیامت اور پھٹ گیا چاند اس آیت کو سمجھو اور مراد ہے کہ چاند کا پھٹ جانا واقع ہوا ہے۔

یعنی فی الحقیقت پھٹ جانا واقع ہوا ہے یہ پھٹ جانے کی خبر نہیں ہے اور اس بات کو قوت دیتا ہے قولہ تعالیٰ جو اس کے بعد ہے اور اگر دیکھیں کوئی نشانی منہ پھیر لیویں اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیش کا قوی اس واسطے کہ یہ حکم ظاہر اور نص ہے اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ

پھٹ گیا چاند یعنی پھٹ جانا چاند کا واقع ہوا ہے اس واسطے کہ کافر لوگ یہ بات یعنی جادو کا ہونا قیامت کے روز نہ کہیں گے۔ اور جب یہ بات کھل گئی کہ کافروں کا جادو کہنا دنیا ہی میں ہے تو ظاہر ہوا اور کھل گیا پھٹ جانے کا واقع ہونا یعنی دنیا میں اور یہ بات کھل گئی کہ وہ آیت جس میں کافروں کے جادو کہنے کا بیان ہے اُس کی مراد ہے دنیا میں پھٹ جانا ، اور قریب ہے کہ یہ بیان آویگا صریح ابن مسعود وغیرہ کی حدیث میں، انتہی۔ اور آگے چل کے صاحب مواہب لدنیہ نے بہت سی حدیثوں سے ثابت کیا ہے اور جو بات منافق نے لکھا ہے مواہب میں اس کا کہیں ذکر نہیں"۔[1]

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب بھی اپنی مجالس ومحافل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے انکار معجزۂ شق القمر کے تذکرے کیا کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شق قمر کا معجزہ علامات قیامت سے ہے اس میں وقوع کا انکار نہیں بلکہ معجزہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے طلوع شمس من المغرب۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ نہیں بلکہ علامات قیامت ہے ایسے ہی شق القمر بھی معجزہ نہیں بلکہ علامات قرب قیامت سے ہے جیسے آیت میں اقتراب ساعت کے اقتران سے مفہوم بھی ہوتا ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ترجمہ: قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا"۔[2]

جبکہ دیوبندیوں کی ہی مسلّم شخصیت کرامت علی جونپوری صاحب اس معجزہ شق القمر کے منکر کو **بدعتی** اور **دین کے دُشمنوں کے موافق** قرار دیتے ہوئے یُوں لکھتے ہیں کہ:

---

[1] ذخیرہ کرامت، حصہ دوم، رسالہ: القول الثابت، ص 67۔68، درمطبع قیومے، واقع کانپور۔

[2] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ) ج 1 ص 190، ملفوظ 425، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔ ۱۴۳۸ھ

" اور" مدارج النبوۃ" میں بھی بعینہ ایسا ہی لکھا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ شق قمر کا معجزہ سب معجزوں سے زیادہ روشن اور فائق ہے کیونکہ یہ تصرف ہے عالم علوی میں اور کسی پیغمبر سے ایسا معجزہ واقع نہ ہوا اور قرآن اس معجزہ کا بیان کرتا ہے اور اسی آیت کو لکھا اور لکھا کہ یہ معجزہ دنیا میں واقع ہوا اور سارے مفسروں نے یہی تفسیر کیا ہے اور قیامت کے روز شق قمر کو سمجھنے کو اللہ تعالیٰ نے رد کیا ہے۔

اور کہا کہ اس معجزہ کا بعضے مبتدعون نے انکار کیا ہے جو دین کے دشمن کے موافق ہیں اس بات کے کہنے میں کہ اجرام علویہ خرق اور التیام یعنی پھٹ جانا اور پھر مل جانا قبول نہیں کرتے پھر آگے اس کا رد بہت کچھ لکھا ہے غرض ان کے لکھنے سے یہ جاہل دین کا دشمن ٹھہرا اور شفا میں بھی اسی آیت مذکورہ کو لکھا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیا ہے کہ چاند کے پھٹ جانے کی لفظ ماضی کے ساتھ اور اس معجزہ سے کافروں کے انکار کرنے کی اور سارے مفسروں اور اہل سنت نے اس پھٹ جانے پر اجماع کیا ہے انتہی"۔ [1]

مسئلہ معجزہ شق القمر کے متعلق "تفہیماتِ الٰھیہ" کی عبارت کے خلاف حضرت مولانا محمد عبد الحلیم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کا شدید ردعمل

حضرت مولانا محمد عبدالحلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے والد بزرگوار ہیں آپ کا شمار ہندوستان کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے، آپ نے بھی" تفہیماتِ الٰہیہ" کی مذکورہ عبارت کو اہل سنت کے مسلمات کے خلاف سمجھا اور اس پر شدید ردعمل و برہمی کا اظہار فرمایا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

"ومن ھھنا الخسف قمر ما فی التفہیمات الاھیة لبعض اعیان الدھلی اما

[1] ذخیرہ کرامت، حصہ دوم، رسالہ: القول الثابت، ص 68، در مطبع قیومے، واقع کانپور۔

شق القمر هذا ما ليس من المعجزات انما هو من آيات القيامة كما قال الله تعالی﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ولكنه صلى الله عليه وآله وسلم اخبر عنه قبل وجوده فكان معجزة من هذا السبيل انتهى ....الخ"۔ [1]

" میں کہوں گا: اِس قول پر تو یہ غیب کی خبر دینا معجزہ ہوگا نہ کہ چاند کا شق ہونا اور یہ صریح احادیثِ مرویہ کے خلاف ہے، جن کا بیان آتا ہے، یہاں اُس کا رد بھی ہو جاتا ہے جو " تفہیماتِ الٰہیہ" میں ہے جسے دہلی کے ایک مشہور عالم نے لکھا ہے، اس میں ہے کہ " شقِ قمر ہمارے نزدیک معجزہ نہیں بلکہ وہ تو قیامت کی ایک نشانی ہے"، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اُس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دی تھی، لہٰذا اس طرح یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوگا" اھ۔

اس کلام کے دو محمل ہیں:

پہلا محمل: چاند عنقریب شق ہوگا اور اس (آیت کے نازل ہونے) کے بعد یہ شق نہ ہوا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی، تو اس طرح یہ (خبر دینا) معجزہ ہوا۔ اس محمل میں مندرجہ ذیل تین اشکال ہیں:

(۱) اس قول کا درست نہ ہونا ابھی پانچ وجوہات کی بنا پر ظاہر ہو چکا ہے۔

(۲) یہ اس کے مخالف بھی ہے جو " فتح الخبیر" میں ہے، جسے علم تفسیر میں یاد رکھنا ضروری ہے کہ چاند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں شق ہو کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر دُوسرا اُس کے سامنے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا کہ گواہ ہو جاؤ

(۳) یہ جمہور مفسرین سے منقول اس اِجماع کے خلاف بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] نظم الدرر فی سلک شق القمر ، ص 7، مطبع العلوی ، باهتمام :علی بخش خان لکھنؤی ۔ نوٹ: عربی نسخہ کی اشاعتی حالت کچھ اچھی نہیں ہے جس کی وجہ سے پڑھنا نقل کرنا مشکل ہے ، اگر کوئی سہو و فروگزاشت ہوگئی ہو تو ہم معذور ہیں ۔

زمانے میں چاند شق ہوا تھا۔ جیسا کہ علامہ آفندی کی" شرح شفا" میں ہے۔ عنقریب اس کا ذکر آتا ہے، ذرا انتظار کرو۔

دوسرا محمل: چاند شق ہوا تھا لیکن نفسِ شق معجزہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ہاں مگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے اس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی، تو یہ معجزہ ہوگا۔

اس محمل میں یہ مسئلہ ہے کہ یہ اُن احادیث کریمہ کے خلاف ہے جو اس بات پر ناطق ہیں کہ نفسِ شق ہی آپ ﷺ کا معجزہ اور علامتِ نبوت ہے، اور یہ بات اس کے بھی مخالف ہے جو خود انہوں نے اپنی تفسیر" فتح الرحمن" میں ذِکر کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ نیز یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ انہوں نے کہا" ہمارے نزدیک۔۔" جبکہ بہتر یہ تھا کہ کہتے " میرے نزدیک"، کیونکہ اہل سنّت، شقِ قمر کو آپ ﷺ کے معجزہ ہونے کا انکار نہیں کرتے اگرچہ بعض مفسرین نے آیت میں مذکورہ صیغۂ ماضی کو مستقبل پر محمول کیا ہے کہ شقِ قمر کا ایک معجزہ ہونے اور بیک وقت قیامت کی نشانی ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے، جیسا کہ اُن کی عبارت سے وہم ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ ﷺ کی بعثت، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ جو انہوں نے کہا کہ" مگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے اِس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی۔۔۔ الخ" تو یہ بات ثابت نہیں، ہمیں کوئی روایت اس طرح نہ ملی جو اس پر دلالت کرے کہ آپ ﷺ نے شق کرنے کی خبر پہلے دی ہو اور پھر اُسے شق کیا ہو۔

حق یہ ہے کہ جو" تفہیماتِ الٰہیہ" میں ہے وہ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِلقا کی گئی بات ہے، لہٰذا کسی دوسرے پر حجت نہیں بنے گی۔ آپ اپنی اسی کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اور بے پناہ احسان یہ بھی ہے کہ اُس نے مجھے ایسے علوم عطا کیے جن کے کہنے اور بیان کرنے سے زبان عاجز ہے اور ایسے رموز و اسرار بخشے، جن

کے سامنے نوعِ انسانی کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے، لہٰذا ان کے ضائع اور فوت ہو جانے کے خوف سے میں نے چاہا کہ ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر دوں اور اس کا نام "تفہیماتِ الٰہیہ" رکھوں، ملخصاً "۔[۱]

اب یہ کیسے متصور ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا عالم معجزہ شق القمر کا انکار کرے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یہ کارنامہ انہی ہاتھوں کی کتابت کا نتیجہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات پر طعنہ زنی کرتے ہیں، جیسا کہ دیوبندی موصوف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ علمِ غیب پر طعنہ زنی کی ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ "تفہیماتِ الٰہیہ" میں مندرج یہ نظریہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتب سے بھی متصادم ہے، یہاں ہم ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر فتح الرحمن" میں معجزہ شق القمر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اشارت است بآن قصه که کافران از حضرت پیغامبر صلی الله علیه وسلم معجزه طلب کردند خدائے تعالیٰ ماه را دو قطعه ساخت یکے بر کوه ابو قبیس ودیگر بر کوه قیعقان"۔[۲]

"یعنی اس آیت میں اس قصہ کی جانب اشارہ ہے کہ کُفّار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا، اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا، ایک ٹکڑا ابُوقبیس پہاڑ پر گرا

---

[۱] نظم الدرر فی سلک شق القمر، ترجمہ: بنام، شق قمر کا معجزہ، ص 46۔48، جمعیت اشاعت اہل سنّت، پاکستان۔

[۲] فوائد: فتح الرحمن بر حاشیہ القرآن الحکیم مع تفسیر جواہر القرآن، ج 3 ص 1194، فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دہلی، انڈیا۔

اور دُوسرا کوہِ قیعقان"۔

خلاصہ !اس حوالہ کا" تفہیماتِ الٰہیہ" کے حوالہ کے ساتھ تقابل کیا جائے تو صاف تناقض نظر آتا ہے۔آپ نے مندرجہ بالا حوالہ میں تسلیم کیا ہے کہ چاند دوٹکڑے ہوا تھا، اور اُس کے ٹکڑے دو پہاڑوں پر گرے تھے ،مگر" تفہیمات" میں اس کے وُقوع کا ہی انکار موجود ہے ،اب یا تو یہ تسلیم کر لیا جائے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تناقض موجود ہے یا یہ مان لیا جائے کہ کسی مہربان نے دورانِ کتابت اپنے ہاتھوں کی صفائی دکھائی ہے۔

نکتہ: جب" تفہیماتِ الٰہیہ" میں شق القمر جیسے مشہور و معروف معجزہ کا انکار موجود ہے تو پھر علمِ غیب جیسے معجزہ کا انکار ہو تو بھی جائے تعجب نہیں۔

بہر حال جس طرح" تفہیماتِ الٰہیہ" کے حوالہ سے کوئی بھی ذِی علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ شق القمر کا انکار کر کے صفِ مبتدعہ میں شامل نہیں ہونا چاہے گا اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کر کے بھی صفِ مبتدعہ میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔

کیا دیوبندی موصوف اور اُس کے ہمنوا" تفہیماتِ الٰہیہ" کی مندرجہ بالا عبارت کی بنا پر معجزہ شق القمر کا انکار کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر وہ معجزہ شق القمر کا انکار نہیں کرتے تو پھر معجزہ علمِ غیب کے انکار کے لئے" تفہیماتِ الٰہیہ" کے مندرجات کو کیوں پیش کر رہے ہیں۔ پس اگر وہ معجزہ علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں تو معجزہ شق القمر کا انکار بھی کر ڈالیں تاکہ بکمالہ" تفہیماتِ الٰہیہ" کے مندرجات پر عمل ہو سکے

اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل

اب چلتے ہیں دیوبندی موصوف کے" تفہیماتِ الٰہیہ" سے نقل کردہ حوالہ کی جانب!

دیوبندی موصوف نے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ اس کو سمجھ ہی نہیں پائے، اور سمجھتے بھی کیسے، انہوں نے تو یہ حوالہ اپنی عادت کے مطابق کہیں سے سرقہ کیا ہے،اور اصل کتاب دیکھنا بھی

اُن کو نصیب نہیں ہوئی، پس دُوسرے سارقین کی اندھی تقلید میں مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے ہیں: "تفہیماتِ الٰہیہ" میں درج عبارت کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال:

" هل الفناء والبقاء موجب اتصاف السالك بالصفات الوجوبية ".

" کیا فناء اور بقاء سالک کے لئے صفاتِ وجوبیہ سے متصف ہونے کا باعث ہے؟

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

"اقول الوجدان الصريح يحكم بأن العبد عبد وان ترقى، والرب رب وان تنزل، وان العبد قط لا يتصف بالوجوب أو بالصفات اللازمة للوجوب، ولا يعلم الغيب الا أن ينطبع شئ في لوح صدره، وليس ذلك علما بالغيب انما ذلك الذي يكون من ذاته والا فالأنبياء والأولياء يعلمون لا محالة بعض ما يغيب عن العامة". [1]

" وجدان صریح حکم لگاتا ہے کہ بندہ چاہے کتنی بھی ترقی کرے بندہ ہی رہتا ہے، اور رب چاہے کتنا بھی نزول فرمائے (جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے، اشارہ ہے نزولاتِ ستہ کی جانب) رب ہے، بندہ کبھی بھی وجوب اور وجوب کی صفاتِ لازمہ کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا، اور وہ غیب نہیں جانتا مگر کوئی چیز اس کی لوحِ صدر میں منقش ہوجائے اور یہ (وہ) ذاتی علمِ غیب نہیں، وہ (ذاتی علمِ غیب) تو وہ ہے جو اپنی ذات سے ہو، وگرنہ انبیاء اولیاء بھی لامحالہ بعض ایسی چیزیں جانتے ہیں جو کہ عام لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔

دیوبندی موصوف نے اس حوالے کو سمجھنے میں چند غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے، ملاحظہ ہو:

نمبر (1) دیوبندی موصوف نے " ولا يتصف بالوجوب "کا ترجمہ واجب الوجوب

---

[1] تفہیماتِ الٰہیہ ج 1 ص 245۔

کی صفات کیا ہے، یہ دُرُست نہیں ہے، اِس کا صحیح ترجمہ ہے کہ صفتِ وجوب کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے "ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شئ فی لوح صدرہ" کا ترجمہ نہیں کیا، کیونکہ اس عبارت سے دیوبندی موصوف کے عقیدہ پرزَد پڑ رہی تھی، اور دیوبندی موصوف کو اپنی ناوٗ ڈوبتی ہوئی نظر آرہی تھی، اس لئے موصوف نے اس عبارت کا ترجمہ نہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور وہ غیب نہیں جانتا مگر کوئی چیز اُس کی لوحِ صدر میں نقش ہوجائے'' جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب سالک کی لوحِ صدر میں کوئی چیز منقش ہوگئی وہ غیب جان لے گا کیونکہ نفی علمِ غیب کے بعد "اِلاَّ" حرفِ اِستثناء موجود ہے، جس کا مفاد یہی ہے کہ بعد از انطباع وہ غیب جان لے گا۔ یہ عبارت چونکہ دیوبندی موصوف کے نظریہ کے خلاف تھی اس لئے دیوبندی موصوف نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے شیرِ مادر کی طرح اس کو ہضم کرنے کی کوشش کی۔

نمبر (3) دیوبندی موصوف نے " ولیس ذلك علما بالغیب انما ذلك الذی یکون من ذاته" کا ترجمہ بھی دُرُست نہیں کیا، دیوبندی موصوف اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''علم غیب وہ جانتا ہے جو از خُود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کیسا جاہلانہ اور احمقانہ ترجمہ ہے، جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ''یہ (ذاتی) علمِ غیب نہیں بیشک وہ (ذاتی علم غیب) تو وہ ہے جو اپنی ذات سے ہو''۔

حوالہ کا مقصد

بفرضِ تسلیم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فناء اور بقاء سالک کے لئے وجوب اور وجوب کی صفاتِ لازمہ سے متصف ہونے کا موجب نہیں، اور صاف ظاہر ہے کہ وجوب کی صفاتِ لازمہ میں سے ذاتی علمِ غیب ہے نہ کہ عطائی علمِ غیب، لہٰذا آپ نے فرمایا کہ سالک وہ غیب نہیں جان سکتا جو کہ اپنی ذات سے ہو کیونکہ یہ بھی وجوب کی صفت

ِلازمہ ہے۔

پس آپ نے لوحِ صدر میں کوئی چیز منقش ہونے کو وجوب کی صفاتِ لازمہ سے متصف ہونے کا باعث قرار نہیں دیا، گو کہ اس طرح سالک پہ پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں، اور انبیاء اور اولیاء بھی لامحالہ بعض ایسی چیزیں جانتے ہیں جو کہ دُوسروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں، مگر اس بنا پر انبیاء اور اولیاء اور سالکین کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صفاتِ لازمہ للوجوب سے متصف ہو گئے ہیں۔

پس صفاتِ لازمہ للوجوب سے متصف ہونے کا انکار ہے، اس لئے آپ نے صراحت کے ساتھ لکھا کہ " انما ذلك الذی یکون من ذاتہ"یعنی یہ وہ علمِ غیب نہیں جس کے ساتھ متصف ہونے سے سالک صفتِ لازمہ للوجوب سے متصف ہو جائے، بلکہ وہ علمِ غیب تو وہی ہے جو کہ اپنی ذات سے ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

خلاصہ بحث ! آدمی وجوب اور صفتِ لازمہ للوجوب سے متصف نہیں ہوسکتا، علمِ غیب ذاتی صفتِ لازمہ ہے نہ کہ عطائی، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس حوالہ سے اہلِ سنت کے خلاف استدلال کرنا درست نہیں بلکہ محض باطل ومَردُود ہے۔ اسی طرح دیوبندی موصوف کا دُوسرا حوالہ بھی بے محل ہے۔

اس کا تعلق بھی ذاتی علمِ غیب کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں بھی تصریح موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے، جیسا کہ علم بالغیب اور قدرۃ علی الخلق العالم وغیرہما، اور صاف ظاہر ہے کہ واجب تعالیٰ کی صفت علمِ غیب ذاتی ہے نہ کہ عطائی۔

اس حوالہ کے متعلق شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی پہلی بات کہ انبیاءِ کرام سے صفاتِ باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے، بالکل بجا وحق ہے اس کا کوئی منکر ہے؟ مگر یہ بھی غور کریں

کہ صفاتِ باری ہیں کیا کیا ؟علمِ غیب خواہ ذاتی ہو یا عطائی، اجمالی ہو یا تفصیلی کلی، غیر متناہی ہو یا متناہی، مطلق غیب ہو یا غیب مطلق، قدیم ہو یا حادث، باقی ہو یا فانی ہر قسم کا علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے؟ اور ذاتِ باری کی صفت ہے یا صرف ذاتی استقلالی غیر متناہی قدیم علم مطلق تفصیلی محیط خاصۂ وصفت ہے ذات باری تعالیٰ کی۔

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب کی عبارت میں وہ علم غیب کلی، غیر متناہی، ذاتی، استقلالی، قدیم، علم مطلق، تفصیلی، محیط مراد ہے، اس کی نفی انبیاءِ کرام سے یقیناً واجب ہے، مگر عطائی علمِ غیب، متناہی، حادث، مطلق علم، تفصیلی علم، مطلق اجمالی، مطلق علم اجمالی ہرگز ذاتِ باری کا نہ خاصہ ہوسکتا ہے نہ اُس کی صفات سے ہے"۔[1]

پس ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف کا اس حوالہ سے استدلال کرنا اِس کی نری جہالت اور کم علمی ہے۔ مسئلہ مجوث عنہا یعنی مسئلہ علمِ غیب عطائی سے اِس حوالہ کا کوئی تعلق نہیں۔

عطائی علم غیب تو خُود دیوبندیوں نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تسلیم کیا ہے، چنانچہ دیوبندی مذہب کے فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس (ساتھ میں ولیٔ کامل کا لاحقہ بھی موجود ہے) مفتی حمید اللہ جان صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

"سرخی: کیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو علمِ غیب حاصل ہے؟

مسئلہ نمبر (۸۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب مانتے ہیں مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی فتوی صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

---

[1] اثباتِ علمِ غیب، ج 2 ص 297، مکتبہ سعیدیہ رضویہ، مین بازار فاروق گنج، گوجرانوالہ، طبع اوّل۔

علم غیب دراصل مشاہدات للناس کے جاننے کو کہتے ہیں جو عام آدمیوں کے علم میں نہ ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) علمِ غیب ذاتی (۲) علمِ غیب عطائی۔

(۱) علمِ غیب ذاتی کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام اشیاء مغیبات ہوں یا ظاہر ہوں، ان کو بغیر اعلام کے جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) علمِ غیب عطائی وہ ہے جو بطور وحی یا کشف و کرامات والہام کے ذریعہ ہو، جن حضرات کو علمِ غیب بذریعہ وحی وغیرہ حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام ہیں اور جن حضرات کو علم غیب بذریعہ کشف والہام حاصل ہو وہ حضرات اولیاء کرام ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطاء کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی یعنی ہر وقت ہر چیز کا ہر جگہ پر علم نہیں رکھتے۔

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ [1]

اس حوالہ میں دیوبندی مذہب کے مفتی اعظم نے علمِ غیب کی دو قسموں یعنی علمِ غیب ذاتی اور علم غیب عطائی کو تسلیم بھی کیا ہے، اور علمِ غیب عطائی کا حصول حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے مانا بھی ہے۔

یہ حوالہ دیوبندیوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ کی حیثیت رکھتا ہے، پُوری زندگی دیوبندی وہ حوالے اہلِ سنت کے خلاف پیش کرتے رہے جن کا تعلق علمِ غیب ذاتی سے تھا، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علمِ غیب کا انکار کرتے رہے مگر اس حوالہ نے سارا معاملہ ہی صاف کر دیا کہ علمِ غیب ذاتی مختص بہ باری تعالیٰ ہے، اور علم غیب عطائی بطورِ وحی یا کشف وکرامات کے ذریعہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور جن حضرات کو علمِ غیب بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، اور جن کو بذریعہ کشف والہام حاصل ہو وہ

---

[1] ارشاد المفتیین ج 1 ص 161، مکتبۃ الحسن، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

حضرات اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں، گویا دیوبندیوں کے مفتی اعظم، ولی کامل صاحب کے اس فتویٰ نے واضح کر دیا کہ عطائی علمِ غیب صرف حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کو ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

مشورہ: دیوبندی موصوف کو اپنے مسلک کے ولی کامل، مفتی اعظم کی بات تسلیم کر لینے چاہیے، اور کم از کم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصّلاۃ والسلام کے لیے علمِ غیب کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

اسی طرح دیوبندی موصوف نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حوالہ نقل کیا ہے اُس کا تعلق بھی علمِ غیب ذاتی سے ہے، چنانچہ اس حوالہ میں یہ الفاظ "لوازم الوهيت از علم غيب" قابلِ غور ہیں۔

اِس حوالہ میں اُن غالیوں کا رد ہو رہا ہے جو ائمہ واولیاء کے رتبہ کو انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے برابر قرار دیتے ہیں، ایسے غالی لوگ اپنی بد اعتقادی یا جہالت کی وجہ سے لوازمِ اُلوہیت یعنی علمِ غیب ذاتی وغیرہ کا حصول انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ممکن مانتے ہیں، ان غالیوں کا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رَد کیا ہے، ورنہ خُود حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں علمِ غیب عطائی کا ثبوت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے موجود ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را بوجہے کہ رفع تلبیس و اشتباہ وخطاء بکلی دران اطلاع حاصل شود۔۔۔ مگر کسے کہ پسند می کنند وآں کسے رسول مے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرئیل و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد وموسی وعیسی علیہم الصلوات والتسلیمات

کہ او را اظہار برغیوب خاصہ خود می فرماید"۔[1]

"کسی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص غیب پر اس طرح مطلع نہیں کرتا کہ تلبیس واشتباہ وخطا مرتفع ہوجائے، اور کلی اطلاع اسے حاصل ہوجائے۔۔۔مگر جس کو وہ پسند فرمائے اور وہ رسول ہوتا ہے خواہ ملائکہ کی جنس سے ہو، جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور خواہ بشروں کی جنس میں سے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام ان کو اپنے خاص غیبوں پر اظہار دیتا ہے"۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں غیب خاص کا حصول رسولوں کے لیے تسلیم کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسولوں کے لیے علم غیب کے قائل تھے، اور جو عبارت نفی میں واقع ہوئی ہے اُس سے مُراد ذاتی علمِ غیب ہے نہ کہ عطائی علمِ غیب۔

لہٰذا دیو بندی موصوف کو چاہیے کہ وہ ایسی عبارتیں یا حوالے پیش نہ کریں جن کا تعلق مُدعا سے نہ ہو کیونکہ ان کی اس حرکت نے جہاں اُن کا اپنا وقت آپ ضائع کرنا ہے، وہاں پر قارئین کرام کے قیمتی لمحات بھی برباد ہوں گے، اس لیے ان سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ مُدّعا کے موافق حوالہ پیش کریں اگر ان کے پاس ہیں تو۔

اِستمداد اَز اولیاء کے متعلق حضرت امامِ ربّانی مجدِّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیماریوں اور دیگر پریشانیوں میں مسلمانوں کی طرف سے رسوم جاہلیت اور مخلوق کو حاجت روا بنانے کی سختی سے مذمت کی ہے اور اس کا تفصیلی رد کیا ہے ملاحظہ ہو مکتوبات فارسی مکتوب نمبر ۴۱ دفتر سوم ۳۶۳ تا ۳۶۵، ایچ ایم

[1] تفسیر عزیزی، پارہ 29، ج 2 ص 214، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، شیش محل، نزد دا تا دربار، لاہور۔

سعید کراچی"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھ ہی نہیں پائے ہیں، اور سمجھتے بھی کیسے، جبکہ دیوبندی موصوف نے تو سرقہ کر کے حوالہ لکھا ہے، اور اصل کتاب کی طرف مراجعت کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

حضرت امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اُن جہلاء کی تردید کی ہے جو کہ اولیاء اللہ کو مؤثر حقیقی تصور کرتے ہیں ورنہ خُود آپ نے اولیاء اللہ کو تخلیق وترزیق وازالہ بلیات کا توسط ووسیلہ شمار کیا ہے، چنانچہ آپ اپنے رسالہ" معارف لدنیہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قطب ابدال واسطه وصول فیوض است که بوجود عالم وبقائے آں تعلق دارد وقطب ارشاد واسطه وصول فیوض است که بارشاد وہدایت عالم تعلق دارد ،پس تخلیق وترزیق وازاله بلیات ودفع امراض وحصول عافیت وصحت ،منوط بفیوض، مخصوصه قطب ابدال است ،وایمان وہدایت وتوفیق حسنات وانابت سیئات نتیجه فیوضات قطب ارشاد است، وقطب ابدال در همه وقت درکار است وخلو عالم ازروے متصور نیست که نظام عالم با ومربوط است، اگریکے ازیں افراد ایں قطب می رود دیگرے برجائے او نصیب می شود"۔[2]

"قطبِ ابدال اُن فیوض وبرکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اُس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں، اور قطبِ ارشاد اُن فیوض وبرکات کے پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے

---

[1] دفاع، ج 1 ص 135، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] معارف لدنیہ، ص 51، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی۔ معارف لدنیہ، فارسی، اردو، ص 66، معرفت 35، ادارہ مجددیہ: ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

جو دُنیا کے ارشاد و ہدایت سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا پیدائش، رزق رسانی، ازالہ بلیات (مصائب کو دُور کرنا) بیماریوں کو دُور کرنا، اور صحت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوض سے تعلق رکھتے ہیں، اور ایمان و ہدایت، توفیق حسنات اور گناہوں سے رجوع وتوبہ قطب ارشاد کے فیوض کا نتیجہ ہوتا ہے، قطبِ ابدال ہمہ وقت کام میں مشغول رہتا ہے اور اس سے دُنیا کے خالی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ دُنیا کا انتظام اس سے وابسطہ ہے"۔ [۱]

حضرت امامِ ربانی مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ میں وجودِ عالم اور بقائے عالم کو قطبِ ابدال سے متعلق قرار دیا ہے، اور آپ نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ تخلیق وترزیق، ازالہ بلیات، دفع امراض، حصول عافیت وصحت قطبِ ابدال کے مخصوص فیوضات سے وابستہ ہے، اور نظام عالم اس کے ساتھ مربوط ہے۔

اس حوالہ میں حضرت امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ کے تصرفات کو تسلیم کیا ہے، اور ان لوگوں کا رَد فرمایا ہے جو اولیاء اللہ تو کُجا خُود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی دریدہ دھنی سے کہتے ہیں کہ:

"جن کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ [۲]

آپ نے اولیاء اللہ کے مخصوص تصرفات کا ذکر کر کے اہلِ سنّت کے عقیدہ کی ترجمانی فرمادی کہ اولیاء اللہ کا تصرف برحق ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذکُورہ تصرفات کے حصول کے لئے اولیاء اللہ (جن کا ذکر ہو چکا) کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو تعلیماتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں شرک و معصیت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

---

[۱] معارف لدنیہ، مترجم 120، زوار اکیڈمی کراچی۔ معارف لدنیہ، فارسی، اردو، ص 167۔168، معرفت 35، ادارہ مجددیہ: ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

[۲] تقویۃ الایمان، ص 117، اشاعۃ السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان، لاہور۔

لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دیوبندی موصوف نے امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے اُس میں مؤثر حقیقی سمجھنے والے جہال کا رَد ہے، نہ کہ اُن لوگوں کا جو اولیاء اللہ کے تصرفات کے قائل ہیں، اور ان تصرفات کے حصول کے لئے ان کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔اس سلسلہ میں دیوبندی مذہب کے عمائدین واکابرین کے بیشمار حوالے موجود ہیں مگر بوجہ اختصار اسی بحث پر اکتفا کرتے ہیں۔

اجمیر شریف اور حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمہا اللہ

دیوبندی موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی تصنیف جس کو انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب مضر قرار دے چکے ہیں یعنی "تفہیمات الٰہیہ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"ہر وہ شخص جو اجمیر یا سالار مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لئے جاتا ہے، اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل وزنا سے بھی بڑا گناہ ہے، صاحبِ مزار کو مشکل کشا مختار کل سمجھتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات وعزیٰ کو پکارنے والوں کی طرح ہے"۔ [1]

الجواب: جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ "تفہیماتِ الٰہیہ" تحریفات کی نذر ہو چکی ہے، لہٰذا اس کتاب کے وہ مندرجات جو شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عمومی نظریات وعقائد کے خلاف ہیں اُنہیں گہرائی سے جانچنے کی ضرورت ہے۔اگر وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر عبارات سے متصادم ہیں تو پھر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ان عبارات کو ہی دُرست اور راجح قرار دیا جائے گا جو آپ کے عمومی نظریات کی ترجمان ہیں۔

نمبر (2) قطع نظر نقل کردہ عبارت میں موجود اغلاط کے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب یہ عبارت عجیب مسائل پر مبنی ہے، دیوبندی موصوف نے

[1] دفاع، ج 1 ص 135، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

چونکہ اصل کتاب کی طرف مراجعت نہیں کی اس لئے اس نے آدھی عبارت نقل کی ہے، ہم یہاں پر اگلی عبارت نقل کرتے ہیں، اور پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب شدہ اس عبارت کی تنقیح پیش کرتے ہیں، دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارت کے متصل ہی یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "الا أنا لا نصرح بالتکفیر لعدم النص من الشارع فی ھذا الأمر المنصوص". [1]

"یعنی مگر ہم تکفیر کی تصریح نہیں کرتے کیونکہ اس مخصوص امر کے بارے میں شارع سے کوئی نص منقول نہیں"۔

تنقیح: ایک طرف اجمیر شریف اور سیّد سالار مسعود علیہما الرحمہ کے مزارات پر یُوں حاضری دینے والوں کو لات اور عزیٰ کے پُوجنے والوں کی مانند قرار دیا جا رہا ہے، اور اس گناہ کو قتل اور زِنا سے بڑا گناہ قرار دیا جا رہا ہے، دُوسری جانب یہ بھی تصریح کی جا رہی ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی تکفیر نہیں کریں گے کیونکہ شارع سے اس بارے میں نص منقول نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نص منقول نہیں تو مزاراتِ اولیاء کی حاضری بغرض طلب ِحاجت کو قتل و زِنا سے بڑا گناہ کیسے قرار دیا جا رہا ہے؟

اور لات و عزیٰ کے پُوجنے والوں کی مانند کیسے قرار دیا گیا؟

اور بغیر نص کے یہ جرأت کیسے کی گئی؟

لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی کسی مہربان کے ہاتھوں کی صفائی کا کمال ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالمِ دین یہ بعید ہے کہ وہ بغیر نص کے اتنا بڑا حکم لگائیں، اور لطف یہ کہ یہ بات خُود حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کے بھی خلاف ہے۔

نمبر (3) حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اسی کتاب

[1] تفہیماتِ الٰہیہ ج 2 ص 49، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد۔

"تفہیماتِ الٰہیہ" میں موجود ہے کہ:

"كان ابی قدس سره جامعا للفضائل الظاهرية والباطنية وكان وليا عارفا فاتفق أنه ذهب يزور مرقد الشيخ قطب الدين بختيار الكاكی فكلمه الشيخ وبشره بولد يولد له وأمره أن يسميه قطب الدين كاسمه . فلما ولدت أنساه الله سبحانه أن يسمينی قطب الدين وسمانی ولی الله . وذالك لانعقاد الأسباب علی كونی متولی علی صيغة المفعول ثم سمانی قطب الدين أيضا". [1]

" میرے والد قدس سرہ فضائلِ ظاہری وباطنی کے جامع تھے، اور ولی عارف تھے، ایک بار وہ شیخ قُطبُ الدِّین بختیار کاکی کے مرقد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، تو شیخ نے آپ سے کلام کیا، اور ایک بیٹے کی ولادت کی بشارت دی، اور حکم دیا کہ اُس کا نام ان کے نام پر قطب الدین رکھیں، جب مَیں پیدا ہوا تو اللہ سبحانہٗ نے یہ بات بھُلا دی کہ وہ میرا نام قطب الدین رکھیں، انہوں نے میرا نام ولی اللہ رکھ دیا، اور یہ اسباب کے انعقاد کی وجہ سے تھا کہ میں صیغہ مفعول سے متولی رہوں، پھر انہوں نے میرا نام قطب الدین بھی رکھا"۔

یہ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دُوسری تصنیف "انفاس العارفین" [2] میں بھی مرقُوم ہے۔

---

[1] تفہیماتِ الٰہیہ ج 2 ص 185 ۔ 186، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد، تفہیم 180 ۔

[2] بلفظہٖ: "میفرمودند دیگر بار زیارت مرقد منور ایشان رفتم روح ایشان ظاہر شد فرمودند ترا پسرے پیدا خواہد شد او را قطب الدین احمد نام کن چوں زوجه بسن ایاس رسیده بود گمان کردم که مراد پسر پسر است بریں خطره مشرف شد ند فرمودند ایں مرادمن نیست ایں پسر از صلب تو خواہد بود بعد از امانے داعیه تزوج دیگر پیدا شدد کاتب الحروف فقیر ولی

اور خُود دیوبندیوں کے مفتی نسیم احمد فریدی امروہی صاحب نے اپنی کتاب " تذکرہ حضرت شاہ عبدالرحیم وشاہ ابُوالرضا دہلوی ؒ " [1] میں بھی نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں:

" فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ زیارت مرقد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گیا ان کی رُوحِ مبارک ظاہر ہوئی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک لڑکا ہو پیدا گا، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا ۔۔۔ چونکہ میری زوجہ ایسی عمر کو پہونچ گئی تھیں جس عمر میں اولاد کی امید نہیں رہتی اس لئے میں نے گمان کیا کہ شاید پوتا مراد ہو اس پر مطلع ہو کر فرمایا نہیں میری مراد پوتا نہیں ہے بیٹا ہی مراد ہے جو تمہارے صلب سے ہوگا چنانچہ ایک مدت بعد (پہلی زوجہ کا انتقال ہو جانے پر) دوسری شادی کا داعیہ پیدا ہوا ہے ۔ اور دوسری زوجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ ؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ اہل اللہ ؒ پیدا ہوئے ۔

حضرت محدث دہلوی ؒ اس موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیدا ہونے پر حضرت والد

=اللّٰه متولد گشته در اول ایں واقعه فرموش کردند بولی اللّٰه مسمی کردندو بعد از مدتے بیاد آمد نام دیگر قطب الدین احمد مقرر کردند" (انفاس العارفین، ص 44 ،فارسی) " فرماتے تھے دُوسری مرتبہ ان کے مزار کی زیارت کے لئے گیا، ان کی رُوح ظاہر ہوئی اور فرمایا: تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ میری بیوی سن ایاس کو پہنچی ہوئی تھی مجھے خیال گزرا کہ اس سے مُراد بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے، وہ خیال سے آگاہ ہو گئے فرمایا: میرا مقصد یہ نہیں ہے، یہ فرزند تیری پشت سے پیدا ہوگا، ایک مدت کے بعد دُوسری شادی کا خیال پیدا ہوا۔ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) پیدا ہوا میری پیدائش کے وقت یہ واقعہ ان کے ذہن سے اُتر گیا میرا نام انہوں نے ولی اللہ رکھ دیا، پھر عرصہ کے بعد یاد آیا تو دُوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (انفاس العارفین، مترجم ص 79 فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف گجرات)

[1] تذکرہ حضرت شاہ عبدالرحیم وشاہ ابُوالرضا دہلوی، مع ضمیمہ اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی، از منظور نعمانی، ص 99۔ 100، الفرقان بکڈ پو، نظیر آباد، لکھنؤ۔

ماجدؒ اس واقعہ کو فراموش کر چکے تھے اس لئے میرا نام ولی اللہ رکھا کچھ مدت کے بعد یہ واقعہ یاد آیا تو قطب الدین احمد نام رکھا"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت ایشاں میفرمودند مرا در مبداء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفت پیدا شد آنجا میرفتم وبقبر ایشان متوجه میشدم بسامی بود که غیبت دست دادی واز احساس حر وبرد مغردل شدے"۔[1]

"میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ فرماتے تھے کہ مجھے آغازِ کار میں (اپنے نانا) شیخ رفیع الدین دہلویؒ کے مزار مبارک کے ساتھ موانست ورغبت پیدا ہوگئی تھی، چنانچہ میں وہاں جا کر اُن کے مزار کو مرکز توجہ بنایا کرتا تھا۔ اکثر وبیشتر غیبت کا ایسا حال طاری ہوتا کہ مجھے سردی وگرمی کے احساس سے بھی بے نیاز کر دیتا تھا"۔[2]

مزید آپ فرماتے ہیں کہ:

"میفرموده اند بزیارت مرقد منور خواجه قطب الدین قدس سره رفته بودم نزدیک مزار ایشاں چبوتره است آنجا بدید قصور وملاحظه آنکه ایں وجود ملوث را بداں مقام پاک نباید برد ہا یستادم دراں محل روح ایشاں ظاہر شد فرمودند پیشتربیادو سه قدم پیشتر رفتم دراں وقت دیدم که چہار فرشته تختے ازآسماں

[1] انفاس العارفین 3۔4، فارسی، مطبوعہ مطبع احمد، دھلی۔ وص 3، کتب خانہ حاجی مشتاق احمد اینڈ سنز، ملتان۔

[2] مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، حصہ سوم، ص 134، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔

نزدیک قبر ایشاں فرد وآوردند معلوم شد کہ براں تخت خواجه نقشبند بودند ہر دو شیخ باہم رازہا درمیان آوردند که مسموع نگشت بعد ازاں تخت را فرشتگان برادشته بردند خواجه قطب الدین بمن متوجه شدند که پیشتر بیا دو سه قدم دیگر پیش رفتم وہمچنیں میگفتند وقدرے می رفتم تا آنکه نہایت قرب متحقق شد آنگاه فرمودند چه می گوئید در حق شعر گفتم کلام حسنه حسن و قبیحه قبیح فرمودند بارک اللّٰه چه میگوئید در حق صورت حسن گفتم "ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء "گفتند بارک اللّٰه چوں ہر دو جمع شوند درآں چه میگوئید گفتم "نور علی نور يهدي الله لنوره من يشآء "فرمودند بارک اللّٰه آنچه ما می کردیم پیش ازیں نبوده است شماہم گاه گاہے یک دو بیتے می شنیده باشید گفتم در حضور خواجه نقشبند حضرت ایں را چرا نه فرموده اند یکے ازیں دو لفظ فرمودند ادب نبود یا مصلحت نبود می فرمودند ایں واقعه را مدتے برآمده تعیین لفظ از خاطر رفته"۔[1]

"فرماتے تھے، مَیں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا تھا، اس خیال سے کہ مجھے اپنی گنہگار آنکھوں اور آلودہ جسم کو اِس پاک جگہ میں نہیں جانا چاہئے، اُن کے مزار کے قریب چبوترے پر کھڑا ہو گیا اس جگہ اُن کی رُوح ظاہر ہوئی اور فرمایا: آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے چلا گیا۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ چار فرشتوں نے ان کی قبر کے نزدیک ایک تخت اُتارا ہے، معلوم ہوا کہ اس تخت پر خواجہ نقشبند تھے، دونوں بزرگوں

[1] انفاس العارفین، ص 43۔44، فارسی، مطبوعہ مطبع احمد دھلی۔ وص 43، ملتان۔

نے آپس میں راز ونیاز کی باتیں کیں جو سنائی نہیں دیتی تھیں۔ پھر تخت فرشتے اُٹھا کر لے گئے۔خواجہ قطب الدین میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آگے آؤ، میں دو تین قدم اور آگے گیا، اسی طرح وہ فرماتے رہے اور میں آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ میں آپ کے بہت ہی قریب ہوگیا۔ پھر فرمایا: تم شعر کے متعلق کیا کہتے ہو۔

میں نے کہا: کلام حسنه حسن قبیحه قبیح وہ ایک کلام ہے، اس میں سے جو اچھا ہے وہ بہتر ہے اور جو بُرا ہے وہ خراب ہے۔فرمایا: بارك الله۔ پھر آپ نے پُوچھا خوبصورت آواز کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟۔

میں نے کہا: " ذالك فضل الله یؤتیه من یشآء "، یہ خُدا کی مہربانی ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔فرمایا: بارك الله۔ جب یہ دونوں جمع ہوجائیں تو تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا: "نور علی نور یهدی الله لنوره من یشآء "۔فرمایا: بارك الله۔ جو کچھ ہم کرتے تھے وہ اس سے پہلے نہیں تھا، تم بھی کبھی کبھار ایک دو بیت سُن لیا کرو۔

مَیں نے عرض کی: خواجہ نقشبند کے ہوتے ہوئے آپ نے یہ بات کیوں نہیں کی؟ ان دو الفاظ میں سے ایک فرمائے، ادب کے خلاف تھا یا مصلحت نہیں تھی۔فرماتے تھے، اس واقعہ کو مدت ہوگئی ہے، اس لفظ کی تعیین ذہن سے نکل گئی ہے"۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد اولیاء اللہ کے مزارات کی جانب جایا کرتے تھے، اور قبور کی جانب متوجہ ہوکر فیوض وبرکات وحوائج حاصل کیا کرتے تھے، اور ان واقعات میں ایک خاص واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا ہے، جہاں سے آپ کو اولادِ نرینہ کی ولادت کا مُژدہ حاصل ہوا۔

---

[1] انفاس العارفین، مترجم 78۔79، فضل نور اکیڈمی، گجرات، ونوری بک ڈپو، لاہور۔ملاحظہ فرمائیں: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، حصہ سوم، ص 205۔206، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا اُن کے مزار پر جانا، اور وہاں سے فیوض وبرکات حاصل کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک اولیاء اللہ سے استمداد کرنا جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس عمل کو لات وعزیٰ کی پرستش کی مانند کیسے قرار دے سکتے ہیں، جس عمل کا تذکرہ خُود وہ اپنے والدِ ماجد کے حالات میں بضمنِ کرامات ذکر کر رہے ہیں؟

پس جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ کے مزار پر حاضری دینا اور فیوض وبرکات حاصل کرنا جائز ہے تو اُن کے پیرومرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانا، اور فیوض وبرکات حاصل کرنا کیوں نا جائز ہے؟

اور نہ صرف اتنا بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے بے شمار واقعات ذکر فرمائے ہیں جن میں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری، اور فیوض وبرکات کا حصول مروی ومنقول ہے۔

پس ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ "تفہیمات الٰہیہ" کی محولہ بالا عبارت کسی مہربان کی قوتِ فکر کا نتیجہ ہے، نہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خیال ونظریہ۔

نمبر (4) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس عبارت کو تسلیم کرلیا جائے تو اِس کی زد میں بے شمار علماء دین، وبزرگانِ دین آتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علاوہ خاندانِ نقشبندیہ کے ممتاز افراد بھی اِس فتوے کی نذر ہو جاتے ہیں۔

امامِ ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے "مکتوبات شریف" کا مطالعہ کریں تو اُن میں بھی

اِستمداد از قبور کا ثبوت ملتا ہے، خُود ایک معاملہ میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ قبر سے اِستمداد حاصل کی، چنانچہ وہ خُود اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"در ایں وقت گذر بر مزار عزیزے افتاد دریں معاملہ آں عزیز را ممد ومعاون خود کرد درایں اثنا عنایت خداوندی جل شانهٔ در رسید و حقیقت معاملہ را کماینبغی وانمود"۔[۱]

"اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اِس معاملہ میں اُس عزیز کو اپنا مددگار بنایا، اسی اثناء میں خُداوند تعالیٰ کی عنایت شاملِ حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کماحقہٗ ظاہر کر دی گئی"۔[۲]

نمبر (5) لُطف یہ کہ اسی "تفہیماتِ الٰہیہ" میں اِستمداد از اولیاء کو فلسفیانہ اور متصوفانہ انداز میں ثابت کیا گیا ہے، چنانچہ "تفہیماتِ الٰہیہ" تفہیم نمبر 52 میں مرقوم ہے کہ:

"استمداد در امور نفسی باحوادث آفاقی از نفوس اہل اللّٰہ دو قسم می شود جمعی بتجلی اعظم آمیزشی عجیب پیدا کردہ باشند وغوطہ خوردہ واضمحلال نادر بدست آوردہ۔ حضرت تجلی اعظم بوسعتی کہ شایان جناب اوست معاملہ فرمود ویکی از اشعہ خود یا اعراض خود تصور نمود، وعلم تجلی اعظم بانانیۃ خود شامل حجر بحث او شد گویا عین خودش است وے نیز این معاملہ کریمانہ راشکری بسزا ادا نمود وخود را از میان برکشید کہ آنجا کہ تو باشی این ہیچکس راچہ مجال باشیدن باشد، این

[۱] مکتوبات امام ربانی فارسی، ج 1، ص 358، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

[۲] مکتوبات امام ربانی، مترجم، ج 1 ص 434، مکتوب 220، پروگریسو بکس، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

نفی و اثبات هیئتی عجیب پدید آورده و معیار نوری گشت گویا پیمانه را بشعاع آفتاب پر کرده باشند۔ شخصی باین پیمانه نور بیاویزد بلکه در آمیزد و خود را بر در او مطروح سازد که غلام این درم مراجائے دیگر نیست۔

پس این نیازمندی او باب جود که از لوازم حضرت تجلی اعظم است بهر قالبی که درآمده باشد کما قال الشیخ الاکبر "الرب رب وان تنزل " قرع نمود و قبول تجلی اعظم بحسب آن قرع نزول فرمود ، واثری که جامع حکم ماده و صورت است متحقق شد۔ اینجا کجا همت و کجا تصرف این مرد بخود اندر گرویده است ودواعی متجدده از خود فر وریخته ۔ وجمعی باعتبار بعض توجهات صفائی و جمعیتی بهم وسانیده باشند شورش قوائے سفلیه با این صفا در آمیزد وحربی که سابق در معارک نفسانی میکرده است لباس دیگر پوشد و بر رنگ همت و دعوت برآید شتان بین الأمرین:[1]

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچه باید در نوشتن شیر شِیر

ترجمہ: اہل اللہ کے نفوس سے مدد طلب کرنا

"حوادثِ آفاقی سے اُمورِ نفسی میں اہل اللہ کے نفوس سے مدد طلب کرنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک اُن لوگوں کی جماعت ہے جو تجلی اعظم سے عجیب آمیزش پیدا کئے ہوئے ہوتے

[1] تفہیماتِ الٰہیہ ج 1 ص 179 ، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد، پاکستان۔

ہیں اور عجیب طرح سے غوطہ لگا کر اور اضمحلال نادر حاصل کر کے حضرت تجلی اعظم نے اس معنی میں جو اُس کے شایانِ شان ہے معاملہ کیا۔ اور اپنی ایک شعاع سے یا اپنی اعراض سے تصور کیا، اور علم تجلی اعظم اپنی انانیت کے ساتھ اُس کی تجلی اعظم میں اس طرح شامل ہو گیا گویا خُود اس کا عین ہے۔ اُس نے بھی اِس معاملہ کریمانہ کو شکر کے ساتھ ادا کیا اور خود کو درمیان سے الگ کر لیا کہ جس جگہ تُو ہو گا کسی شخص کو وہاں رہنے کی کیا مجال؟ یہ نفی و اثبات کی عجیب ہیئت پیدا ہوئی اور معیار نوری ہو گیا۔ گویا پیمانہ کو آفتاب کی شعاعوں سے پُر کر دیا۔ ایک شخص اس پیمانہ سے نور کو لٹکا تا ہے، بلکہ ملاتا ہے، اور خود کو اس کے در پر ڈال دیتا ہے کہ میں اِس در کا غلام ہوں، میرے لئے اِس در کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس طرح یہ نیاز مندی جُود و کرم کے اِس باب کو جو حضرت تجلی اعظم کے لوازم سے ہے، ہر قالب میں داخل ہو کر، جیسا کہ شیخ اکبر نے کہا کہ رب، رب ہے چاہے نیچے اُتر آئے، قرعہ ڈالتی ہے اور اس قرعہ کے مطابق تجلی اعظم کا قبول نزول فرماتا ہے، اور وہ اثر جو جامع حکم مادہ و صُورت ہے، متحقق ہوتا ہے، اس جگہ کہاں ہمت اور کہاں تصرف۔

یہ شخص اپنے آپ میں گرویدہ ہے اور نئے نئے دواعی اپنے آپ نیچے گرتے ہیں، اور ایک جماعت صفائی کی بعض توجہات کے اعتبار سے اور ایک جمعیۃ قوائے سفلیہ کی شورش پیدا کرتی ہے، اُس صفا کے ساتھ ملا دیتی ہے اور نفسانی معرکوں میں ضرب وحرب برپا ہو کر، ہمت و دعوت کے رنگ میں دُوسرا لباس پہن لیتا ہے، اور ان دونوں اُمور میں بڑا فرق ہے۔

" بزرگوں کے کاموں کو اپنے اُوپر قیاس مت کرو، اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شِیر (دودھ) ایک ہی جیسے ہوتے ہیں"۔ [1]

---

[1] مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، التفہیماتِ الٰہیہ، جلد اوّل، مترجم: عقیدت اللہ قاسمی، ص 187، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔

عظیم دستگیری

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ" فیوض الحرمین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"لما كان اليوم الثالث سلمت عليه صلى الله عليه وسلم وعلى صاحبيه رضى الله عنهما ثم قلت يا رسول الله افض علينا مما افاض الله تعالى عليك جئناك راغبين فى خيرك وانت رحمة للعالمين فانبسط الى انبساطا عظيما حتى تخيلت كان عطافة ردائه لفتنى وخشيتنى ثم غطنى غطة وتبدى لى واظهر لى الاسرار وعرفنى بنفسه وامدنى امدادا عظيما اجماليا وعرفنى كيف استمد به فى حوائجى و كيف يردهو الى من يصلى عليه و كيف ينبسط الى من اطرى فى مدحه والح عليه".

ترجمہ:" جب تیسرا روز ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے صاحبین یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ہمیں بھی ان علوم میں سے کچھ عنایت ہو جو کہ اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائے ہیں، ہم آپ کی عطاؤں کے شوق اور رغبت میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ نے میری جانب کمالِ التفات فرمایا، حتی کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی عنایت کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور گھیر لیا پھر مجھے خوب گھیر لیا۔ اور مجھ پر اسرار و معارف کا اظہار فرمایا اور بذاتِ خُود ان چیزوں کی معرفت کرائی اور میری ایک بہت بڑی اجمالی مدد فرمائی اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست کروں اور کس طرح آپ اس شخص کا جواب دیتے ہیں جو آپ پر درود بھیجے اور جو شخص کہ آپ کی مدح و تعریف میں کوشش اور الحاح کرے اُس سے آپ کس طرح خُوش ہوتے ہیں"۔ [1]

---

[1] فیوض الحرمین، مترجم: عابد الرحمن صدیقی کاندھلوی، ص 85۔86 محمد سعید اینڈ سنز، کراچی۔ وفیوض الحرمین، مترجم پروفیسر محمد سرور، ص 119 ۔ 120، دسواں مشاہدہ، دار الاشاعت، کراچی۔

خلاصہ کلام: ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ سے استمداد کے قائل تھے، اور نہ صرف آپ بلکہ آپ کے خاندان کے بزرگ بھی مزاراتِ اولیاء اللہ کی حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کیا کرتے تھے۔
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کا مژدہ بھی اُن کے والدِ گرامی کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے ملا، ان حقائق کی روشنی میں ببانگِ دُھل یہ اعلان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اِستمداد از اولیاء اللہ کے مسئلہ میں اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کے ساتھ ہیں، اور وہ عبارت جو دیوبندی موصوف نے پیش کی ہے وہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عمومی نظریات اور خود "تفہیماتِ الٰہیہ" کے مندرجات کے خلاف ہے، اگر کوئی شخص اس مسئلہ پر مزید حوالوں کا متلاشی ہو تو وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "انفاس العارفین" اور "فیوض الحرمین" کا ضرور مطالعہ کرے۔

مزاراتِ اولیاء اور مسئلہ اِستمداد

مزاراتِ اولیاء کے نزدیک حاجت طلبی کے معاملات سلف صالحین سے بھی منقول ہیں، بے شمار علماء وفقہاء سے استمداد از قبورِ صالحین کے اقوال مروی ومنقول ہیں، اگر دیوبندیوں کی پیش کردہ عبارات کو اس مفہوم کے ساتھ تسلیم کر لیا جائے، جو یہ دیوبندی بیان کرتے ہیں تو بے شمار علماء، فقہاء اور اسلافِ اُمت مشرک و بے دین قرار پاتے ہیں العیاذ باللہ۔

یہاں ہم دیوبندیوں کا ہوش ٹھکانے لگانے کے لئے مقتدر ائمہ وفقہاء کے چند اقوال اپنی تصنیف "علمی وتحقیقی مقالات، جلد اوّل" سے اس مسئلہ کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں تاکہ برصغیر کے اہل سنت و جماعت کا موقف واضح ہو جائے کہ اس مسئلہ میں وہ تنہا نہیں، بلکہ علماءِ دین کا ایک جمِ غفیر ان کے ساتھ ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ جن کو متشدد بھی

سمجھا جاتا ہے، اور خاص طَور پر احناف ان کو متشدد سمجھتے ہیں، اور رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے احباب جانتے ہیں کہ وہ صوفیہ پر تنقید کرنے کے حوالے سے خاص طَور پر پہچانے جاتے ہیں، لہٰذا اُن کے رائے اِس معاملہ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے، آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَقِيلَ: كَانَتْ مِنَ الصَّالِحَاتِ العَوَابِدِ، وَالدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ قَبْرِهَا، بَلْ وَعِنْدَ قُبُوْرِ الأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَفِي المَسَاجِدِ، وَعَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ، وَفِي السَّفَرِ المُبَاحِ، وَفِي الصَّلاَةِ، وَفِي السَّحَرِ، وَمِنَ الأَبَوَيْنِ، وَمِنَ الغَائِبِ لأَخِيْهِ، وَمِنَ المُضْطَّرِ، وَعِنْدَ قُبُوْرِ المُعَذَّبِيْنَ، وَفِي كُلِّ وَقْتٍ وَحِيْنٍ". [1]

"اورکہا گیا ہے کہ سیّدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ صالحہ عورتوں میں سے تھیں، اور اُن کی قبر کے نزدیک دُعا قبول ہوتی ہے، بلکہ یہ(دُعا کی قبولیت کا معاملہ) تمام انبیاء وصالحین کی قبور، مساجد، عَرفہ، سفرِ مباح، نماز، وقتِ سحر، از طرف والدین، پسِ پُشت اپنے بھائی کے لئے دُعا کرنا، پریشان حال اور معذّبین کی قبور کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے"۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قبورِ انبیاء وصالحین کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے، اگر اہل سنت و جماعت قبورِ انبیاء وصالحین کے نزدیک اپنی حاجت روائی کے لئے دُعا مانگیں تو وہ شرک کیسے؟

اگر یہ معاملہ شرک ہے تو یہ فتویٰ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی لگانا چاہیے کہ اُنہوں نے شرک کے جواز کا فتویٰ کیسے دے دیا؟۔

باقی رہا جہال کا معاملہ تو اس کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں اِس لئے کہ اہلِ سنّت و جماعت جہال کی قبیح حرکات کو غلط و نا جائز قرار دے چکے، اور دیتے ہیں۔

---

[1] سير أعلام النبلاء ج 10 ص 106۔ 107

نفسِ مسئلہ کو ترک کر دینا، اور جہال کی حرکات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نفسِ مسئلہ کے فاعلین وقائلین پر فتویٰ چسپاں کر دینا دُرست نہیں۔ اس مذکورہ حوالہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انبیاء و اولیاء کے مزارات قبولیتِ دُعا کے مقامات میں سے ہیں، لہٰذا ان مقامات پر استجابتِ دُعا کے لئے چل کر جانا، اور دُعا مانگنا بالکل جائز و دُرست ہے، اور اسے شرک قرار دینا راہِ اعتدال کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ اُمتِ مسلمہ کی اکثریت کو متہم بالشرک قرار دینا ہے۔

یہاں ایک بات عرض کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کوئی معترض مذکورہ بالا عبارت کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے کہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لفظ: " قِيلَ "استعمال کیا ہے جو کہ ضُعف کی طرف اشارہ کرتا ہے، تو عرض ہے کہ سیّدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عبادت گزار اور صالحات میں سے ہونے کو لفظ: " قِيلَ " سے ذکر کیا ہے، نہ کہ ان کی قبر کے پاس دُعا کی قبولیت کو، جیسا کہ اگلی عبارت ہے کہ " بلکہ انبیاء و صالحین کی قبروں کے پاس دُعا مانگنا۔۔الخ"۔

یہ بات حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ہے، جس کو لفظ: " قِيلَ " کے اِشارہ ضعف سے دُور کا بھی تعلق نہیں، اگلی عبارت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل تھے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس بات کے قائل ہونے کی پختہ دلیل اُنہی کی کتاب " سیر أعلام النبلاء " میں ان کی اپنی مندرجہ ذیل عبارت ہے، جس کو اُنہوں نے " ابن لال " ابوبکر احمد بن علی بن احمد ہمذانی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"قُلْتُ: وَالدُّعَاءُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ قُبُوْرِ الأَنْبِيَاءِ وَالأَوْلِيَاءِ، وَفِي سَائِرِ البِقَاعِ، لَكِن سَبَبُ الإِجَابَةِ حُضُورُ الدَّاعِي، وَخُشُوعُهُ وَابتِهَالُه، وَبِلاَ رَيْبٍ فِي البقعَةِ المُبَارَكَةِ، وَفِي المَسْجِدِ، وَفِي السَّحَرِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ، يَتَحَصَّلُ ذَلِكَ لِلدَّاعِي كَثِيْراً،

وَكُلُّ مُضطر فَدُعَاؤُه مُجَابٌ". [1]

"مَیں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں، اور دُعا قبول ہوتی ہے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے پاس، اور تمام جگہ، لیکن قبولیت کا سبب دُعا کرنے والے کی حُضوری اور خُشوع وخُضوع پر ہے، اور بغیر شک کے برکت والے مقامات، اور مسجد میں، اور سحری کے وقت، اور اسی طرح کی مثل یہ دُعا کرنے والے کو بہت زیادہ حاصل ہوتے ہیں، اور ہر مضطرب کی دُعا مقبول ہوتی ہے"۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ صالحین کی قبور کے پاس دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر کسی اللہ کے پیارے کی قبر پر جا کر دُعا مانگنا جائز ہی نہیں تھا تو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت نے اُن کی مقبولیت کو کیسے تسلیم کرلیا؟

امام ابنِ خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ "صاحبِ صحیح"

امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابوبکر سلمی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۱ھ) آپ بھی ایک جلیل القدر محدث اور حدیث کے مشہور ومعروف کتاب صحیح ابنِ خزیمہ کے مصنف ہیں، حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سمعت أبا بكر محمد بن المؤمل بن الحسن بن عيسى يقول خرجنا مع إمام أهل الحديث أبي بكر بن خزيمة وعديله أبي على الثقفي مع جماعة من مشائخنا وهم إذ ذاك متوافرون إلى زيارة قبر على بن موسى الرضى بطوس قال فرأيت من تعظيمه يعني بن خزيمة لتلك البقعة وتواضعه لها وتضرعه عندها ما تحيرنا". [2]

---

[1] سير أعلام النبلاء 17\77، وفي نسخة: 12\523 ، في ترجمته۔

[2] تهذيب التهذيب ج 7ص 388۔

(امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں نے ابو بکر محمد بن مؤمل بن حسن بن عیسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم امام اہلِ حدیث ابو بکر (ابنِ خزیمہ) اُن کے دوست ابُو علی الثقفی اور دیگر بے شمار مشائخ کی جماعت کے ساتھ حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار (جو کہ طوس میں واقع ہے) کی زیارت کے لئے نکلے، آپ فرماتے ہیں کہ ابنِ خزیمہ نے حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی تعظیم کی اور اس مزار کے لئے تواضع اور اس جگہ تعظیم کے مظاہرہ نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا۔

امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ "صاحبِ صحیح"

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البُستی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) آپ حدیث اور فن اسماء الرجال کے جلیل القدر ائمہ میں سے ایک ہیں۔ "الصحیح"، "الثقات"، اور "کتاب المجروحین" وغیرہ آپ کی مشہور و معروف تصانیف ہیں، آپ اپنی کتاب "الثقات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"وقبره بسنا باذ خَارج النوقان مَشۡهُور يزار بجنب قبر الرشيد قد زرته مرَارًا كَثِيرَة وَمَا حلت بِي شدَّة فِي وَقت مقَامي بطوس فزرت قبر عَليّ بن مُوسَى الرِّضَا صلوَات الله على جده وَعَلِيهِ ودعوت الله إِزَالَتهَا عَني إِلَّا أستجيب لي وزالت عَني تِلۡكَ الشدَّة وَهَذَا شَيْء جربته مرَارًا فَوَجَدته كَذَلِك أماتنا الله على محبَّة الْمُصْطَفى وَأهل بَيته صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيۡهِ وَعَلَيۡهِم أَجۡمَعِينَ". [1]

" حضرت علی بن موسیٰ رضا صلوٰۃ اللہ علیٰ جدہٖ وعلیہ کا مزار سنا باذ میں نوقان کے باہر مشہور ہے، زائرین زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں، ساتھ میں ہارون الرشید کی قبر

[1] کتاب الثقات ج 8 ص 457۔

بھی موجود ہے۔ مَیں نے بے شمار مرتبہ ان کے مزار کی زیارت کی ہے، اور جب بھی مجھے کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو میں حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتا، اور اللہ تعالیٰ سے اس رفعِ تکلیف کی دُعا مانگتا تو میری دُعا وہاں قبول ہوتی، اور وہ تکلیف مجھ سے زائل ہو جاتی، اور اس چیز کا میں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے، اور ہر مرتبہ یہ تجربہ دُرست ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام اور آپ کے اہلِ بیت کی محبت پر موت دے"۔

حدیث وعلمِ حدیث کے ایک جلیل القدر امام کی گواہی ثابت کرتی ہے کہ برصغیر کے اہلِ سنّت و جماعت کی طرح ائمہ حدیث حاجت روائی، حلِ مسائل، رفعِ شدائد کے لئے اولیاء وصلحاء کے مزارات کی حاضری دیا کرتے تھے، اور دُعائیں مانگا کرتے تھے، اور اُن کی دُعائیں مستجاب ومقبول ہوتی تھیں۔

اگر یہ عمل لات وعزیٰ کے پجاریوں جیسا ہے اور زنا وقتل سے بھی بڑھ کر ہے تو یہ فتویٰ امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ پر بھی لگنا چاہیے کہ انہوں نے نہ صرف ایک مرتبہ اپنی حاجت روائی کے لیے حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی، بلکہ جب بھی انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا وہ مزار علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی استجابتِ دُعا کا محل بناتے تھے، نہ صرف اتنا بلکہ انہوں نے اپنا یہ معاملہ اپنی کتاب میں درج کر کے اس کے جواز کا فتویٰ بھی فراہم کر دیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک کسی بھی محدّث وعالمِ دین کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ اُس نے اِس عمل کی وجہ سے امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی فتویٰ لگایا ہو، بلکہ اُن کی کتاب "الثقات" سے اسناد بھی کرتے رہے ہیں۔

امام ابُوبکر بن المقریٔ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

"قَالَ: كَانَ ابْنُ الْمُقْرِي يَقُوْلُ: كُنْتُ أَنَا وَالطَّبَرَانِيُّ وَأَبُو الشَّيْخِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَضَاقَ بِنَا الوَقْتُ، فَوَاصَلْنَا ذٰلِكَ اليَوْمَ، فلمَّا كَانَ وَقتُ العشَاءِ حضَرتُ

القَبْرِ، وَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ الجُوْعِ فَقَالَ لِي الطَّبَرَانِيُّ: اجلس، فإمَّا أَنْ يَكُونَ الرِّزْقُ أَوِ المَوْتُ، فَقُمْتُ أَنَا وَأَبُو الشَّيْخِ فحضرَ البَابَ عَلَوِيٌّ فَفَتَحْنَا لَهُ، فَإِذَا مَعَهُ غُلاَمَانِ بِقفَّتَيْنِ فِيْهِمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ، وَقَالَ: شَكَوْتُمُونِي إِلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَيْتُهُ فِي النَّوْمِ، فَأَمَرَنِي بِحَمْلِ شَيْءٍ إِلَيْكُمْ ". [1]

" حافظ ابُوبکر بن المقر ی نے فرمایا کہ مَیں، امام طبرانی اور امام ابوالشیخ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے، ہم پر سختی کا وقت تھا، جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوا، اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بھوک۔ تو مجھے طبرانی نے کہا کہ بیٹھ جاؤ، رزق ملے گا یا (فاقے سے) موت۔

پس مَیں اور امام ابوالشیخ اُٹھے تو دروازے پر ایک علوی کھڑا تھا، ہم نے اُس کے لیے دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ اُس کے ساتھ دو غلام ہیں کہ جن کے پاس دو تھیلے ہیں، جن میں بہت ساری اشیاء تھیں، تو اُس نے فرمایا: اے لوگو! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی تھی تو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ مَیں تم کو یہ اشیاء پہنچاؤں"۔

امام ابن المقر یٔ، ابُوالشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ تعالی مشہور آئمہ احادیث میں سے ہیں، جن کی ایک ایک نہیں بلکہ کئی کئی احادیث کی کتب تقریباً ہر خاص وعام کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اگر قبور پر جا کر دُعا کرنا ناجائز وحرام تھا تو حدیث کے یہ جلیل القدر امام کبھی بھی ایسا فعل نہ کرتے بلکہ اُن کے عمل میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کیا گیا ہے۔

امام ابُو علی نیشاپوری رحمة اللہ علیہ

جن کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

---

[1] تذكرة الحفاظ 3\974، وسير أعلام النبلاء 16\401. 400، في ترجمة: ابن المقري أبو بكر محمد بن إبراهيم بن علي بن عاصم بن زادان۔

أبو علي الحافظ الامام محدث الاسلام ..قال أبو عبد الله الحاكم هو واحد عصره في الحفظ والاتقان والورع والتصنيف ...وقال ابن مندة: وما رأيت احفظ منه ...[1]

" ابُوعلی حافظ، امام، مُحَدِّث الاسلام ہیں، اور امام ابُوعبد اللہ الحاکم نے فرمایا کہ وہ حفظ، اِتقان، وَرع اور تصنیف میں اپنے زمانہ میں یکتا تھے، اور امام ابنِ مندہ نے فرمایا کہ مَیں نے اُن سے زیادہ حافظ والا کوئی نہیں دیکھا"۔

" قال الحاكم سمعت أبا علي النيسابوري يقول كنت في غم شديد فرأيت النبي ﷺ في المنام كأنه يقول لي صر الى قبر يحيى بن يحيى واستغفر و سل تقض حاجتك فأصبحت ففعلت ذلك فقضيت حاجتي .[2]

" امام حاکم" صاحبِ مستدرک" نے فرمایا کہ مَیں نے ابُوعلی نیشاپُوری کوفرماتے ہوئے سنا، اُنہوں نے فرمایا کہ مَیں شدید غم میں مبتلا تھا، پس مَیں خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مُشَرَّف ہوا، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فرمارہے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ کی قبر کی طرف جا، اور استغفار کر، اور سوال کر، تیری حاجت پُوری کی جائے گی۔ پس مَیں نے صبح ایسا ہی کیا تو میری حاجت پُوری کردی گئی"۔

مذکُورہ بالا واقعہ کا تعلق گو کہ خواب سے ہے، لیکن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا عام خواب جیسا نہیں ہے کہ جس میں سچ اور جھوٹ دونوں قسم کے خواب ہو سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالتِ خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہونا، اس میں جھوٹ اور شیطان کو کوئی عمل دخل نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے، اور پھر اس کو بیان کرنے والے

[1] تذكرة الحفاظ 902. 904\2(869)، في ترجمته۔

[2] تهذيب التهذيب 260\ 11 ، في ترجمة : يحي بن يحي بن بكير بن عبد الرحمن، و الذهبي في تاريخ الإسلام، في ترجمته۔

امام حاکم اور نقل کرنے والے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی، اور اگر کوئی غیر شرعی بات ہو تو مذکورہ بالا محدثین جیسی شخصیات کی عام عادت ہے کہ اس پر نکیر فرماتے ہیں، مذکورہ بالا تینوں محدثین کا اس کو بغیر نکیر کے ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس کے قائل تھے۔

دیوبندیوں کے امام اہل سنّت محمد سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اولاً اس لئے کہ کسی عالم کا کسی کے قول کو نقل کرنا اور اس کا کہیں بھی رَد نہ کرنا بلکہ اس سے استدلال و احتجاج کرنا حقیقۃً اس کی تصحیح ہے۔ تصحیح اور کس چیز کا نام ہے"۔ [1]

جہاں تک خواب کا تعلق ہے، وہ تو دیکھنے تک اور اُس کو بیان کرنے تک موقوف ہے لیکن ایسے جلیل القدر مُحدِّث کا اس خواب کو دیکھنا، اور پھر جو خواب میں دیکھا تھا اُس پر عمل کرنا کیا یہ مانعین کے نزدیک خلاف توحید ہے؟۔

اگر کسی نیک آدمی کی قبر پر جا کر اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا اس نظریہ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اِس بندۂ مقرب کے وسیلہ سے میری حاجت پُوری فرما دے، خلافِ شریعت تھا تو کیا حافظ ابُوعلی جو کہ ایک یکتائے زمانہ محدث ہیں اُنہوں نے شرک کیا؟

پھر ایک ایسا فعل جو کہ خلافِ شریعت وحرام ہے اُس کو بغیر نکیر کے نقل کرنا، اور اس کے فاعل کی تعریف وتوصیف بیان کرنا جائز ہے؟

اگر یہ سب باتیں ناروا ہیں تو حافظ ابوعلی، امام حاکم، حافظ ذھبی اور حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اگر صالحین میں سے کسی کی قبر پر جا کر اپنی ذات کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا جائز نہیں تھا تو حدیث کے امام ابُوعلی نیشا پُوری نے ایسا کیوں کیا؟ کہ قبر پر جا کر استغفار کی اور اپنی

---

[1] سماع موتی ،ص 363۔364، مکتبہ صفدریہ، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

حاجت طلب کی ،اور جب اُنہوں نے اپنی حاجت طلب کی تو اُن کی حاجت پُوری بھی ہو گئی۔

ملاحظہ فرمائیں !اسی طرح کا وہ واقعہ جس کی سند پر مذکُورہ بالا واقعہ کی طرح کلام کی کوئی صورت نہیں نکلے گی کیونکہ اس کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے خُود لکھا اور وہ اُنہی کی تصنیف میں موجود ہے ،اگر یہ خلافِ شرع تھا تو امام حاکم جو کہ لکھنے والے ہیں وہ اِس پر نکیر کرتے ، نہیں تو حافظ ذہبی جو کہ ناقل ہیں وہ اِس پر نکیر کرتے ،لیکن نہ تو اِس پرامام حاکم نے نکیر فرمائی اور نہ ہی حافظ ذہبی نے اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر نکیر فرمائی ،کیا ان جلیل القدر محدثین کو حقیقتِ توحید کا علم نہیں تھا؟۔

اھلِ بلد کے لئے امان

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "تاریخ نیسابور "میں محمد بن الحسن بن احمد بن اسماعیل کے ترجمہ میں "حدث أبو الحسن رحمه الله من أصول صحيحة"لکھنے کے بعد رقم فرماتے ہیں کہ:

"سمعته يقول :رأيت رسول الله ﷺ فی المنام ، فتبعته حتی دخل،فوقف علی قبر يحيی بن يحيی، و تقدم وصف خلفه جماعة من الصحابة . و صلی عليه، ثم التفت فقال : هذا القبر أمان لأهل هذه المدينة ". [1]

" یعنی مَیں نے اُن کوفرماتے ہوئے سنا،آپ نے فرمایا کہ مَیں حالتِ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مستفیض ہوا، پس مَیں نے آپ کی پیروی کی ،تو آپ یحيی بن یحيی کی قبر پر جا کر ٹھہرے ، اور آگے بڑھے، اور آپ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے صف بنائی ،اور اُن پر نماز پڑھی ، پھر آپ ﷺ ادھر متوجہ ہوئے ،تو فرمایا: یہ قبر اس شہر والوں کے لئے امان ہے"۔

[1] تاريخ نيسابور 390. 391 ،وذكره الذهبي في سير أعلام النبلاء 162\16، في ترجمته

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء" میں اِن کے بارے میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"السراج ،الامام المحدث ،شيخ الاسلام أبو الحسن محمد بن الحسن بن أحمد بن اسماعيل النيسابوري المقرىء".

"یعنی سراج، امام، محدث، شیخ الاسلام ابُوالحسن محمد بن حسن بن احمد بن اسماعیل نیشاپوری مقریٔ"۔

حافظ محمد بن عبد الرحمان السخاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "الأجوبة المرضية فيما سئل (السخاوي) عنه من الأحاديث النبوية" میں "دلائل النبوة للبيهقي" کی ایک حدیث میں اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُوئے مبارک ہونے، اور اہلِ مدینہ کا اس مُوئے مبارکہ سے شفائیں حاصل کرنے کا ذکر ہے، کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" بل حكى أبو حفص السمرقندي في كتابه رونق المجالس: أن تاجرا توفى و كان كثير المال، فورثه ابناه وكان مما خلفه ثلاث شعرات من شعره ﷺ، فأخذ كل منهما شعرة، وامتنع أصغرهما من قسم الثالثة اجلالا لشعر النبي ﷺ، بل ارتضى أن تكون الشعرات كلها عوضا عن حصته من الميراث وهى شيء كثير، وأخذها فجعلها في جيبه وصار يخرجها في كل قليل فيشاهدها و يصلي على النبي ﷺ ثم يعيدها الى جيبه، فلم تمض الا أيام وفنى مال أكبرهما وانما الصغير كثيرا.

بل لما مات رأى بعض الصالحين النبي ﷺ و هو يقول له: قل للناس من كانت له الى الله حاجة فليأت قبره، ويسأل في قضائها .فكان

الناس يقصدون قبره لذلك .بل لم يكن يمر بقبره أحد راكبا الا ترجل عن دابته". [1]

"بلکہ ابُوحفص سمرقندی نے اپنی کتاب" رونق المجالس" میں حکایت کیا ہے، بے شک وہ بہت زیادہ مال والا تاجر فوت ہوا تھا، پس اُس کے دو بیٹے اُس کے وارث تھے، اور اُس نے اپنے پیچھے (میراث میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُوئے مبارکہ میں سے تین مُوئے مبارکہ چھوڑے تھے، پس اُس کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک مُوئے مبارکہ لے لیا، اور اُن میں سے چھوٹے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُوئے مبارکہ کی جلالت کی وجہ سے تیسرے موئے مبارکہ کو دو ٹکروں میں تقسیم کرنے سے منع کر دیا، بلکہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ (میراث کے) مالِ کثیر میں سے اُس کے سارے حصہ کے عوض اُس کو مُوئے مبارکہ دے دیا جائے۔ اُس نے وہ لے لیا، اور اُس کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔
پس وہ ہر ایک کو تھوڑے سے وقت کے لئے نکالتا تو اُس کی زیارت کرتا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا، پھر واپس اپنی جیب میں رکھ لیتا۔
پس زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ بڑے کا مال فنا ہو گیا اور چھوٹے کے پاس مال زیادہ ہو گیا، بلکہ جب اُس کا انتقال ہو گیا تو بعض صالحین میں سے کسی نے حالتِ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا، اور آپ اُس کو کہہ رہے تھے کہ لوگوں سے کہو کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو وہ اس کی قبر پر حاضری دے، اور اپنی حاجت کا اس سے (یعنی اللہ عزّ وجل سے) سوال کرے، پس لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اُس کی قبر کا قصد کرتے تھے، بلکہ کوئی سوار اُس کی قبر کے پاس سے نہیں گزرتا تھا مگر وہ اپنی سواری سے نیچے اُتر جاتا۔

[1] الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية 985\3۔

یہی وجہ ہے کہ آئمہ احادیث نے قبورِ صالحین کو قبولیتِ دُعا کی جگہ قرار دیا ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے ذکر ہوا، اور مزید ملاحظہ فرمائیں:

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اس بارے میں اپنی اسی کتاب "الاجوبة المرضية" کے صفحہ 1005\3 پر بھی گفتگو فرمائی ہے۔

علّامہ ابنِ عبد الهادی حنبلی

اوراسی طرح ابن عبد الہادی حنبلی نے اپنی تصنیف "آداب الدعاء المسمّٰی أدب المرتعی في علم الدعا" میں فصل "فصل [في مواطن الاجابة] " قائم کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

"وليتحر الأماكن التي ترجى فيها اجابة الدعا, وقد ورد عن جماعة, وروى عن شمس الدين ابن أبي عمر أنه كان يكثر الابتهال, لا سيما في الأماكن التي ترجى فيها اجابة الدعاء.

قال في "الطبقات" : ان الدعاء عند قبر عثمان بن موسى الطائي مستجاب. وكان الحافظ ابراهيم المقدسي يواظب الدعاء يوم الأربعاء بين الظهر والعصر بمقابر الشهداء من باب الصغير". [1]

" اور ان مقامات کی تلاش، جہاں دُعا قبول ہونے کی اُمید ہوتی ہے، تحقیق ایک جماعت سے وارد ہے۔ اور شمس الدین ابن ابی عمر سے اس کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ بے شک وہ بہت زیادہ عاجزی اور انکساری (سے دُعا) کرنے والے تھے، خاص کر ان مقامات پر جن میں دُعا کی اجابت کی اُمید کی جاتی ہے۔

" طبقات" میں کہا کہ بیشک عثمان بن موسیٰ طائی کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے ۔اور

---

[1] آداب الدعاء 183، وانظر: ذيل طبقات الحنابلة لإبن رجب الحنبلي 207\3۔

حافظ ابراہیم مقدسی بُدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان بابِ صغیر میں شہداء کے مقابر پر دُعا میں مواظبت (ہمیشگی) کرتے تھے"۔

کیا یہ حافظ سخاوی اور ابنِ عبدالھادی حنبلی اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ یہ حقیقی توحید کے منافی باتیں ہیں، اِن کو لکھنا اور بیان کرنا دُرست نہیں؟

یا سدّ الذرائع جیسے معاملات سے ناواقف تھے؟۔

کیا ان لوگوں کو اسلام کے بنیادی مسائلِ توحید وشرک سے بھی آگاہی نصیب نہ ہوئی؟

حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمہ اللہ تو مشہور ومعروف آئمہ احادیث میں سے ہیں جن کے تعارُف کی ضرورت نہیں ہے۔

جبکہ حافظ ابن المبرد یُوسف بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن عبدالہادی کے بارے میں ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"وكان إماما، علّامة، يغلب عليه علم الحديث والفقه، ويشارك في النحو، والتصريف، والتصوف، والتفسير". [1]

بعض لوگ عمومی اعتبار سے غیرِ نبی کے قول وفعل کو دیکھتے سنتے ہی یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کوئی حجت نہیں ہے، راقم الحروف کہتا ہے کہ اگرچہ ہر قول وفعل سے حجت قائم نہیں ہوتی مگر جب ایک جماعت جن پر اہلِ اسلام کا اعتماد قائم ہے اُن سے کوئی فعل سرزد ہو یا وہ اس فعل کو بِلانکیر بیان کرتے رہے ہوں تو ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ ہم بغیر دلیلِ صریح اگر اس کو شرک وحرام کہتے ہیں تو کیا وہ اُس کی زد میں آتے ہیں یا نہیں؟ اور ہمارے اس قول سے کتنے اسلاف حرام یا شرک کے مرتکب قرار پائیں گے۔

کسی انسان یا کسی جگہ کے مستجاب الدعواۃ ہونے کا دعویٰ تبھی کیا جا سکتا ہے جب اُس کو آزمایا جائے، اور آزمائش پر پُورا اُترنے پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسان مستجاب الدعواۃ ہے یا

[1] شذرات الذهب في أخبار من ذهب 10\62۔

یہ مقام۔

پس محدثین نے اپنی تصانیف میں جن انسانوں یا جگہوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ انسان مستجاب الدعواۃ تھے یا فلاں جگہ دُعائیں قبول ہوتی ہیں، اس کی مراد یہی ہے کہ ان انسانوں سے دُعائیں کروائی گئیں جو قبول ہوئیں، تو وہ اس کے ساتھ مشہور ہو گئے، یا اُن جگہوں پر دُعائیں کی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دُعاؤں کو قبول فرمایا، جن کی مقبولیت کے بعد وہ جگہیں اس بات میں مشہور ہو گئیں کہ ان مقامات پر کی جانے والی دُعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، جیسا کہ قُرآنِ مجید میں بھی اللہ ربّ العزت نے حجرہ مریم علیہا السلام میں کی جانے والی اپنے پیارے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا کا تذکرہ فرمایا اور اُس کی مقبولیت کو بھی بیان فرمایا ہے۔

بعض صالحین کی قبور بھی اس بات میں مشہور ہیں کہ اُن کی قبور کے پاس کی جانے والی دُعا کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے، جیسا کہ محدثین نے اپنی تصانیف میں مختلف لوگوں کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ ان کی قبروں پر جا کر کی جانے والی دُعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

اگر اس فعل میں حُرمت یا شریعتِ نبوی ﷺ کی مخالفت ہوتی تو آئمہ ومحدثین کی ایک جماعت کہ جنہوں نے مختلف قبروں کے بارے میں لکھا کہ ان کے پاس کی جانے والی دُعائیں مقبول ہوتی ہیں یہ بات کبھی نہ لکھتے، اور اگر صرف اس کا تعلق جاہلیت و کمزوری ایمان کے ساتھ ہوتا تو وہ اس کو بیان کرنے کے بعد اس کی حُرمت اور شریعتِ نبوی ﷺ کے مخالف ہونے کی وجہ سے رَد کرتے، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی آئمہ اسلام نے اس بات کو اپنی اپنی تصانیف میں بغیر نکیر، بلکہ تحسین کے ساتھ ذکر کیا ہے، ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

اُمتِ مسلمہ کے عظیم سپوت حافظ ابُوعبد اللہ محمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی

مشہور ومعروف تصنیف "تذکرۃ الحفاظ" میں صالح بن احمد بن محمد بن احمد بن صالح ہمدانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

نمبر (1) "ذکرہ شیرویہ فی تاریخہ فقال: کان رکنًا من أرکان الحدیث ثقة حافظًا دیّنًا لا یخاف فی اللہ لومة لائم، ولہ مصنفات غزیرة توفی فی شعبان سنة أربع وثمانین وثلاثمائة، والدعاء عند قبرہ مستجاب". [1]

"شیرویہ نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا، تو فرمایا کہ وہ ارکانِ حدیث میں سے ایک رُکن تھے، ثقہ، حافظ، متدین، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اور اُن کی تصانیف بڑی پُرمغز ہیں، شعبان ۳۸۴ھ میں اُنہوں نے وفات پائی، اور اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (2) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنی تصنیف "سیر أعلام النبلاء" میں، اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبید اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ خِلِّكَانَ: وَكَانَ بكّار تَالِياً لِلْقُرْآن، بكّاء، صَالِحاً، دیناً، وَقَبْره مَشْهُوْر قَدْ عرف بِاسْتِجَابَة الدُّعَاء عِنْدَهُ". [2]

"ابنِ خلکان نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے، گریہ وزاری کرنے والے نیک، متدین اور اُن کی قبر مشہور ہے، تحقیق مشہور ہے کہ اُس کے پاس دُعا مقبول ہوتی ہے"۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، في الطبقة الثانية عشرة 3\986، وفي العبر في خبر من غبر، ص 167، في سنة: ۳۸۴ھ، وفي سير أعلام النبلاء، الطبقة الحادية والعشرون، 12\565.566، والسيوطي في طبقات الحفاظ (889)، ذكره كلهم في ترجمته۔

[2] سير أعلام النبلاء، في الطبقة الرابعة عشرة 10\409، والحافظ ابن حجر عسقلانی في رفع الاصر عن قضاة مصر 43، وابن خلكان في وفيات الأعيان 1\180، والصفدي في الوافي بالوفيات 10\118، وابن الغزي في ديوان الإسلام 16، ذكر كلهم في ترجمته

نمبر (3) یہی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی کتاب میں معروف کرخی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"عَنْ إِبْرَاهِيمَ الحَرْبِيِّ قَالَ: قَبْرُ مَعْرُوفٍ التِّرْيَاقُ المُجَرَّبُ". [1]

" یعنی ابراہیم حربی سے روایت ہے، فرمایا کہ معروف کرخی کی قبر تریاق ومجرب ہے"۔یعنی کہ رنج وغم مٹانے میں آزمودہ ہے"۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

"يُرِيْدُ إِجَابَةَ دُعَاءِ المُضْطَرِ عِنْدَهُ؛ لأَنَّ البِقَاعَ المُبَارَكَةِ يُسْتَجَابُ عِنْدَهَا الدُّعَاءُ، كَمَا أَنَّ الدُّعَاءَ فِي السَّحَرِ مَرْجُوٌّ، وَدُبُرَ المَكْتُوْبَاتِ، وَفِي المَسَاجِدِ، بَلْ دُعَاءُ المُضْطَرِ مُجَابٌ فِي أَيِّ مَكَانٍ اتَّفَقَ، اللَّهُمَّ إِنِّيْ مُضْطَرٌّ إِلَى العَفْوِ، فَاعْفُ عَنِّي". [2]

" یعنی ان کی مُراد یہ ہے کہ قبولیتِ دُعا میں مضطرب اگر وہاں دُعا کرے، کیونکہ مبارک جگہیں جو ہیں اُن کے پاس دُعائیں قبول ہوتی ہیں، جیسا کہ سحری کے وقت مرجو کی دُعا، اور فرض نمازوں کے بعد کی دُعا، اور مساجد میں کی گئی دُعا، بلکہ اتفاقاً مضطرب کی دُعا کسی بھی مکان پر کی گئی، اے اللہ! مَیں مضطر ہوں تیرے عفو کی طرف، پس میرے گناہ مٹا دے"۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر بن عبداللہ بن دیسم ابواسحاق الحربی جو کہ حافظ حدیث اور کتبِ کثیرہ کے مصنف ہیں جیسا کہ غریب الحدیث،

[1] سير أعلام النبلاء ،في ترجمته في الطبقة التاسعة 8\224،والخطيب في تاريخه 1\122، و أبو يعلى في الطبقات الحنابلة ،في ترجمته 253، وابن خلكان في وفيات الأعيان ، في ترجمته 5\232۔

[2] سير أعلام النبلاء ،وفي تاريخه، في ترجمته 8\224۔

دلائل النبوۃ ، کتاب الحمام ، سجود القرآن ، ذم الغیبۃ ، وغیرہم ، ابُو الحسین محمد بن القاضی ابویعلی محمد بن الحسین بن الفراء متوفی ۵۲۶ھ نے " طبقات الحنابلہ " میں ان کا ذکر کیا، جس کا اختصار ابنِ قیم الجوزیہ کے اصحاب میں سے شمس الدین ابُوعبداللہ محمد بن عبد القادر بن عثمان النابلسی متوفی ۷۹۷ھ نے کیا اور جو عبد العزیز بن عبدالرحمن آلِ سعود کی مطبوعات میں سے ہے۔ اور اس کا محقق احمد عبید ہے اُس کے صفحہ (253) پر ہے کہ:

" و قال إبراهيم الحربي : قبر معروف الترياق المجرب " ۔

اور یہی بات ابراہیم الحربی سے برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح نے " المقصد الأرشد في ذكر اصحاب الامام احمد جلد 3 صفحہ 37 " میں بھی ذکر کی ہے۔

یہی بات ابوالفرج عبدالرحمن بن علی نے " صفوة الصفوة 324\2 " میں ذکر کی ہے۔

عبدالرحمن بن محمد زہری فرماتے ہیں کہ:

"قبر معروف الكرخي مجرب لقضاء الحوائج. ويقال: إنه من قرأ عنده مائة مرة قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وسأل الله تعالى ما يريد قضى الله له حاجته". [1]

" معروف کرخی کی قبر قضائے حوائج کے لئے مجرب ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اِس کے پاس سو بار سورہ اخلاص پڑھے، اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے سوال کرے، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت پُوری فرمائے گا" ۔

اور ابُوعبداللہ بن المحاملی فرماتے ہیں کہ:

" أعرف قبر معروف الكرخي منذ سبعين سنة ما قصده مهموم إلا فرج الله همه". [2]

[1] تاريخ بغداد 134\1، وفي نسخة : 445\1 ۔

[2] تاريخ بغداد 135\1، وفي نسخة : 445\1 ۔

" مَیں ستّر سال سے معروف کرخی کی قبر کو جانتا ہوں، جوکوئی اس کا قصد کرتا ہے کسی پریشانی کی وجہ سے،تو اللہ تعالیٰ اُس کی پریشانی دُور فرماتا ہے" ۔

ہم طویل بحث مباحثہ سے بچنے کے لئے حضرت معروف کرخی کے حوالے سے کچھ اس کی حیثیت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات نقل کی ہے اُس کی سند تاریخ بغداد میں ابراہیم حربی تک باسند موجود ہے۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اسماعیل بن احمد بن عبد اللہ الحیری ی ،ابوعبدالرحمن نیشاپوری ہیں جو کہ ایک ثقہ امام ہیں، اور انہوں ابوعبدالرحمن السلمی ،محمد بن حسین بن موسی بن خالد نیشاپوری سے روایت کیا ہے اُن کو صوفی ہونے کی وجہ سے اور بعض دُوسری وجوہات کی بنا پر مُورِدِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے یعنی اُن پر جرح کی گئی ہے، یہ محمد بن حسین بن یعقوب بن حسن بن حسین بن محمد بن سلیمان بن داود بن عبید اللہ بن مقسم بغدادی ،مقرئ سے روایت کرتے ہیں اور یہ بھی ثقہ ہیں۔

[نوٹ: یادرہے کہ اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے " حسن بن علی سقاف " وغیرہ نے دھوکہ کھایا ہے کہ اُنہوں نے محمد بن حسین بن یعقوب مذکُور کی بجائے یہاں اُس کا بیٹا احمد بن محمد بن حسن بن مقسم مُراد لیا ہے جبکہ یہ دُرُست نہیں ہے۔]

اور محمد بن حسین بن یعقوب روایت کرتے ہیں اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن صالح ،ابوعلی صفار سے، جو کہ ثقہ ہیں اور وہ ابراہیم بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں جن کے بارے میں کچھ ذکر ہو چکا۔

پس اس روایت کی سند میں سوائے ابوعبدالرحمن سلمی کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر اس سلمی پر کلام سے یہ بات جھوٹ ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کے دُوسرے شواہد جن میں سے ایک عبدالرحمن بن محمد زہری والا جس کی سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

اسی طرح ابُوعبداللہ بن المحاملی رحمۃ اللہ علیہ کےقول کی سند کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں۔

نمبر (4) یہی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں" ابُو بکر احمد بن علی بن احمد ابن محمد بن الفرج بن لال ہمذانی شافعی، شیخ، امام، فقیہ، محدث" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"قَالَ شِيْرَوَيْه: كَانَ ثِقَةً، أَوْحَدَ زَمَانِهِ، مُفْتِي البَلَد، وَلَهُ مُصَنَّفَاتٌ فِي علومِ الحَدِيْثِ، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ مَشْهُوْراً بِالفِقْه. قَالَ: وَرَأَيْتُ لَهُ كِتَابَ السُّنَن، ومعجم الصَّحَابَة، مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْهُ، وَالدُّعَاءُ عِنْدَ قَبْرِهِ مُسْتَجَابٌ". [1]

" شیرویہ نے فرمایا کہ ثقہ، اپنے زمانہ میں یکتا، شہر کے مفتی اور اُن کی علومِ حدیث میں بھی تصانیف ہیں، بغیر اس کے کہ وہ فقہ میں مشہور تھے، اور مَیں نے اُن کی سنن اور معجم الصحابہ دیکھی ہیں، اور مَیں نے اُن سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی ۔ اور اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (5) یہی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں" ابنِ فورک، محمد بن حسن بن فورک اصبہانی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"قَالَ عَبْدُ الغَافِرِ فِي (سيَاق التَّارِيْخ) : الأُسْتَاذُ أَبُو بَكْرٍ قَبْرُهُ بِالحِيرَة يُسْتَسقَى بِهِ.... وَقَالَ القَاضِي ابْنُ خَلِّكَان:... ومشهده بِالحِيرَة يُزَار، وَيُستجَابُ الدُّعَاءُ عِنْدَهُ". [2]

---

[1] سير أعلام النبلاء، في ترجمته 17\76، والرافعي في التدوين 3\91، وصبغة الله المدارسي في ذيل القول المسدد 2\1736، والمناوي في فيض القدير 1\155، واليافعي في مرآة الجنان وعبرة اليقظان 1\383، والسبكي في طبقات الشافعية الكبرى 4\130۔

[2] سير أعلام النبلاء، في ترجمته 13\122.121، و ابن خلكان في وفيات الأعيان، في ترجمته 4\272، وقاضي ابن شهبة في طبقات الشافعية 1\191، وابن كثير في طبقات الشافعيين 354، والصفدي في الوافي بالوفيات في ترجمته 2\254۔

" عبد الغافر نے " سیاق التاریخ " میں فرمایا کہ اُستاذ ابُو بکر (کنیت ہے) اُن کی قبر حیرہ میں ہے، اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے۔ اور قاضی ابن خلکان نے کہا کہ اُن کا مشہد حیرہ میں ہے، جو زیارت گاہ ہے، اور اس کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (6) یہی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں " ابُوالحسن الخلعی ، علی بن حسن بن حسین بن محمد مُوصلی " کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ :

"قَالَ ابْنُ الأَنْمَاطِيّ: قَبْرُ الخِلَعِي بِالقَرَافَة يُعرَفُ بقبر قاضی الجن وَالإِنْس، يُعْرَفُ بِإِجَابَة الدُّعَاءِ عِنْدَهُ". [1]

" ابن اَنماطی نے فرمایا کہ خلعی کی قبر قرافہ میں ہے، اور وہ مشہور ہے ،قاضی جن وانسان کی قبر سے ،اور مشہور ہے کہ اُس کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے" ۔

نمبر (7) یہی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف " تاریخ الإسلام " میں" صالح بن یونس ، ابوشعیب الواسطی الزاہد " کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ :

"كَانَ من سادات الصوفية. وردَ عَنْهُ أَنَّهُ رأى الحقَّ في النوم، وحَجّ عَلَى قدميه سبعين حجّة. تُوُفِّي سنة اثنتين وثمانين بالرملة. كان يعرف بالمقنَّع، والدّعاء عند قبره مُستجاب." [2]

" ساداتِ صوفیہ میں سے تھے اور اُن سے وارد ہے کہ مَیں نے خواب میں حق کا جلوہ کیا ہے، اور اُنہوں نے ستّر حج چل کر کئے تھے، وہ ۲۸۲ھ رملہ میں فوت ہوئے ،وہ مقنّع سے مشہور تھے، اور اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے" ۔

نمبر (8) حافظ ابُو زکریا النووی رحمۃ اللہ علیہ شارح " صحیح مسلم " اپنی کتاب " تہذیب الأسماء " میں " ابُوالفتح ،نصر بن ابراہیم المقدسی " کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

---

[1] سير أعلام النبلاء، في ترجمته 4 \156\1، وابن قاضي شبهة في الطبقات الشافعية 1\45

[2] تاريخ الإسلام ،في ترجمته 6\769[بشار] ،و 1 \21\144[التوفيقية] في سنة: ۲۸۲ھ

"قلت : وقبره بباب الصغير، بجنب قبر معاوية وأبي الدرداء ، رضي الله عنهم، يُكثر الناس زيارته والدعاء عنده ، وسمعنا الشيوخ يقولون: يستجاب الدعاء عنده يوم السبت، رضي الله عنه". [1]

"مَیں (یعنی ابُوزکریا النووی، شارح صحیح مسلم) کہتا ہوں، ان کی قبر بابِ صغیر میں حضرت معاویہ اور ابُو دَرْ دَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں ہے، بہت زیادہ لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں، اور اُس کے پاس دُعا کرتے ہیں۔

اور ہم نے اپنے مشائخ سے سنا، وہ فرماتے تھے، ہفتہ کے دن اُس کے قریب کی گئی دُعا مقبول ہوتی ہے"۔

نمبر (9) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب " الضوء اللامع " میں " علی بن احمد بن ابی بکر بن احمد ابوالحسن الآدمی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"وَكَانَ عَالما بالفقه وَالتَّفْسِير وآداب الصُّوفِيَّة ...وَيُقَال أَن الدُّعَاء عِنْد قَبره مستجاب". [2]

" وہ فقہ وتفسیر اور آداب الصوفیہ کے عالم تھے۔۔۔۔۔اور وہ کہتے ہیں کہ بے شک ان کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (10) امام شمس الدین ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف " غاية النهاية في طبقات القراءة " میں " قاسم بن فیره " کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"وقبره مشهور معروف يقصد للزيارة، وقد زرته مرات وعرض على بعض أصحابي الشاطبية عند قبره ، ورأيت بركة الدعاء عند قبره بالإجابة -رحمه

[1] تهذيب الأسماء واللغات 1\609، وابن قاضي شبهة في الطبقات الشافعية، في ترجمته 1\275۔

[2] الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، 3\23، وفي نسخة: 5\164، في ترجمته۔

اللہ ورضی عنہ". [1]

" اور اُن کی قبر مشہور ومعروف ہے، وہ قصد کرتے ہیں اس کی زیارت کا، اور تحقیق مَیں نے کئی مرتبہ اس کی زیارت کی ہے، اور مجھ پر میرے بعض شاطبی اصحاب نے اُن کی قبر کے پاس پیش کیا کہ مَیں نے دُعا کی قبولیت کی برکت اُن کی قبر کے پاس دیکھی ہے"۔

نمبر (11) حافظ ابنِ ملقن اپنی کتاب " طبقات الاولیاء "میں" عبدالرحیم بن احمد بن حجون بن احمد بن حمزہ حسینی القناوی ۵۷۴۔ ۵۹۲ھ" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

" أبو محمد الأمام، شيخ الأسلام، ذو كرامات... وأهل بلادة متفقون على تجربة الدعاء عند قبره يوم الأربعاء. يمشي الإنسان مكشوف الرأس حافياً، وقت الظهر، ويدعوا بدعاء معروف عندهم؛ وما حصل للإنسان ضائقة وفعل ذلك، إلا فرج الله عنه. واللفظ الصفدى :وَقد اشْتهر أَن الدُّعَاء عِنْد قَبره مجاب". [2]

" ابُومحمد امام، شیخ الاسلام، کرامات والے۔۔۔ اور اُن کے شہروں والے اِس بات پر بلحاظ تجربہ متفق ہیں کہ اگر انسان بُدھ کے دن ننگے سر اور ننگے پاؤں ظہر کے وقت اُن کی قبر کے پاس چل کر جائے، اور اُن کے پاس بھلائی والی دُعا کرے اور کسی انسان کو کوئی مشکل نہیں آئی اور اُس نے ایسا کیا تو اللہ اُس کے غم دُور کر دے گا۔ اور صفدی کے الفاظ ہیں کہ اور تحقیق مشہور ہے کہ اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

---

[1] غاية النهاية في طبقات القراءة 286، 285، وفي نسخة: 2\23۔

= = وأحمد بن المقري التلمساني في نفح الطيب من غصن الاندلس الرطيب 2\24، في ترجمته، وفيه: "وكان موصوفاً بالزهد والعبادة والانقطاع. وقبره بالقرافة يزار، وترجى استجابة الدعاء عنده، وقد زرته مراراً، ودعوت الله بما أرجو قبوله".

[2] طبقات الأولياء، ص 72، والصفدي في الوافي بالوفيات، في ترجمته 18\194

نمبر (12) حافظ ابنِ رجب حنبلی نے "طبقات حنابله" کے ذیل میں" عثمان بن موسیٰ بن عبداللہ الطائی الاربلی" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"كَانَ شيخا جليلا ، إماما عالما ، فاضلا ، زاهدا عابدا ورعا ، ربانيا متألها ، منعكفا عَلَى العبادة والخير ، والاشتغال بالله تَعَالَى فِي جميع أوقاته... .إن الدعاء يستجاب عِنْدَ قبره". [۱]

" وہ جلیل القدر شیخ تھے، امام، عالم، فاضل، زاہد، عابد، پرہیزگار، بہت زیادہ عبادت گزار، اور وہ عبادت اور بھلائی کی طرف جھکنے والے تھے، اور مشغول رہتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی (عبادت) میں، بے شک اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (13) انہوں نے ہی اسی کتاب میں" ابراہیم بن عبد الواحد بن علی بن سرور مقدسی" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"ويواظب عَلَى الدعاء يَوْم الأربعاء ، بَيْنَ الظهر والعصر بمقابر الشهداء من بَاب الصغير. وَقَالَ: مَا رأيت مثل هَذَا الدعاء ، أَوْ أسرع إجابة منه". [۲]

" اور وہ ہمیشگی کرتے دُعا پر بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان، بابِ صغیر میں شہداء کے مقابر پر، اور فرمایا کہ مَیں نے نہیں دیکھی اس دُعا کی مثل یا جلدی اس سے قبولیت میں"۔

نمبر (14) امام ابوالعباس شمس الدین ابن خلکان اپنی تصنیف "وفیات الاعیان" میں" الملک العادل نورالدین ابوالقاسم محمود بن عمادالدین زنگی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

" وسمعت من جماعة من أهل دمشق يقولون: إن الدعاء عند قبره مستجاب، ولقد جربت ذلك فصح، رحمه الله تعالى. واللفظ لأبي شامة

---

[۱] ذيل طبقات الحنابلة، في ترجمته 1\298۔

[۲] ذيل طبقات الحنابلة، في ترجمته 1\223۔

المقدسی :قلت وَقد جرب استجابة الدُّعَاء عِنْد قَبره"۔[1]

"اور مَیں نے اہلِ دمشق کی ایک جماعت سے سنا، وہ کہتے تھے کہ بے شک اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے، اور تحقیق مَیں نے اِس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا، اور مقدسی کے لفظ ہیں، اور تحقیق آزمُودہ ہے کہ اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (15) حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الوافي بالوفيات "میں" ابُومحمد ابنِ طبا طبا، عبد اللہ بن احمد بن علی بن حسن بن ابراہیم" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"وقبره مشهورٌ بالقرافة بإجابة الدُّعَاء عِنْده"۔[2]

"اوراُن کی قبر قرافہ میں مشہور ہے کہ اُس کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (16) علّامہ محمد امین بن فضل اللہ محبّی نے اپنی کتاب " خلاصة الأثر في اعيان القرن الحادى عشر "میں" عقیل بن عمر" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"وَدفن بقرية المرباط وقبره بهَا مَعْرُوف باستجابة الدُّعَاء عِنْده"۔[3]

"اور وہ بستی مرباط میں دفن ہوئے اوراُن کی قبر اِس کے ساتھ مشہور ہے کہ اُس کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (17) علّامہ ابوالمحاسن یوسف بن تغری حنفی نے اپنی کتاب " النجوم الزاهرة في ملكوك مصر والقاهرة "میں حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

---

[1] وفيات الأعيان 5\187،وأبو شامة المقدسى في الروضتين في أخبار النورية والصلاحية 92،واليافعي في مرآة الجنان وعبرة اليقظان في معرفة الزمان، في ترجمته۔

[2] الوافي بالوفيات في ترجمته، 5\356۔

[3] خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادى عشر،حرف العين المهملة، 2\187۔

"وروى له من البركات روايات كثيرة: منها أن رجلاً أسر له ولد فأتى قبر عقبة ودعا الله عزوجل فقام من عند قبره فلقي ابنه في الطريق". [1]

"اوراس کے بارے میں، اُس کی برکات کی روایات بہت زیادہ کی گئی ہیں، جن میں سے یہ ہے کہ ایک آدمی کا بیٹا گُم ہوگیا، تو وہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی، پس جب وہ اُن کی قبر سے کھڑا ہوا، تو راستہ میں اُس کا بیٹا اسے مل گیا"۔

نمبر (18) امام صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی علیہ الرحمۃ "جزء في ذكر كليم الله موسى بن عمران صلوات الله وسلامه عليه وما يتعلق بقبره" میں لکھتے ہیں:

"حدثني الشيخ السالم التلي قال : ما رأيت استجابة الدعاء أسرع منها عند قبر هذا المذكور". [2]

"مجھ سے شیخ سالم تلی نے بیان کیا، فرمایا: مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی دُعا اتنی جلدی قبول ہوتی ہو جتنی جلدی اس قبر (یعنی قبر موسیٰ علیہ السلام) کے پاس کی جانے والی دُعا قبول ہوتی ہے"۔

نمبر (19) علّامہ عبدالملک بن حسین عصامی نے اپنی کتاب "سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي" میں "برکات بن محمد بن ابونمی بن برکات بن حسن بن عجلان" کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وقبره مَعْلُوم يزار عليه قبّة وَالدُّعَاء عِنْده مستجاب". [3]

"اور اُن کی قبر معلوم ہے، اس کی زیارت گاہ پر قبہ ہے، اس کے نزدیک دُعائیں قبول ہوتی ہیں"۔

---

[1] النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة 1\53، وفي نسخة: 1\130۔

[2] جزء في ذكر كليم الله موسى بن عمران صلوات الله وسلامه عليه وما يتعلق بقبره، 48۔

[3] سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، في ذكر بني قتادة أمراء مكة بعد الهواشم إلى وقتنا هذا، 2\451۔

نمبر (20)

حافظ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الروضتین "میں" نورالدین زنگی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

"قلت وَقد جرب استجابة الدُّعَاء عِنْد قَبره". [1]

" مَیں کہتا ہوں اور تحقیق آزمُودہ ہے کہ اُن کی قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے" ۔

اگر ایسا اعتقاد رکھنا حرام اور شرک ہے تو مندرجہ ذیل آئمہ جن سے اس فصل میں مختلف لوگوں کے بارے میں نقل ہوا کہ اُن کی قبور کے پاس دُعائیں قبول ہوتی ہیں کیا یہ سب حرام اور شرک کی طرف لے جانے والی بات کو بیان کرتے رہے اور بِلا نکیر نقل کرتے رہے، کیا یہ سب بدعتی ومشرک ہیں؟

(1) امام ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم الحربی رحمہ اللہ [م ۲۸۵ھ]

(2) امام حسین بن اسماعیل بن محمد ابُوعبداللہ المحاملی رحمہ اللہ [م ۳۳۰ھ]

(3) امام عبدالرحمن بن محمد بن عبیداللہ الزہری رحمہ اللہ [م ۳۳۶ھ]

(4) امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، خطیب بغدادی رحمہ اللہ [م ۴۶۳ھ]

(5) امام شیرویہ بن شہدار بن شیرویہ ابُوشجاع الہمدانی رحمہ اللہ [م ۵۰۹ھ]

(6) امام ابُوالحسین بن ابویعلی محمد بن محمد حنبلی رحمہ اللہ [م ۵۲۶ھ]

(7) امام عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر الفاسی رحمہ اللہ [م ۵۲۹ھ]

(8) امام احمد بن محمد بن احمد، صدرالدین ابُوطاہر السّلفی رحمہ اللہ [م ۵۷۶ھ]

(9) امام عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی رحمہ اللہ [م ۵۹۷ھ]

(10) امام عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم رافعی قزوینی رحمہ اللہ [م ۶۲۳ھ]

(11) امام عبدالرحمن بن اسماعیل ابُوشامہ دمشقی مقدسی رحمہ اللہ [م ۶۶۵ھ]

---

[1] كتاب الروضتين في أخبار الدولتين النورية والصلاحية، 1\138۔

(12) امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ [م ۶۷۶ھ]

(13) امام صلاح الدین ابوسعید العلائی الکیکلدی رحمہ اللہ [م ۷۶۱ھ]

(14) امام خلیل بن ایبک بن عبداللہ صفدی رحمہ اللہ [م ۷۶۴ھ]

(15) امام ابومحمد عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی رحمہ اللہ [م ۷۶۸ھ]

(16) امام تاج الدین بن علی بن عبدالکافی سبکی رحمہ اللہ [م ۷۷۱ھ]

(17) امام عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی رحمہ اللہ [م ۷۹۵ھ]

(18) ابوعبداللہ محمد بن عبدالقادر بن عثمان النابلسی رحمہ اللہ [م ۷۹۷ھ]

(19) امام عمر بن علی بن احمد ابن ملقن رحمہ اللہ [م ۸۰۴ھ]

(20) امام ابوالخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف رحمہ اللہ [م ۸۳۳ھ]

(21) امام ابوبکر بن احمد بن محمد بن عمر بن قاضی شہبہ رحمہ اللہ [م ۸۵۱ھ]

(22) امام محمود بن احمد، بدرالدین عینی رحمہ اللہ [م ۸۵۵ھ]

(23) حافظ یوسف بن تغری بردی بن عبداللہ رحمہ اللہ [م ۸۷۴ھ]

(24) حافظ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح رحمہ اللہ [م ۸۸۴ھ]

(25) حافظ عبدالرحمن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ [م ۹۱۱ھ]

(26) حافظ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ [م ۱۰۳۱ھ]

(27) حافظ محمد امین بن فضل اللہ بن محب الدین محبی رحمہ اللہ [م ۱۱۱۱ھ]

(28) علامہ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی رحمہ اللہ [م ۱۱۱۱ھ]

(29) علامہ محمد بن عبدالرحمن بن غزی ابوالمعالی رحمہ اللہ [م ۱۱۶۷ھ]

(30) علامہ محمد صبغۃ اللہ بن محمد غوث مدارسی رحمہ اللہ [م ۱۲۸۰ھ]

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قبرِ صالحین کو قبولیتِ دُعا کی جگہ کہا یا اُس کو بیان کیا ہے، اور بھی کئی حوالہ جات ذکر کیئے جاسکتے ہیں مگر اختصار کے پیشِ نظر راقم الحروف انہی پر اختتام کرتا ہے۔ یاد رہے کہ جدید مطبوعات میں بعض کتب کے محققین نے بعض مقامات پر نکیر کرتے ہوئے

کلام کیا ہے جو کہ ہمارے لیے مضر نہیں کیونکہ اصحابِ کتب نے اِن باتوں کو نقل و بیان کرنے کے بعد نہ تو ان پر نکیر ہی کی اور نہ ہی ان کا توحید کے منافی ہونا بیان کیا ہے، اور وہ اِن جدید محققین سے بہت بلند مقام و مرتبہ والے ہیں۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ آئمہ محدثین کی کتب میں صالحین کی قبروں کے سبب بارش ہونا بھی بیان کیا گیا ہے، اور اُس کو بھی بیان کرنے والے عام لوگ نہیں بلکہ آئمہ ومحدثین ہیں جن کی شانِ امامت کو ملتِ اسلامیہ میں نہ صرف تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ اُن پر اِعتماد بھی کیا جاتا ہے۔

اصحابِ قُبُور کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا

نمبر (1) حضرت مالک الدار جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خازن یعنی وزیرِ خوراک تھے اُن سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

" أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ ائْتِ عُمَرَ، فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقَوْنَ. وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ. فَأَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ مَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ" [1]

---

[1] أخرجه ابن أبى شيبة في المصنف، باب : ما ذكر في فضل عمر بن الخطاب 7\482 (32002)، و ابن أبى خيثمة كذا فى الاصابة لإبن حجر، وفي ترجمة: مالک بن عياض 10\908، وفي نسخة: 6\427، والبيهقى فى دلائل النبوة، باب: ما جاء في رؤية النبي صلى الله عليه وآله وسلم في المنام 7\47، والخليلى فى الإرشاد 1\313.314 (153) في ترجمة: مالک الدار، وابن عبد البر فى الإستيعاب، باب عمر، في ترجمة: عمر بن الخطاب أمير المؤمنين 3\1149، وابن عساكر في تاريخ دمشق 44\335.336، في ترجمة: مالک بن عياض الدار، واشار إليه البخاري في التاريخ الكبير 7\304 في ترجمة: مالک بن عياض ==

" حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دَور میں لوگوں پر قحط پڑا تو ایک شخص آپ ﷺ کی قبر منورہ پر آیا اور عرض کی، یارسول اللہ! اپنی اُمت کے لیے بارش مانگیں، اللہ تعالیٰ سے کیونکہ وہ ہلاک ہونے لگی ہے۔

پس رسول اللہ ﷺ اُس کی خواب میں جلوہ گر ہوئے، اور فرمایا: عُمر کے پاس جاؤ، اور اُن کو میرا اسلام کہنا، اور اُن کو کہو کہ دانشمندی اور فراست سے کام لیجئے۔ پس وہ شخص حضرت عُمر کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے میرے رب! مَیں ہرگز سُستی سے کام نہیں لیتا مگر جس سے عاجز آجاؤں"۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کے بارے میں فرمایا:

"وروى بن أبي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ". [1]

حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

"وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ...وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ". [2]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس کو سیف نے "فتوح" میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ ہیں"۔ [3]

=الدار،وذكره الذهبي في تاريخ الإسلام 3 \27 3[تدميرى]وفي نسخة :56\ 3 [التوفيقية] ،وفي سير اعلام النبلاء 2\412، والسمهودي في وفاء الوفاء 4\195۔

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري، 2\495۔

[2] البداية والنهاية لابن كثير 7\111،وفي نسخة : 7\92۔

[3] فتح الباري 2\496۔ یونہی علامہ ابوالحسن السمھودی رحمۃ اللہ علیہ نے "وفاء الوفاء 4\195" میں بیان کیا ہے۔

نمبر (2) حضرت ابُو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کا اسمِ گرامی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری ہے، جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزبان بنے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے، اُن کی شہادت جہاد قسطنطینیہ میں ہوئی اور اُن کی وصیت کے مطابق اُن کو بابِ قسطنطینیہ میں ہی دفن کیا گیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں لکھتے ہیں کہ:

"فَيُقَالُ إِنَّ الرُّومَ صَارُوا بَعْدَ ذٰلِكَ يَسْتَسْقُونَ بِهِ"۔[1]

"پس وہ کہتے ہیں کہ بے شک اِس کے بعد جب اہلِ رُوم پیاسے ہوتے (یعنی بارش نہ ہوتی تو) اُس کے ساتھ بارش طلب کرتے تھے"۔

امام ابنِ عبد البر رحمۃ اللہ علیہ "الإستيعاب" میں لکھتے ہیں کہ:

"وقبر أبي أيوب قرب سورها معلوم إلى اليوم معظم يستسقون

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب قتال الیهود 6\301، والعيني في عمدة القاري شرح صحیح البخاری 4\113، والذهبي في سير أعلام النبلاء 2\405، و 2\413 وابن الجوزی في صفة الصفوة 1\470، وفي تلقيح فهوم أهل الأثر 93، وابن سعد في الطبقات 3\485، والخزرجي في خلاصة تذهيب تهذيب الكمال، في ترجمته 1\101، وابن الأثير في أسد الغابة في ترجمته 1\573، والكرماني في الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، باب لاَ تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلاَّ عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ، 2\188 والسهارنفوري (الديوبندي) في بذل المجهود في حل سنن أبي داود، بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ 1\195، ونقله عاقل (الديوبندى)، الدر المنضود على سنن أبي داود، باب في ركوب البحر في الغزو، 4\301، والصفوري في نزهة المجالس 2\204، وغيرهم، بنحوه۔

به فيسقون". [1]

"اورحضرت ابُوایوب رضی اللہ تعالی عنہ کی قبراس کی (یعنی شہر کی) دیوار کے قریب ہے، جو کہ آج تک مَعْلُوم اور مُعَظَّم ہے،وہ اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں، پس بارش دیے جاتے ہیں"۔

امام ابُوبکرالدینوری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

"حضرت ابُوایوب انصاری (خالد بن زید) رضی اللہ عنہ نے بلادِرُوم میں جہاد کیا،اور قسطنطنیہ میں فوت ہوئے،اوراس شہر کے قلعہ کی دیواروں کے پاس اُن کی قبر بنائی گئی،اوراُس پرروضۂ بنایا گیا، جب صبح ہوئی تو اہلِ رُوم اس پر مُطلع ہوئے،اوراُنہوں نے کہا: اے گروہِ عرب! کل رات تمہاراکیا مسئلہ تھا؟

اُنہوں نے کہا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اکابرصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک بزرگ صحابی وفات پاگئے ہیں۔

اور اللہ کی قسم! اگرتم نے اُن کی قبرکوکوئی نقصان پہنچایاتو بلادِعرب میں تمہارے گرجے گرا

---

[1] الإستعاب ، في باب خالد 2\426، وجامع الأصول لإبن الأثير 12\341، والرصف لما روى النبي من الفعل والوصف للعاقولي 2\437،والنفح الشذي شرح جامع الترمذي لإبن سيد الناس ،باب في النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول 1\91،والكامل في التاريخ لأبي الحسن الشيباني 3\57، ونهاية الأرب في فنون الأدب للنويري 20\270،والزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي 2\270، والبغوي في تفسيره [معالم التنزيل]،سورة البقرة 1\240، واللباب في علوم الكتاب لإبن عادل الحنبلي ،سورة البقرة 3\355، وأبو المظفر السمعاني في تفسيره ،سورة البقرة 1\195،والقاضي ثناء الله في تفسيره (المظهري)، سورة البقرة 1\215،والخطيب الشربيني في تفسيره [السراج المنير] 1\128،بنحوه۔

دیے جائیں گے، اور جب رُوم والوں پر قحط آتا تو وہ آپ کی قبر سے پردہ ہٹا دیتے تو اُن کے لیے بارش نازل ہوتی تھی"۔ [۱]

امام حاکم مستدرک میں محمد بن عمر کی روایت سے لکھتے ہیں کہ:

"وَقَبْرُهُ بِأَصْلِ حِصْنِ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ بِأَرْضِ الرُّومِ فِيمَا ذُكِرَ يَتَعَاهَدُونَ قَبْرَهُ وَيَزُورُونَهُ وَيَسْتَسْقُونَ بِهِ إِذَا قَحَطُوا"۔ [۲]

" اور اُن کی قبر رُوم کی سرزمین میں قسطنطنیہ اصل بلند جگہ (مضبوط قلعہ) میں ہے، وہ اُس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور اُس کی زیارت کرتے ہیں، اور جب قحط پڑے تو اُس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں"۔

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ جب اُن کو بارش کی ضرورت ہوتی تو وہ قبر کو ننگا کرتے تو بارش ہونے لگتی۔ امام شعبہ فرماتے تھے کہ مَیں نے حکم سے پُوچھا کہ کیا حضرت ابُوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ "صفین" میں حاضر تھے؟۔ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ جنگِ نہروان میں موجود تھے۔ اور ابن القاسم نے حضرت امام مالک سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رُومی حضرت ابُوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے صحت اور بارش طلب کیا کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں: [۳]

---

[۱] المجالسة و جواهر العلم لأبي بكر الدينوري 2\35،36 (1257)

[۲] المستدرک للحاکم، في مناقبه، 3\518 (5929)

[۳] الإستيعاب لإبن عبد البر 4\1606، وطبقات الكبرى لإبن سعد 3\483، و معرفة الصحابة لإبي نعيم 2\ 187، وتاريخ دمشق لإبن عساكر 16\61، والمعارف لإبن قتيبة 274،275، وبغية الطلب في تاريخ حلب لإبن أبي جرادة 7\3038، والبداية النهاية لإبن كثير 5\59، والمقفي الكبير للمقريزي 3\412، والتحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة للسخاوي 1\314، وتاريخ الإسلام للذهبي 2\552، وغيره۔

نمبر (3)

حضرت اُمِّ حرام بنت ملحان الانصاریہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ حضرت عبادہ کے ساتھ سمندر میں جہاد کے لئے گئیں، اور شام میں فوت ہوئیں، اُن کی قبر قبرص میں ہے۔ اُن کی سواری کا جانور بدکا اور وہ گر کر شہید ہوگئیں، اور اہلِ شام اُن کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں لکھتے ہیں کہ:

"فَمَاتَتْ فَقَبْرُهَا هُنَاكَ يَسْتَسْقُونَ بِهِ وَيَقُولُونَ قَبْرُ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ". [1]

" پس اُن کی وفات ہوگئی، وہاں اُن کی قبر ہے، جس کے وسیلہ سے لوگ بارش مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے"۔

نمبر (4) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "الاصابة في تمييز الصحابة" میں حضرت عبد الرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"ودفن عبد الرحمن فی بلاد الترك فهم يستسقون به إلى الآن"۔ [2]

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري 11\76 وعمدة القاري شرح صحيح البخاري 14\87، وتاريخ دمشق لإبن عساكر 70\217،و معرفة الصحابة لإبي نعيم 5\330، وتهذيب الكمال للمزي 35\340، والبداية والنهاية 7\153، في سنة 28ھ ، والاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والثلاثة الخلفاء لأبي الربيع الكلاعي 2\436، وسمط النجوم العوالي للعصامي 4\109،والروض المعطار في خبر الأقطار للحميري 454 ، والسهارنفوري [الديوبندي] في بذل المجهود في حل سنن أبي داود 9\33۔

[2] الإصابة 4\304 ، وتاريخ الطبري 2\627 ،و المجالسة للدينوري 2\37.36 (1258)

"اورعبد الرحمن بلادِ ترک میں دفن ہیں اوراب تک اُن کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے"۔

یاقوت الحموی نے "معجم البلدان" میں "بلنجر" شہر کے ذکر میں نقل کیا کہ یہ شہر عبدالرحمن بن ربیعہ اوراُن کے بھائی کے ہاتھوں فتح ہوا، یہاں تک کہ عبدالرحمن بن ربیعہ شہید ہوگئے، اورجھنڈا اُن کے بھائی نے اُٹھالیا، وہ لڑتا لڑتا یہاں تک لڑا کہ بلنجر کے نواح میں عبدالرحمن اپنے بھائی کی قبر بنانے میں کامیاب ہوگیا، اورباقی مسلمانوں کے ساتھ جیلان کے راستہ پرلوٹ آیا، توعبدالرحمن بن جمانہ باہلی نے کہا:

وإن لنا قبرين قبر بلنجر
وقبر بصين استان يا لك من قبر
فهذا الذى بالصين عمّت فتوحه
وهذا الذى يسقى به سبل القطر

"ہمارے لیے دوقبریں ہیں، ایک قبربلنجر میں، اورایک قبرچین میں، کیا شان ہے اس قبرکی، پس یہ جوچین میں ہے اُس کی فتوحات عام ہیں، اوریہ جوبلنجر میں ہے، اُس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے"۔

اس سے مُراد یہ ہے کہ ترک میں جب عبدالرحمن بن ربیعہ شہید ہوئے، یا کہا گیا ہے کہ سلمان بن ربیعہ اوراُن کے ساتھی شہید ہوئے، وہ لوگ ہرروز اُن کے مورچوں سے نُور نکلتا دیکھتے تھے۔ پس اُنہوں نے سلمان بن ربیعہ کو پکڑااورتابُوت میں رکھ دیا، تو جب بھی اُن پرقحط پڑتا تووہ اس کے سبب سے بارش طلب کیا کرتے تھے، اور جوچین میں شہید ہوئے، وہ قتیبہ بن مسلم الباھلی ہیں"۔[1]

[1] معجم البلدان 1\305 و 1\490، والبلدان لإبن الفقيه 588، والمعارف لإبن قتيبة 433\1، و تاريخ دمشق لإبن عساكر 1\473،474، ومرآة الزمان في تواريخ الأعيان ==

نمبر (5)

اورحافظ ابنِ کثیر " البداية والنهاية " میں " فصل في ذكر من توفي زمان عثمان ممن لا يعرف وقت وفاته على التعيين " میں لکھتے ہیں کہ:

"سَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ الْبَاهِلِيُّ يُقَالُ لَهُ صُحْبَةٌ... فقتل ببلنجر، فقبرة هُنَاكَ فِي تَابُوتٍ يَسْتَسْقِي بِهِ التُّرْكُ إِذَا قَحَطُوا". [1]

" سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ، کہا گیا ہے کہ اُن کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے، پس وہ بلنجر میں شہید ہوئے، پس اُن کی قبر وہیں تابوت میں ہے، جب تُرک قحط کا شکار ہوتے ہیں، تو اُس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں" ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ساتھ وسیلہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا بارش عطا فرمانا

حضرت امام حافظ ابُوعلی الغسانی فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی ابُو الفتح نصر بن الحسن السکتی اسمر قندی نے جو کہ ہمارے پاس بلنسیہ میں ۴۶۴ھ کو تشریف لائے، اور ہمارے

== لسبط ابن الجوزي 5\459۔

اورشعر کا دُوسرا مصرعہ اس طرح نقل فرمایا:

فهذا الذي بالصين عمت فتوحه وهذا الذي بالترك يسقه به القطر

" اور جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو ترک میں ہے اس سے بارش طلب کی جاتی ہے" ۔

امام طبری جیلان اور جرجان پر چڑھائی کرنے والوں کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"...فَإِنَّهُ خَرَجَ عَلَى جَيْلاَنَ وَجَرْجَانَ وَفِيهِمْ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَخَذَ الْقَوْمُ جَسَدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَجَعَلُوهُ فِي سَفَطٍ، فَبَقِيَ فِي أَيْدِيهِمْ، فَهُمْ يَسْتَسْقُونَ بِهِ إِلَى الْيَوْمِ وَيَسْتَنْصِرُونَ به...". الطبري في تاريخه 2\627، وأبو زكريا في تاريخ الموصل 1\63۔

[1] البدايةوالنهاية 7\122، والطبرى في تاريخه 2\542۔

یہاں سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا ہوا تھا، لوگ کئی مرتبہ نمازِ استسقاء پڑھ چکے تھے، لیکن بارش نہیں برسی تھی۔
پس ایک شخص، جو کہ نیکی میں معروف تھا، قاضی سمرقند کے پاس آیا، اور قاضی سے کہا: میرا ایک مشورہ ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ لوگ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر کی طرف نکلیں، اور آپ کی قبر خرتنک میں ہے، اور وہاں ہم بارش کی دُعا کریں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ہمیں بارش عطا فرمائے گا۔
تو قاضی صاحب نے فرمایا: بہت اچھا خیال ہے تیرا۔
پس قاضی لوگوں سمیت نکلا اور لوگوں کے ساتھ وہاں جا کر دُعا مانگی، اور لوگ قبر کے پاس رو رہے تھے اور صاحبِ قبر (امام بخاری) سے شفاعت مانگ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے مُوسلا دھار بارش بھیجی، جس کی وجہ سے لوگ ہفتہ بھر خرتنک میں رُکے رہے اور کثرتِ بارش اور اُس کی تیزی کی وجہ سے کوئی شخص بھی سمرقند نہ پہنچ سکا، حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔ [1]

نمبر (7) حافظ ذہبی رحمہ اللہ "سیر أعلام النبلاء" میں "محمد بن الحسن بن فورک" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"قَالَ عَبْدُ الغَافِرِ فِي "سِيَاق التَّارِيْخ": الأُسْتَاذُ أَبُو بَكْرٍ قَبْرُهُ بِالحِيْرَة

---

[1] تقييد المهمل وتمييز المشكل في رجال الصحيحين البخاري ومسلم لأبي علي الغساني الجياني، ص 36، بسند صحيح۔ وابن بشكوال في الصلة في تاريخ آئمة الأندلس 603، وذكره أبو بكر بن خلفون في المعلم بشيوخ البخاري ومسلم، ص 26، والذهبي في سير أعلام النبلاء 12\469، وفي تاريخ الإسلام 19\195، والسبكي في طبقات الشافعية الكبرى 2\234۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: "غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں، ص 76 - 77"۔

يُسۡتَسۡقَى بِهِ". [1]

" عبد الغافر بن اسماعیل" سیاق التاریخ" میں کہا کہ اُستاذ ابُو بکر اُن کی قبر حیرہ میں ہے جس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔

نمبر (8) احمد بن محمد مقری تلسمانی " نفح الطیب من غصن الأندلس الرطیب" میں" یحییٰ بن یحییٰ اللیثی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

" وقبره يستسقى به بقرطبة"۔ [2]

" اور اُن کی قبر قرطبہ میں ہے ،اور اُس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔

نمبر (9) اور اسی میں" ابوالعباس بن العریف" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"قلت: لقد زرت قبره المعظم بمراكش سنة عشر وألف، وهو ممن يتبرك به في تلك الديار، ويستسقى به الغيث" [3]

" مَیں کہتا ہوں کہ مَیں نے اُن کی قبرِ معظّم کی زیارت کی ۱۰۱۰ ہجری مراکش میں ،اور وہ اُن میں سے ہے کہ جن سے دیار میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے،اور اُس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔

نمبر (10) " مرآۃ الزمان" کے ذیل میں قطب الدین ابُو الفتح یونینی" ابو القاسم بن منصور بن یحییٰ اسکندرانی " کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"وقبره يزار ويتبرك به وزرته في شهر ذي القعدة سنة ثمان وثمانين وستمائة ودعوت الله تعالى عند قبره بدعوات توسلت به فيه وظهر لي أثر بركة زيارته والتوسل به في إجابة دعائي في بعض ما سألته وأرجو الإجابة في

---

[1] سير أعلام النبلاء 17\215،وتاريخ الإسلام [بشار] 9\109۔

[2] نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب، 9\2۔

[3] نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب، 3\230۔

جملته إن شاء الله تعالى... ". [1]

" اور اُن کی قبر زیارت گاہ ہے، اور اُس کے ساتھ تبرک کیا جاتا ہے، اور مَیں نے اُس کی ذی القعدہ کے مہینہ میں ٦٨٨ھ میں زیارت کی، اور اُس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کیں اس کے ساتھ توسل کرتے ہوئے، اور اِس میں میرے لئے اُس کی برکات ظاہر ہوئیں، اُس کی زیارت اور توسل میں میری دُعا، مَیں نے جو سوال کیے اُن کی قبولیت کے ساتھ، اور مجھے ان تمام کی قبولیت کی اُمید ہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ" ۔

نمبر (11) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ نیسابور" میں لکھتے ہیں کہ:

"وسمعت أبا الحسين عبد الله بن محمد الفقيه يقول: ما وقعت في ورطة قط، ولا عرض لي أمر مهم فقصدت قبر أبي الوليد وتوسلت به الى الله تعالى الا استجاب الله لي". [2]

" اور مَیں نے ابو حسین عبداللہ بن محمد فقیہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کہتے تھے کہ مَیں کبھی بھی کسی مشکل معاملہ میں نہیں پھنسا، اور نہ ہی کوئی اَمر مشکل پیش آیا، تو مَیں نے ابُو ولید کی قبر کا رُخ کیا، اور اُس کے ساتھ اللہ عزّ وجل کی طرف توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو میرے لئے قبول فرمالیا" ۔

نمبر (12) ایسے ہی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں " باب ما ذكر في مقابر بغداد المخصوصة بالعماء والزهاد بالجانب الغربي ---" میں لکھا کہ:

"الْحَسَن بْن إِبْرَاهِيمَ أبا عَلِيّ الخلال، يقول: ما همني أمر فقصدت قبر مُوسَى

---

[1] ذيل مرآة الزمان، 2\316۔

[2] تاريخ نيسابور، في ترجمة :حسان بن محمد بن أحمد 243،وعبد الوهاب في طبقات الشافعية الكبرى 3\228، والسمعاني في الأنساب، في ترجمة: أبو الوليد 1\450۔

بْن جعفر، فتوسلت بہ إلا سھل اللہ تعالی لی..." [1]

" ابُوعلی خلال، حسن بن ابراہیم کہتے ہیں کہ مَیں نے جب کبھی بھی کسی کام کا پختہ ارادہ کیا تو مَیں نے موسیٰ بن جعفر کی قبر کا قصد کیا، پس اُس کے ساتھ توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کام کو میرے لئے آسان کر دیا"۔

اس کو امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن حسین بن محمد استراباذی سے روایت کیا ہے اور وہ صدوق ہے، اور اُس نے احمد بن جعفر بن مالک بن حمدان سے روایت کیا ہے اور وہ بھی صدوق ہے، اور وہ روایت کرتا ہے حسن بن ابراہیم بن توبہ سے اور اُس کا ذکر خطیب نے تاریخ میں کیا ہے مگر کوئی کلمہ جرح یا تعدیل ذکر نہیں کیا، مگر امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں [۱۵ / ۳۹۸] میں اس سے روایت کی ہے اور شعیب الأرنؤوط نے اُس کے بارے میں کہا کہ "اسنادہ جید"۔

اس بارے میں کئی اور باتیں بیان کی جا سکتی ہیں، مگر ہم اختصار کے پیشِ نظر انہی پر اکتفا کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ فعل شرک وحرام تھا، جیسا کہ موجودہ دَور کے خوارج نے اُمّت کو مشرک ثابت کرنے کی کوششوں میں اس بات کو اپنا ہتھیار بنایا ہوا ہے، تو ان محدثین وعلماء کے بارے میں کیا فتوی صادر ہوگا جنہوں نے ان باتوں کو اپنی کتب میں بِلا نکیر نقل کیا، جنہوں نے بیان کیا، جن کے سامنے بیان یا رُونما ہوتا رہا؟۔

یاد رکھیں کہ اگر یہی حکم اس بارے میں ہے کہ ایسا کرنا شرک وحرام اور اس کو رَد نہ کرنا شرک وحرام کے اِرتکاب کو پروان چڑھتے دیکھنا اور تقویت فراہم کرنا ہے تو اُمت کے عظیم سپوت اس فتویٰ کی زد میں آ کر بدعتی ومشرک قرار پائیں گے، جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] تاریخ بغداد 133\1۔

(1) امام ابنِ سعد ابُوعبدا اللہ محمد بن سعد [م 230ھ]

(2) امام ابُوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ [م 235ھ]

(3) امام ابُوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [م 256ھ]

(4) امام ابنِ قتیبہ ابو محمد عبدا اللہ بن مسلم رحمہ اللہ [م 276ھ]

(5) امام ابُوبکر بن احمد بن ابی خیثمہ [م 279ھ]

(6) امام احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری رحمہ اللہ [م 279ھ]

(7) امام ابُوجعفر محمد بن جریر طبری [م 310ھ]

(8) امام ابُوبکر احمد بن مروان بن محمد دینوری [م 333ھ]

(9) امام ابُوزکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی [م 334ھ]

(10) ابُوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ [م 337ھ]

(11) ابوعبدا اللہ احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی ابن فقیہ [م 365ھ]

(12) امام ابوہلال حسن بن عبدا اللہ بن سہل العسکری [م 395ھ]

(13) ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبدا اللہ بن محمد النیشاپوری [م 405ھ]

(14) امام ابونعیم احمد بن عبدا اللہ الاصبہانی [م 430ھ]

(15) امام خلیلی ابویعلیٰ خلیل بن عبدا اللہ بن احمد [م 446ھ]

(16) امام بیہقی ابوبکر احمد بن حسین بن علی [م 458ھ]

(17) ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی [م 463ھ]

(18) امام ابن عبد البر ابوعمر و یوسف بن عبدا اللہ القرطبی النمری [م 463ھ]

(19) امام منصور بن محمد السمعانی [م 489ھ]

(20) ابوعلی الغسانی حسین بن محمد الجیانی [م 498ھ]

(21) امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی [م 510ھ]

(22) ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی [م 562ھ]

(23) ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال [م 578ھ]

(24) جمال الدین، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی [م 597ھ]

(25) حافظ مجدالدین ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الأثیر الجزری [م 606ھ]

(26) حافظ یاقوت بن عبداللہ حموی [م 626ھ]

(27) حافظ ابوالحسن علی بن ابوالکرم محمد بن محمد عزالدین ابن الأثیر الجزری [م 630ھ]

(28) حافظ ابوالربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی [م 634ھ]

(29) ابوبکر محمد بن اسماعیل بن خلفون [م 636ھ]

(30) سبط ابن الجوزی، ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبداللہ [م 654ھ]

(31) حافظ عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ ابن ابی جرادہ [م 660ھ]

(32) حافظ قطب الدین ابوالفتح موسی بن محمد یونینی [م 726ھ]

(33) شہاب الدین النویری احمد بن عبدالوھاب البکری [م 733ھ]

(34) فتح الدین، ابن سیدالناس، ابوالفتح محمد بن محمد بن محمد الیعمری [م 734ھ]

(35) جمال الدین، ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن المزی [م 742ھ]

(36) شمس الدین، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی [م 747ھ]

(37) تاج الدین عبدالوھاب بن تقی الدین السبکی [م 771ھ]

(38) علامہ ابوحفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی [م 775ھ]

(39) شمس الدین، محمد بن یوسف بن علی الکرمانی [م 786ھ]

(40) محمد بن محمد بن عبداللہ العاقولی [م 797ھ]

(41) تقی الدین المقریزی، احمد بن علی الحسینی العبدی [م 845ھ]

(42) ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی [م 852ھ]

(43) بدرالدین، ابو محمد محمود بن احمد بن موسی العینی [م 855ھ]

(44) عبدالرحمن بن عبدالسلام الصفوری [م 894ھ]

(45) ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمنعم الحمیری [م 900ھ]

(46) شمس الدین، ابو الخیر محمد بن عبدالرحمن السخاوی [م 902ھ]

(47) علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی [م 911ھ]

(48) حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی [م بعد 923ھ]

(49) شمس الدین محمد بن احمد خطیب الشربینی [م 977ھ]

(50) شہاب الدین، احمد بن محمد التلمسانی [م 1041ھ]

ان کے علاوہ ایک جماعت کے نام ذکر کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ حوالہ جات سے ظاہر ہے مگر راقم الحروف انہی پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ اختصار طوالت کے مانع ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی معترض یہ کہنے لگے کہ اہلِ رُوم جو حضرت ابُو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارکہ، اور اہل شام جو سیّدہ اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا کی قبر مبارکہ، اور اہلِ تُرک عبدالرحمن بن ربیعہ یا سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما کی قبر مبارکہ کو بارش طلب کرنے کا وسیلہ سمجھتے تھے وہ غیر مسلم ہوں، اہل اسلام ایسا نہ کرتے ہوں، تو عرض یہ ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا یا کسی دوسرے آدمی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارکہ پر آ کر یہ کہنا کہ " اے اللہ عزّوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ سے اپنی اُمت کے لئے بارش طلب کیجئے"۔

پھر سیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس پر انکار نہ کرنا، یہ تو مدینہ منورہ میں خیر القرون کے زمانہ میں واقع ہوا، اگر یہ بات شرک وحرام یا ذریعہ شرک تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کئی سے اس پر انکار مروی ہوتا مگر ہمیں اس بارے میں کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار کا علم نہیں ہے۔

ابُوفتح نصر بن حسن سکتی، جوکہ ایک محدث ہیں، اُنہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر مبارکہ کے متعلق جو بیان کیا وہ بھی اہلِ اسلام کے زمانہ میں ہی واقع ہوا مگر جدید توحید پرستوں کے علاوہ کسی سے انکار ثابت نہیں ہے۔

یُونہی حافظ قطب الدین ابو الفتح موسی بن محمد یونینی جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "المعين في طبقات المحدثين 235" میں ذکر کیا ہے، اور "معجم الشيوخ 623 " میں اُن کی تعریف بیان کی ہے، اسی طرح حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "الدرر الكامنة 4\234 " میں اُن کی تعریف بیان کی ہے، وہ ابُوالقاسم اسکندرانی کی قبر پر جا کر اپنے لئے دُعائیں کرتے اور اُس کے ساتھ توسل کرتے تھے۔

یُونہی ابُوحسین عبداللہ بن محمد فقیہ کا ابُوالولید کی قبر کی طرف مشکلات میں قصد کرنا اور اُس سے توسل کرنا، یونہی ابُوعلی خلال کا موسی بن جعفر کی قبر کی طرف قصد کرنا اور اُس کے توسُّل سے دُعا کرنا، وغیرہ۔

دیوبندی موصوف کی بے حیائی وگستاخی

دیوبندی موصوف نے تفسیر مظہری کے حوالہ سے ایک عبارت رقم کی جس میں ایک روایت نقل کی گئی ہے، موصوف نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم راوی ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھاری دار کمبل سے چہرہ مبارک ڈھانک لیا اور دم گھٹا تو منہ سے ہٹا دیا''۔اس کے بعد لکھا کہ:''(اللہ اکبر ساری دنیا کے مشکل کشا، حاجت روا، مختار کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں: از ناقل)''۔[1]

الجواب: دیوبندی جاہل کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ وصال کے معاملات پر اس طرح طنز کرنا اس کے دیرینہ بغض اور عداوت کو ظاہر کر رہا ہے۔ موصوف جاہل اور گھٹیا سوچ

[1] دفاع، ج1 ،ص 137، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

وفکر کا حامل ہے کہ جس کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ اس نے اپنے گھر کی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں کیا، بس جہالت کی بنا پر جو فہمِ بد میں آتا ہے وہ بکنا اور صفحہ قرطاس پر لے آنا صرف موصوف ہی نہیں بلکہ موصوف کے اکابرین کا بھی یہی طریقہ رہا، جس کی وجہ سے علماءِ اہلِ سنت وجماعت نے دیوبندی مکتبہ فکر کے ایسے جاہل و بے باک لوگوں کی نہ صرف نکیر فرمائی بلکہ ان کا ناطقہ بند کرنے میں اپنی زندگیوں کو صرف کر دیا۔ ان جاہلوں کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ، فضیلت و رفعت، خصائص وفضائل کا یا تو کچھ علم ہی نہیں یا پھر ان کے اندر چھپا وہ بغض وعناد ہے جو اِن کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

بہر کیف یہ لوگ جہالت و بغض وعناد کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالے کبھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ پر انگشت نمائی کرتے ہیں، اور کبھی خُدا کے محبوب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و رفعت پر نکتہ چینی، اور کبھی اُس جامع خصائص و فضائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص وفضائل کا انکار کرنے پر مصر نظر آتے ہیں، اور تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی قلم کسی معاند وجاہل کے ہاتھ میں آیا تو اُس سے ایسے ہی بگاڑ نے جنم لیا۔

کاش! موصوف نے اس طرح کے الفاظ لکھنے سے پہلے کچھ تو شرم وحیا سے کام لیا ہوتا، اپنے مُردہ ضمیر کو جھنجوڑا ہوتا اور ایسے الفاظ لکھنے سے اپنے گستاخ قلم کو روک لیا ہوتا۔

اے اہلِ دیوبند! کیا یہی تمہاری محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟۔

اے اہلِ دیوبند! کیا یہی تمہارا ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟

اے اہلِ دیوبند! کیا تمہارے مدارس میں ایسی تعلیم دینے کو ہی تعلیم اسلام سے بہرہ ور کرنا کہتے ہیں؟

اے عمائدین اہلِ دیوبند! کیا تمہارے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا ثمرہ ونتیجہ یہی ہے؟ افسوس صد افسوس! تم پر اور تمہاری دی جانے والے ایسی تعلیم پر، اور لعنت ہو ایسی گھٹیا سوچ پر۔

اے صاحبِ کتاب! حضورِ اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق ایسے بے ادبی کے الفاظ لکھنے سے پہلے تمہارا گستاخ قلم ٹوٹ کیوں نہ گیا اور یہ لکھنے سے پہلے تمہارا ہاتھ مفلوج کیوں نہیں ہو گیا؟

کاش تمہارے قلم کی سیاہی خشک ہوگئی ہوتی یا اس خبیث سوچ پر آسمان ٹوٹ پڑا ہوتا، کاش وہ نطفہ جس کے سبب تم اس دُنیا میں آئے وہ رحمِ مادر میں ہی سوکھ کر ناسور بن گیا ہوتا یا ایسے ناخلف کو جنم دینے والی اسے جنم دینے سے پہلے ہی دُنیا سے چل بسی ہوتی۔
ایک طرف تو یہ گستاخ اور بدباطن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس طرح کی ہرزہ سرائی کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے اکابرین کی سید احمد بریلوی کے متعلق تحریر ہے کہ:
"اور پیرنے (تیرنے) کی بھی آپ کو ایسی مشق تھی کہ آپ غوطہ مار کر تہہ دریا میں دو رکعت نفل پڑھ لیتے تھے"۔[1]
غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ:
"دم اتنا بڑھا لیا کہ غوطہ لگا کر دریا کی تہہ میں بیٹھ جاتے اور اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کی (کہ) نمازی اس اثناء میں دو رکعت نماز ادا کرلے"۔[2]
سید احمد دہلوی کو تو اپنی سانس روکنے پر اتنا اختیار ہو کہ وہ پانی کے اندر غوطہ مار کر دو رکعت نفل پڑھ لے مگر حضور اکرم ﷺ کے متعلق کہا جائے کہ "(اللہ اکبر ساری دُنیا کے مشکل کشا، حاجت روا، مختارِ کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں: از ناقل)"[3] العیاذ باللہ۔
جب دیوبندی موصوف چہرہ ڈھاپنے اور چہرہ مبارک سے چادر ہٹانے والے اس عمل سے مندرجہ بالا نظریہ کشید کر رہا ہے تو وہ خود بتائے کہ ان کے ہم عقیدہ سید احمد بریلوی کو سانس

---

[1] تاریخ عجیبہ" سوانح احمدی" ص 52 در مطبع فاروقی دھلی، وتحریک سید احمد شہید
[2] تحریک سید احمد شہید ج 1 ص 98، مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئ۔
[3] دفاع، ج 1، ص 137، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

روکنے کا اس قدر اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ پانی کے اندر غوطہ لگا کر دو رکعت نفل ادا کر لے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اکابرین دیوبند کا اس سے بڑھ کر ایک اور شگوفہ بھی موجود ہے کہ:

"جب مولانا کل ضروری سپاہیانہ فنون کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ نے تیرنا سیکھا ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ تین تین دن تک دریا میں پڑے رہتے تھے اس زمانہ میں طلباء کو سبق بھی برابر دیا جاتا تھا وقت معینہ پر جب طلباء جمع ہو جاتے تھے تو کنارہ پر آ کر سبق پڑھا دیا کرتے تھے بعض روایتوں کے بموجب تین برس اور بعض اقوال کے بموجب چار برس کامل مولانا پانی میں رہے اس کثرت سے پانی میں رہنے سے آپ کو جل مانس کا لقب دلوا دیا تھا"۔ [1]

دیوبندیوں نے اسماعیل دہلوی صاحب کے لئے تین یا چار سال مسلسل پانی میں رہنا تسلیم کیا ہے۔ اس عرصہ میں وہ پانی کے اندر کیسے رہتے اور سوتے ہوں گے، اور خُورد نوش کا انتظام کیسے کرتے تھے؟ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب دیوبندی انہیں اس حوالے سے ان اُمُور پر قادر تصور کریں۔ ظاہر ہے وہ بھی اپنے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کی طرح تہہ دریا میں غوطہ مار کر نمازیں ادا کرتے ہوں گے۔

اسماعیل دہلوی کو تو سانس پر اتنا اختیار ہو کہ وہ تین چار برس کامل دریا میں گزار دے، جبکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وہ ایمان سوز فقرات لکھے جائیں کہ جنہیں سن کر ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ دیوبندیوں کی اس منافقانہ روش کو کیا نام دیا جائے؟

باقی رہا ہمارے آپ کے مشکل کشا، حاجت روا اور مختار کل ہونے کے عقیدہ پر اعتراض تو اس کے لئے پہلے تو اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ قطعی عقیدہ ہے یا ظنی؟۔ ان دونوں (یعنی قطعی اور ظنی) کے لئے کیسے دلائل درکار ہیں؟

---

[1] حیات طیبہ ص 45، اسلامی اکادمی، ناشران کتب، اردو بازار، لاہور۔

ان دونوں کے منکر کا حکم عند الخصم کیا ہے؟

کیا اہلِ سنّت وجماعت بریلوی اللہ عزّوجل کی عطا کے بغیر یا اللہ عزّوجل کے مقابلے میں کسی طرح کا علم، قدرت اور اختیار کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزّوجل کی عطا کے بغیر کسی کو بھی ایک ذرہ کا بھی علم، قدرت اور اختیار نہیں تو تمہارے پیش کردہ تمام دلائل اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔

دیوبندی موصوف کا مرجوح روایت سے استدلال

دیوبندی موصوف حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہوجاتا ہے"۔ [۱]

اور پھر اسی حوالہ کو دیوبندی موصوف نے تکرار کے ساتھ صفحہ ۱۳۸ پر بھی نقل کیا ہے ۔

الجواب: دیوبندی موصوف کا حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اِرشاد الطالبین'' کے ترجمہ ''بستان السالکین'' اور ''مالا بدمنہ'' سے یہ حوالہ نقل کرنا، اور پھر اُس سے عدمِ علمِ غیب پر استدلال کرنا درست نہیں، اس لئے کہ یہ مرجُوح قول ہے اور فقہاء نے اس کی تردید کردی ہے، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی متقدم بزرگ مشہور ومعروف فقیہ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"من المضمرات من فتاوی الحجۃ اذا تزوج امراۃ بشھادۃ اللہ ورسولہ لا یصح النکاح بحکم اللہ ورسولہ وحکی عن ابی القاسم قال ھذا کفر محض لانہ یعتقد ان النبی ﷺ یعلم الغیب والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیھم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم الاشیاء فلا یکون کفرا انتھی"۔ [۲]

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 136 ـ 138، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] المتانۃ، ص 389، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

" مضمرات میں فتاوی الحجہ سے منقول ہے کہ جب کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کو گواہ بنا کر شادی کی تو اُس کا نکاح درست نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق، اور ابوالقاسم الصفار سے حکایت کی گئی ہے کہ یہ خالص کفر ہے، اس لئے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق غیب جاننے کا عقیدہ رکھا ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ کفر نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں، اور ان پر اشیاء پیش ہوتی ہیں، پس یہ کفر نہ ہوگا"۔

چونکہ دیوبندی موصوف نے یہ حوالہ بتکرار نقل کیا ہے اِس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے مکرر حوالہ کے رد میں حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا حوالہ بھی اسی مسئلہ پر رقم کردیں۔ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"وقد مر ان الصحیح ان الانبیاء یعلمو ن الغیب لانه یعرض علیهم الاشیاء فلا یکفر فیه وهکذا افاد فی معدن الکنز فی حاشیة السراجیة من الخانیه"۔ [1]

" بے شک یہ گزر چکا کہ مذکورہ شخص کافر نہیں ہوگا کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں اور اُن پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ اسی طرح کا مسئلہ معدن الکنز، فتاوی خانیہ پر سراجیہ کے حاشیہ، میں بھی مرقوم ہے"۔

پس ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کردہ حوالہ غیر معتبر روایات پر مبنی ہے اور صحیح روایات کے مطابق وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکُورہ تصنیف "المتانة فی مرمة الخزانة " کے متعلق غلام مصطفی قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

[1] المتانة، ص 604، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

"اخرج منها المسائل الغیر المعتبرۃ والروایات الواھیۃ واضاف من عندہ المسائل المفتی بھا والروایات القویۃ ولھذا عد کتاب ھٰذا المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ محققا مستندا الیہ عند کبار اعلام الفقہ کما بیان من تصانیف العلامۃ المخدوم محمد ھاشم التتوی السندی والنعمان الثانی المخدوم عبد الواحد السیوستانی صاحب بیاض الواحدی وغیرھما من محققی علماء السند وفقھائھا فانھم یذکرون المسائل فی تصانیفھم ویحیلونھا علی کتاب المتانۃ"۔ [1]

"حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں" خزانۃ الروایات" کے غیر معتبر مسائل اور واہی روایات کو نکال دیا ہے، اور مسائل مفتی بہا کو اپنی طرف سے زائد کیا ہے، اور روایات قویہ کو درج کیا ہے اس لحاظ سے آپ کی یہ کتاب" المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ" محقق اور مستند شمار کی جاتی ہے، کبار فقہاء کے نزدیک جیسا کہ علّامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی اور نعمان ثانی مخدوم عبدالواحد سیوستانی صاحبِ بیاض واحدی (جو کہ سندھ کے محقق علماء وفقہاء میں شمار ہوتے ہیں) کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے، یہ اپنی کتابوں میں مسائل نقل کرتے ہیں اور حوالہ المتانۃ کا ذکر کرتے ہیں"۔

پس دیوبندی عالم غلام مصطفٰی قاسمی کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب" المتانۃ" حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں محقق اور مستند اقوال کو درج کیا ہے اور مفتٰی بہا مسائل اور روایات قویہ کو رقم کیا ہے، اور" خزانۃ الروایات" کے غیر مستند مسائل کو نکال دیا ہے، اس گواہی کے بعد کسی دُوسری گواہی کی حاجت نہیں رہتی کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی درج کردہ روایت غیر صحیح ہے، اور فقہاء کے مفتٰی بہا

---

[1] المتانۃ، ص 45، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

مسائل میں سے نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف کی نفس مسئلہ سے غفلت کو دُور کرنے کے لئے اور اپنے قارئین کی مزید تسلی کے لئے ہم چند مزید حوالے حوالہ قرطاس کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م 1252ھ) اِرشاد فرماتے ہیں:

"قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة: وَفِي الْحُجَّةِ ذَكَرَ فِي الْمُلْتَقَطِ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"- [1]

" یعنی تاتارخانیہ اور الحجہ میں ہے کہ الملتقط میں مذکور ہے کہ مذکورہ شخص کافر نہ ہوگا"۔

علّامہ عالم بن العلاء انصاری اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ (م 786ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لا يجوز ، وعن الشيخ الامام أبي القاسم الصفار أنه قال : يكفر من فعل هذا لأنه اعتقد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عالم الغيب . وفي الحجة : ذكر في الملتقط أنه لا يكفر لأن الأشياء تعرض على روح النبي صلى الله عليه وسلم ،وأن الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدا الا من ارتضى من رسول"۔[2]

علّامہ عبد الرحمن شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ (م 1078ھ) فرماتے ہیں کہ:

"(وَ) شُرِطَ أَيْضًا (حُضُورُ) شَاهِدَيْنِ فَلَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ وَعَنْ قَاسِمِ الصَّفَّارِ وَهُوَ كُفْرٌ مَحْضٌ؛ لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ-عَلَيْهِ السَّلَامُ-يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهَذَا كُفْرٌ. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ إنَّهُ لَا

---

[1] رد المحتار على الدر المختار، ج3ص 27۔

[2] الفتاوى التاتارخانية ،الشهادة فى النكاح ،ج 2ص 610،مجلس دائرة المعارف العثمانية، بحيدر آباد الدكن، الهند۔

يَكْفُرُ لِأَنَّ بَعْضَ الْأَشْيَاءِ يُعْرَضُ عَلَى رُوحِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَيَعْرِفُ بِبَعْضِ الْغَيْبِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا} [الجن: 26]{إِلا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ}[الجن: 27]". [1]

ان کے علاوہ بھی کئی فقہاء کی عبارات موجود ہیں جن میں مرقُوم ہے کہ مذکورہ شخص کافر نہیں ہو گا۔ ان حوالوں سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ محولہ روایت مرجُوح ہے، اور محقق فقہاء نے اس روایت کو رد کر دیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس حوالہ کو پیش کرنا اِس کی قلتِ علمی اور کتبِ فقہ سے غفلت کی دلیل ہے۔ جس روایت کو فقہاء پہلے ہی رد کر چکے اُس کو نقل کرنا چہ معنی دارد۔

علم فقہ سے تھوڑا سا تعلق رکھنے والے افراد بھی بخوبی جانتے ہیں کہ کتبِ فقہ میں غیر مفتٰی بہا مسائل بھی موجود ہیں، اُن مسائل کو نہ تو دلیل بنایا جاتا ہے اور نہ ہی اُن سے استناد کیا جاتا ہے۔ جس طرح دیوبندی موصوف نے غیر معتمد مسئلہ کی بنیاد پر اہلِ سنّت کو نشانہ طعن بنانے کی کوشش کی ہے اس طرح تو خُود وہ بھی محفوظ نہ رہ پائیں گے آخر اِن کا بھی حنفی ہونے کا دعویٰ ہے (اگرچہ یہ محض دھوکہ دہی ہے)

غیر مقلدین کے مقابلہ میں دیوبندی موصوف کے اکابرین کتبِ فقہ سے مفتٰی بہا مسائل پر گفتگو کرنے کی شرط عائد کرتے ہیں، جیسا کہ دیوبندی موصوف کے مناظرِ اعظم امین اوکاڑوی نے اپنی کتاب" تجلیاتِ صفدر" میں بار بار یہ شرط عائد کی ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ بوقتِ مناظرہ مسائل مفتٰی بہا کی شرط پر مصر ہوں اور اہل سنت کے خلاف غیر صحیح روایات بھی حجت ہو جائیں؟ دیوبندیوں کی ایسی فنکارانہ چالا کی کو کیا نام دیا جائے اور اس حادثہ وقت کو کس ظلم اور ستم ظریفی سے موسوم کیا جائے؟

---

[1] مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج 1 ص 320۔

کاش! ہمارے مخالف میں نام نہاد دعویٰ حنفیت کے سبب تھوڑی سی بھی غیرت وحیاء ہوتی۔ کاش ہم کسی اہل علم آدمی سے اختلاف رائے کر رہے ہوتے لیکن دجّالوں کے دجل سے پردہ اُٹھا کرعوامِ اہلِ سنّت کے سامنے حق وحقیقت کو واضح کرنا بھی ضروری تھا۔

اولیاء اللہ کی طرف بطورِ سبب دفع وضرر کی نسبت کرنا

دیوبندی موصوف بحوالہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے، رزق دینے، بلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے، فرمان خداوندی ہے: ''**قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ماشاء اللہ**'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے میں اپنے آپ کے لئے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں"۔[۱]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اس حوالہ پر غور ہی نہیں کیا، اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان کا نقل کردہ یہ حوالہ خُود ان کے خلاف ہے اس لئے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آخر میں خُود وضاحت کر دی ہے کہ:

"اگر نسبت بطریق سببیت بود مضائقہ ندارد"۔[۲]

یعنی" اگر سببیت کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

یعنی اولیاء اللہ کی جانب معدوم کو موجود کرنے، موجود کو معدوم کرنے، رزق دینے، بلا دفع کرنے اور مرض سے شفاء دینے کی نسبت بطور سببیت کے ہو تو جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے بھی اتفاق نہ

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 136، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] ارشاد الطالبین، ص مکتبہ اسحاقیہ، جانا مارکیٹ، کراچی۔

کریں گے، اور نہ ہی خُود دیوبندی موصوف اپنے اس حوالہ کو ہضم کر پائیں گے کیونکہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ کو دفعِ امراض و بلاء اور حصولِ رزق کا سبب شمار کیا ہے۔ اور بطور سببیت اُن کی جانب نسبت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

سبب کی تعریف

علماء نے "سبب" کی تعریف یُوں کی گئی ہے:

" السبب ما یتوصل به الی الشئ "۔

" یعنی جو چیز کسی کام کا ذریعہ ہو اسے سبب کہا جاتا ہے"۔

امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری (م 606ھ) فرماتے ہیں:

"و كل ما يتوصل به إلى الشيء فهو سبيل و سبب".[۱]

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م 671ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"والأسباب: جمع سبب، وهو كل ما يتوصل به إلى الشيء".[۲]

امام علاء الدین عبد العزیز بن احمد بخاری حنفی (م 730ھ) فرماتے ہیں:

"وَالسَّبَبُ مَا يُتَوَصَّلُ بِهِ إلَى الْمَقْصُودِ مِنْ عِلْمٍ أَوْ قُدْرَةٍ أَوْ آلَةٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الأَسْبَابَ}. {أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ} [غافر: 37. 36]"۔[۳]

امام محمد بن مفلح حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م 763ھ) فرماتے ہیں:

"والسبب لغة : ما يتوصل به إلى غيره. فلهذا سمي به الحبل والطريق".[۴]

[۱] الشَّافِي فيْ شَرْح مُسْنَد الشَّافِعِي، ج 3 ص 266۔

[۲] الجامع لأحكام القرآن، تفسير القرطبى، سورة الحج، ج 12 ص 22۔

[۳] كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج 4 ص 169۔

[۴] أصول الفقه، ج 1 ص 251۔

امام ابوعبداللہ بدرالدین الزرکشی رحمۃ اللہ علیہ (م 794ھ) فرماتے ہیں:

"السَّبَبُ مَا يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى غَيْرِهِ".[1]

امام قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ (م 879ھ) فرماتے ہیں:

"(سبب: وهو) لغة ما يتوصل به إلى المقصود".[2]

ان تعریفات کے پیشِ نظر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں اولیاء اللہ کا حصولِ رزق کا سبب ہونا اِس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ اولیاء اللہ دفعِ مضرت، طلبِ منفعت حصولِ رزق کا ذریعہ ہیں، اُن کے واسطہ اور وسیلہ سے امدادِ غیبی حاصل ہوں اور اسی لحاظ سے ان اُمور کی نسبت ان کی جانب کرنا جائز اور درست ہے۔ اب دیو بندی موصوف ہی بتائیں کہ یہ حوالہ ان کے خلاف ہے یا ہمارے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

نکتہ: پانی ازالہ تشنگی کا سبب ہے، آگ جلانے کا سبب ہے، روٹی دفعِ بھوک کا سبب ہے، دوا دفعِ دَرد وکرب کا سبب ہے، ان اسباب میں یہ تاثیرات اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کا اپنے تاثیرات سے تخلف بھی جائز ہے جیسے پانی تشنگی کو دُور نہ کرے، روٹی بھوک کو ختم نہ کرے، آگ نہ جلائے، دوا دفعِ درد نہ ہو، ہم روزمرہ کی گفتگو میں اُن اشیاء کی جانب ان کی تاثیرات کی نسبت کرتے ہیں، اور اُن محاورات وفقرات کو استعمال کرتے ہیں جن میں نفع وضرر کی نسبت مسبوب الیہا اشیاء کی جانب ہوتی ہے، مگر آج تک کسی نے بھی اس کو شرک قرار نہیں دیا۔ اگر دیو بندیت کی ظالم آنکھ سے دیکھا جائے تو ان اُمور میں بھی شرک کا پہلو نکل سکتا ہے، اور تمام امت مسلمہ کفر وشرک کی بھینٹ چڑھ سکتی

---

[1] البحر المحيط في أصول الفقه، ج 7ص 147۔

[2] خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار، ص 175۔

ہے مگر کوئی بھی ان محاورات کے استعمال کی وجہ سے کسی کو مشرک و کافر نہیں کہتا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ ان محاورات وفقرات کو استعمال کرنے والے مومن و مسلمان ہیں ،اور ان کے دلوں میں عقیدہ توحید راسخ ہو چکا ہے، لہٰذا ان کے ان فقرات ومحاورات میں سببیت کا پس منظر پوشیدہ ہے وہ ان اشیاء کو بالذات نافع وضرر رساں نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالی کے تاثیر پیدا کرنے کے باعث ہی ان اشیاء کو نافع ومضر سمجھتے ہیں ،لہٰذا ان کے محاورات وفقرات معنی سببیت پر مبنی ہیں اسی طرح ان عادی اسباب کے علاوہ غیر عادی اسباب بھی ہیں جنہیں عرفِ عام میں کرامت اور خرقِ عادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پس اللہ عزّوجل کے کسی ولی کی کرامت سے بارش برسی اور باعتبارِ کرامت اِس بارش برسنے کی نسبت اُس کی جانب کردی گئی تو بھی جائز ہے ،اسی طرح مصائب کا رفع ہونا اولیاء اللہ کی کرامت کی وجہ سے ہو اور نسبت کرامت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں مشکل کشا کہہ دیا جائے تو بھی جائز و درست، کسی قسم کا کوئی شرک نہیں۔

اسی مسئلہ کو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر عبارت میں بایں طور درج کیا ہے کہ:

''اگر نسبت بطریق سببیت بود مضائقہ ندارد''۔ (ارشاد الطالبین)

اب دیوبندی موصوف ہی غور کریں کہ مذکُورہ بالا حوالہ دیوبندی عقائد،نظریات ومسلمات کے خلاف ہے یا اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف ہے،فیصلہ وہ خود کرلیں۔

پس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اِستمداد از اولیاء اللہ کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ونظریہ

دیوبندی موصوف نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہی نہیں ہے، بلکہ راقم الحروف تو یہ سمجھتا ہے کہ بغیر گہرائی کے بھی مطالعہ نہیں کیا۔ ان

کا مدار و اعتماد حوالہ جاتی رسائل اور سنی سنائی باتوں پر ہے، اگر وہ اپنے فالتو وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ان پر آشکار ہو جائے گا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِستمداد از اولیاء اللہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں کہ:

"ارواح ایشاں در زمین و آسمان و بهشت هر جا که خواهند میروند ودوستاں ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمنان راهلاک مینمایند"۔[1]

" یعنی ارواح اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم زمین و آسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دُنیا و آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں"۔

یہی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"وقد تواتر عن كثير من الأولياء انهم ينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم ويهدون الى الله تعالى من يشاء الله تعالى"۔[2]

" اور سینکڑوں ہزاروں معتبر حکایتیں ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے اور اپنے دُشمنوں کو ہلاک وتباہ کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے اس کو اللہ کی راہ دکھاتے ہیں"۔[3]

ان حوالہ میں صراحت موجود ہے کہ ارواحِ اولیاء اللہ دُنیا و آخرت میں مددگاری فرماتی ہیں، اور اپنے معتقدین کے دُشمنوں کو ہلاک بھی کرتی ہیں، یعنی اولیاء اللہ کو اِستمداد کا تصرف

[1] تذکرۃ الموتی والقبور، ص 41 مطبع مجتبائی دہلی۔

[2] تفسیر المظھری، پارہ 2، ج 1 ص 152، مکتبۃ الرشید، الباکستان۔

[3] تفسیر المظھری، پارہ 2، ج 1 ص 196۔197، دار الاشاعت، زردو بازار، کراچی۔

حاصل ہوتا ہے۔

مزید موصوف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جو ان کے امام اہل سنّت شیخ الحدیث سرفراز خان صاحب کی پسند فرمودہ کتاب میں مرقُوم ہے

" علی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں امام ابُوحنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں۔ ان کی قبر کی زیارت کو حاضر ہوتا ہوں۔ اس کے بعد ان کی قبر کے پاس آ کر اللہ سے سوال کرتا ہوں تو بہت جلد میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ (تذکرۃ النعمان، ص۳۳۲)"۔ [۱]

دیوبندی موصوف کا احمقانہ بُہتان

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" قاضی صاحب ولایت کے متعلق غلط مشرکانہ بریلویانہ عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" بعضے دراولیاء اللہ عصمت خیال می کنند و می دانند کہ اولیاء ہرچہ خواہند ہمان شود و ہرچہ نخواہند معدوم گردد و از قبور اولیاء باین خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللہ و مقربان درگاہ کہ زندہ این صفت نمی یابند از ولایت آنہا منکری شوند و از فیوض آنہا محروم می مانند"۔

ترجمہ: بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں"۔ (بستان العارفین ترجمہ ارشاد السالکین: ص ۱،۲)"۔ [۲]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہ اہلِ سنّت وجماعت پر بہتان لگایا ہے، نہ تو اولیاء اللہ

---

[۱] تسکین الخواطر فی اثبات التوسل بالذوات الفواضل، ص 448، مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک۔

[۲] دفاع، ج1، ص 136۔

رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق اہلِ سنّت و جماعت کا یہ نظریہ ہے اور نہ ہی یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ہمارے بے شمار ثقہ اور مستند علماءِ کرام اپنی اپنی کتب میں اس بارے میں تصریحات کر چکے ہیں، اگر دیوبندی موصوف کو عارضہ چشم یا فقط بغض وعناد کی وجہ سے یہ تصریحات نظر نہیں آتیں تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ دل کی بینائی کے ساتھ ساتھ آنکھوں کی روشنی سے بھی محروم لوگوں نے قلم اُٹھا کر اہل سنت و جماعت پر کیچڑ اُچھالنا شروع کر دیا ہے اس لئے تو دیوبندی موصوف آنکھیں بند کر کے اعتراضات شروع کر دیتے ہیں یا انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ دیوبندی مذہب میں جتنا جھوٹ بولا جائے اُتنی اُس آدمی کو شہرت ملتی ہے، اس لئے موصوف نے اس فارمولے پر عمل شروع کیا ہوا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں جاہل اور غالی متصوفہ کا رد ہے نہ کہ اہل سنّت و جماعت کا۔

ہمارے کسی بھی عالم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ زندہ اولیاءِ کرام رحمہم اللہ سے اگر خوارق یعنی کرامات کا صدور نہ ہو تو وہ مسلوب عن الولایۃ ہے، اور اُس کی ولایت کا انکار کر دیا جائے۔

دیوبندی موصوف کے کسی بھی خانہ میں شرم وحیاء کا کچھ رائی برابر بھی مادہ ہوتا تو پہلے اہلِ سنّت و جماعت کے کسی ثقہ ومستند عالم کی تحریر سے وہ اس نظریہ کا ثبوت فراہم کرتے، اور اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ ہونا ثابت کرتے جس کی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تردید کی ہے، اس کے بعد الزام لگاتے، اس طرح تو کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں کافروں کو جہنم میں داخل کئے جانے کی وعید سنائی گئی ہے وہاں ہر مقام پر دیوبندی بھی مراد ہیں، کیا دیوبندی موصوف اسے ہر دیوبندی کے لئے ماننے کو تیار ہیں؟۔

مگر آنجناب کے شاہ اسماعیل شہید صاحب لکھتے ہیں کہ:

" مقاماتِ ولایت میں سے ایک مقامِ عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے، کہ عصمت کی حقیقت غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو

راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور حق سے رُوگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ یہی حفاظت جب انبیاءؑ سے متعلق ہو تو اُسے عصمت کہتے ہیں اور اگر کسی دُوسرے کامل سے متعلق ہو تو اسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔ حاصل یہ کہ اِس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق ہے ایسا ہی ان کے بعض اکابر متبعین کے متعلق ہوتی ہے"۔ [۱]

اس کے ساتھ ایک دُوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ جعفر تھانیسری صاحب لکھتے ہیں کہ:

" دوسری کتاب آپ کی دینی تصنیفات میں حقیقت امامت ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حقیقت امامت کو بہت شرح اور بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کتاب کی تصنیف سے دراصل سید صاحب کے فضائل اور آپ کی اطاعت کی خوبیوں اور نافرمانی کے بُرے نتائج کا بیان کرنا مقصود تھا۔ اس کتاب کے ہر ہر فقرے میں مشار الیہ سید صاحب ہیں کتاب مذکور میں سید صاحب ہی کی شان میں میں آپ نے لکھا ہے"۔ [۲]

پس معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے نزدیک مقاماتِ ولایت میں سے ایک عظیم مقام عصمت بھی ہے، اور عصمت وحفظ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، اور یہ انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہوتی ہے، اور تھانیسری صاحب کی عبارت کے پیشِ نظر دہلوی صاحب جس کے لئے اُسے ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں وہ اُن کے پیرو مرشد سیّد احمد رائے بریلی ہیں۔

غیرِ انبیاء کو معصوم کہنے کے متعلق امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا زبردست فتویٰ

مسئلہ ۱۲۷: از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ قدرت علی خان ۱۵ شوال ۱۳۳۸ھ

---

[۱] منصب امامت، ص 66، مکی دارالکتب، یوسف مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

[۲] تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی، ص 195۔ 196، درمطبع فاروقی دھلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں دُوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔ اور تیسرا شخص کہتا ہے کہ پنجتن پاک کوئی چیز نہیں ہیں سوائے خلفائے راشدین کے۔

الجواب: پہلے شخص کا قول حق وعقیدہ اہلسنت ہے، اور دُوسرے کا قول صریح گمراہی و رفض وکلمہ کفر ہے، اور تیسرے شخص کا قول بدتر از بول میں بھی ایک کھلا پہلو کفر کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ [1]

پس امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت کے بعد مزید کسی حوالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ہم اپنی صفائی میں کچھ اور لکھیں، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ ونظریہ اہل سنت و جماعت بریلوی کا ہرگز ہرگز نہیں ہے، لہٰذا حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو اہل سنت و جماعت پر چسپاں کرنا دیوبندی موصوف کی جہالت اور حددرجہ بغض وعناد کی واضح وروشن دلیل ہے، پس دیوبندی موصوف کی یہ جاہلانہ ومتعصّبانہ الزامی کارروائی بھی کارآمد ثابت نہیں ہوسکتی۔

قُبُور پر سجدہ اور اُن کا طواف کرنا

دیوبندی موصوف نے بحوالہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ:

"لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرسا۔۔۔۔"۔

ترجمہ: اولیاء اور شہداء کے مزارات پر سجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا، اُن پر مسجدیں قائم کرنا، عید کی طرح مزارات پر عُرس کے نام سے میلے لگانا جس طرح آج کل

[1] فتاوی رضویہ، جدید، ج29 ص 333، جدید، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

جاہل کرتے ہیں، جائز نہیں"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حسبِ عادت یہاں بھی عوام الناس کو مغالطہ ودھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، دیوبندیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مابہاالنزاع مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور اصل مُدعا کی جانب نہیں آتے کیونکہ اہل سنّت وجماعت کے عقائد و نظریات کتب وسنّت اور سبیل المومنین سے ماخُوذ ہیں جن کا رد کرنا آل دیوبند کے بس کی بات نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف کو تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں، اور دُودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے، یہ کیا اہل سنّت کا رد کر سکتے ہیں۔ ان کے اکابرین جنہیں یہ حکیم الامت، قاسم العلوم والخیرات وغیرہ قرار دیتے ہیں وہ اپنی زندگیوں میں ہاتھ پاؤں مارتے آنجہانی ہو گئے مگر اہل سنّت وجماعت کے ایک بھی عقیدہ کو قرآن وسنّت کے خلاف ثابت نہ کر سکے۔ فریقین کے اس نزاع کی سوڈیڑھ سوسالہ تاریخ گواہ ہے، اور دیوبندیوں کی کتابیں بھی گواہ ہیں کہ جب بھی ان لوگوں نے قلم اُٹھایا تو انہیں منہ کی کھانی پڑی، اور جگہ جگہ یہ عاجز ومبہوت نظر آئے، لہٰذا ان لوگوں نے ایک نیا پینترا بدلا کہ مابہاالنزاع مسائل سے فرار اختیار کر کے ان باتوں پر گفتگو کی جائے جس کا عقائد اہل سنّت وجماعت سے دُور کا بھی تعلق نہیں، کچھ ایسی ہی صورتِ حال دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارت کی ہے۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں سب سے پہلے اولیاء وشہداء کے مزارات پر سجدے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے تو اس سلسلے میں ہمارا نظریہ پڑھ اور سن لیں!

امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

" مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 137۔

حضرتِ عزّت عزّ جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت یقیناً اجماعاً شرکِ مہین و کفر مبین، اور سجدۂ تحیت حرام وگناہِ کبیرہ بالیقین، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعتِ فقہاء سے تکفیر منقول، اور عندالتحقیق وہ کفرِ صوری پر محمول۔ کما سیأتی بتوفیق المولیٰ سبحنہ وتعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک و برتر کے توفیق دینے سے عنقریب یہ مسئلہ آئے گا۔ت) ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقًا اکفار، کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ شرح مواقف وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز ومباح، جیسا کہ زید کا اِدعائے باطل نہ شرکِ حقیقی نا مغفور جیسا کہ وہابیہ کا زُعم ِعاطل۔ بلکہ حرام ہے۔ اور کبیرہ وفحشاء"۔ [1]

اس حوالہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پیر ومزار کو سجدہ کرنے کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے، اور اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل ایک رسالہ قلمبند فرمایا، جس کا نام: "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" ہے، تفصیل کے لئے اُس کا مطالعہ کیجئے۔

پس ایسی صُورت میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قبور کو سجدہ کے تعلق سے ہمارے خلاف نہ ٹھہری۔ فقیر نے بھی تقریبا دس سال قبل اپنی تحریر" پانچ بت، ص 231 " میں لکھا تھا کہ:

" کیونکہ قبر کی طرف سجدہ کرنا حرام اور عبادت کی نیت سے شرک"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی محولہ بالا عبارت میں دُوسرا مسئلہ قبور کے اِردگرد طواف کرنے کا ہے، تو اس سلسلے میں دیو بندی پہلے ہمارا نظریہ ملاحظہ کریں

[1] الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ، ص 8 نوری بُک ڈپو، لاہور۔ وفتاوی رضویہ، جدید، ج 22،

امام اہل سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

" مزار کا طواف کہ محض بہ نیّتِ تعظیم کیا جائے نا جائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے، مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے" ۔ [۱]

جبکہ ایک دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

" بِلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طوافِ تعظیمی نا جائز ہے ۔ اور غیرِ خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے۔ خصوصا مزاراتِ طیبہ اولیاءِ کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر تقبیل کیونکر متصور ہے، یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے" ۔ [۲]

البتہ دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب نے مناسبتِ رُوحی کی وجہ سے مزار کے گرد اہل نسبت کو طواف کرنے کی راہ فراہم کی ہے، چنانچہ دیوبندی حکیم الامت صاحب، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت روحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیض کے بلا قصد تعظیم وتقرب کے اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرق مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہل نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے" ۔ [۳]

اپنے انہی حکیم الامت صاحب کا ایک حوالہ مزید موصوف ملاحظہ فرمائیں، جس میں تھانوی صاحب سجدہ تعظیمی کے جواز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

---

[۱] فتاوی رضویہ، جدید، ج 4، ص 528، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

[۲] فتاوی رضویہ، جدید، ج 22، ص 381، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

[۳] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 5، شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی، کشمیری بازار، لاہور۔ وحفظ الایمان، ص 10 دارالکتاب دیوبند یوپی۔

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیہ سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں جمہور فقہاء حرام کہتے ہیں۔ اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیہ مجتہد ہیں اگر (کسی کو ان کا) اجتہاد تسلیم نہ ہو تو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی۔ عرض کیا کہ اگر صوفیہ کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا۔ فرمایا: ہاں، اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہو۔ جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے"۔ [1]

اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف اپنے حکیم الامت پر کون سا فتویٰ لگاتے ہیں اور کون سی گوہر فشانی کرتے ہیں؟۔

عند القبور چراغ روشن کرنا

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی محولہ بالا عبارت میں تیسرا مسئلہ چراغ روشن کرنے کا ہے تو اس سلسلے میں امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

" بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں، کہ یہی علت منع بتاتے ہیں، اور اگر زینتِ قبر مطلوب ہو تو قبر محلِ زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا، بلکہ کچھ زائد، یُوں ہی اگر تعظیمِ قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں رہے مزاراتِ محبوبانِ الٰہ، ان میں اگر زینتِ قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحیہ موجود ہے، نہ تعظیمِ قبر، بلکہ تعظیمِ روح محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اُسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیم رُوحِ ولی

[1] ملفوظات حکیم الامت، ملفوظ 284، جلد 1 ص 199 ۔ 200، ادارہَ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

محض خراف و بدگمانی وحرام بنص قرآنی ہے"۔ [۱]

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ تحریر فرمایا اُسی طرح کا نظریہ حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کرتے ہوئے صاحبِ رُوح البیان تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قال الشيخ عبد الغنى النابلسى فى كشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والأولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز إذا كان القصد بذلك التعظيم فى أعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر و كذا إيقاد القناديل والشمع عند قبور الأولياء والصلحاء من باب التعظيم والإجلال ايضا للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن. ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم جائز ايضا لا ينبغى النهى عنه"۔ [۲]

" حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے" کشف النور عن اصحاب القبور" میں تحریر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک بدعت حسنہ جو شرع کے مقصود بر موافق ہو اسے سنت کہا جاتا ہے، پس اسی طرح قبوں کا علماء، اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر قبے بنانا، عمامے رکھنا ، چادر چڑھانا جائز کام ہیں، جب کہ ان کاموں سے مقصد عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی عظمت کو اُجاگر کرنا مقصود ہو تاکہ وہ مدفون بزرگ کو حقیر نہ جانیں۔ اسی طرح قندیل اور شمع کا اولیاء اور صلحاء کی قبور کے نزدیک روشن کرنا تعظیم اور بزرگی کی خبر دیتا ہے اور اس میں مقصدِ حسن پایا جاتا ہے اور اسی طرح تیل اور شمع جلانے کی منت ماننا اولیاء کے ایصال ثواب کے لئے کہ ان قبور کے نزدیک ان بزرگوں کی (ارواح) تعظیم اور محبت کے پیشِ نظر

---

[۱] فتاوی رضویہ، ج 9 ص 520، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

[۲] روح البیان ج 3 ص 400 ، کشف النور، ص 16۔

ہوتو یہ بھی جائز ہے اوراس سے روکنا نہیں چاہیے"۔
حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ارشادفرماتے ہیں کہ:

"واما نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبۃ فیہ فھو جائز فی الجملۃ"۔ [1]

" یعنی تیل اور چراغ اولیاء کے مزار پر نذر کرنا اور اُن کی قبور کے نزدیک چراغاں کرنا اُن کی محبت اور تعظیم کی خاطر فی الجملہ جائز ہے"۔

قبورِاولیاء پر چراغاں کرنے کے سلسلے میں صاحبِ رُوح البیان علّامہ اسماعیل حقی، علّامہ عبد الغنی نابلسی اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم کے فتاویٰ ایک جیسے ہی ہیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ قبور پر چراغاں کرنے کے سلسلے میں ان علماء اعلام کے نظریات کے خلاف تونہیں ہوسکتا، اگر ایسا ہی ہے تو پھر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے زندہ دلانِ اہلِ سنت پر ہی اعتراض وارد نہ ہوگا بلکہ یہ فتویٰ حضرت عبدالغنی نابلسی اور اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہما کے بھی خلاف ہوگا۔

پس دیوبندی موصوف میں اگر ہمت ہے تو ان کو نام بنام مشرک قرار دے

دیکھتے ہیں کتنی ہمت بازُوئے قاتل میں ہے

قبورِ اولیاء رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک مساجِد تعمیر کرنا

قبورِاولیاء کے نزدیک مساجد کی تعمیر کا جواز بےشمار فقہاء اور محدثین سے مرقوم ہے۔
حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"در شرح شیخ ابن حجر ہیتمی مکی در شرح حدیث"لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجدا "گفتہ است کہ ایں بر تقدیر است کہ نماز گزارد بجانب قبر از جہت تعظیم وے کہ آں حرام

[1] کشف النور، ص 16۔

است بالاتفاق واما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبر یا صالح ونماز گزاردن نزد قبر وے نه بقصد تعظیم قبر از توجه بجانب قبر بلکه به نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت ببرکت قبر ومجاورت بر آں روح پاک راحرج نیست"۔ [1]

"لعن اللّٰہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجدا "والی روایت کی شرح میں شیخ ابنِ حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ اس صورت پر مبنی ہے کہ قبر کی جانب منہ کر کے اُس کی تعظیم کے قصد سے نماز ادا کی جائے، یہ حرام ہے بالاتفاق لیکن پیغمبر یا صالح کے مزار کے قریب مسجد بنانا اور اُس کی قبر کے نزدیک نماز ادا کرنا جو کہ تعظیمِ قبر اور اس کی جانب منہ کرنے سے خالی ہو اور اس صاحب مزار سے حصول مدد کی نیت سے کہ اس کی عبادت کا ثواب اِس بزرگ کی قبر کی برکت اور اس روح پاک کے قرب و جوار کی وجہ سے کامل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

امام قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 685ھ) فرماتے ہیں:

" لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الأنبياء تعظيما لشأنهم ويجعلونها قبلة , ويتوجهون في الصلاة نحوها , فاتخذوها أوثانا لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك ونهاهم عنه , أما من اتخذ مسجدا في جوار صالح , أو صلى في مقبرته , وقصد به الاستظهار بروحه , أو وصول أثر من آثار عبادته إليه , لا التعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج عليه , ألا ترى أن مرقد إسماعيل - عليه السلام - في المسجد الحرام عند الحطيم , ثم إن ذلك المسجد أفضل مكان يتحرى المصلي لصلاته". [2]

---

[1] اشعة اللمعات ج 1 ص 361، باب زيارة القبور، کارخانه محمدی بمبئ

[2] تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة، ج 1 ص 257۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ سے اس بات کو ایک جماعت نے اپنی اپنی کتب میں مختصراً اور مطولاً نقل فرمایا ہے۔علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 923ھ) نقل فرماتے ہیں:

"قال البیضاوی: لما کانت الیھود والنصاری یسجدون لقبور الأنبیاء تعظیمًا لشأنھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلاۃ نحوھا واتخذوھا أوثانًا لعنھم ومنعھم عن مثل ذلك، وأما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظیم له ولا التوجه نحوه فلا یدخل ذلك الوعید". [1]

"حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو ان کی تعظیمِ شان کی وجہ سے سجدہ کیا کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے،اس طرح انہوں نے اُن کو بُت بنالیا تھا،حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے ان پر لعنت فرمائی،اور انہیں(مسلمانوں) کو ایسا کرنے سے منع فرمایا، بہرحال کسی نیک و صالح کے قرب و جوار میں مسجد بنانا اور مقصود اس قرب سے تبرک حاصل کرنا ہونا اور (نماز میں) اس کی تعظیم اور اس کی جانب توجہ کرنا مقصود نہ ہو تو یہ چیز وعیدِ مذکور میں داخل نہیں ہے"۔

اسی بات کو امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل ائمہ وعلماء نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے،امام

شرف الدین حسین بن محمد طیبی (م 743ھ) نے [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے [3]

---

[1] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج 2، ص 437-438، و ج 6 ص 467۔

[2] شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، المسمی "الکاشف عن حقائق السنن 2 ص 279

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 1 ص 525۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م 855ھ) نے [1]
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) نے [2]
علامہ علی بن سلطان، ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) نے [3]
حسین بن محمد اللاعی المغربی (م 1119ھ) نے [4]
علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1122ھ) نے [5]
محمد بن اسماعیل امیر صنعانی (م 1182ھ) نے [6]
امام محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (م 895ھ) فرماتے ہیں کہ:

"فأما من اتخذ مسجدا قرب رجل صالح أو صلى فی مقبرته قصد التبرك بآثار واجابة دعائه هناك فلا حرج فی ذلك، واحتج لذلك بأن قبر اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذلك الموضع أفضل مكان للصلاة فیه". [7]

" یعنی نیک آدمی کے قُرب میں مسجد بنانا یا اُس کے مقبرہ میں نماز ادا کرنا اسکے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے یا قبولیتِ دُعا کی خاطر، پس اِس میں کوئی حرج نہیں ہے، اِس کے جواز پر یہ بات واضح ہے کہ حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر مبارک

---

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج 4 ص 174۔
[2] حاشیة السنن النسائی، کتاب المساجد، والشمائل الشریفة 375۔
[3] مرقاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح، ج 2 ص 389۔
[4] البدر التمام شرح بلوغ المرام، ج 2 ص 392۔
[5] شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک، ج 4 ص 367۔
[6] التنویر شرح الجامع الصغیر، ج 8، ص 638۔
[7] مکمل اکمال الاکمال، ج 2، ص 428، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

مسجد الحرام میں حطیم کے قریب واقع ہے، اور یہ جگہ نماز کے لئے افضل ترین قرار دی گئی ہے"۔

دیوبندی شیخ الحدیث، چلتے پھرتے کتب خانہ، انور شاہ کشمیری دیوبندی (م 1352ھ) نے علّامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے ہیں:

"قال الطيبي: وأما من اتخذ مسجدًا بجوارِ صالحٍ بحيث يَبْقَى قبرُهُ خارجَ المسجد وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظيم له ولا التوجه نحوه فلا بأس به ويُرْجَى فيه النفع أيضًا". [1]

موصوف کے مسلکی مولانا شوکت علی صاحب اپنی اُس کتاب جو کہ دیوبندیوں کے امامِ اہل سنّت سرفراز خان صفدر کی پسند فرمودہ ہے، میں لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح ایک اور حدیث کے ذیل میں تبرک بجوار القبور کے حوالے سے حضرت انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

وقال الطيبی علیہ الرحمۃ واما من اتخذ مسجدا بجوار صالح بحيث يبقى قبره خارج المسجد وقصد اكتبرك بالقرب منه لا التعظيم له ولا التوجه نحوه فلا باس به ويرجى فيه النفع ايضاً۔۔۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲ ٤ ٢)

ترجمہ: طیبی کہتے ہیں کہ جس نے ذات فاضلہ کی قبر کے پاس اس طریقے سے مسجد بنائی کہ قبر مسجد سے خارج ہو، اور (اس مسجد بنانے) کا قصد وارادہ ونیت یہ ہو کہ اس (قبر) کے قریب ہونے کی وجہ سے تبرکات نازل ہوتے رہیں گے اس شرط کے ساتھ کہ اس قبر کی تعظیم (مقصود) نہ ہو اور نہ اس کی طرف (نمازیوں کا) منہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور (صرف یہ نہیں بلکہ) اس میں نفع کی اُمید بھی ہے۔

[1] فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج 2، ص 175۔

طیبی کے قول اور پھر فقیہ العصر حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے تصدیق نقل کرنے سے واضح ہوا کہ ذوات فاضلہ کے قبور سے تبرکات کا حصول ایک مسلّم امر ہے اور اس میں کسی کو اختلاف کی کہاں گنجائش رہ سکتی ہے۔" [۱]

قُبُورِ صالحین کے پاس عُرس منعقد کرنا

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کی گئی عبارت میں آخری مسئلہ انعقادِ عُرس کا ہے، اس سلسلہ میں دیوبندی پہلے ہمارا نظریہ سماعت کر لیں، امامِ اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں:

"اولیاء کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآنِ مجید کی تلاوت یا اورمجالس کرنا، اور اس کا ثواب ارواحِ طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔

جبکہ منکراتِ شرعیہ مثلِ رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے، نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا، یہ سب گناہ وناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مُرتکب ہواُسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ [۲]

بزرگانِ دین کے عرس کے بارے میں ہمارا نظریہ واضح ہے۔ اگر دیوبندی موصوف کے پاس حضرت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دربارۂ عرس کے خلاف کسی بھی مستند سنی عالمِ دین کا فتویٰ ہے تو وہ پیش کریں۔ باقی وہ حوالے جن کا تعلق عقائد ونظریاتِ اہلِ سنّت سے کچھ بھی نہیں انہیں پیش کرنا دیوبندی موصوف کی نری جہالت اور بدفہمی ہے۔ بس ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں۔

بسخن شناس نئیہ دلبرا خطا ایں جا است

---

[۱] تسکین الخواطر فی اثبات التوسل بالذوات الفواضل، ص 416۔ 417، مکتبہ سید احمد شہید، بالمقابل دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

[۲] فتاویٰ رضویہ، جدید، ج9 ص 537۔ 538، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

منکرات پر مبنی عُرس کرنے والوں کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پُوچھا گیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا:

" ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اُس عُرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عُرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پُورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بُلایا اُن کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بُلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے، لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بُلانے والے پر ہوا"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ اگر کسی جائز کام میں جاہل منکرات کو داخل کر دیں تو منکرات کی مذمت کرنی چاہئے نہ کہ جائز کام کی، پس اس لحاظ سے اگر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تعلق منکرات سے ہے تو بسر وچشم، اگر نفسِ عُرس کے متعلق ہے (جس کی حقیقت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے نقل کی گئی ہے) تو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس بارے میں ٹھیک نہیں ہے۔

دیوبندیوں کی مشہور ومعروف کتاب " ارواحِ ثلاثہ " میں مَرقُوم ہے کہ:

" خانہ کعبہ میں مَردوں اور عورتوں کا داخلہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا، جب مولانا اسماعیل صاحب

[1] فتاوی رضویہ جدید، ج 24، ص 114، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

نے یہ حالت دیکھی تو وہ اور ان کے ساتھی ننگی تلواریں لے کر خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مَرد اور مَردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہوں گی تو ہم تلوار سے سر اڑا دیں گے اس پر بہت شور و شغب ہوا مگر مولانا اور ان کے ساتھی اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ بند کروا کر چھوڑا"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کو خانہ کعبہ میں مردوں اور عورتوں کا ساتھ ساتھ داخل ہونا ناگوار گزرا اور انہوں نے اس امر کو اتنا بُرا جانا کہ لوگوں کے سر اُڑانے کے لئے بھی تیار ہو گئے تو کیا اس حوالہ کی بنیاد پر یہ کہہ دینا دُرست ہوگا کہ خانہ کعبہ میں برائے طواف دخول کے وقت منکرات کا وقوع ہوتا ہے لہٰذا طواف ہی جائز نہیں (معاذ اللہ) ایک عظیم عبادت کی ادائیگی کے لئے دخولِ کعبہ کے وقت بھی منکرات کا وقوع ہوتا ہے بحوالہ "ارواح ثلاثہ" اور اس کی وجہ سے نفسِ نیکی کو ممنوع و ناجائز قرار نہیں دیا جاتا، اسی طرح عرسِ اولیاءِ کرام میں اگر بعض نفس پرستوں اور جہال کی طرف سے منکرات کا وقوع ہو تو اس سے عرسِ اولیاء کیوں ممنوع اور ناجائز قرار دیا جائے گا، یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کو سمجھنے سے وہابیہ دیابنہ قاصر ہیں اور اپنی جہالت اور بدفہمی کی وجہ سے جاہلانہ فتوے صادر کرتے ہیں جیسا کہ دیوبندی موصوف نے کیا ہے۔

عُرس کے متعلق مائۃ مسائل کا حوالہ اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:" عرس مقرر کرنے کا ثبوت حضرت رسول خدا ﷺ اور خلفائے راشدین اور آئمہ اربعہ سے کچھ نہیں"۔ (مائۃ مسائل ص۲۹)"۔

الجواب: دیوبندی موصوف نے ازراہِ جہالت حوالہ تو نقل کر دیا لیکن اس بارے میں اپنا کوئی عندیہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ اس حوالہ سے کیا ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کا مقصود اس

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 58، ص 66۔ 67، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ و ص 66۔ 6 مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی

حوالہ سے عُرس کی حُرمت ثابت کرنا ہے تو یہ ان کی بھول ہے اس لئے کہ محض اتنے حوالہ سے عُرس شریف کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی۔

شاہ محمد اسحاق کے نانا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد جواز کا فتوی دیتے ہیں، حوالہ ملاحظہ ہو:

"دوم آنکه بہیئت اجتماعیه مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللّٰه کنند وفاتحه بر شیرینی یا طعام نموده تقسیم درمیان حاضراں نمایند ایں قسم معمول در زمانه پیغمبر خدا وخلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا که دریں قسم قبح نیست بلکه فائده احیاء اموات را حاصل میشود"۔[1]

"اجتماعی طور پر کثیر لوگ (قبور مسلمین پر) جمع ہوں اور قرآنِ کریم ختم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگرچہ یہ قسم رسول خدا ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارک میں موجود نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہوکر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ پڑھ کر دیگر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ یہ طریقہ بُرا نہیں ہے بلکہ زندوں اور مُردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے"۔

قارئین کرام! اس حوالہ کا غور سے مطالعہ کریں، اس میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجتماعِ مردمان، قرآتِ قرآن اور تقسیم شیرینی کی ہیئتِ کذائیہ کے متعلق تصریح فرمائی کہ یہ چیزیں زمانہ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین میں موجود نہ تھیں اس کے باوجود جائز ہیں اور زندہ و مردہ افراد کے لئے نفع کا باعث ہیں"۔

[1] فتاوی عزیزی، ص 38، در مطبع مجتبائی، دہلی۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ " مائۃ مسائل " کے حوالے سے عرس کا نا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اس بنیاد پر جو دیوبندی موصوف نے " مائۃ مسائل " سے نقل کی ہے اگر خود صاحب " مائۃ مسائل " بھی عرس شریف کو غیر مشروع قرار دیں تو یہ ان کی خود اپنے خاندان کے ساتھ مخالفت قرار پائے گی، اور جو پایہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے شاہ محمد اسحاق دہلوی کو حاصل نہیں ہے، پس اس صورت میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہی راجح قرار پائے گا۔

یہاں پر ایک دیوبندی اُصول بھی ملاحظہ فرمائیں:

" اور چونکہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا اس لئے ہم یہاں غیر مقلدین کے اکابرین کے موقف کی تحقیق کرتے ہیں " ۔ [۱]

یُونہی دیوبندیوں کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی صاحب اپنے ایک مکتوب میں مودودی صاحب کے کسی عربی مدرسہ میں تعلیم یافتہ نہ ہونے، فقہ اسلامی کے اصول و فروع میں خدمت نہ ہونے کے سبب، تھانوی صاحب کے مقابل چوتھی پانچویں جماعت کا بچہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" اس بارے میں مودودی صاحب کا قول ان (یعنی تھانوی صاحب) کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے کہ ایک کامیاب بیرسٹر کے سامنے چوتھی پانچویں کلاس کے طالب علم کا قول ہوگا " ۔ [۲]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ " انفاس العارفین " میں فرماتے ہیں کہ:

" طریقہ نقشبندیہ میں عرس کا اہتمام " حضرت خواجہ خوردؒ کبھی کبھار حضرت خواجہ باقی باللہ کا عرس بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بارہا دیکھا

[۱] کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص 161، مکتبہ فارقیہ، کراچی۔

[۲] مکتوبات بسلسلہ جماعت مودودی، ص 100، ملک سنز بک سیلرز، فیصل آباد۔

کہ کوئی شخص ان کے سامنے آ کر کہتا ہے کہ حضرت چاول میرے ذمے ! دوسرا آ کر کہہ رہا ہے حضور ! گوشت میرے ذمے ! ایک اور حاضر ہو کر کہتا ہے کہ فلاں قوال کو میں لا رہا ہوں اور اسی طرح دُوسرے انتظامات بھی ہو جاتے ۔ حضرت خواجہ خورد ؒ اس دوران کوئی تکلف نہیں برتتے تھے" ۔ [۱]

دیوبندی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی کے پردادا کا بھی عرس ہوتا رہا، ملاحظہ فرمائیں [۲]

اذان بر قبر اور" مائۃ مسائل "

دیوبندی موصوف نے ص ۱۳۹ پر" مائۃ مسائل" کے حوالے سے اذان قبر کا مسئلہ بھی لکھا ہے چونکہ " مائۃ مسائل کا مسئلہ چل رہا ہے اس لئے فقیر چاہتا ہے کہ اس حوالہ کو بھی یہاں ہی نمٹا دیں ، پس دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: " شاہ محمد اسحاق ابن شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں: ''میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا مکروہ ہے اس لئے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا'' مائۃ مسائل ص ۶۴" ۔ [۳]

الجواب : اولاً: اس مقام پر بھی دیوبندی موصوف نے اپنی جہالت کو آشکار کیا ہے، وہ یوں کہ دیوبندی موصوف نے حوالہ لکھنے سے قبل شاہ محمد اسحاق دہلوی کو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا قرار دیا ہے، حالانکہ خاندان ولی اللّٰہی کے متعلق تھوڑی سے بھی آگاہی رکھنے والے احباب بھی بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی ، پھر محمد اسحاق دہلوی ان کے بیٹے کہاں سے بن گئے ۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی صاحب حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

---

[۱] مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ" انفاس العارفین" حصہ سوم، ص 162، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، دہلی ۔

[۲] اشرف السوانح ، جدید ایڈیشن ، ج 1 ص 39 ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۔

[۳] دفاع، ج 1 ص 139 ۔

رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نہیں بلکہ اُن کے نواسے تھے۔ جس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں وہ کس طرح تاریخی حقائق کو صحیح بیان کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسی طرح ٹھوکریں ہی کھائے گا جس طرح اُس نے اِس مقام پر ٹھوکر کھائی ہے۔

ثانیاً: دیوبندی موصوف اپنوں سے خُود کو مناظر اسلام کہلوانے والے، موصوف یہ بھول گئے کہ میدان مناظرہ میں مسلماتِ خصم سے استدلال کیا جاتا ہے جبکہ "مائۃ مسائل" اور "اربعین" اہل سنت وجماعت کے نزدیک مسلم ومعتبر نہیں ہیں۔ دیوبندی موصوف کا اِس مناظرانہ اُصول کو بالائے طاق رکھنا بتا رہا ہے کہ وہ ابھی اناڑی ہیں اور اُصول وآدابِ مناظرانہ سے جاہل وبے خبر ہیں

ابھی وہ نادان ہیں کمسن ہیں ہے ضد
کہ ناز کیا ہوتا ہے اور ادا کیا ہوتی ہے

امام اہلِ سنّت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ "مائۃ مسائل" کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"مائۃ مسائل" مولوی اسحاق دہلوی غلط ومردود مسائل، ومخالفاتِ اہل سنّت ومخالفات جمہور سے پُر ہیں"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ سنّت وجماعت کے نزدیک "مائۃ مسائل" نامی کتاب غلط اور مردود مسائل سے پُر ہے جس میں اہلِ سنّت وجماعت کی مخالفت کی گئی ہے، لہٰذا اس کے مندرجات ہمارے لئے قابلِ حجت نہیں ہیں۔

ثالثاً: علمائے اہل سنّت وجماعت نے "مائۃ مسائل" اور "اربعین" کے مندرجات سے اظہارِ بیزاری فرمائی ہے اور بروقت کارروائی کرتے ہوئے اِن کے رَد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چنانچہ "اربعین" کے رَد میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ شیخ المشائخ شاہ

---

[1] امورعشرین درامتیاز عقائد سنین، ص 3، وشرح امورعشرین، ص 47، جمعیت اشاعت اہل سنت، پاکستان۔

احمد سعید فاروقی نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین" تحریر فرمائی اور یہ خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان سے شائع ہوئی۔

آپ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ [۱]

دیو بندیوں کے مشہور و معروف گنگوہی صاحب یعنی رشید احمد، آپ کا شاگرد ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید اور خلیفہ ہیں، آپ نے "مائۃ مسائل" کا بھی رد لکھا ہے"۔ [۲]

حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کا "مائۃ مسائل" اور "اربعین" کا رد لکھنا، اور ان کے مندرجات کو غلط قرار دینا ثابت کر رہا ہے کہ مذکورہ کتابیں اہلِ سنّت و جماعت کے نزدیک ناقابل اعتبار اور غیر مستند ہیں۔

رابعاً: حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید اور خلیفہ حضرت مفتی رضا علی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "مائۃ مسائل" اور "اربعین" کے مندرجات سے بیزاری ظاہر کی ہے، چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"احوال مولوی اسحاق دہلوی مشہور بالمہاجر یہ ہے کہ اُن کی "مائۃ مسائل" و "مسائل اربعین" جو تالیف ہوئی ہے اس میں اول تو آپس میں جا بجا تخالف ہے اور اکثر مسائل اُن دونوں کے خلاف عقائد اہل سنّت و جماعت ہیں چنانچہ رد "مسائل اربعین" میرے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعید بن ابوسعید المجددی النقشبندی المظہری نے لکھا ہے وہ میرے پاس موجود ہے، نام اس کا "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین" ہے مدینہ شریف میں مَیں نے اس کو پایا ہے، حضرت صاحب موصوف سے مجھ کو ملی ہے اور رد "مائۃ مسائل" بہت

---

[۱] ملاحظہ فرمائیں: انوارِ خواجہ شاہ احمد سعید دہلوی ص 71-74، خانقاہ سلطانیہ، جہلم۔

[۲] نزہۃ الخواطر، ج 7، ص 907۔

لوگوں نے لکھی ہے، چنانچہ ایک ردشاہجہان آباد میں ہوئی ہے اور مطبوع بھی ہوئی ہے، اور ایک کتاب مسمی بہ "تصحیح المسائل رد مائۃ مسائل" میں چھپی ہے، اور مولوی مخصوص اللہ صاحب پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ انہوں نے بھی رد ان کے مسائل وعقائد کی لکھی ہے،اور" رد تقویۃ الایمان" مولوی اسماعیل دہلوی بھی لکھی ہے اور نام اُس کا" معید الایمان" رکھا ہے، مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب کی دہلی میں ملاقات ہوئی، مَیں نے پوچھا کہ در باب مولوی اسماعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ اُس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا، نہیں مانا، اور جتنا ہندوستان میں فتنہ پھیلا ہے اُسی کی ذات سے پھیلا ہے ،انتھی۔

اور کتاب" تحقیق الحقیقت" کہ اس کا نام تاریخی ہے احوال میں مولوی اسماعیل اور مولوی اسحاق دہلوی کی تالیف ہوئی ہے اور مطبوع مطبع محبوبی ہے، اُس کے صفحہ (13) میں یہ لکھا ہے، مولوی مخصوص اللہ نے کہ اس کا رسالہ" تقویۃ الایمان" عمل نامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والے فتنہ کا ہے اور مفسد اور غاوی اور مغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ دو شخص مولوی اسماعیل اور مولوی اسحاق ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کے امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں کا اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا، اللہ تعالیٰ کے بے پروائی سے چھن گیا تھا، مانند قول مشہور۔

گر حفظ مِراتب نہ کنی زندیقی

ایسے ہی زندیق ہوگئے ،انتھی۔ اور اسی" تحقیق الحقیقت" کے صفحہ (13) میں لکھا ہے، کلام مولوی مخصوص اللہ کا کہ بڑے عم بزرگوار میرے اعنی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، وہ نابینائی سے معذور ہوگئے تھے،اس کو یعنی" تقویۃ الایمان" کو سنا فرمایا کہ اگر مَیں بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو" تحفہ اثنا عشریہ" کا سا اس کا بھی رد لکھتا، انتھی۔ اور بھی" مائۃ مسائل " اور" مسائل اربعین" میں بہت سی باتیں خلاف عقائد اہل سنّت کے لکھے ہیں اور اکثر علماء

کے دستخط اور مہر اوپر اغلاط اور تحریفات "مسائل اربعین" کے ہوئی ہیں۔صفحہ (23) "تحقیق الحقیقت" میں اسامی اُن علماء کے موجود ہیں، اعنی مفتی صدر الدین صاحب و مولوی مخصوص اللہ صاحب و مولوی حضرت احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی و حکیم امام الدین خان صاحب و مولوی سید محمد صاحب مدرس اول و مولوی دیدار بخش صاحب و مولوی کریم اللہ صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب و قاضی محمد علی صاحب و مولوی احمد الدین صاحب و مولوی فرید الدین صاحب و مولوی محمد عمر صاحب و مولوی عبد الرحمن صاحب وغیرہم اور در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے حضرت پیرو مرشد، میرے حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے بھی رَدتقویۃ الایمان لکھی ہے، اور مولوی صدر الدین صاحب نے بھی لکھا ہے،" منتھی المقال" اور علماء بریلی نے بھی لکھا ہے اور رد" تقویۃ الایمان" کا مسمی بہ" تصحیح الایمان" اور علماء رامپور نے متعدد رد" تقویۃ الایمان" لکھی ہے اور علماء لکھنؤ وحیدر آباد و مدارس نے بھی رَدلکھی ہے، چنانچہ صفحہ (11) "تحقیق الحقیقت" میں مذکور ہے اور مولوی سلطان کٹکی نے رد " تقویۃ الایمان لکھی نام اس کا" تنبیہ الغرور" اور حاجی مولوی سید حکیم فخر الدین الہ آبادی نے بھی بالفعل چند عرصہ ہوا کہ رد" تقویۃ الایمان" مسمی بہ" ازالۃ الشکوک" لکھا ہے، اور مولوی فضل حق خیر آبادی نے مولوی اسماعیل کو کافر لکھا ہے، اور لکھا ہے کہ جواُن کو کافر نہ جانے وہ کافر ہےاس واسطے کہ یہ شخص بڑا بے ادب ہے درباب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" تقویۃ الایمان" میں لکھا جو کچھ لکھا، انتہی۔

اور مولوی مملوک علی صاحب نانوتوی نے رد" تقویۃ الایمان" لکھا ہے اور نام اُس کا "تفویۃ الایمان" ساتھ فا کے، یعنی فوت کرنے والا ایمان کا لکھا ہے، اس واسطے کہ وقت تالیف کے مؤلف" تقویۃ الایمان" کی قلم سے مسودہ میں "تفویۃ الایمان" ساتھ فا کے لکھی گئی وھذا النقل مشہور ومرقوم فی الرسائل وحضرت پیرومرشد صاحب سے میں نے درباب مولوی اسماعیل دہلوی کے پوچھا مدینہ شریف میں، فرمایا: کہ اُن کو میں نے اور تمام علمائے

دہلی نے جامع مسجد دہلی میں قائل کیا انہوں نے اقرار کیا کہ "تقویۃ الایمان" میں اصلاح دے دونگا، اور مقامِ ٹونک میں حضرت فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیرومرشد کہا کرتے تھے کہ جس قدر بے دینی اور بداعتقادی اور فساد دین محمد ہندوستان میں ہوا مولوی اسماعیل کی ذات سے ہوا۔ اور علمائے حرمین نے اُن کے کفر پر اور عبدالوہاب نجدی کے کفر پر فتوے لکھے ہیں جو اکثر مطبوع ہو گئے ہیں۔ تھوڑے سے" تحفہ محمدیہ شرح ردفرقہ مرتدیہ" میں مطبوع بنگلور اور بمبئی میں، آخر میں مندرج ہیں، اور بہت عقائد اُن کے باطلہ لکھے ہیں، اور لکھا ہے اُس میں اور کتب میں کہ عقائد مولوی اسماعیل دہلوی برابر" کتاب التوحید" نجدی کے ہے اور" تقویۃ الایمان" ان کے لائق النعل بالفعل" کتاب التوحید" نجدی ہے، اور فقیر کا تب حروف کا تجربہ ہے کہ جہاں" تقویۃ الایمان" کا چرچا پھیلا بس جُوتی پیزار چلی، خدا جانے کس وقت منحوس میں تالیف ہوئی ہے اور نشانِ وہابیہ کا اعتقاد" تقویۃ الایمان اور" صراط مستقیم" اور" تنویر العینین" مولوی اسماعیل دہلوی اور" مسائل اربعین" اور" مائۃ مسائل" مولوی اسحاق دہلوی ہے۔ اُس کے سیَر سے کارستانیاں اُن کی معلوم ہوتی ہیں۔ " تحقیق الحقیقت" وغیرہ میں بہت احوال ان دونوں صاحبوں کے مندرج ہیں"۔ [1]

خامساً: حضرت شاہ فضل رسول بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بروقت کارروائی کرتے ہوئے" مائۃ مسائل" کا رد" تصحیح المسائل" کے نام سے لکھا، جس میں آپ نے دلائل وبراہین سے" مائۃ مسائل" کے مندرجات کو عقائد ونظریات اہل سنت کے خلاف ثابت کیا، آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب" سیف الجبار" میں" مائۃ مسائل" اور" اربعین" میں تخالف اور تعارض کو ثابت کیا ہے اور ان کتب کے مندرجات کی کمزوریوں کو طشتِ اَز بام کیا ہے، چنانچہ آپ ایک مقام پر اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

[1] سیف الجبار، ص 209، 210، 211، مکتبہ رضویہ، مکان نمبر 111، محلہ اچنت گڑھ، انجن شیڈ، لاہور

" تیسویں سوال کے جواب میں نقل کی عبارت مرقاۃ کی (یعنی صاحب مائۃ مسائل نے ایک سوال کے جواب میں مرقات کی عبارت نقل کی، از راقم الحروف)"انما حرام اتخاذ المساجد علیها لان فی الصلوٰۃ فیها استنان بسنۃ الیهود ویدل علیه قوله ﷺ لعن الله الیهود والنصاریٰ الذین اتخذوا قبور انبیاءهم وصالحیهم مساجد۔ انتهٰی۔اور اصل عبارت مرقاۃ میں یُوں ہے:

" قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: إِنَّمَا حُرِّمَ اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا ; لِأَنَّ فِي الصَّلَاةِ فِيهَا اسْتِنَانًا بِسُنَّةِ الْيَهُودِ انتهی۔ وَقَيْدُ " عَلَيْهَا " يُفِيدُ أَنَّ اتِّخَاذَ الْمَسَاجِدِ بِجَنْبِهَا لَا بَأْسَ بِهِ ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ "لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ" انتهٰی۔لکھ دیا"۔ [1]

پس ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ" مائۃ مسائل" غیر معتبر اور غیر مستند ہے، اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف،اس سے استدلال کرنا دُرست نہیں ہے، اور نہ ہی یہ کتاب اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف حجت بن سکتی ہے۔اس کے علاوہ اس کتاب کے متعلق ایک اور رائے بھی موجود ہے،ملاحظہ فرمائیں :

عبدالغنی مجددی صاحب کے شاگرد محمد محسن ترہٹی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وینسب الیه بعض کتب وقعت فیه اوهام یتعالی عن مثلها بشانه"۔ [2]

" یعنی شاہ محمد اسحاق دہلوی کی جانب بعض کتابیں منسوب ہیں جن میں ایسے اوہام پائے

---

[1] سیف الجبار ص 195 مکتبہ رضائے حبیب مریدکے، ضلع شیخوپورہ، وص 234۔ 235،تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۔

[2] الیانع الجنی من أسانید الشیخ عبدالغنی، ص 146، أروقه للدراسات والنشر ، عمان، الأردن، لطبعة الأولی 1437ھ

جاتے ہیں جو کہ شاہ محمد اسحاق کی شان سے بہت بعید ہیں"۔

اور پھر اس کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ:

"کتاب "الاربعین" و"المئة" کلاھما ینسب الیه وقع فیه اشیاءُ من قبیل الخطأ فی النقل وغیرہ اخبرنا بعض المشائخ انه کان فی اصحابه رجال سوء وکان ھو یحسن الظن بھم فاذا رفعت الیه مسألة رفعھا الی من حضر منھم فربما کانوا یدسون فی جوابھا بعض ما یوافق اھوائھم ثم جمعت تلك المسائل واشتھرت نسبتھا الیه وفیھا امور تعقبھا فضل الرسول الأموی البداؤنی"۔[1]

"یعنی کتاب" الاربعین" اور" مائۃ مسائل" یہ دونوں کتابیں شاہ اسحاق دہلوی کی جانب منسوب کی جاتی ہیں، ان میں کافی غلط چیزیں واقع ہوئیں ہیں جیسا کہ نقل میں خطا وغیرہ، ہمیں بعض اساتذہ نے خبر دی کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کے اصحاب میں بعض بُرے آدمی بھی موجود تھے اور آپ اُن کے بارے میں حسنِ ظن رکھا کرتے تھے، پس جب کوئی مسئلہ آپ کے پاس فتویٰ کے لئے آتا آپ اپنے پاس موجود لوگوں میں سے ان کے حوالے کر دیتے تھے، پس اکثر اوقات وہ ان کے جواب میں ایسی چیزیں شامل کر دیتے تھے جو کہ ان کی خواہش کے مطابق ہوتیں تھیں، پس مسائل جمع کئے گئے اور اس طرح ان کی نسبت شاہ محمد اسحاق دہلوی کی جانب منسوب کر دی گئی اور ان کتابوں میں کچھ ایسے اُمور موجود ہیں جن کا حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تعاقب فرمایا ہے۔

نوٹ: مذکورہ کتاب دکتور ولی الدین تقی الدین ندوی کی تحقیق سے مطبع "اروقۃ" سے شائع ہوئی ہے۔

[1] الیانع الجنی من أسانید الشیخ عبد الغنی، ص 146، أروقه للدراسات والنشر، عمان،

اِدھر اُدھر کی بات نہ کر، یہ بتا قافلہ کیسے لٹا
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

چونکہ اس حوالہ میں بُرے لوگوں کا تذکرہ آ گیا ہے (کہ وہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کی صحبت میں بیٹھ کر اپنی ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور اپنی باطل آراء کو شاہ محمد اسحاق کی جانب منسوب کر دیتے تھے) تو لگے ہاتھوں ان مکروہ چہروں کو بھی عیاں کرتے چلیں جنہوں نے اس فریب کاری کا مظاہرہ کیا اور کھوٹے سکوں کو مارکیٹ میں چلانے کی کوشش کی۔

دیوبندیوں کی ہی مشہور و معروف کتاب ''ارواحِ ثلاثہ'' میں مرقوم ہے کہ:

" خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب " اربعین " و" مائۃ مسائل " کی تصنیف کی وجہ یہ تھی کہ خان زمانہ خان دتاوَلی بھیکم پور کے رئیس تھے، انھوں نے شاہ اسحاق صاحب سے سوالات کئے تھے۔ ان کے جوابات میں تو شاہ صاحب نے " اربعین " لکھی ہے اور کچھ سوالات دہلی کے شہزادوں اور بادشاہ دہلی اور حاجی قاسم و مولوی کریم اللہ وغیرہ مخالفین نے آپس میں مشورہ کر کے اور سوالات ترتیب دے کر کئے تھے۔ اور یہ قید بھی لگا دی تھی کہ ان کے جوابات صرف فلاں فلاں علماء کی تصریحات سے ہونے چاہیں۔ ان کا جواب شاہ صاحب نے مولوی محمود الحسن صاحب کاندھلوی کے سپرد کر دیا، اور انہوں نے شاہ صاحب کی طرف سے ان کا جواب لکھا۔ اس کتاب کا نام " مائۃ مسائل " ہے، اور " اربعین " اور " مائۃ مسائل " کے بعض بعض مسائل میں جو آپس میں کسی قدر اختلاف ہے مثلاً ایک مسئلہ کے متعلق " اربعین " میں فتویٰ حرمت ہے، تو " مائۃ مسائل " میں مکروہ او نحوذ لک۔ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ " اربعین " کے جوابات میں شاہ صاحب آزاد تھے اس لئے انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق جوابات دیئے ہیں، اور " مائۃ مسائل " کے جوابات میں اصل مجیب یعنی مولوی نور الحسن صاحب اور شاہ صاحب جن کی طرف سے وہ جوابات ہیں دونوں پابند تھے۔ اس لئے جس قدر تصریح ان علماء کے کلام میں ملی جن کی تصریح سے جواب کی درخواست کی گئی تھی۔ اس

قدر لکھ دی گئی یہ منشاء ہے اختلاف کا۔ اس قصہ کو میں نے میاں جی محمدی صاحب، حکیم خادم علی صاحب، شیخ فیاض علی صاحب، مولوی حسین احمد صاحب خورجوی اور دیگر حضرات سے سنا ہے"۔ [1]

دیوبندیوں کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ وہ مکروہ چہرے جو شاہ محمد اسحاق کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اور آپ حسنِ ظن کی بنا پر مسائل ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے وہ نور الحسن کاندھلوی یا محمود الحسن کاندھلوی تھے، انہوں نے ہی "مائۃ مسائل" لکھ کر شاہ اسحاق کے نام سے منسوب کر دی۔ اس کے متعلق دیوبندیوں کے گھر کی ہی ایک اور گواہی ملاحظہ فرمائیں احتشام الحسن کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا نور الحسن صاحب نے "ہدایہ اولین" پر حاشیہ تحریر فرمایا اور "دیوان متنبی" پر مختصر اور نہایت جامع حاشیہ تحریر فرمایا۔ مشہور کتاب "مائۃ مسائل" جو شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی طرف منسوب ہے دراصل مولانا ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ بعض پرانے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے اور امیر شاہ صاحب نے اپنی کتاب "امیر الروایات" میں اس کی تصریح کی ہے"۔ [2]

مسئلہ بِدعت اور امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ

دیوبندی موصوف نے بحوالہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقض و نفی کو مستلزم ہے پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور

---

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 101، ص 94۔ 95، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ وص 96۔ 97 مکتبہ عمر فاروق کراچی۔

[2] تذکرۂ اسلاف، حالات مشائخ کاندھلہ، ص 145 دار الاشاعت کاندھلہ، مظفر نگر یوپی۔

بالعکس۔پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ رفع سنت کو مستلزم ہے"۔[1]

الجواب:

آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تم تیر آزماؤ ہم جگر آزمائیں

دیوبندی موصوف نے یہ حوالہ نقل کرنے کے بعد بِلاتبصرہ ہی اِس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے اُوپر بھی" بدعت حسنہ" کے علاوہ کچھ نہیں لکھا تاکہ معلوم ہو کہ وہ اس سے ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں اگر ان کا مقصود اس حوالہ سے یہ ہے کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعتِ حسنہ کا وجود نہیں (یعنی لفظی مناقشے کے علاوہ) وہ امور جن کو علماءِ اہلِ سنّت بدعت ِحسنہ قرار دیتے ہیں انہیں معاذ اللہ امام ربانی حرام و ناجائز سمجھتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی اور قلت مطالعہ کی بھی دلیل ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ علماءِ معتبرین و متقدمین نے اور سلف صالحین نے بدعتِ حسنہ کے جواز کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔پس یہ حوالہ برصغیر میں رہنے والے سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان علماءِ ملت اور صلحاءِ امت کے بھی خلاف ہوگا جنہوں نے اس تقسیم کو روا رکھا ہے اور اس بنیاد پر کچھ مسائل کے جواز اور استحسان کا فتوی بھی فراہم کیا ہے ایسی صورت میں دیوبندی موصوف کو ان علماءِ معتبرین و متقدمین کو بھی کوسنا پڑے گا اور ان کے خلاف بھی محاذ آرائی کرنی ہوگی، مگر ہم جانتے ہیں کہ دیوبندی موصوف ایسی جرأت نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی ایسا کرنے کی ان میں ہمت ہے، ہمارے خلاف تو ان کی محاذ آرائی اس لئے ہے کہ ہمارے بزرگ علماء نے ان کی دکانداری بند کردی تھی اور ان کے پھیکے پکوانوں (جو کہ دیسی کوے کے بنائے گئے تھے) کا راز طشت از بام کردیا تھا پس

---

[1] دفاع، ج1، ص139۔

اسی جذبہ انتقام کے تحت دیو بندی انتقامی کاروائی کرتے رہتے ہیں اور ردیو بندی موصوف کی یہ گھناؤنی کوشش بھی اسی کی ایک کڑی ہے،

نہاں کہ ماند آں رازے کزو سازبند محفل ہا

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ خود دیوبندی موصوف کے بھی خلاف ہے، آنجناب نے چونکہ مکتوبات شریف کا مطالعہ نہیں فرمایا اس لئے وہ اس حوالے میں کافی مگن لگتے ہیں ،مگر جن لوگوں کا کل سرمایہ حوالہ جاتی کتب ورسائل کے بِلا تحقیق حوالے ہوتے ہیں وہ دیو بندی موصوف کی طرح بار بار رسوا اور شرمندہ ہوتے ہیں(اگر شرم وحیاء کا مادہ پایا جائے)، مگر ایسے لوگوں کو اہلِ سنّت و جماعت سے دُور ہی رہنا چاہیے اسی میں اِن کی عافیت ہے۔

الغرض مکتوبات شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:" یہ فقیران بدعتوں میں سے کسی بِدعت کے اندر حسن ونورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا"۔ [1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی، ج 1 ص 370 ۔اسی مقام پر مترجم" مکتوبات شریف" کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:
علامہ محمد مراد مکی محشّی مکتوبات شریف اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:
"ولا یخالف قوله فی ذالک قول العلماء الاسلاف رحمهم الله حيث قسموا البدع على حسنة وسيئة وارادو بالحسنة ما يكون له اصل فی الصدر الاول ولو اشآرة كبناء المنائر والمدارس والرباطات وتدوين الكتب وترتيب الدلائل ونحو ذلک والسيئة ما ليس له اصل فيه اصلا فلامام قدس سره لا يطلق اسم البدعة على القسم الاول لوجود اصله فی الصدر الاول فلا يكون مبتدعا ومحدثا بل نحصيه مالقسم الثانی فقط لكونه مبتدعا ومحدثا حقيقة ولقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل بدعة ضلالة فالنزاع بينهما لفظى اعنی فی اطلاق اسم البدعة على القسم الاول وعدم اطلاقه ۔=

(ترجمہ) اوراس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں کی ہیں حسنہ اور سیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو اگر چہ اشارۃً ہی ہو، جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر، اور کتابوں کی تدوین اور دلائل ترتیب (ترتیب) اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل موجود نہ ہو، توامام ربانی قدس سرہ قسم اوّل پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ اس کی اصل صدر اوّل میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ درحقیقت بدعت اور محدث ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے تو علمائے اسلاف اور حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے درمیان نزاع لفظی سے ہے کہ قسم اوّل پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔

(2) حضرت شیخ محمد مظہر دہلوی قدس سرہ "مقامات سعیدیہ" میں فرماتے ہیں:

"البدعة الحسنة عند الامام ربانی قدس سره داخلة فی السنت ولا یطلق علیها اسم البدعة بموجب کل بدعة ضلالة والنزاع لفظی بینه وبین العلماء القائلین بوجود الحسن فی البدعة"۔

(ترجمہ) بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ موجب حدیث کل بدعة ضلالة اس پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے، تو اس بارے میں آپ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں نزاع لفظی ہے۔

نمبر(3) **"فکل بدعة لم تخالف السنة وهی البدعة الحسنة عند العلماء داخلة عند الامام الربانی قدس سره فی السنة"۔**

(ترجمہ) تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے اور امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔

....

نمبر(4) شاہ عبد الغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ :"انجاح الحاجۃ حاشہ ابن ماجہ" میں حدیث"من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ الخ" کے تحت فرماتے ہیں :

"أی مَا لَيسَ من وسائله فَإِن الْوَسِيلَة دَاخِلَة فِيهِ وَلِهَذَا قَالَ الشَّيْخ المجدد رضی الله عَنهُ ان الْعُلُوم الَّتِي [هِيَ] وَسَائِل لأمر الدّين كالصرف والنحو دَاخله فِي السّنة وَلَا يُطلق عَلَيْهَا اسم الْبِدْعَة عِنْده رَضِي الله عَنهُ لَيْسَ فِيهَا حسن الْبَتَّةَ"۔

(ترجمہ) یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے، اسی لئے شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جسے(جیسے)صرف ونحو سنت میں داخل ہیں اور آپ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ امام ربانی کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن اورخوبی نہیں۔

نیز معمولات اہل سنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے پیرومرشد کی مجلس عرس شریف میں شریک ہوتے تھے ۔حضرت اقدس (حضرات القدس) جلد دوم صفحہ ۲۹ پر ہے آپ بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہ دہلی تشریف لائے ۔آپ نے خود اپنے مکتوبات شریف دفتر اوّل جلد دوم صفحہ ۳ ۲۳ میں فرمایا ہے:

"در ایام عرس حضرت خواجه جیو قدس سره بحضرت دہلی رسیده بخاطر داشت که در ملازمت علیه نیز برسد دریں اثنا خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نموده"۔

حضرت خواجہ جیو قدس سرہ کے عرس مبارک کے ایام میں فقیر دہلی آیا ۔ارادہ تھا کہ حضرت(شیخ فرید) کی خدمت عالی میں بھی حاضر ہوآنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

(٦)فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھےاور ایصال ثواب کرتے تھے۔مکتوبات شریف میں آپ کے اس

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو زبان سے نیت کرنے کو بھی بدعت قرار دیا ہے، چنانچہ آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"جاننا چاہئے کہ بعض بدعات جنہیں علماء و مشائخ بدعتِ حسنہ کہتے ہیں جب اُن کا خُوب مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہے، مثلاً میت کے کفن میں عمامے کو انہوں نے بدعتِ حسنہ کہا ہے حالانکہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخ ہے، اور نسخ عین رفع ہے۔ یُوں ہی مشائخ نے دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے حالانکہ اس بارے میں سنّت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان ہو، تو ظاہر ہے یہ بدعت بھی رافع سنّت ہے۔

نیز علماء نے جو نیت نماز میں کہا کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحسن ہے، حالانکہ زُبان سے نیّت کرنا حضور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام سے نہ صحیح روایت سے

....

=عمل کی تصریح موجود ہے۔

(۷) مزارات بزرگان پر تشریف لے جاتے تھے اور قبر پر پڑے ہوئے اُچھاڑ کو تبرک جانتے تھے اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ (حضرات القدس جلد۲ ص۷۹)

(۸) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالی عنہ، تصور شیخ، استمداد اولیاء کرام کے قائل ہیں، جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے جا بجا ان مسائل کو وضاحت سے لکھا ہے۔ ان مختلف فیہ مسائل میں حضرت مجدد قدس سرہ کے مسلک و موقف کے متعلق پورے طور پر واقف ہونے کے لئے بندہ کی تالیف "مسلک امام ربانی" کا مطالعہ فرمائیں۔

علماء کرام کی مذکورہ تحقیقات اور حوالجات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور مخالفین آپ کا مسلک غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں، مترجم عفی عنہ۔

ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے، اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر کہتے تھے، تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے اور علماء نے اس بدعت کو بھی حسنہ کہا ہے، اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے"۔ [۱]

دیوبندی موصوف اس حوالے کو بغور پڑھیں، اس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے زُبان سے نیت کرنے کو بدعت قرار دیا ہے، حالانکہ فقہاء احناف زبان سے نیت کے جواز کے قائل ہیں بلکہ دیوبندیوں نے بھی زبان سے نیت کے جواز کے فتوے دیئے ہوئے ہیں ملاحظہ کریں:

حوالہ نمبر (1) فتاوی دارالعلوم دیوبند میں دو (2) سوال اور اُن کے جواب

سوال: منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ نماز کی نیت کے الفاظ زبان سے کہنے مستحب ہیں اور دل سے نیت کرنی فرض ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنی بدعت ہے۔

جواب: صحیح یہ ہے کہ زبان سے الفاظ نیت کہنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ مستحب ہے لیکن ضرور ہے کہ دل میں بھی نیت کرے۔ حنفیہ کا محقق مذہب یہی ہے۔

زبان سے نیت کیا بدعت ہے؟

سوال: زید کہتا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے عمر کہتا ہے کہ سنت ہے۔

جواب: اصل نیت دل سے ہے اور زبان سے کہنے کو بھی فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے در مختار میں ہے والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للرادۃ (للارادۃ) الخ التلفظ بھا مستحب ھو المختار الخ۔ فقط"۔ [۲]

حوالہ نمبر (2) دارالعلوم کراچی کے سابق استاد عاشق الٰہی بلند شہری اپنی کتاب

---

[۱] مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم، ج 1 ص 374، دفتر اول، حصہ سوم، پروگریسو بکس، لاہور۔

[۲] مکمل و مدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند، ج 2 ص 104، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور۔

" آسان نماز اور چالیس مسنون دعائیں" میں لکھتے ہیں کہ:

" زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں لیکن اگر زبان سے بھی نیت کرے تو یہ بھی درست ہے اور عربی میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں اپنی مادری زبان میں نیت کر لیں ،ہم بطور نمونہ دو نیتیں لکھتے ہیں ،باقی نمازوں کی نیت اسی طرح کر لیا کریں۔ظہر کی چار سنت کی نیت : نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت ظہر کی واسطے اللہ تعالی کے،وقت ظہر کا، رخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر"۔[1]

حوالہ نمبر (3) دیوبندی مذہب کے مفسر قرآن صوفی عبد المجید خان سواتی صاحب لکھتے ہیں :

" نماز کی نیت کرنا یعنی دل سے سے عقد و ارادہ کرنا یہی نیت ہے،اگر زبان سے نیت کے الفاظ کہے تو عام آدمی کے لیے یہ بھی درست ہے"۔[2]

اس بارے میں دیوبندی علماء کی ایک جماعت کے حوالے نقل کئے جاسکتے ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتے ہوئے دیوبندی موصوف کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ حوالہ کی روشنی میں اپنے اکابرینِ دیوبند کو بھی بدعتی قرار دیں یا اُن کے لئے چھٹی ہے ، یا پھر مشرک و بدعتی کی گولہ باری صرف علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کے لئے ہی ہے۔

موصوف ہمت کریں اور اپنے ان علماء کے متعلق بدعتی ہونے کا اعلان کریں ، پھر ہم ان شاء اللہ العزیز ایک طویل ترین فہرست پیش کر دیں گے جنہوں نے زُبان سے نماز کی نیت کرنے کو مستحب ،افضل یا بہتر جیسے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ باقی دیوبندی اس معاملہ میں آزاد ہیں جو چاہیں کہیں اور کریں ان سے سوال کرنے والا کوئی نہیں؟

---

[1] آسان نماز اور چالیس مسنون دعائیں،ص 14،مکتبۃ البشری ، کراچی۔

[2] نماز مسنون کلاں،ص 312،ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

الغرض اب دیوبندی موصوف اپنے ان اکابرین کے دفاع میں جوجواب امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا دیں گے وہ ہماری طرف سے بھی سمجھ لیا جائے، ما ھوجوابکم فھو جوابنا۔

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

علاوہ ازیں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے "مکتوبات شریف" میں کفن عمامے کی شمولیت کو بھی بدعت قرار دیا گیا ہے مگر متاخرین فقہاء احناف اس کے استحسان کے قائل ہیں، چنانچہ مشہور ومعروف کتاب "شرح الوقایہ" کی کتاب الصلاۃ میں مرقوم ہے کہ:

"واستحسن المتاخرون العمامة" ۔[1]

"متأخرین علماء نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے"۔

دیوبندی موصوف حضرت عبداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ کو بھی بدعتی قرار دیں گے؟

جبکہ صاحب "بحرالرائق" نے بحوالہ "فتح القدیر" لکھا ہے کہ

"رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُعَمِّمُهُ"۔[2]

"یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کفن میں عمامہ زائد کیا کرتے تھے"۔

کیا دیوبندی موصوف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور مذکورہ ائمہ احناف کو بھی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عمامہ کو بدعت قرار دینے کی وجہ سے بدعتی قرار دیں گے؟۔

حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی موصوف دیوبندیوں کے "نادان وکیل" بن بیٹھے ہیں اور عقلمندوں نے صحیح کہا ہے کہ "نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے"۔

وہ اپنی کم علمی ونادانی میں ایسے اعتراضات کر گئے ہیں کہ جن سے دیوبندیت کی بوسیدہ

---

[1] شرح الوقایۃ، ج1ص 252۔

[2] بحر الرائق، کتاب الجنائز، ج 2ص 308، وانظر: فتح القدیر لابن الھمام، ج 2ص 114، والنھر الفائق، ج1ص 386، والدرر الحکام شرح غرر الأحکام، ج1ص 162۔

عمارت اور بیسا کھیوں کے سہارا کھڑا وھابیت کا یہ ڈھانچہ بھی قائم نہیں رہ سکتا،خود موصوف اور موصوف کے ہمنواؤں کے بنائے ہوئے اُصول ہی شکست و ریخت کا شکار ہوں گے اور خُود ان ہی کے گریبان چاک چاک ہوں گے، سسکیاں ان کی نکلیں گی، آنسو ان کے بہیں گے اِن کے ہی ناتواں ہاتھ کانپیں گے اور اِن کے ہی مفلوج قدم لڑکھڑائیں گے، ہمارا کام ہے نصیحت کرنا، آگے مانیں یا نہ مانیں ان کی مرضی۔

پھر ہم نے جیسا کہ دعویٰ کیا تھا کہ موصوف قلتِ مطالعہ کا شکار ہیں، بلکہ اگر یُوں کہا جائے کہ موصوف کی مطالعہ سے بالکل بھی نہیں بنتی تو بجا ہوگا کیونکہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ حوالہ پیش کرتے ہوئے وہ اپنے اکابر کی تعلیمات کو ہی بھول گئے۔ اور تو اور جن کو وہ خُود امام اہل سنت گردانتے ہیں اُن کی کتابیں بھی وہ صحیح طور سے نہیں پڑھ پائے، اور نہ جانے کون سے جہلاء نے انہیں اپنا مایہ ناز مناظر بنا رکھا ہے کہ جس آدمی نے اپنے ہی امام کی معروف کتابیں اپنے بیان کردہ مسئلہ کے متعلق بھی نہ پڑھیں ہوں وہ کیا خاک کوئی علمی بات بیان کرے گا۔

پس موصوف سارق ہے اور سرقہ میں ہی انہیں لطف دیتا ہے۔ کاش وہ کتاب کے سرورق پر مؤلف و مصنف کی بجائے سارق لکھ دیتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

آیئے! ہم حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کا جواب خُود دیوبندی ملّاں سے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

دیوبندیوں کے امامِ اہلِ سنّت سرفراز گکھڑوی صاحب بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ پر بحث کرنے کے بعد بطور فائدہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ تحقیق ان حضرات کے نظریہ کے مطابق ہے جو بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں، اور جو حضرات اس تقسیم کے قائل نہیں (مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ) تو وہ بدعت حسنہ

کو سنت میں داخل کرتے ہیں، اس لحاظ سے یہ نزاع صرف لفظی ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں ہے [1] دل کی آنکھیں تو دیوبندی موصوف کے پاس موجود ہی نہیں، لہٰذا وہ سر کی آنکھوں سے اس حوالہ کو بغور پڑھیں کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا اُن لوگوں کے ساتھ جو بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں صرف نزاع لفظی ہے، حقیقی اختلاف نہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا یہ حوالہ بدعتِ حسنہ کے وجود کے خلاف کارآمد ثابت نہ ہوگا بلکہ خُود ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل کرتے ہیں، یعنی جن چیزوں کو مستند علماء کرام بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہیں وہ امام ربانی کے نزدیک سنّت میں داخل ہیں، جیسا کہ موصوف کے امام" سرفراز گکھڑوی" صاحب نے تصریح کی ہے۔ دیوبندی موصوف تو بحوالہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بدعتِ حسنہ کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کر رہے تھے اُلٹا وہ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (بقول گکھڑوی) سنّت قرار پائیں۔

دل جلوں سے پڑا کام نہیں
جلا کر راک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

قارئین کرام! کے ذوقِ مطالعہ کے لئے راقم الحروف موضوع کی مناسبت سے اپنی تصنیف" علمی وتحقیقی مقالات، جلد دوم، قسم اوّل" سے مختصر مضمون شامل کرتا ہے، اگرچہ یہ مضمون ایک خاص نقطہ نگاہ سے تحریر کیا گیا تھا مگر ہمارے قارئین کے لئے خالی از فائدہ ثابت نہیں ہوگا اِن شاء اللہ العزیز، جبکہ مسئلہ بدعت کے حوالہ سے راقم الحروف نے اپنے مقالات کی جلد دوم، قسم اول اور قسم ثانی میں تفصیل سے گفتگو کی ہے

تعلیماتِ اِسلامیہ اور بدعتِ حسنہ

اللہ تعالیٰ قُرآنِ مجید فرقانِ حمید میں رسولوں کی بعثت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

[1] راہ سنّت، ص 102، مکتبہ صفدریہ، مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ. وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّإِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ . ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَارَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰ تَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [1]

"یقینا ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ، اور ہم نے اُتاری ہے اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں،اور ہم نے پیدا کیا ہے لوہے کو،اس میں بڑی قوت ہے،اور طرح طرح کے فائدے ہیں لوگوں کے لئے،اور (یہ سب اس لئے) تا کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ کہ کون مدد کرتا ہے اُس کی،اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زور آور، سب پر غالب ہے۔اور ہم نے نُوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا،اور ہم نے رکھ دی اُن دونوں کی نسلوں میں نبوت اور کتاب، پس ان میں سے چند تو ہدایت یافتہ ہیں،اور بہت سے نافرمان۔ پھر ہم نے اُن کے پیچھے انہی کی راہ پر اور رسول بھیجے،اور اُن کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو،اور انہیں انجیل عطا فرمائی،اور ہم نے رکھ دی اُن لوگوں کے دلوں میں، جو عیسیٰ کے تابعدار تھے، شفقت اور رحمت ۔ اور رہبانیت کو اُنہوں نے خُود ایجاد کیا تھا، ہم نے اسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا،البتہ اُنہوں نے رِضائے

[1] [الحدید: 25۔ 26۔ 27]

الٰہی کے حصول کے لئے اِس کو اختیار کیا تھا، پھر اس کو وہ نباہ نہ سکے جیسے اس کے نباہنے کا حق تھا۔ پس ہم نے عطا فرمایا جو اُن میں سے ایمان لے آئے تھے (اُن کے حسنِ عمل اور حسنِ نیت) کا اجر، اور اُن میں سے اکثر فاسق و فاجر تھے۔

اِن آیات میں سے آخری آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک ایسے فعل کا ذکر کیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر فرض وواجب نہیں کیا گیا تھا لیکن وقت و حالات کے پیشِ نظر اُنہوں نے وہ فعل دین میں اِیجاد کرلیا، اور وہ فعل اُنہوں نے اللہ عزّوجل کی رضا اور خُوشنودی کے حصول کے لئے شروع کیا تھا لیکن بعد میں اُس کو نباہ نہ سکے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں کئی لوگوں نے دھوکہ کھایا، اور بعض دُوسرے لوگوں کو بھی بہکانے کا ذریعہ بنے ہیں جیسا کہ صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد اپنی تفسیر "احسن البیان" میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"(۹) یعنی ہم نے تو اُن پر صرف اپنی رِضا جوئی فرض کی تھی۔ دُوسرا ترجمہ اس کا ہے کہ اُنہوں نے یہ کام اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ اللہ کی رضا، دین میں اپنی طرف سے بدعات ایجاد کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی، چاہے وہ کتنی ہی خُوش نما ہو، اللہ کی رضا تو اُس کی اطاعت سے ہی حاصل ہوگی۔ (۱۰) یعنی گو اُنہوں نے مقصد اللہ کی رضا جوئی بتلایا، لیکن اس کی اُنہوں نے پُوری رعایت نہیں کی ورنہ وہ اِبتدع (بدعت ایجاد کرنے) کی بجائے اِتباع کا راستہ اختیار کرتے"۔ [1]

اِس میں قطعًا کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رِضا، اللہ عزّوجل اور اُس کے رسول کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، لیکن یہاں پر صلاح الدین یُوسف صاحب کا یہ

[1] أحسن البیان: 708۔

لکھنا کہ " اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ اللہ کی رضا دین میں اپنی طرف سے بدعات ایجاد کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی، چاہے وہ کتنی ہی خُوش نما ہو" یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اس فعل کو ایجاد کرنے والوں کا مقصد بے شک یہی تھا کہ اس سے ہمیں اللہ عزّ وجل کی رضا وخُوشنودی نصیب ہوگی لیکن اس فعل کے ارتکاب سے انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کیا حاصل ہونی تھی بلکہ وہ اُن کے لئے ناراضگی کا باعث بنی، کیونکہ آگے لکھا کہ " یعنی گو اُنہوں نے مقصد اللہ کی رضا جوئی بتلایا، لیکن اس کی اُنہوں نے پُوری رعایت نہیں کی، ورنہ وہ اِبتدع (بدعت ایجاد کرنے) کی بجائے اِتباع کا راستہ اختیار کرتے"۔

مقصد یہ کہ جس رِضا کے وہ طالب تھے اُس کے لئے اُنہوں نے غلط طریقہ اپنایا، رِضا اُنہیں تب نصیب ہوتی جب وہ اِتباع کرتے مگر اُنہوں نے تو بِدعت ایجاد کر لی تھی، جس سے اُنہیں اللہ عزّ وجل کی رضا نصیب نہیں ہوئی، پس اس تفسیر میں صلاح الدین یُوسف صاحب نے ﴿ فَمَا رَعَوْهَا ﴾ کا تعلق رِضائے خُداوندی کے ساتھ پیدا کر دیا ہے کہ اُنہوں نے اللہ کی رِضا کے معاملہ میں رعایت سے کام نہیں لیا، اگر وہ رعایت سے کام لیتے تو اتباع کرتے نہ کہ بِدعت کو ایجاد کرتے۔

جبکہ ﴿ فَمَا رَعَوْهَا ﴾ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رِضا کے ساتھ نہیں بلکہ اُس فعل کے ساتھ ہے جو اُنہوں نے ایجاد کیا تھا، اور وہ فعل " رہبانیت " کو اختیار کرنا ہے، یعنی جس مقصد وغرض کے لئے اُنہوں نے رہبانیت کو اختیار کیا تھا اُس کی رعایت نہ کی۔

کیونکہ ﴿ فَمَا رَعَوْهَا ﴾ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ پیدا کیا جائے تو مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تو تب اُنہیں نصیب ہوتی جب وہ اس کی رعایت کرتے، اور بدعت کو ایجاد نہ کرتے لہٰذا اُنہوں نے بدعت کو ایجاد کیا، پس اُنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا وخُوشنودی نصیب نہیں ہوئی۔

مگر جب ﴿ فَمَا رَعَوْهَا ﴾ کا تعلق اس بدعت کے ساتھ قائم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا

کہ اُنہوں نے اس بِدعت یعنی رہبانیت کو ایجاد تو اس لئے کیا کہ اس سے ہم اللہ عزّوجل کی رضا حاصل کریں گے، مگر اس میں وہ پُورے نہ اُتر سکے، وہ رہبانیت جس کو اُنہوں نے پہلے اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر شروع کیا تھا بعد میں اُنہوں نے اِس کی پاسداری نہ کی، اور اس سے حصولِ دُنیا وغیرہ کے پیچھے لگ گئے۔

پس وہ جنہوں نے اس کی رعایت کی یعنی جس مقصد کے لئے اُسے شروع کیا تھا اُسی کے طالب رہے تو اُنہیں اِس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجر وثواب بھی نصیب ہوا، مگر جنہوں نے اُس کی رعایت نہ کرتے ہوئے اس کے مقصد کو ترک دیا، وہ ضرور معتوب ٹھہرے۔

اب آیئے اس کی صداقت کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اِیجاد کرنے والوں (یعنی شروع کرنے والوں) کو معتوب نہیں ٹھہرایا بلکہ اُس کے مقصد کو ترک کرنے والوں کو معتوب قرار دیا ہے۔

"عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضى الله تعالى عنه يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ صِيَامَ رَمَضَانَ، وَلَمْ يَكْتُبْ عَلَيْكُمْ قِيَامَهُ، وَإِنَّمَا الْقِيَامُ شَيْءٌ ابْتَدَعْتُمُوْهُ، وَإِنَّ قَوْمًا ابْتَدَعُوْا بِدْعَةً لَمْ يَكْتُبْهَا اللهُ عَلَيْهِمْ، ابْتَغَوْا بِهَا رِضْوَانَ اللهِ فَلَمْ يَرْعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا، فَعَابَهُمُ اللهُ بِتَرْكِهَا، فَقَالَ: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾". [1]

" حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ

---

[1] تفسير الطبرى، الحديد: 27، 11\692 (33681)، وفي نسخة: 23\206، وقيام الليل للمروزى 156 وابن أبي الدنيا في فضائل رمضان (54)

وأخرجه الطبراني في الأوسط 7\262 (7450)، وفي نسخة: 8\218،217 (7446)، مرفوعا، بلفظ: = =

تعالیٰ نے تم پر رمضان المبارک کے روزے فرض کئے ہیں، اور اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا اور قیام وہ چیز ہے جس کو تم نے شروع (یعنی مستقل جماعت کے ساتھ) کیا ہے۔

بیشک ایک قوم نے ایک بدعت جاری کی جس کو اللہ عزّ وجل نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، اللہ عزّ وجل کی رضا وخُوشنودی کے لیے، پھر اُس کی رعایت نہ کر سکے جیسا اُس کی رعایت کا حق تھا تو اللہ عزّ وجل نے اُس کے ترک پر اُنہیں عیب دار کیا، پھر آپ نے آیت تلاوت کی: "اور رہبانیت کو انہوں نے خُود اِیجاد کیا تھا، ہم نے اِسے اِن پر فرض نہیں کیا تھا، البتہ انہوں نے رِضائے الٰہی کے حصول کے لئے اِس کو اختیار کیا تھا، پھر اس کو وہ نبھاہ نہ سکے جیسے اس کے نبھانے کا حق تھا"۔ [1]

امام ابُو العباس احمد بن ابُو بکر بوصیری رحمۃ اللہ علیہ " إتحاف الخيرة المهرة

---

[1] =سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَوْمَ رَمَضَانَ، وَلَمْ يَفْرِضْ عَلَيْكُمْ قِيَامَهُ، وَإِنَّمَا قِيَامُهُ شَيْءٌ أَحْدَثْتُمُوهُ فَدُومُوا عَلَيْهِ، فَإِنَّ نَاسًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ابْتَدَعُوا بِدْعَةً فَعَابَهُمُ اللَّهُ بِتَرْكِهَا، وَقَالَ: ﴿رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحديد: 27] وقال الهيثمي في المجمع 3\139: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي مَرْيَمَ ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُ.

"یعنی مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ" بیشک اللہ عزّوجل نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اُس میں قیام فرض نہیں کیا اور بیشک قیام وہ چیز ہے جس کو تم نے خُود شروع کیا ہے، تو اب اس پر ہمیشگی کرنا۔ پس بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے ایک بدعت کا آغاز کیا، پھر اسے چھوڑنے کے سبب اللہ تعالی نے انہیں عیب دار قرار دیا اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، البتہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اس کو اختیار کیا تھا، پھر اس کو وہ نبھاہ نہ سکے جیسے اس کے نبھانے کا حق تھا

2\382.382(1722)" میں اس روایت کو امام احمد بن منیع کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابُواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکُورہ بالا بیان کردہ روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بدعت ایجاد کرنے کی وجہ سے اُنہیں عیب دار قرار نہیں دیا بلکہ اس لیے کہ اُنہوں نے اس کو ترک کر دیا، اور ترک کر دینے سے مُراد یہ نہیں کہ اُنہوں نے بالکل رہبانیت کو ہی ختم کر دیا ہو کیونکہ اس پر تو تاریخ شاہد ہے کہ بعثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، بلکہ آج کے دَور میں بھی ان میں سے بعض رہبانیت اختیار کرتے ہیں، لہذا آپ کے فرمان میں ترک سے مُراد اُن کا اُس کے اصل مقصد کو ترک کر دینا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں متاٗخرین آئمہ تفاسیر نے بھی کافی طویل گفتگو فرمائی ہے لیکن ہم طوالت کے باعث ان کے کلام ذکر کرنے کی بجائے معترضین یعنی فریقِ ثانی کے مفتئ اعظم پاکستان، مفتی محمد شفیع کی تفسیر "معارف القرآن" کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں، جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس بدعت کے ایجاد کرنے کی وجہ سے مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس کو اختیار کرنے کے بعد اس کو نہ نبھانے کی وجہ سے اِن کی مذمت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں کہ:

" ان کا یہ طریقہ (یعنی رہبانیت) چونکہ حالات سے مجبور ہو کر اپنے دین کی حفاظت کے لئے تھا اِس لئے اصالۃً کوئی مذمُوم چیز نہ تھی، البتہ ایک چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اُوپر لازم کر لینے کے بعد اُس میں کوتاہی اور خلاف ورزی بڑا گناہ ہے، جیسے نذر اور مَنّت کا حکم ہے کہ وہ اصل سے تو کسی پر لازم و واجب نہیں ہوتی، خُود کوئی شخص اپنے اُوپر کسی چیز کو نذر کر کے حرام یا واجب کر لیتا ہے تو پھر شرعاً اس کی پابندی واجب اور خلاف ورزی گناہ ہو جاتی ہے، مگر ان میں سے بعض لوگوں نے رہبانیت کا نام رکھ کر دُنیا طلبی اور عیش وعشرت کا ذریعہ

بنا لیا، کیونکہ عام آدمی ایسے لوگوں کے معتقد ہوئے، تحفے تحائف اور نذرانے آنے لگے، لوگوں کا ان کی طرف رجوع ہوا تو فواحش کی نوبت آنے لگی، قرآن کریم نے آیت مذکورہ میں ان کی اسی بات پر نکیر فرمائی کہ خود ہی تو اپنے اوپر ترک لذات کو لازم کیا تھا، جو منجانب اللہ ان پر لازم نہ کیا گیا تھا اور جب لازم کر لیا تو پھر اس کی پابندی ان کو کرنا چاہئے تھی، لیکن اس کی خلاف ورزی کی۔ ان لوگوں کا یہ طریقہ اصل سے مذموم نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث اس پر شاہد ہے، ابن کثیر نے بروایت ابن ابی حاتم وابن جریر ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن میں سے صرف تین فرقوں کو عذاب سے نجات ملی، جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظالم و جابر بادشاہوں اور دولت وقوت والے فاسق و فاجر لوگوں کو ان کے فسق و فجور سے روکا، اُن کے مقابلہ میں حق کا کلمہ بلند کیا، اور دین عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعوت دی، ان میں سے پہلے فرقہ نے قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، مگر ان کے مقابلہ میں مغلوب ہو کر قتل کر دیئے گئے۔

تو پھر ان کی جگہ ایک دوسری جماعت کھڑی ہوئی، جن کو مقابلہ کی اتنی بھی قوت وطاقت نہیں تھی، مگر کلمہ حق پہونچانے کے لئے اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر ان کو حق کی طرف بُلایا، ان سب کو بھی قتل کر دیا گیا، بعض کو آروں سے چیرا گیا، بعض کو زندہ آگ میں جلایا گیا، مگر انہوں نے اللہ کی رِضا کے لئے اِن سب مصائب پر صبر کیا، یہ بھی نجات پا گئے۔

پھر ایک تیسری جماعت ان کی جگہ کھڑی ہوئی، جن میں نہ مقابلہ کی قوت تھی نہ ان کے ساتھ رہ کر خُود اپنے دین پر عمل کرنے کی صورت بنتی تھی، اس لئے ان لوگوں نے جنگلوں اور پہاڑوں کا راستہ لیا، اور راہب بن گئے، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالی نے اس آیت میں ذکر کیا ہے ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے اصل رہبانیت اختیار کرنے والے جنہوں نے رہبانیت کے لوازم کی

رعایت کی اور مصائب پر صبر کیا وہ بھی نجات یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔

آیت مذکورہ کی اس تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ جس طرح کی رہبانیت ابتداءً اختیار کرنے والوں نے اختیار کی تھی وہ اپنی ذات سے مذموم اور بُری چیز نہ تھی، البتہ وہ کوئی حکم شرعی بھی نہیں تھا، ان لوگوں نے اپنی مرضی وخُوشی سے اس کو اپنے اُوپر لازم کرلیا تھا۔

بُرائی اور مذمت کا پہلو یہاں سے شروع ہوا کہ اِلتزام کے بعد بعض لوگوں نے اِس کو نبھایا نہیں اور چونکہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی زیادہ ہوگئی تھی، اس لئے " لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ " یعنی اکثریت کے عمل کو کل کی طرف منسوب کردینا عُرفِ عام ہے، اِس قاعدہ کے موافق قُرآن نے عام بنی اسرائیل کی طرف یہ منسوب کیا کہ انہوں نے جس رہبانیت کو اپنے اُوپر لازم کرلیا تھا اُس کو نبھاہا نہیں، اور اُس کی شرائط کی رعایت نہیں کی، اسی کو فرمایا﴿ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس رہبانیت کے متعلق جو قُرآن نے فرمایا﴿اِبْتَدَعُوْهَا ﴾ یعنی اِس کو انہوں نے اِیجاد کرلیا، اِس میں لفظ اِبتداع جو بِدعت سے مُشتق ہے وہ اس جگہ اپنے لغوی معنی یعنی اِختراع و اِیجاد کے لئے بولا گیا ہے، شریعت کی اِصطلاحی بدعت مراد نہیں ہے جس کے بارے میں حدیث میں اِرشاد ہے" کل بدعة ضلالة" ۔یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

قرآنِ کریم کے نسق ونظم میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ سب سے پہلے تو اس جملے پر نظر ڈالئے﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَّرَهْبَانِيَّةً ﴾جس میں حق تعالی نے اپنی نعمت کے اظہار کے سلسلے میں فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں میں رأفت، رحمت، رہبانیت پیدا کردی، نسق کلام بتاتا ہے کہ جس طرح رأفت ورحمت مذمُوم نہیں اسی طرح ان کی اختیار کردہ رہبانیت بھی اپنی ذات سے کوئی مذمُوم چیز نہ تھی ورنہ مقامِ امتنان میں رأفت ورحمت کے ساتھ رہبانیت کا ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، اسی لئے جن

حضرات نے مطلقاً رہبانیت کو مذمُوم وممنوع قرار دیا اُن کو اِس جگہ رہبانیت کے عطف میں غیر ضروری تاویل کرنا پڑی کہ اِس رأفت ورحمت پر عطف نہیں مانا بلکہ ایک مستقل جملہ یہاں محذوف قرار دیا یعنی ابتدعوا (کما فعلہ القرطبی علیہ الرحمۃ)۔

لیکن مذکورہ تفسیر پر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، آگے بھی قُرآنِ کریم نے اُن کے اِس اِبتداع پر کوئی نکیر اور رد نہیں فرمایا، بلکہ نکیر اِس پر کی گئی کہ انہوں نے اِس اختیار کردہ رہبانیت کو نبھاہا نہیں، اِس کے حقوق وشرائط کی رعایت نہیں کی۔

یہ بھی جب ہی ہوسکتا ہے کہ اِبتداع کو لغوی معنی میں لیا جائے، شرعی اور اصطلاحی معنی ہوتے تو قرآن خود اس پر بھی نکیر کرتا، کیونکہ بدعت اصطلاحی خود ایک گمراہی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مذکورہ حدیث سے اور بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ ترہب اختیار کرنے والی جماعت کو نجات یافتہ جماعتوں میں شمار فرمایا، اگر یہ بدعت اصطلاحی کے مجرم ہوتے تو نجات یافتہ میں شمار نہ ہوتے بلکہ گمراہوں میں شمار کئے جاتے۔ [1]

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی بِدعت جو تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف نہ ہو وہ لُغوی طَور پر تو بدعت ہی کہلائے گی، لیکن وہ سیئہ نہیں ہوگی بلکہ وہ بدعت ہونے کے باوجود محمودہ، حسنہ، اچھی ہوگی، اور اس کے عاملین عنداللہ معتوب نہیں ہوں گے، البتہ اگر اس بدعت میں کوئی ایسی چیز داخل کریں جو تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ہو تو عنداللہ معتوب ٹھہرے گی، اور ان کے وہ افعال سیئہ ہوں گے نہ کہ ایسی بدعت جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کی مخالفت نہ ہو، بلکہ اگر اس بدعت کی اصل تعلیماتِ اسلامیہ میں موجود ہو گو اس کی ہیئت میں ایسی تبدیلی واقع ہو جس کے باعث تعلیماتِ اسلامیہ کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو وہ اپنی اس ہیئت کے اعتبار سے بھی بدعتِ سیئہ نہیں ہوگی بلکہ بدعتِ حسنہ کہلائے گی، جیسا کہ

---

[1] معارف القرآن 6\328، 327۔

ہم نے پیچھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے نمازِ تراویح جو کہ پہلے مستقل ایک امام کی اِقتداء میں پُورا رمضان نہیں پڑھی جاتی تھیں، اِس نمازِ تراویح کو مستقل امام کی اِقتداء میں یعنی باجماعت سارا رمضان پڑھنا شروع کروایا تو اس کو بدعتِ حسنہ قرار دیا کیونکہ اِس کی اصل تعلیماتِ اسلامیہ میں موجود تھی۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت امام محمود آلُوسی بغدادی علیہ الرحمۃ نے امام نووی علیہ الرحمۃ سے بِدعت کی پانچ اقسام کا ذکر کیا ہے جن میں سے

(1) واجبہ (2) مندُوبہ (3) محرمہ (4) مکروہہ (5) مباحہ

مُلاحظہ ہو: رُوح المعانی اسی آیت کی تفسیر کے تحت۔ اسی بات کو امام نووی علیہ الرحمۃ نے " قال العلماء " کہہ کر نقل کیا۔ [1]

اور حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے امام نووی علیہ الرحمۃ سے صحیح مسلم کی شرح "الدیباج" میں اور اسی طرح "شرح سنن نسائی، کیفیۃ الخطبۃ" میں نقل کیا۔

علّامہ عزّ بن عبد السّلام علیہ الرحمۃ نے اسی طرح پانچ اقسام کا ذکر کیا ہے۔ [2]

علّامہ ابن عبد السلام علیہ الرحمۃ سے نقل کرنے والے حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ [3]

حافظ محمد بن عبد الرحمن السخاوی علیہ الرحمۃ [4]

---

[1] شرح صحيح مسلم، كتاب الجمعة 1\285۔

[2] قواعد الأحكام في مصالح الأنام 2\204۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ

[4] كتاب الغاية في شرح الهداية في علم الرواية 1\184، وفتح المغيث 3\160۔ وانظر: فتح العلام بشرح الإعلام بأحاديث الأحكام للخزرجي، 266، والبدرُ التمام شرح بلوغ المرام للمغربي، 3\415، وسبل السلام 1\402، والرد المحتار، باب الامامة 4\242، و دستور العلماء 1\157، وحاشية الطيبي على الكشاف 15\259، وفيض القدير 1\563

بدعتِ حَسَنَہ اور سَیِّئہ کے قائلین

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم اور بدعتِ حسنہ و سیئہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں، جن میں ایک حسنہ اور دوسری سیئہ ہے۔

اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو کلامِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تضاد پیدا ہوگا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شروع کردہ کئی افعال مَردُود ٹھہریں گے، جبکہ کئی اُمور ایسے ہیں جنہیں اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی رائے اور فہم سے شروع کیا۔ بعض نے کچھ نئے پیدا ہونے والے اُمور کو "نعم" یا "نعمت" یعنی حسنہ، اچھا، محمود کہہ کر ذکر کیا، اور بعض نے نئے پیدا ہونے والے اُمور کو دیکھنے کے باوجود اُن پر خاموشی اختیار کی۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نئے پیدا ہونے والوں کاموں کی صرف ایک ہی صورت ہوتی، اور وہ بُری یعنی سیئہ ہی ہوتی تو ان میں سے کوئی بھی ان کا ارتکاب نہ کرتا کیونکہ اُن سے بڑھ کر کون اِتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والا تھا!

جبکہ وہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بہتر سمجھنے والے تھے، اور اوامر و نواہی کی دعوت دینے میں بہت حریص تھے، اُن بعد میں شروع ہونے والے کئی اُمور مثل پُورا رمضان با جماعت نمازِ تراویح اور قرآن مجید کی جمع و تدوین وغیرہما کے متعلق ہمارے علم میں کسی ایک صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی تردید بسند صحیح ثابت نہیں، جبکہ اِن پر عمل کرنے پر کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار ثابت و موجود ہیں۔

اگر اسلام میں ہر نیا پیدا ہونے والا عمل مَردود باطل اور بدعتِ سیئہ ہی ہوتا تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی شخصیت کبھی بھی نماز چاشت کو بدعت کہنے کے باوجود حسنہ قرار نہ دیتی حالانکہ وہ بدعت اور اہلِ بدعت سے شدید ترین نفرت کرنے والے تھے۔ پس اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اُن کی نظر میں ہر وہ کام جو بعد میں شروع کیا گیا ہو لغوی اعتبار سے

بدعت ہونے کے باوجود بُرا نہیں بلکہ کچھ اُمور بدعت ہونے کے باوجود حسنہ اور کچھ اُمور بدعتِ سیئہ تھے، اور اس کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جس کو امام مسلم علیہ الرحمۃ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ". [1]

---

[1] أخرجه مسلم في الصحيح ، كتاب الزكاة، بَابُ الْحَثِّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ 454 (2348)، والنسائي في السنن، بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ (2554) ، وفي السنن الكبرى 3\60، وابن الجعد في مسنده 89(516)، وابن أبي شيبة في المصنف 2\350 (9803)، والطيالسي في مسنده 2\55 (705) ، وأحمد في مسنده (19156 - 19157، و 19174)، والحسين بن حرب في البر والصلة (331)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار 1\224.223(243)، وابن حبان في الصحيح 8\101 (3308)، والطبراني في الكبير 2\329.328(2374.2373.2372.2371)، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح مسلم 3\94.93، وفي الحلية 7\171.170 ، واللالكائي في السنة 1\55(3.2.1)، والبغوي في شرح السنة 6\159 ،وقوام السنة في الترغيب 1\405.404، وابن عبد البر في التمهيد 24\327، والبيهقي في السنن الكبرى 4\293، وفي الصغرى 2\68، وفي المدخل 257، وفي الاعتقاد 230، وفي الشعب 5\26 (3048)، كلهم من طريق عون بن أبي جحيفة عن المنذر بن جرير عن أبيه رضي الله عنه ـ

وأخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 2\350(9802)، و الدارمي في السنن 1\193، وأبو عبد الله بن حرب في البر والصلة 168 (330)، وأحمد في مسنده (19202)، ==

"پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ جس کسی نے اِسلام میں کسی نیک کام کو شروع کیا اُس کو اپنے عمل کا اجر بھی ملے گا، اور اُس کے بعد اُس پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا، جبکہ اِن عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی بُرے کام کو شروع کیا اُس کو اپنے عمل کا بھی گُناہ ہوگا، اور بعد میں اِس پر عمل کرنے والوں کا بھی گُناہ ہوگا، جبکہ اِن عمل کرنے والوں کے گُناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی"۔ [1]

---

[1] =وابن خزيمة في الصحيح 4\112،والطحاوي في شرح مشكل الآثار 4\199، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة 1\56،وابن شاهين في الترغيب 4 7، والطبراني في الكبير 2\343، و 345، وابن عبد البر في التمهيد 4 2\328، وابن عساكر في تاريخ دمشق 43\543،وفي المعجم2\3 77 كلهم من طريق مسلم بن صبيح عن عبد الرحمن بن هلال عن جرير بن عبد الله رضى الله عنه۔

وأخرجه مسلم في الصحيح،بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً (1017) ،والطبراني في الكبير 2\345، من طريق موسى بن عبد الله بن يزيد وأبي الضحى عن عبد الرحمن بن هلال عن جرير بن عبد الله رضى الله عنه۔

وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار 4\199، والطبراني في مسند الشاميين 4\55 (2716)، من طريق حميد بن هلال عن عبد الرحمن بن هلال عن جرير رضى الله عنه

وأخرجه الطبراني في الكبير 2\344 3(2442) من طريق الحسن بن عبيد الله عن عبد الرحمن بن هلال عن جرير رضى الله عنه۔

وأخرجه الدارمي في السنن 1\192،وعبد بن حميد في مسنده 2\50(824)، وأحمد في مسنده (19200)،والطحاوي في شرح مشكل الآثار 1\229،و 4\199، والطبراني في الكبير 2\315، من طريق عاصم بن بهدلة عن شقيق عن جرير رضى الله عنه۔

وأخرجه ابن ماجه في السنن (203)،وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح مسلم

....

== 3\94، والطحاوي في شرح مشكل الآثار 1\225،والطبراني في الكبير 2\330، والبيهقي في السنن الكبرى 4\294،وفي الشعب 5\27، من طريق عبد الملك بن عمير عن المنذر بن جرير عن أبيه رضى الله عنه.

وأخرجه الطبراني في الأوسط 8\384(8946) من طريق المسيب بن رافع عن جرير بن عبد الله البجلي. وفي الباب: عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه.

رواه الطبراني في الكبير22\75،وفي مسند الشاميين 3\ 407(2560)،وابن عدي في الكامل 6\103.

وأورده الهيثمي في المجمع 1\168:وقال:رواه الطبراني في الكبير،ورجاله موثقون. وحذيفة بن اليمان رضى الله عنه.

رواه البزار في مسنده 7\366،والحاكم في المستدرك 2\561،وابن المبارك في الزهد513،وأحمد في مسنده (23289)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار1\231، و 4\201،والطبراني في الأوسط 4\94.

وأورده الهيثمي في المجمع1\ 167: وقال : رواه أحمد والبزار والطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح، الا أبا عبيدة بن حذيفة،وقد وثقه ابن حبان.

وأبو جحيفة رضى الله عنه. رواه البزار في مسنده 10\145، وابن ماجه في السنن (207)، والطبراني في الأوسط 4\343.

وأورده الهيثمي في المجمع 1\168: وقال : رواه الطبراني في الأوسط ،وفيه غسان بن الربيع ،وثقه ابن حبان ،وضعفه الدارقطني وغيره.

وأبي هريرة رضى الله عنه. رواه البزار في مسنده 17\213، واللالكائي في السنة 1\57.

وأنس بن مالك رضى الله عنه. رواه ابن الجوزي في البر والصلة 127، وغيرهم

اس حدیثِ مبارکہ میں حسنہ اور سیئہ دونوں کے لئے لفظ " سَنَّ " استعمال کیا گیا ہے جس کا معنی ہے طریقہ جاری کرنا، شروع کرنا۔ اس لفظ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی معنی میں لیا ہے، جیسا کہ امام ابُوداوَد علیہ الرحمۃ نے اپنی "سنن" اور امام شاشی علیہ الرحمۃ نے اپنی "مسند" میں ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ:

"فقال[رسول الله ﷺ]: إِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا". [1]

" پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ "بیشک معاذ رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے طریقہ نکال دیا ہے پس اُسی طرح کیا کرو"۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس لفظ "سن " کو اسی معنی میں استعمال فرمایا ہے، جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی "صحیح " میں بیان کیا ہے:

" وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ....". [2]

" حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی مسلمانوں کے لئے طریقہ جاری کیا کہ جسے روک کر قتل کیا جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے"۔

اسی طرح اس لفظ کا معنی معترضین کے امام العصر نے بھی یہی کیا ہے:

"سَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَوُلَاةُ الْأَمْرِ بَعْدَهُ سُنَنًا الْأَخْذُ بِهَا تَصْدِيقٌ لِكِتَابِ اللهِ

---

[1] السنن لأبي داود ،كتاب الصلوة، بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ (426)،والشاشي في مسنده 260\3(1362) و(1363)،وأحمد في مسنده 246\5 ،وابن سلام الهروي في الناسخ والمنسوخ 41 (21)،والبيهقي في السنن الكبرى 93\3، وابن حزم في الاحكام في أصول الأحكام 81\6۔

وصححه الألباني ،والأرنؤوط في تعليقهما على السنن لأبي داود۔

[2] صحيح البخارى، ج5ص 78۔

عزوجل وَاسْتِكْمَالٌ بِطَاعَةِ اللهِ وَقُوَّةٌ عَلٰى دِيْنِ اللهِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مُهْتَدٍ ..." [۱]

" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء نے جو طریقے مقرر فرمائے ہیں انہیں مضبوط تھامنا اللہ عزّ وجل کی کتاب کی تصدیق ہے، اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، اور اُس کے دین کے عمل پر قوت ہے، سنّت پر عمل کرنے والا ہدایت والا ہے" ۔ (ترجمہ جُونا گڑھی غیر مقلد)

اگر کسی صورت میں بھی اِسلام میں کسی بھی عمل کو شروع کرنا ناجائز و بدعت یعنی سیئہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی اس لفظ " سن" کو حسنہ اور سیئہ کے ساتھ استعمال نہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لفظ حسنہ اور سیئہ کے ساتھ استعمال فرمانا بھی اِس بات کا ثبوت ہے کہ بعد میں شروع ہونے والا ہر کام بُرا نہیں، بلکہ بعض اچھے اور بعض بُرے ہوں گے، اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعض نئے شروع ہونے والے کاموں کو بِدعت کہا، جیسا کہ حضرت ابُو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان یعنی تراویح کے بارے میں فرمایا کہ:" وانما القيام شيء ابتدعتموه "اور بیشک قیام وہ چیز ہے جس کو تم نے شروع (یعنی مستقل جماعت کے ساتھ) کیا ہے۔

اسی طرح ابن قیم جوزیہ نے" زادا لمعاد" میں نمازِ چاشت کے باب میں امام شعبی سے بیان کیا ہے کہ:

"سمعت ابن عمر يقول: ما ابتدع المسلمون أفضل صلاة من الضحى" . [۲]

" یعنی مَیں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے کہ مسلمانوں نے چاشت کی نماز سے افضل کوئی بدعت شروع نہیں کی" ۔

پس مذکُورہ بالا صحیح حدیثِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں پیدا ہونے

---

[۱] شرف لأصحاب الحديث، ص 5(5)

[۲] زادالمعاد 1\340۔

والے نئے کاموں کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا: ایک حسنہ اور دُوسرا سیئہ، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی نظر میں بھی بدعت یعنی نئے پیدا ہونے والے اُمور دو اقسام میں تقسیم ہوتے تھے، اور ان سے نئے پیدا ہونے والے اُمور کے متعلق دو طرح کی باتیں سامنے آتی ہیں، ایک یہ کہ کسی کو اچھا کہتے، اور دُوسرا اظہار نفرت یا اُس کی مذمت بیان کرتے۔

آیئے سب سے پہلے اُن الفاظ کے بارے میں غور فرمائیں جو نئے پیدا ہونے والے اُمور یعنی جن کو لغوی طَور پر بدعت بھی کہا گیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہیں۔

"نعم"، "نعمت"

حضرت سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک قاری کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھنے پر جمع فرمایا تو اس بارے میں فرمایا کہ:

" نعم البدعة هذه .. "۔ " یہ اچھی بدعت (بدعتِ حسنہ) ہے"۔

یہ لفظ (نعم) قُرآنِ مجید فرقانِ حمید میں بھی کئی مقامات پر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾ [1]

"اِن نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب بہت ہی اچھا ہے"۔

اِرشادِ خُداوندی ہے:

﴿وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل﴾ [2]

"اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔

اِرشادِ ربانی ہے:

---

[1] [آل عمران : 136] [ترجمہ: محمد جوناگڑھی غیر مقلد]

[2] [آل عمران : 173] [ترجمہ: محمد جوناگڑھی غیر مقلد]

﴿سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ﴾ [۱]

"کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ ؕ وَلَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴾ [۲]

"اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور کیا ہی خُوب پرہیزگاروں کا گھر ہے"۔

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا﴾ [۳]

"کیا خُوب بدلہ ہے، اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدۡ نَادٰىنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ﴾ [۴]

"ہمیں نُوح نے پکارا تو دیکھ لو کہ ہم کیسے اچھے دُعا قبول کرنے والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ [۵]

"اور ہم نے داؤد کو سلیمان نامی فرزند عطا فرمایا جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بے حد رُجوع کرنے والا تھا"۔

اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

---

[۱] [الرعد: 42] [ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

[۲] [النحل: 30] [ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

[۳] [الکھف: 31] [ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

[۴] [الصافات: 75] [ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

[۵] [ص: 30] [ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

﴿نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ [١]

" جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، پس عمل کرنے والوں کا بہت ہی اچھابدلہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ اِرشادفرماتاہے:

﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ [٢]

" اورزمین کوہم نے فرش بنادیاہے پس ہم بہت ہی اچھے بنانے والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ اِرشادفرماتاہے:

﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ [٣]

" پھرہم نے اندازہ کیااورہم اچھااندازہ کرنے والے ہیں"۔

مذکورہ بالاآیاتِ مبارکہ سے معلوم ہواکہ قُرآن مجیدمیں"نعم" کالفظ کسی چیزکے اچھااورعمدہ ہونے کے لئے استعمال کیا گیاہے۔پس حضرت عُمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاباقاعدہ باجماعت نمازِتراویح کوبدعت کہنے کے باوجوداُس کے لیے"نعم" کہنااِس بات کی دلیل ہے کہ ہرنیاکام گُمراہی نہیں ہوتی، بلکہ بدعت میں بھی دوقسمیں ہیں،ایک قسم وہ ہے جولغوی اعتبارسے بِدعت ہونے کے باوجوداچھی بھی ہوتی ہے، اورایک قسم وہ ہے جوبدعتِ سیئہ ہوتی ہے۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضانُ المبارک میں مستقل جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنےکواسی لئے بدعت کہاکہ اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافرمان سن رکھاتھاکہ اسلام میں شروع ہونے والے اُمورکی حقیقت دوقسموں پرمنقسم ہوتی ہے،جس میں ایک قسم حسنہ اوردوسری سیئہ۔

---

[١] [الزمر: 74] [ترجمہ: محمدجوناگڑھی غیرمقلد]

[٢] [الذاریات: 48] [ترجمہ: محمدجوناگڑھی غیرمقلد]

[٣] [المرسلات: 23] [ترجمہ: محمدجوناگڑھی غیرمقلد]

پس اُنہوں نے لغوی طَور پر اسے بدعت بھی کہا، مگر ساتھ ہی اُس کی تحسین کا ذکر بھی فرما دیا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کا نام آجانے پر سوائے گُمراہی اور ضلالت کے کوئی اور تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، اور اس میں آپ نے آئندہ شروع ہونے والے کاموں کی حیثیت کو بھی بیان فرمادیا یعنی ہر نیا کام گُمراہی ہی نہیں ہوگا بلکہ کچھ کام اچھے ہونے کے باعث بدعتِ حسنہ اور کچھ کام بُرے ہونے کی وجہ سے بدعتِ سیئہ ہوں گے۔

پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اِس فرمان کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی ایک صحابی سے اس کی مخالفت مروی نہیں کہ کسی نے کہا ہو کہ یہ اچھی بِدعت نہیں ہے، بلکہ ضلالت وگُمراہی ہے۔ پس جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی سے انکار ثابت نہ ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع خُود بخود ثابت ہو گیا جیسا کہ معترضین ثبوتِ اجماع میں بیان کرتے ہیں۔

یُونہی حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جمعہ کے لئے اذانِ اوّل شروع کروائی تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کو بدعت کہا مگر اس پر نکیر نہیں فرمائی، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اس کو بدعتِ حسنہ سمجھتے تھے اِس لئے اِس کی مخالفت اور نکیر نہ فرمائی، جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدعتِ سیئہ کے عاملین کے ساتھ تعلق تک ترک کر دیتے تھے۔

پس آپ کا اُس کی مخالفت نہ کرنا اور کسی دُوسرے صحابی سے بھی اس کا انکار صحیح سند کے ساتھ مَروی نہ ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک یہ کام نیا ہونے کی وجہ سے بدعت تو تھا مگر بدعت کی اس قسم میں داخل نہیں تھا جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذمت مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خُود چاشت کی نماز کو بدعت کہنا اور ساتھ ہی حسنہ قرار دینا بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ ہر بدعت کو گُمراہی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ بدعت کی دو

قسمیں تسلیم کرتے تھے،جن میں سے ایک قسم کو اچھا اور دُوسری کو بُرا۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنی "صحیح" کی "کتاب التہجد" میں مورق سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ:

"أَتُصَلِّي الضُّحَى ؟قَالَ : لَا . قُلْتُ :فَعُمَرُ ؟قَالَ : لَا . قُلْتُ : فَأَبُوْبَكْرٍ ؟قَالَ : لَا . قُلْتُ : فَالنَّبِيُّ ﷺ ؟قَالَ لَا إِخَالُهُ". [1]

" تم نمازِ چاشت پڑھتے ہو؟ اُنہوں نے کہا:نہیں۔ مَیں نے کہا:عمر نے پڑھی ہے؟ اُنہوں نے کہا:نہیں. مَیں نے کہا: ابُوبکر نے؟ اُنہوں نے کہا:نہیں ۔ مَیں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے،اُنہوں نے کہا:میں نہیں سمجھتا"۔

جبکہ صحیح بخاری شریف میں اسی صفحہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے،فرماتی ہیں:

---

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 2\405، وفي نسخة: 2\171 (7773)،والبخاري في الصحيح 2\58

وأحمد في مسنده 2\23،و 2\45، والطبراني في الكبير 13\294 (14070)۔

[بخاری 1\534،مترجم :وحید الزمان غیر مقلد)وقال الحافظ ابن حجر في الفتح 3\52:وَقَدْ جَاءَ عَنْهُ الْجَزْمُ بِكَوْنِهَا مُحْدَثَةً فَرَوَى سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَن بن عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهَا مُحْدَثَةٌ وَإِنَّهَا لَمِنْ أَحْسِنِ مَا أَحْدَثُوا وَسَيَأْتِي فِي أَوَّلِ أَبْوَابِ الْعُمْرَةِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدِ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ الضُّحَى فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صلَاتهم فَقَالَ بِدعَة وروى بن أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَأَلت بن عُمَرَ عَنْ صَلَاةِ الضُّحَى فَقَالَ بِدْعَةٌ وَنِعْمَتِ الْبِدْعَةُ وَرَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ قُتِلَ عُثْمَانُ وَمَا أَحَدٌ يُسَبِّحُهَا وَمَا أَحْدَثَ النَّاسُ شَيْئًا أَحب إِلَيّ مِنْهَا ۔۔۔

"مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا"، وفی روایۃ :"وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا". [1]

" مَیں نے تو آنحضرت ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر مَیں پڑھتی ہوں"۔

جبکہ امام مالک رحمہ اللہ زید بن اسلم رحمہ اللہ سے، وہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحٰى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ، ثُمَّ تَقُوْلُ : لَوْ نُشِرَ لِيْ أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهُنَّ". [2]

" یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاشت کی آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں، پھر فرماتیں کہ اگر میرے والد بھی جی اُٹھیں، تب بھی اِن رکعتوں کو نہ چھوڑوں"۔

قطع نظر اس سے کہ نمازِ چاشت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں، اُمُّ المومنین کے

---

[1] أخرجه مالک في الموطأ ،بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى 152.153، والطيالسي في مسنده 3\52(1539)، و ابن الجعد في مسنده (2781)، وابن أبي شيبة في المصنف 2\406، والبخاري في الصحيح 2\50، و2\58،ومسلم في الصحيح (718)،والنسائي في السنن الكبرى 1\266(482) وأبو داود في السنن، بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى (1293)،وابن حبان في الصحيح 2\10.11(312)، و 2\12.13(313)، و 6\273(2532)، وأبو عوانة في مسنده2\10، وإسحاق بن راهويه 2\298 (820) ، و2\342(870)، والطبراني في مسند الشاميين 1\67(79)،و 2\124(2900)، و 4\197 (3093)، والبيهقي في السنن الكبرى3\70.71 ،كلهم من حديث الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها۔

[2] أخرجه مالک في الموطا ،بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى 153،عبد الرزاق في المصنف 3\78 (4866)

الفاظ کی طرف غور فرمائیں، وہ فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی (جیسا کہ امام مالک و بخاری کی روایت میں لفظ "قط" ہے) نہیں دیکھا مگر مَیں پڑھتی ہوں، اور اس پر دوام کو بھی کس طرح بیان فرما رہی ہیں کہ اگر میرے والد بھی جی اُٹھیں تب بھی مَیں انہیں نہیں چھوڑوں گی۔ کیا اُمّ المومنین کا ایک ایسا فعل کرنا جس کے بارے میں اُن کا علم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فعل نہیں کیا بدعت سیئہ کے زُمرے میں شامل ہوگا یا نہیں؟

اس نماز کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی بدعت کہہ رہے ہیں اور اُمّ المؤمنین وغیرہ پڑھ رہے ہیں، تو کیا معترضین اسے بھی "کل بدعة ضلالة" میں داخل کر کے وہی فتوی اس کے فاعلین پر چسپاں کرنے کی جرأت کریں گے؟۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے "و کل محدثة بدعة، و کل بدعة ضلالة۔۔۔الحدیث"۔ روایت کی ہے۔

جیسا کہ ابنِ ماجہ نے اپنی" سنن" کے مقدمہ حدیث (46) میں بیان کیا ہے، وہ خُود عید کی نماز کے بعد چار یا آٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔

جیسا کہ" مصنف ابنِ ابی شیبہ 2\84" اور" مصنف عبدالرزاق 3\153" میں ہے۔

جب کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا عید کے دن کا طریقہ مبارک یُوں بیان کیا گیا ہے کہ:

" أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا"۔ [1]

---

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، صلاة العيدين، بَابُ تَرْكِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا فِي الْمُصَلَّى (884)، والبخاري في الصحيح، بَابُ الخُطْبَةِ بَعْدَ العِيدِ 2\19 (964)، والترمذي في السنن، بَابُ لَا صَلَاةَ قَبْلَ الْعِيدَيْنِ وَلَا بَعْدَهَا (537)، وابن ماجه في السنن (1291)، والنسائي في السنن (1587)، والآخرون۔

" یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کو تشریف لے گئے، پس دو رکعتیں پڑھیں، آپ نے اُن سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہ پڑھی"۔

جبکہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعینِ عظام نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نماز پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت علی المرتضی، ابُو ہریرہ، انس بن مالک، ابُو برزہ، حسن بصری، سعید بن ابی الحسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، علقمہ، ابنِ سیرین، جابر بن زید، مکحول وغیرہم، جن میں بعض کی سندیں صحیح اور حسن اور بعض ضعیف بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں [١]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ جب کوئی آدمی نکاح کرتا تو اُس کو حکم دیتے کہ جب تیری بیوی تیرے پاس آئے تو اُسے اپنے پیچھے نماز پڑھا، پھر دُعا کر، بعد میں اپنے حقوق پُورے کر، ملاحظہ فرمائیں: [٢]

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت صحیح وثابت راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن سے اہلِ بدعت کے بارے میں بہت سخت الفاظ مروی ہیں، اُن کے متعلق حافظ ابن کثیر نے "البداية والنهاية" میں لکھا:

"وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ عَرَّفَ بِالنَّاسِ فِي الْبَصْرَةِ فَكَانَ يَصْعَدُ الْمِنْبَرَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ ، وَيَجْتَمِعُ أَهْلُ الْبَصْرَةِ حَوْلَهُ فَيُفَسِّرُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ

[١] مصنف ابن أبي شيبة 2\85.84، وفي نسخة : 1\500.499،مصنف عبد الرزاق 3\150 إلى 3\154۔

[٢] مصنف ابن أبي شيبة 7\118،وفي نسخة : 6\92(29733)، ومصنف عبد الرزاق 6\191.192، والمعجم الكبير 9\204(8993- 8994)،وأدب النساء لعبد الملك بن حبيب (35)، والدعاء للضبي (33)، ومسائل الإمام أحمد برواية ابنه أبي الفضل صالح (923)

مِنْ بَعْدِ الْعَصْرِ إِلَى الْغُرُوْبِ، ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْمَغْرِبَ.
وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ بَعْدَهُ فِيْ ذٰلِكَ، فَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ: هُوَ بِدْعَةٌ لَمْ يَعْمَلْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَلَا أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ [أصحابه] إِلَّا ابْنَ عَبَّاسٍ. وَمِنْهُمْ مَنِ اسْتَحَبَّ ذٰلِكَ لِأَجْلِ ذِكْرِ اللهِ وَمُوَافَقَةِ الْحُجَّاجِ". [1]

"اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں لوگوں کے ساتھ تعریف کی، پس آپ یومِ عرفہ کی شب منبر پر جلوہ اَفروز ہوتے، اور اہلِ بصرہ آپ کے اِردگرد جمع ہو جاتے، پس آپ قُرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر کرتے اور عصر سے لے کر غُروب تک لوگوں کو نصیحت فرماتے، پھر منبر سے نیچے تشریف لاتے تو اُنہیں مغرب کی نماز پڑھاتے۔ اور آپ کے بعد علماء نے اِس میں اختلاف کیا ہے۔ پس اُن میں سے بعض نے اس کو ناپسند کیا، اور کہا کہ یہ بدعت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر عمل نہیں کیا، اور نہ ہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا کسی ایک صحابی نے بھی، اور اُن میں سے بعض نے اسے ذکرِ الٰہی اور حجاج کی موافقت کی وجہ سے مستحب کہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اِس عمل کو ابنِ ابی شیبہ نے اپنے مصنف، عبدالرزاق نے اپنے مصنف، ابن سعد نے طبقات، عسکری نے الاوائل وغیرہم میں روایت کیا ہے۔ [2]

تعریف کا مطلب

جس طرح حاجی میدانِ عرفات میں جمع ہوتے ہیں اسی طرح یومِ عرفہ کے دن دُوسرے

---

[1] البداية والنهاية، من سنة ست وستين الى سنةسبعين 6\328، وفي نسخة: 8\330۔

[2] مصنف ابن أبي شيبه 4\372، و 8\357، وفي نسخة: 3\287 (14266)، و 7\257 (42358)، مصنف عبدالرزاق 2\290، 289، طبقات ابن سعد 2\367، الأوائل 88، تاريخ الإسلام للذهبي 2\658، تاريخ حلب 2\52۔

شہروں میں لوگوں کا جمع ہونا اس کو تعریف کہتے ہیں۔
پس اگر ہر وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا خلفاء راشدین نے نہ کیا ہو اُس کا کرنا بدعت سیئہ ہے، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اِس عمل کی اِبتداء کرنا، اور اہل بصرہ کا اُن کے ساتھ شامل ہونا، کس حکم میں داخل ہے؟۔
کیا حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ عمل ثواب کی نیت سے شروع کیا یا کسی اور نیت سے؟۔
اگر ثواب کی نیت سے شروع فرمایا تو ایسا عمل جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی میں نہیں کیا، اور نہ ہی خلفاء راشدین میں سے کسی نے کیا تو اُس کو ثواب کی نیت سے شروع کرنے کے باعث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کیا فتویٰ لگے گا؟۔
اگر ان کا یہ عمل بدعتِ سیئہ کے زُمرے میں داخل ہے تو اہلِ بصرہ جو ان کے اردگرد جمع ہوتے تھے، اُن کا اس بدعت کو سرانجام دینا، اِس کا گُناہ کس کے سر ہوگا؟۔
جو لوگ میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس کا اِنعقاد کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ یہ نہ تو ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور نہ ہی خلفاء راشدین نے کیا، لہٰذا اِس کو کرنے والے بدعتی اور گناہگار و گُمراہ ہیں، وہ بتائیں کہ اُن کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس عمل کو شروع کرنا، اور لوگوں کا آپ کے ساتھ شامل ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟۔
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ میں یومِ عرفہ نہیں آیا تھا؟
کیا حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں یہ دن نہیں آیا؟
کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات میں یہ دن نہیں آیا؟
کیا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اس دن سے خالی تھی؟
کیا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن کی فضیلت سے واقف نہیں تھے؟
جب یہ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی آیا، اور اسی طرح حضرت ابُوبکر، عمرِ فاروق، عثمانِ غنی اور علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں میں بھی آتا رہا، مگر اُنہوں نے اس دن

کونہیں منایا (نہیں جمع ہوئے) تو کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس دن کا خاص اہتمام کرنا گناہ ہے؟۔

حافظ ابنِ کثیر کا یہ لکھنا کہ سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کیا تو یہ بات دُرست نہیں ہے ،اور اگر دُوسرے نسخہ کے مطابق اصحابِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مُراد ہیں تو بھی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ یہی کام مندرجہ ذیل سلف صالحین سے بھی مروی ہے، وہ یومِ عرفہ کو مکّہ مکرمہ کے علاوہ دُوسرے شہروں میں بھی مناتے (جمع ہوتے) تھے، جن میں سے

(1) عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ [متوفی 85ھ]

(2) بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ [متوفی 108ھ]

(3) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ [متوفی 110ھ]

(4) ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ [متوفی 127ھ]

(5) محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ [م 127ھ وقیل: 123] وغیرہم، ملاحظہ فرمائیں:[۱]

امام اہلِ سنّت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس کے متعلق سوال ہوا کہ:

"قَالَ الأَثْرَمُ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ التَّعرِيفِ فِي الأَمصَارِ، يَجْتَمِعُوْنَ فِي المَسَاجِدِ يَوْمَ عَرَفَة. فَقَالَ: أَرْجُو أَنْ لاَ يَكُوْنَ بِهِ بَأْسٌ، فعلَه غَيْرُ وَاحِدٍ: الحَسَنُ، وَبَكْرُ بنُ عَبْدِ اللهِ، وَثَابِتٌ، وَمُحَمَّدُ بنُ وَاسِعٍ، كَانُوا يَشْهَدُوْنَ المَسْجِدَ يَوْمَ عَرَفَة". [۲]

---

[۱] مصنف ابن أبی شیبة 4\372، والزهد أحمد بن حنبل (1777)، والسنن الكبرى بيهقي 5\117، وسير اعلام النبلاء ذهبی، ترجمه: أحمد بن محمد بن هاني 10\424۔

[۲] سير اعلام النبلاء، في ترجمة الأثرم أحمد بن محمد بن هاني 10\424، وفي نسخة: 12\624، وطبقات الحنابلة 67، والمغنى لإبن قدامة، كتاب الصلوة، باب صلوة العيدين

"امام اَثرم نے کہا کہ مَیں نے ابُوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے (مکہ کے علاوہ دُوسرے) شہروں میں تعریف کے بارے میں سوال کیا، کہ عرفہ کے دن لوگ مساجد میں جمع ہوتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ پس یہ کام کئی لوگ کرتے تھے جن میں حضرت حسن بصری، بکر بن عبداللہ مزنی، ثابت بنانی، اور محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہم وہ عرفہ کے دن مسجد میں حاضر ہوتے (یعنی اجتماع میں آتے تھے)" [1]

عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم نے اپنی کتاب "**السنن والمبتدعات في العبادات**" میں اس کو بُری بدعت یعنی بدعتِ سیئہ ثابت کرنے کے لئے بہت زور لگایا ہے جو اُس سے نہ ہو سکا اور اِس کتاب کا اُردو ترجمہ کرنے والے زبیرعلیزئی، پاکستانی غیر مقلد، نے بھی بدعتِ سیئہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

تعریف کے متعلق لکھا کہ:

---

[1] ==3\136، والشرح الكبير 3\136، والمجموع شرح المهذب 8\117، وتفسير القرطبی،سورة البقرة:198، 2\419، وتفسير اللباب في علوم الكتاب 3\421، وتفسير البحر المحيط 2\266۔

امام ابُو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم اپنی "الإيضاح في مناسك الحج والعمرة" کی چوتھی فصل میں لکھتے ہیں کہ:"

فِي التَّعْرِيفِ بغيرِ عَرَفَات وهذا هُوَ الاجتماعُ المعرُوفُ فِي البلدان اختلف العلماءُ فيه فجاءَ عن جَمَاعَةٍ اسْتحبَابُهُ وَفِعْلُهُ. فَقَد رُوِي عن الحسنِ البصريّ أنهُ قَال: أوَّلُ مَنْ صَنَعَ ذَلِكَ ابْنُ عَبَاس رضى الله عنهما. وَقَالَ الأَثْرَمُ: سَأَلْتُ أحْمَدَ بن حَنْبَلٍ رحمهُ اللهُ تَعَالى عَنِ التَّعْرِيف فِي الأَمْصَارِ فقالَ: أرْجُو أنْ لا يكونَ به بأْسٌ وقد فعلهُ غيرُ واحِدٍ الْحَسَنُ وبكرٌ وثَابِتٌ ومحمدُ بنُ واسع كَانوا يَشْهَدُونَ المسجدَ يومَ عرفةَ وَكَرِهَهُ جماعَةٌ منهم نَافِع مَوْلَى ابنِ عُمَرَ وإبراهيمُ النَّخعِيُّ والحكَمُ وحَمَّادٌ ومالكُ بنُ أنسٍ وغيرُهم."

" یہ کام اس طریقے پر بدعت ہے، سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اس دن صرف حاجی کے لئے دُعا کی فضیلت ہے، غیرِ حاجی کے لئے اس طریقے پر دُعا کی کوئی فضیلت نہیں ۔۔۔۔۔۔ تاہم دُوسرے لوگوں کے لئے دُعا واستغفار کے لئے اِس دن جمع ہونا بُری بِدعت ہے، بلکہ عرفات کے علاوہ کسی دُوسرے مقام پر اس طرح جمع ہونا بذاتِ خُود بدعت ہے"۔ [1]

راقم الحروف کہتا ہے! حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس، عمر بن حریث، مصعب بن زبیر، حسن بصری، محمد بن واسع، بکر بن عبداللہ مزنی، ثابت بنانی، اور احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہم جیسی شخصیات جن کے اسلاف میں سے نہیں ہیں، کہیں خوارج حروریہ کے سرداران کے اسلاف تو نہیں، کیونکہ وہی لوگ تھے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بدعتی وگمراہ ہونے کے فتوے لگائے تھے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ:

" امام احمد نے ابنِ عباس کے جس اثر سے حجت پکڑی ہے، اُسے حسن بصری نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/ ۲۸۷، ۷/ ۲۵۷)] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حسن نے ابن عباس سے کچھ نہیں سنا، لہٰذا یہ اثر مُرسل یعنی منقطع ہے اور مرسل روایت نا قابل حجت ہوتی ہے"۔ [2]

مَیں کہتا ہوں! اگر امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کچھ نہیں سنا، تو بھی مصنف اور مترجم کا اس کو بُری بدعت کہنا دُرست نہیں ہے کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ بات صرف امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے ہی بیان نہیں کی، بلکہ یہی بات امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان کرتے ہیں، ملاحظہ

---

[1] عبادات میں بدعات 301۔ 302، مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

[2] عبادات میں بدعات 302، مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

فرمائیں، امام ابُو عروبہ الحرانی رحمۃ اللہ علیہ [م 318ھ] اپنی کتاب "الأوائل" میں مندرجہ ذیل سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

"حَدثَنَا بُندَار حَدثَنَا أَزْهَر عَن ابْن عون عَن مُحَمَّد قَالَ: " أَوَّل من عرف هَاهُنَا ابْن عَبَّاس رضی الله تعالی عنهما ". [1]

اس روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(1) بندار۔ھو: محمد بن بشار بن عثمان بن داود بن کیسان [متوفی 252ھ]

(2) ازھر۔ھو: ازھر بن القاسم الراسبی، ابُوبکر۔

(3) ابن عون۔ھو: عبد اللہ بن عون بن ارطبان، ابُوعون [متوفی 151ھ]

(4) محمد۔ھو: محمد بن سیرین الانصاری، ابُوبکر [متوفی 110ھ]

معلوم ہوا کہ عمرو بن عبد المنعم کا اس کو بُری بدعات میں شمار کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ بہت ہی بُرا عمل ہے۔ باقی عمرو بن حریث کے اثر کو صاحبِ کتاب اور مترجم دونوں نے صحیح تسلیم کیا ہے، گو کہ اپنے فہم سے کہا کہ اس میں مروّجہ "التعریف" کی دلیل نہیں۔

باقی مصنف کا اِس کے مخالف روایات ذکر کرنا اور مترجم کا اُن کی تصحیح بیان کرنا ہمیں مضر نہیں، کیونکہ جب یہ فعل سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسندِ صحیح ثابت ہو گیا تو پھر اس کو بُری بدعت کہنا اصحاب رسول اور تابعین کی ایک جماعت کو بدعتِ ضلالہ کے مُوجد بنانے اور خیال کرنے کے مترادف ہے۔

یاد رہے کہ امام ابراہیم نخعی، حماد اور مالک وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم جنہوں نے بھی اِس کو بدعت کہا ہے اُس سے مُراد بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ لُغوی اعتبار سے بدعت مُراد ہے، جیسا کہ امام نووی، شربینی، اور رملی رحمۃ اللہ علیہم نے ذکر کیا ہے، بلکہ علی بن عبد البر بن علی ابوالحسن الحسینی

---

[1] کتاب الأوائل 138 (115)

الونائی الشافعی علیہ الرحمۃ نے تو اِس کو بدعتِ حسنہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں [1]
بلکہ امام ابنِ قدامہ حنبلی علیہ الرحمۃ نے امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ کے متعلق بھی بیان کیا ہے کہ وہ بھی ان محافل میں لوگوں کے ساتھ شامل ہوتے تھے، ملاحظہ فرمائیں [2]
اگر بقول عمرو بن عبد المنعم اور زبیر علیزئی یہ بُری بدعت ہے تو حضرت ابنِ عباس، عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اُس زمانہ کے تمام وہ لوگ جو اُن کی معیت میں جمع ہوتے تھے، جن میں اکثریت تابعین کی ہے، وہ ایک بُری بدعت کے مُرتکب ٹھہریں گے یا نہیں؟
جبکہ معترضین و مانعین کے جدِّ اعلیٰ ابنِ تیمیہ حرانی نے تو سیّدنا ابنِ عباس، عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ بصرہ اور مدینہ منورہ کے مکینوں کی ایک جماعت کو اس کا عامل بتایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:
"فعله ابن عباس وعمرو بن حريث رضى الله عنهم من الصحابة، وطائفة من البصريين والمدنيين". [3]
" یعنی اس تعریف کو کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے سیّدنا ابنِ عباس اور عمرو بن حریث نے اور بصرہ و مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں سے ایک گروہ نے"۔
اللہ عزّوجل ہمیں اِس بات سے محفوظ رکھے کہ ہمارے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کے بارے میں ایسی بات جنم لے کہ اُس نے گُمراہ کن بدعت کو شروع کیا، کیونکہ اُن سے بڑھ کر بعد والوں میں سے کوئی بھی قُرآن وحدیث کو جاننے والا نہیں ہوا کہ اُس کی فکر

---

[1] الإيضاح في مناسل الحج والعمرة للإمام النووي 4 29،وتحفة المحتاج للهيتمي 108\4، نهاية المحتاج للرملي 297\3، ومغني المحتاج للشربيني 261\2۔
[2] المغني 296\2،والشرح الكبير على متن المقنع 263\2۔
[3] اقتضاء الصراط المستقيم 638\2،وفي نسخة : 310،وتهذيب اقتضاء الصراط المستقيم 166۔

وفہم کو ہم اِن نفوسِ قدسیہ پر حجت تسلیم کریں اور انہیں تعلیماتِ اسلامیہ سے ناواقف تصور کرنے لگ جائیں ۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کئی اور افعال کا ذکر کیا جا سکتا ہے، لیکن اِختصار کے پیشِ نظر انہی پر اکتفا کرتے ہوئے ہم چند تابعین کا تذکرہ کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

تابعینِ عظّام اور متأخرینِ آئمہ اسلام رضی اللہ عنہم اور تقسیمِ بدعات

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

امام ابنِ رجب حنبلی علیہ الرحمۃ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہے:

" القصص بدعة و نعمت البدعة". [1]

" وعظ گوئی بدعت ہے، اور اچھی بدعت ہے" ۔

یُونہی امام خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے خلدیہ بنت جعفر بن محمد کے ترجمہ میں خواص سے بسند بیان کیا ہے کہ:

"أنه قال سمعت بضعة عشر من مشائخ الصنعة أهل الورع والدين والتمييز وترك الطمع كلهم مجمعون على أن القصص فى الأصل بدعة، و نعمت البدعة هى الرحمة تنزل فى مجالسهم......". [2]

" کہا کہ بے شک مَیں نے دس کے قریب صنعہ کے مشائخ سے جو اہلِ وَرع ودین وتمیز اور تارکِ طمع تھے سے سنا، تمام اِس پر متفق تھے کہ بیشک قصہ گوئی اصل میں بدعت ہے، لیکن اچھی بِدعت ہے، یہ اُن کی مجالس میں رحمت کے نزول کا باعث ہے۔

---

[1] جامع العلوم و الحکم 267۔

[2] تاریخ بغداد 4 \1 444۔

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ اور مشائخ صنعہ کے نزدیک اگر بدعت صرف گمراہی کا ہی نام تھا تو اُنہوں نے قصہ گوئی کو بدعتِ حسنہ کیوں کہا ؟ ۔

پس اس کی صرف ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے کہ اُن کے نزدیک ہر بدعت گمراہی نہیں تھی ورنہ وہ اُسے حسنہ قرار نہ دیتے ۔

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ جمعہ کے لئے منبر پر بیٹھتے تھے، جس کو امام طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت کیا، اور ساتھ ہی اس کو بدعت بھی قرار دیا، جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا، اگر اُن کے نزدیک ہر بدعت کو گمراہی تسلیم کیا جائے تو اُن کے نظریات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ہوں گے؟

یہ بات تو بعید از عقل ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ کو گمراہ کن بدعت کا مُوجد خیال کرتے ہوں ۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے تو باقاعدہ بدعت کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا، اور اُن کے بعد والے اہلِ اسلام میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے اس کو قبول کیا، اور بعض نے اپنی اپنی کتب میں بھی اِس کو ذکر کیا، یہاں تک کہ ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم کی بھی بعض عبارات اِس پر شاہد ہیں، بطورِ مثال ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں :

ابنِ تیمیہ حرانی نے لکھا ہے کہ :

"وَمِنْ هُنَا يُعْرَفُ ضَلَالُ مَنِ ابْتَدَعَ طَرِيقًا أَوْ اعْتِقَادًا زَعَمَ أَنَّ الْإِيمَانَ لَا يَتِمُّ إِلَّا بِهِ مَعَ الْعِلْمِ بِأَنَّ الرَّسُولَ لَمْ يَذْكُرْهُ وَمَا خَالَفَ النُّصُوصَ فَهُوَ بِدْعَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَمَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ خَالَفَهَا فَقَدْ لَا يُسَمَّى بِدْعَةً .

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ : الْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ: بِدْعَةٌ خَالَفَتْ كِتَابًا وَسُنَّةً وَإِجْمَاعًا وَأَثَرًا عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَذِهِ

بِدْعَةُ ضَلَالَةٍ. وَبِدْعَةٌ لَمْ تُخَالِفْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَهَذِهِ قَدْ تَكُونُ حَسَنَةً لِقَوْلِ عُمَرَ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ هَذَا الْكَلَامُ أَوْ نَحْوُهُ رَوَاهُ البيهقى بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيحِ فِي الْمَدْخَلِ" . [1]

" اوراس کلام سے لفظ ضلال کا مفہوم سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بیان نہیں کیا، کسی طریقے یا عقیدے کی اِبتداء اس گمان سے کی کہ بے شک ایمان اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا تو" ضلالہ" ہے، اور جو چیز نصوص کے مخالف ہو وہ مسلمانوں کے اِتفاق رائے کے ساتھ بِدعت ہے۔ اور جس چیز کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کتاب وسنت کی مخالفت کی ہے ایسی چیز کو بدعت کا نام دیا جا سکتا ہے ۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ایک وہ بدعت جو قُرآن وسنّت، اجماع اور بعض اصحاب ِرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کے خلاف ہو تو وہ بدعتِ ضلالہ ہے۔ اور جو بدعت ان تمام چیزوں میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ بدعتِ حسنہ ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے "نعمت البدعة هذه "یہ یا اس جیسا دُوسرا بیان جسے امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ" المدخل" میں روایت کیا ہے"۔

پس واضح ہوا کہ ابنِ تیمیہ وغیرہ جیسوں نے بھی بعض مقامات پر بدعت کو دو قسموں میں بیان کیا ہے لیکن بعض جگہوں پر نہ جانے کیوں اِس سے احتراز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور اِن دونوں کے پیروکار بھی اسی ڈگر پر چلتے نظر آتے ہیں کہ جہاں اپنے من کے مطابق سمجھا، وہاں دو اقسام کا سہارا لے لیا اور جہاں اپنی طبیعت کے خلاف پایا، وہاں ہر بات بھُول کر ایک ہی ڈگر پر چلتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے کثیر حصہ کو بدعتی وگمراہ قرار دے دیا۔

---

[1] مجموع الفتاوی 163\20۔

اب ہم ہر ایک کی عبارت ذکر کرنے کی بجائے صرف ان آئمہ ومحدّثین کا نام، اور وہ کتب جن میں اُنہوں نے بدعت کو دو یا زائد قسموں میں شمار کیا ہے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ تفصیل کے متلاشی اِن کتب سے استفادہ حاصل کرسکیں۔

نمبر (1) امام محمد بن ادریس بن عباس الشافعی علیہ الرحمۃ [متوفی 204ھ]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ونقل کرنے والے علماء ومحدثین

☆امام ابُونعیم اصفہانی، احمد بن عبداللہ بن احمد علیہ الرحمۃ [متوفی 430ھ] [1]

☆امام ابُوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی علیہ الرحمۃ [متوفی 458ھ] [2]

☆امام ابُوزکریا محی الدین بن شرف النووی علیہ الرحمۃ [متوفی 676ھ] [3]

☆تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ [متوفی 728ھ] [4]

☆امام ابُوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی علیہ الرحمۃ [متوفی 748ھ] [5]

☆ابنِ قیم الجوزیہ ابُوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب [متوفی 751ھ] [6]

☆امام ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ [متوفی 795ھ] [7]

---

[1] حلیة الأولیاء، في ترجمته، جلد 4 صفحه 97۔

[2] المدخل إلی السنن الکبریٰ 1\206، ومعرفة السنن والآثار ، کتاب الجمعة 2\ 521 (1782)، ومناقب الشافعی [کما في سبل الهدی والرشاد 1\370]

[3] تهذیب الأسماء واللغات، حرف الباء، جلد 2 صفحه 29۔

[4] مجموع الفتاوی 2\163۔

[5] سیر اعلام النبلاء 10\70، في ترجمته ، وتاریخ الإسلام، حرف المیم، 4\69۔

[6] اعلام الموقعین 1\121۔

[7] جامع العلوم والحکم 4 25.253۔

☆حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ [متوفی 852ھ] [۱]

☆امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ [متوفی 911ھ] [۲]

☆محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ [متوفی 942ھ] [۳]

☆محمد بن عبدالوھاب نجدی [متوفی 1206ھ] [۴]

☆عبدالرؤف محمد عثمان [۵] وغیرہم۔

نمبر (2) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی علیہ الرحمۃ [متوفی 380ھ] [۶]

نمبر (3) ابنِ حزم ظاہری، علی بن احمد ابن حزم الاندلسی [متوفی 456ھ] [۷]

نمبر (4) امام ابُوحامد محمد بن الغزالی علیہ الرحمۃ [متوفی 505ھ] [۸]

نمبر (5) امام مبارک بن محمد ابن اثیر الجزری علیہ الرحمۃ [متوفی 606ھ] ([۹])

ان سے نقل کرنے والے

☆علّامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی علیہ الرحمۃ (متوفی 711ھ) [۱۰] [۱]

---

[۱] فتح الباری، کتاب الإعتصام 3\3253۔

[۲] الحاوی للفتاوی 1\276۔

[۳] سبل الهدی والرشاد 1\370

[۴] أصول الایمان، باب تحریضه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی لزوم السنة 166۔

[۵] محبة الرسول بین الاتباع والابتدع، المبحث الأول، 281۔

[۶] الجامع لأحکام القرآن 2\87

[۷] الاحکام فی اصول الاحکام، 1\47، ورسائل ابن حزم 4\410۔

[۸] احیاء علوم الدین 1\276۔

[۹] النهایة فی غریب الحدیث 1\106۔

[۱۰] [۱] لسان العرب 6\ 8۔

☆علّامہ مرتضی حسینی زبیدی علیہ الرحمۃ [متوفی 1205ھ] [1] وغیرہما۔

نمبر (6) امام عز بن عبد السلام علیہ الرحمۃ ([متوفی 660ھ] [2]

ان کی بات کے ناقلین

☆امام شہاب الدین احمد القرافی المالکی علیہ الرحمۃ [متوفی 684ھ] [3]

☆امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی علیہ الرحمۃ [متوفی 676ھ] [4]

☆امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ [متوفی 911ھ] [5]

☆محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ [متوفی 942ھ] [6]

☆عبد الرؤف محمد عثمان [7]

مزید ملاحظہ فرمائیں

(1) حافظ عماد الدین ابُو الفدا اسماعیل ابن کثیر [متوفی 774ھ] [8]

(2) امام ابُو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی علیہ الرحمۃ [متوفی 790ھ] [9]

---

[1] تاج العروس من جواهر القاموس 11\9۔

[2] قواعد الاحکام فی مصالح الانام، فصل في البدع 2\337۔

[3] أنوار البروق فی أنواع الفروق، الفرق الرابع والخمسون والمائتان، بين قاعدة ما يحرم من البدع وينهى عنه وبين قاعدة ما لا ينهى عنه منها 4\205،202۔

[4] تهذيب الأسماء واللغات، حرف الباء، 2\29۔

[5] الحاوی للفتاوی 1\276۔

[6] سبل الهدی والرشاد 1\370۔

[7] محبة الرسول بين الاتباع والابتداع، المبحث الأول تعريف البدعة 281۔

[8] تفسير ابن كثير 1\161۔

[9] الاعتصام، 2\111،115۔

(3) امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی علیہ الرحمۃ [متوفی 794ھ] [1]

(4) امام عبدالرحمن بن شہاب الدین ابن رجب الحنبلی علیہ الرحمۃ [متوفی 795ھ] [2]

(5) علّامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی علیہ الرحمۃ [متوفی 796ھ] [3]

(6) علّامہ ابُوعبداللہ محمد بن خلیفہ الشتانی المالکی علیہ الرحمۃ [متوفی 828ھ] [4]

(7) علّامہ ابُوالفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ [متوفی 852ھ] [5]

(8) امام ابُومحمد بدرالدین محمود العینی الحنفی علیہ الرحمۃ [متوفی 855ھ] [6]

(9) امام محمد بن عبدالرحمن شمس الدین محمود السخاوی علیہ الرحمۃ [متوفی 902ھ] [7]

(10) امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابُوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ [متوفی 911ھ] [8]

(11) امام ابُوالعباس احمد بن محمد شہاب الدین القسطلانی علیہ الرحمۃ [متوفی 911ھ] [9]

(12) امام ابُوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی الشامی علیہ الرحمۃ [متوفی 942ھ] [10] [1]

---

[1] المنثور فی القواعد، 1\217۔

[2] جامع العلوم والحکم، 1\252۔

[3] الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، 5\154۔

[4] اکمال اکمال المعلم، 7\109۔

[5] فتح الباری شرح صحیح البخاری 4\253۔

[6] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 11\126۔

[7] القول البدیع 193، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث 2\327۔

[8] الحاوی للفتاوی 1\192، والدیباج 2\445، وشرح سنن ابن ماجہ۔

[9] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری 3\426۔

[10] [1] سبل الھدی والرشاد 1\370۔

(13) امام عبدالوھاب بن احمد علی الشعرانی علیہ الرحمۃ [متوفی 973ھ] [1]

(14) امام احمد شہاب الدین ابن الحجر المکی الہیتمی علیہ الرحمۃ [متوفی 974ھ] [2]

(15) شیخ محمد شمس الدین الشربینی الخطیب علیہ الرحمۃ [متوفی 977ھ] [3]

(16) امام ملا علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمۃ ([متوفی 1014ھ] [4]

(17) ابُو مظفر منصور بن محمد السمعانی علیہ الرحمۃ [5]

(18) امام محمد عبدالرووف زین الدین المناوی الشافعی علیہ الرحمۃ [متوفی 1031ھ] [6]

(19) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ [متوفی 1052ھ] [7]

(20) علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی علیہ الرحمۃ [متوفی 1088ھ] [8]

(21) امام ابُو عبداللہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی علیہ الرحمۃ [متوفی 1122ھ] [9]

(22) علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ [متوفی 1252ھ] [10] [1]

---

[1] الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر 2\288۔

[2] الفتاوی الحدیثیة 130۔

[3] مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنہاج 4\436۔

[4] مرقاة شرح مشکاة 1\216۔

[5] الانتصار لأصحاب الحدیث 28۔

[6] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر 1\439۔

[7] اشعة اللمعات، باب الاعتصام بالکتاب والسنة 1\125۔

[8] درمختار علی ھامش الرد 1\362۔

[9] زرقانی، شرح الموطا 1\238۔

[10] [1] ردالمختار علی درالمختار 1\414۔

(23) شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی [متوفی 1255ھ][۱]

(24) علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ [متوفی 1270ھ][۲]

(25) احمد علی سہارنپوری [متوفی 1297ھ][۳]

(26) نواب صدیق حسن خان بھوپالی [متوفی 1307ھ][۴]

(27) وحید الزمان [متوفی ۱۳۲۷ھ][۵]

(28) عبدالرحمن مبارکپوری [متوفی 1353ھ][۶]

(29) شبیر احمد عثمانی [متوفی 1369ھ][۷] وغیرہم۔

سو سوالوں کا ایک جواب

آج کے اِس پُرفتن دَور میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو بہت بڑا مُوحّد، اور اپنے مدِّ مقابل عام اہلِ اسلام کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں، اُن میں سے اکثریت سب سے زیادہ جس شخصیت پر اعتماد کرتی ہے، وہ شخصیت عالمِ اسلام کی مایۂ ناز ہستی امام ابُوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے، جن کی کتاب کو قُرآنِ مجید فرقانِ حمید کے بعد سب کتابوں سے اہم اور افضل قرار دیا جاتا ہے، اور وہ لوگ عام طَور پر یہی راگ

[۱] نيل الأوطار شرح منتقى الخبار 3\63۔

[۲] روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم و السبع المثانى 4 1\192۔

[۳] حاشيه بخارى 1\269۔

[۴] هدية المهدى 117۔

[۵] هدية المهدى 117۔

[۶] جامع الترمذى مع شرح تحفة الاخوذى 3\378۔

[۷] فتح الملهم شرح صحيح مسلم 2\406۔

الا پتے نظر آتے ہیں کہ:"أصح الكتب بعد كتاب الله"۔
ان لوگوں کو دُوسرے اہلِ اِسلام کو بدعتی قرار دینے سے پہلے اِنہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جس کو اللہ عزّ وجل کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کا درجہ دیتے ہیں اُس کے لکھے جانے کا طریقہ اور صاحب کتاب کے عمل کو مدّ نظر رکھنا چاہئے، اور قرآن اور احادیث میں یہ بات تلاش کرنی چاہئے کہ اللہ عزّ وجل یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرمان ہے کہ حدیث لکھنے سے پہلے غسل کرو، اور دو رکعت نماز نفل پڑھو، پھر حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھو۔
جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پُوری صحیح بخاری کو لکھنے کا انداز یہی ہے، ملاحظہ ہو:
حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری شرح صحیح البخاری" کے مقدمہ "ھدیۃ الساری" کی "فصل أول فی بيان السبب الباعث لأبي عبد الله البخاری علی تصنيف جامعه الصحيح وبيان حسن نيته فی ذلك" میں لکھتے ہیں:
"وَقَالَ الْحَافِظ أَبُو ذَر الْهَرَوِيّ سَمِعت أَبَا الْهَيْثَم مُحَمَّد بن مكي الْكشميهني يَقُول سَمِعت مُحَمَّد بن يُوسُف الْفربرِي يَقُول قَالَ البُخَارِيّ :" مَا كَتَبْتُ فِي كِتَابِ الصَّحِيحِ حَدِيثًا إِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذَلِكَ وَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ". [1]
"بسندِ مذکور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنی صحیح میں ایک حدیث بھی نہیں

---

[1] فتح الباري، المقدمة 1\16،وذكر فضائل الجامع الصحيح سوى ما تقدم في الفصول الأولى وغيرها 252 ، وتهذيب التهذيب لإبن حجر 9\42، وطبقات حنابلة 201،وسير اعلام النبلاء 10\280، وتاريخ الاسلام 6\140،وتهذيب الكمال 24\443، ووفيات الأعيان 4\190، والوافي بالوفيات 1\236،و تهذيب الأسماء 1\91، وطبقات الحفاظ 1\48،وطرح التثريب 1\129،وتاريخ بغداد 1\195، وتاريخ دمشق 52\72،وصفة الصفوة 1\450، والمنتظم 3\449،وطبقات الشافعية الكبرى 2\220، كلهم في ترجمته ، وتصحيح العمدة للزركشي 1\4، والتوضيح لشرح الجامع الصحيح ==

لکھی مگر اس سے پہلے غسل کیا، اور دو رکعتیں پڑھیں"۔ [1]

کیا ایک ایسا کام جس کا حکم نہ تو اللہ عزّوجل نے دیا، اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اور نہ ہی خلفاء راشدین میں سے کسی نے کیا ہو اُس کے کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بدعتِ سیئہ کے مُرتکب ہو گئے؟ اگر ہر نیا کام بدعتِ سیئہ کے زُمرے میں داخل ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل مدّنظر رکھتے ہوئے ہر نئے کام کو بدعتِ سیئہ قرار دینے والے بتائیں کہ اہلِ بدعت کے پاس بیٹھنے، اور اُن کا کلام سننے سے تو اسلاف نے سختی نے ممانعت فرمائی ہے، جب یہ بات ثابت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل اُن کا اپنا شروع کردہ ہے تو اُن کی کتاب کو قُرآنِ مجید کے بعد تمام کتب پر ترجیح دینا، اور ہر وقت بخاری، بخاری کی رَٹ لگائے رکھنا کس کھاتے میں جائے گا؟۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ایک اور عمل ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

" أَن البُخَارِیّ حول تراجم "جَامعه "بَین قبر النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم ومنبره وَکَانَ یُصَلِّی لکل تَرْجَمَة رَکْعَتَیْنِ"۔ [2]

---

[1] = = 29\2،وارشاد الساري 29\1،والكواكب الدراري 11\1، والتنوير شرح الجامع في العلم والأدب وفضل العالم 22\1، وربيع الأبرار للزمخشري ، 327\1 ، والحطة في ذكر الصحاح الستة للقنوجي 202،والآخرون ۔

[2] فتح البارى، المقدمة، الفصل الثاني 18، و 252، لفظ له ،وسير اعلام النبلاء 281\10، وتهذيب الكمال 443\24،وتاريخ بغداد 195\1، وتاريخ دمشق 52\71،وتهذيب الأسماء 91\1،وأسامي من روى عنهم محمد بن إسماعيل البخاري من مشايخه 52، والمنتظم 449\3،والتحفة اللطيفة 127\2، المعلم بشيوخ البخاري ومسلم 19\1، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم 21\1، التوضيح لشرح الجامع الصحيح ==

دیکھیں! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری کی ابواب بندی بھی ایک خاص طرز پر فرما رہے ہیں کہ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان، اور ہر باب کو قائم کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں، [1] اِس کا حکم کہاں ہے؟ ۔کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں اُنہیں علم نہ تھا کہ ہر نیا کام بدعت وضلالت ہے، اُنہوں نے کس دلیل کے ساتھ اپنی صحیح کو لکھتے وقت ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل اور دو رکعتیں پڑھنا معمول بنایا، اور کس نص سے ہر باب کو قائم کرنے سے پہلے دو رکعتوں کو اَخذ کیا؟ ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر لُغوی بدعت کو گمراہی اور بے دینی شمار نہیں کرتے تھے، بلکہ اُن کے نزدیک بھی ہر وہ نیا کام جو قُرآن وسنّت اور اجماع کے خلاف ہو تو وہ بدعتِ ضلالہ ہے، اور جو ان تمام چیزوں میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ بدعتِ حسنہ ہے، اسی لیے تو اُنہوں نے یہ عمل کیا۔

"صحیح بخاری" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں معترضین جن آئمہ وعلماء کو اپنا خیال کرتے اور کہتے ہیں، اُن میں سے حافظ ابنِ کثیر "البدایۃ والنہایۃ" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں اسی صحیح بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"و کتابه الصحيح يستسقى بقرأته الغمام". [2]

= = 30\2، وسلم الوصول إلى طبقات الفحول 3\ 107، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري 1\ 29، كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون 1\ 543 ، التعديل والتجريح , لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح 1\310، والحطة في ذكر الصحاح الستة 203

[1] لبداية والنهاية 11\30، والحطة في ذكر الصحاح الستة 203، ومرقاة المفاتيح ، خطبة الكتاب 1\30۔

[2] البداية والنهاية 11\30، والحطة في ذكر الصحاح الستة203، ومرقاة المفاتيح ، خطبة الكتاب 1\30۔

" یعنی یہ کتاب عند اللہ اس قدر مقبول ہوئی کہ خشک سالی کے موقع پر بارش ہونے کے لیے اس کا ختم کیا جاتا ہے"۔ [ترجمہ انوار الحق قاسمی]

یہی فاضلِ دیو بند صاحب اپنی طرف سے لکھتے ہیں کہ

" مترجم کہتا ہے کہ ہر اہم ضرورت کے موقع پر با خلاصِ نیت اِس کا ختم مفید اور مجرب ہے"۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور بدعتِ حسنہ

دیو بندی موصوف بحوالہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

" حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ اور آپ جیسے بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رذائل نفس تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے زیادہ مفید ہے اس لیے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں"۔ [1]

الجواب: دیو بندی موصوف کی عقل ٹھکانے لگانے کے لئے مذکورہ حوالہ کے جواب میں موصوف ہی کے حکیم الامت صاحب کا حوالہ نقل کر دیتے ہیں جس سے امید ہے کہ موصوف کے بھیجے کا بھوسہ نکل جائے گا (اس شرط کے ساتھ کہ موصوف میں اپنے حکیم الامت کی تحریر کو سمجھنے کی اہلیت ولیاقت ہو) دیو بندیوں کے پیشوا اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے حقیقت بوجہ کسی کلیہ میں داخل ہونے کے سنت ہے پس تقسیم بدعی الی الحسنۃ والسیئۃ کا اثبات اور نفی محض نزاع لفظی ہے کہ اثبات بناء برصورت کے ہے اور نفی بناء بر حقیقت کے ولا مشاحۃ فی الاصلاح اس قاعدہ کلیہ کے اتقان اور امعان کے بعد سب شبہات مذکورہ دفع ہو گئے"۔ [2]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ جنہوں نے بدعتِ حسنہ سے اجتناب کا حکم دیا ہے وہ بدعت کی

---

[1] دفاع، ج 1 ص 140، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] امداد الفتاوی، ج 4 ص 76۔

تقسیم الی الحسنۃ والسیئۃ کے قائل نہیں اور وہ بدعت حسنہ کو سنّت قرار دیتے ہیں اور بدعت قبیحہ کو ہی بدعتِ سیئہ سمجھتے ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اِن اقوال کو نقل کرنا دیوبندی موصوف کے لئے قطعاً مفید نہیں کیونکہ اِن کے حکیم الامت صاحب اِس کو لفظی نزاع قرار دے چکے ہیں ۔دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کے مشورہ کے مطابق اس حوالہ کو بغور پڑھیں تو ان کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔

نکتہ: دیوبندی موصوف اگر اپنے ہی اکابرین کی کتب کا مطالعہ کریں تو مسئلہ بدعت میں ان کو اپنے اکابرین دو ہاتھ آگے ہی نظر آئیں گے۔جن اُمور پر بدعتِ حسنہ کا اِطلاق کیا جاتا ہے آنجناب کے پیشواو رہنما اس پر سنت کا اطلاق کرتے ہیں۔اب خُود دیوبندی ہی فیصلہ کریں کہ ان کے نزدیک خطا کار اور مجرم کون قرار پاتا ہے؟ نئے اُمور موافق اُصول کتاب وسنّت کو بدعت حسنہ قرار دے کراُن پر کبھی عمل کرنے والا اور کبھی عمل نہ کرنے والا یا اُن نئے اُمور کو عین سنّت قرار دینے والا۔

ہم کارِ خیر کے کاموں کو بدعتِ حسنہ سمجھ کر عمل پیرا ہوں تو دیوبندیوں کے نزدیک غالی بدعتی قرار پائیں اور خُود دیوبندی اُن ہی اُمور کو سنّت قرار دیں تو موحد اور متبع سنّت، یہ کیسی اُلٹی گنگا ہے؟

کوئی مشتری ہو تو آواز دے
اندھوں کے شہر میں اپنا ہنر بیچتا ہوں

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ

دیوبندی موصوف بحوالہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں" ۔[1]

---

[1] دفاع، ج 1 ص 140 ، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول ۔

الجواب : حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِس وصیت نامہ سے نفسِ ایصالِ ثواب کا عدمِ جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جس طرح کارِ خیر کے کاموں میں رِیا کاری کا عنصر شامل ہو گیا ہے اُسی طرح ایصال ثواب کے کاموں میں بھی بعض ریا کار لوگوں نے ریا کاری کو شامل کر دیا ہے لہٰذا ایسے لوگ رضاء الٰہی طلب کرنے کے بجائے رسم دُنیا کو نبھاتے ہیں، پس چونکہ اعمال کا تعلق نیات پر ہے اِس لحاظ سے ایسے لوگ اگرچہ ایصالِ ثواب کی محافل تو منعقد کرتے ہیں مگر پھر بھی ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اس زاویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تیجا، چالیسواں وغیرہ کرنے سے روکا یعنی اِن اُمور سے روکنے کی وجہ دیگر مفاسد تھے نہ کہ درحقیقت ایصال ثواب کے لئے منعقد کی جانے والی محافل مثل تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ۔

علاوہ ازیں اگر ان باتوں کو چھوڑ بھی دیا جائے جو ہم نے ذکر کیں ہیں، حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے تیجا چالیسواں وغیرہ نہ کرنے کا کہا ہے عدمِ جواز کا فتویٰ نہیں دیا، جس طرح حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ورثاء کو وصیت فرمائی کہ

"اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا، قُلْتُ: إِنَّ هَذَا خَلَقٌ، قَالَ: إِنَّ الحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ المَيِّتِ "۔[1]

" یعنی میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا لینا پھر مجھے اُن میں کفن دینا (اُمُّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں، مَیں نے کہا یہ تو پُرانا ہے، فرمایا کہ زندہ آدمی نئے (کپڑے) کا مُردے سے زیادہ مستحق ہے"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پُرانے کپڑے میں کفن دینے کی وصیت کرنا نئے کپڑوں میں کفن دینے کے استحباب کو رد نہیں کرتا اِسی طرح حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا تیجا، چالیسواں اور ششماہی وغیرہ سے اپنے قرابت داروں کو روکنا بھی ان کے جواز

[1] أخرجه البخاری فی الصحیح، بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ، ج 2، ص 102 (1387)

کو مانع نہیں بلکہ مخصوص اپنی کیفیات کے پیشِ نظر ایسا فرمایا ہے۔ اس میں اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لئے ایصالِ ثواب کے اِن اعمال کو اختیار کریں، یا نہ کریں یہ اُن کی اپنی مرضی ہے۔ اگر عدمِ جواز کا فتویٰ ہوتا تو اس پر بحث کی جا سکتی تھی، البتہ آپ نے خُود" تفسیر مظہری" میں لکھا ہے کہ:

"المذکور فی صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى انه لا یصل لاحد ثواب حسنات غیرہ من الصلاۃ والصوم والصدقۃ والحج ونحو ذلك ویکون من خصوصیات هذه الامۃ المرحومۃ"۔ [1]

یعنی حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کے صحیفوں میں مَرقُوم تھا کہ دُوسرے کی نماز، روزہ، صدقہ، حج اور اسی طرح دیگر عبادات کا ثواب کسی کو نہیں پہنچتا مگر یہ اس امّتِ مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے (کہ دُوسرے کی جانب سے ثواب اِن تک پہنچتا ہے)

اس حوالہ میں آپ نے خاص طور پر جو صدقہ کا حکم ذکر فرمایا ہے اور اِس اُمت کی تخصیص بھی ذکر فرمائی ہے۔ صدقہ کا اُردو میں آسان ترجمہ خیرات ہی بنتا ہے اور تیجا، چالیسواں وغیرہ میں صدقات وخیرات کی صورت واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا ثواب میت کو ملتا ہے اور یہ چیز خُود حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریر سے ثابت ہوئی۔

مناظرہ دھلی میں شکست کھانے والے (اسماعیل دھلوی اور بڈھانوی) جواب دیں

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" انہی باتوں کو جب شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دہرایا تو تم مناظرے کرتے ہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو پہلے ہندوستان کے ان اکابر سے مناظرہ کرو"۔ [2]

---

[1] تفسیر المظہری، سورۃ النجم، ج 9 ص 128۔

[2] دفاع، ج 1 ص 141، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الجواب: موصوف بُوکھلاہٹ کا شکار ہیں اس لئے اس طرح کی بے تکی باتیں کر رہے ہیں اسماعیل دہلوی اور عبدالحیٔ بڈھانوی صاحب سے مناظرہ کرنے والے سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تلامذہ اور متوسلین نہ تھے کہ اُن پر یہ الزام لگایا جائے بلکہ مناظرہ کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے شاگرد اور بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ علماء تھے اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے عقائد و معمولات سے بخوبی آگاہ تھے، بلکہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ محمد موسیٰ دہلوی تو خُود خانوادۂ ولی اللّٰہی کے افراد تھے انہوں نے ہی اسماعیل دہلوی اور عبدالحیٔ بُڈھانوی سے مناظرہ کیا اور اُن کے عقائد کو قرآن وسنّت اور نظریات خاندانِ ولی اللّٰہی کے خلاف قرار دیا تھا۔

پس دیوبندی موصوف کا سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے متوسلین پر الزام لگانا دُرست نہیں۔

ہم تو اب بھی راضی ہیں کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور اُن کے خاندان کے مسلم بزرگوں کی تمام کتب کو سامنے رکھ کر مذکورہ مسائل پر فیصلہ کریں مگر دیوبندی اکابرین اس پر بھی راضی نہ ہوں گے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیشہ حیلہ سازیوں سے کام لیا ہے اور اصل مُدعا کی جانب آنے سے گریز کیا ہے۔ ویسے بھی یہ لوگ ہمیشہ چور دروازے سے حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی بھی میدان میں مقابلہ کرنا اِن کو نصیب نہیں ہوا۔ اگر دیوبندی موصوف میں ہمت ہے تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی تمام کتب سامنے لے آئیں اور ان کے مندرجات پر دستخط کرتے جائیں، پھر دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف اپنی بات میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

میں تو کہتا ہوں کہ دیوبندی موصوف پہلے اکابر علماء ہندوستان کے خلاف کتابیں لکھیں اُس کے بعد ہم پر اعتراض کریں جن باتوں کو علماءِ اہلِ سنّت (ہند) نے رَد کر کے رَدّی کی ٹوکری میں پھینک دیا دیوبندی موصوف انہی باتوں کو دُھرا کر علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کو بدنام

کرنے کی لا حاصل کوشش کرر ہے ہیں۔

تقویۃ الایمان کی شورش

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں "ارواحِ ثلاثہ" کی وہ حکایت نقل کی ہے جس میں اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" کے متعلق اقرار کیاہے کہ:

" میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیاہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیاہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔۔۔۔مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے"۔[1]

اس حوالہ پر دیوبندی موصوف نے چند اعتراضات کئے ہیں

اعتراض نمبر(1) مندرجہ بالا حکایت میں سے مولوی کاشف اقبال رضا خانی نے مندرجہ ذیل عبارت نقل نہیں کی:" خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا"۔ارواح ثلاثہ ص۷۳ حکایت نمبر ۵۹)اس سے معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان رد الاشراک کی شرح ہے نہ کہ کتاب التوحید لابن عبد الوہاب نجدی سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے"۔[2]

الجواب : اولاً موصوف خُود راقم الحروف کے پاس موجود دونوں نسخوں کے مطابق " مولوی نصر اللہ خاں خورجوی" کے الفاظ میں سے" خاں" کا لفظ ہضم کر گئے ہیں۔

---

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 59،ص 67، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[2] دفاع، ج1،ص 142۔

ثانیاً: اس حوالہ سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ" تفویۃ الایمان" اوّل عربی میں لکھی گئی تھی۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ" تفویۃ الایمان"،" کتاب التوحید" کا سرقہ نہیں، اس میں کتاب التوحید کا نام تو کجا اس کا اشارہ بھی موجود نہیں۔ دیوبندی موصوف نے نہ جانے یہ کہاں سے کشید کر لیا کہ" تفویۃ الایمان"،" کتاب التوحید" سے سرقہ شدہ نہیں ہے، ایسی کوئی بات تو اس حوالہ میں مرقوم نہیں، نہ جانے کہاں سے دیوبندی موصوف نے یہ مفہوم اخذ کیا ہے۔

موصوف کی یہ خام خیالی ہے، کاشف اقبال صاحب اس ٹکڑے کو نقل کریں یا نہ اس سے اصل مفہوم پر کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی عبث و باطل قرار پایا۔

اعتراض نمبر (2) نیز رضاخانی مولوی نے اس حکایت کا آخری حصہ بھی نقل نہیں کیا جو کچھ یوں ہے

یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے، الخ۔ مزید لکھتے ہیں کہ" انصاف پسند قارئین اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اگر معاذ اللہ شاہ شہید نے یہ کتاب شورش برپا کرنے فتنہ فساد کے لئے لکھی تھی اپنا فرقہ و جماعت بنانے انگریز کو خوش کرنا مقصود تھا تو اپنے ساتھیوں کے سامنے شوریٰ میں اس کتاب کو کیوں رکھ رہے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں اگر آپ کی مرضی نہ ہو تو اسے جلا دیا جائے؟ غرض یہ جملہ حضرت شہید کے خلوص للّٰہیت بزرگی سلامت طبع افہام وتفہیم اور کسر نفسی پر دال ہے چونکہ یہ عبارت صراحتاً بریلوی مُدعا کی نفی کر رہی تھی اس لئے رضاخانیوں نے اسے پیش نہ کیا"۔ [1]

الجواب: اسماعیل دہلوی نے کون سا" تفویۃ الایمان" لکھ کر برصغیر کے تمام علماء کے

---

[1] دفاع، ج 1، ص 143۔

سامنے پیش کی اور اس پر تصدیق چاہی؟ مذکورہ بالا حکایت میں جو نام مرقوم ہیں اُن میں سے شاذ و نادر چند ایک کے علاوہ تمام لوگ شورش و فتنہ برپا کرنے میں اسماعیل دہلوی کے شانہ بشانہ بلکہ ایک قدم آگے محسوس ہوتے ہیں، جیسے عبدالحیٔ بُدھانوی، ایسے لوگوں کے سامنے کتاب رکھنے کا کیا فائدہ؟ کون سا یہ لوگ اسماعیل دہلوی کے غلط اقدام کی مذمت کرتے، انہوں نے تو جی حضور اور ہاں حضور ہی کہنا تھا اور ایسا ہی ہوا۔ چونکہ اسماعیل دہلوی کو بھی ان لوگوں کی طرف مذمت و تردید کا اندیشہ نہ تھا اِس لئے اُس نے اپنے ہم خیال و ہم عقیدہ لوگوں کے سامنے ہی" تفویۃ الایمان" کو پیش کیا اور متوقع اندیشوں سے آگاہ بھی کیا۔ چونکہ حکایت میں مرقوم کچھ نام اسماعیل دہلوی کی طرفداری میں پیش پیش تھے اس لئے انہوں نے اسماعیل دہلوی کی ہاں میں ہاں ملائی۔ نہ تو اس سے اسماعیل دہلوی کی پوزیشن صاف ہوتی ہے اور نہ ہی اُس کی سلامتِ طبع ظاہر ہوتی ہے کیوں کہ اسماعیل دہلوی صاحب انتہائی ضدی وتندخُو تھے، وہ کسی بھی صورت دوسروں کی بات ماننے کو تیار نہ ہوتے، چنانچہ ان کی طبیعت کا اندازہ مندرجہ ذیل حکایت سے بھی لگایا جاسکتا ہے

" گولی لگانے کی ایسی مشق تھی کہ اعتماد کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ناممکن ہے کہ کوئی چڑیا سامنے آئے اور بچ جائے، کسی نے کہا کہ اگر اس کی قضا ہی نہ ہو؟ فرمایا کہ جس کی قضا نہ ہو گی وہ میرے سامنے آئے ہی گی نہیں، آئے گی وہی جس کی قضا ہو گی"۔[1]

اس واقعہ کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ کس طرح اسماعیل دہلوی صاحب اپنی ضد کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ تسلیم کر لیتے کہ جس چڑیا کی قضا نہیں وہ میرے نشانہ سے چوک سکتی ہے۔ لیکن آنجناب اتنے ضدی تھے کہ یہ تسلیم کرنے کی بجائے کہ ان سے چوک اور غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ دیا کہ جس کی قضا نہ ہو گی وہ میرے سامنے آئے ہی گی نہیں۔ جو آدمی محض نشانہ

[1] کاروانِ ایمان وعزیمت، ص 33، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

بازی کے مسئلہ پر قضا وقدر کے معاملات میں لب کشائی کر سکتا ہے وہ بھلا اپنی تحریر سے کیسے رُجوع کر سکتا تھا۔ اس کی تندمزاجی کے کچھ حوالہ جات ہم اپنے سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔ بہرحال اسماعیل دہلوی کا اپنے یاروں کے مجمع میں "تفویۃ الایمان" کو پیش کرنا سلامتِ طبع کے پیش نظر نہیں تھا بلکہ اُن کو بھی اِس شر وشرارت میں شریک کرنے کے لئے تھا کہ وہ بھی اسماعیل دہلوی کے ساتھ اس طوفانِ شرارت و بدتہذیبی میں پیش پیش ہوں اور یہ آفت صرف ایک اسماعیل دہلوی پر نہ گرے اس لئے اس نے اپنے ساتھ اپنے باقی شر پسند احباب کو بھی ملا لیا۔

اعتراض نمبر (3) ارواح ثلاثہ کو حضرت حکیم الامت کی تصنیف وتحریر کہنا بھی درست نہیں کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ ارواح ثلاثہ حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت الشاہ مولانا اشرفعلی تھانوی کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں ارواح ثلاثہ دستیاب ہے اس پر مصنف کا نام مولانا اشرفعلی تھانوی بطور مصنف ومرتب درج ہے مگر یہ درست نہیں دراصل ارواح ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے"۔ [1]

الجواب: یہ لکھنے کا بھی دیوبندی موصوف کو کوئی خاص فائدہ نہیں اس لئے کہ "ارواحِ ثلاثہ" کتاب میں اشرفعلی تھانوی صاحب کا کلیدی کردار ہے، چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ میں ظہور الحسن کسولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور پھر حکیم الامت مرشدی ومولائی جناب مولانا محمد اشرفعلی صاحب دام فیوضہم کو حق تعالی دو جہان میں مراتب اعلی عطا فرمائیں کہ آپ نے حضرت خانصاحب موصوف سے بزرگوں کی حکایات کو بذریعہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی ضبط کرانیکا اہتمام فرمایا جن کی کوشش اور اہتمام سے یہ تمام حکایات کتابی صورت میں جمع ہوگئیں اور کتاب کا نام راوی

---

[1] دفاع، ج 1، ص 143۔

کے نام کی مناسبت سے "امیر الروایات" تجویز ہوا"۔ [1]

پھر یہ مجموعہ تھانوی صاحب کے مطالعہ سے بھی گذرا اور اِس کے حواشی بھی تحریر کئے۔ [2]

علاوہ ازیں "ارواحِ ثلاثہ" میں مولوی حبیب احمد صاحب کا ایک خط بھی موجود جو کہ انہوں نے تھانوی صاحب کے نام لکھا ہے، جس میں یہ بات موجود ہے کہ وہ امیر خان کی حکایات کو جمع کر کے تھانوی صاحب کی خدمت میں بھیجتا رہا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"تمہید رسالہ امیر الروایات فی حبیب الحکایات بصورت خط از مولوی حبیب احمد صاحب مولف رسالہ بنام احقر اشرفعلی

مجدد الملت والدین فاضت انہار فیوضہم۔ جناب خان صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب خان صاحب کو جو اپنے بزرگوں کے واقعات وملفوظات وغیرہ یاد ہیں وہ اگر جمع ہو جائیں تو اچھا ہے بنا بریں احقر نے ارادہ کیا ہے کہ جو جو باتیں جناب قبلہ خاں صاحب سے سنوں ان کو متفرق طور پر قلم بند کر کے خدمت سامی میں ارسال کرتا رہوں مجتمع ہو جانے کے بعد پھر ترتیب مناسب سے ان کو مرتب کر لیا جائے"۔ [3]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ "ارواحِ ثلاثہ" تھانوی صاحب کی مصدقہ کتاب ہے اور انہیں کی تحریک اور کلیدی کردار کی وجہ سے مرتب ہوئی، لہٰذا تھانوی صاحب کسی بھی طرح اس کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، یہی وجہ ہے کہ دیوبندی ناشرین نے اس کتاب کے ٹائٹل پر تھانوی صاحب کا نام لکھا ہے بہر حال اس کتاب کا کوئی بھی جامع اور مرتب کرنے والا ہو، دیوبندیوں کی باوثوق کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

دیوبندی موصوف نے آگے تقریباً دو صفحات "احوال وآثار کاندھلہ" سے نقل کئے ہیں اور

---

[1] ارواح ثلاثہ، ص 12، مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

[2] ملاحظہ ہو: ارواح ثلاثہ، ص 13۔14۔

[3] ارواح ثلاثہ، ص 15، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

اس منقولہ اقتباس کو اعتراضات کی صورت میں نقل کیا ہے، ہم ان اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف "احوال وآثار کاندھلہ" سے ماخوذ اعتراض نقل کرتے ہیں: "اس روایت میں یہ کہا گیا ہے" ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے" یہ الفاظ شاہ شہید علیہ الرحمۃ کے تو یقیناً نہیں ہو سکتے اور اغلب گمان یہ ہے کہ خان صاحب کے بھی نہ ہوں گے کیونکہ پوری "تقویۃ الایمان" میں ایک جگہ بھی شرک خفی کو شرک جلی نہیں کہا گیا "تقویۃ الایمان" کے متعلق امیر شاہ خان صاحب کی طرف منسوب اس جملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:" میں بہت صفائی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے" تقویۃ الایمان" میں بہت تلاش کے باوجود ایک جگہ بھی ایسی نہیں مل سکی جس میں شرک اصغر کو شرک اکبر یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑی جسارت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے شاہ شہید کی تقویۃ الایمان میں تلاش کے باوجود کسی مقام پر بھی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو" (الفرقان: ص ۲۲۹، بابت ۱۹۷۹)"۔[1]

الجواب: یہ تو وہی بات ہوگئی کہ مُدعی سست گواہ چست۔ خود اسماعیل دہلوی صاحب کو اعتراف ہے کہ" تقویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے مگر ان کے وکلاء ان کی صفائی میں ان سے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کو پُوری کتاب میں ایسی عبارت نہیں ملی جس میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہو۔ اسے غالیانہ عقیدت کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی عقیدت میں ایسا اندھا بہرا ہو جائے کہ اسے کچھ سُنائی اور دکھائی نہ دے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں۔

[1] دفاع، ج 1، ص 144۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف کا اس حوالہ کو شک کی نظر سے دیکھنا بھی دُرست نہیں اس لئے کہ دیوبندی علماء ان واقعات و حالات کو روایاتِ حدیث کی طرح دیکھتے ہیں چنانچہ "ارواحِ ثلاثہ" میں مرقوم ہے کہ:

"حق تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائیں حضرت امیر شاہ خان صاحب علیہ الرحمۃ کو جنہوں نے باوجود علم رسمی تحصیل نہ کرنے کے بزرگوں کے فیض صحبت سے وہ درجہ حاصل کیا کہ آج اصطلاحی عالم بھی ان کے علمی و عملی مرتبہ پر رشک کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے ان کو عمرو ذہن اور حافظہ بھی اس قدر وافر عطا فرمایا تھا کہ وہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے لے کر موجودہ زمانہ کے بزرگوں کے حالات و واقعات کو روایات حدیث کی طرح بسندہ و بلفظہ نقل فرماتے ہیں"۔ [1]

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک امیر شاہ خان کی بیان کردہ حکایات و روایات حدیث کی طرح ہیں اور اُن میں سند و الفاظ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ پس ایسی کتاب جس کا دیوبندیت میں ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ اُس کی حکایت کو بغیر دلیل مشکوک قرار دینا دیوبندی موصوف اور اُن کے نعمانی صاحب کی نادانی اور جہالت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

نمبر (3) اس روایت پر حاشیہ دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب نے تحریر کیا ہے لیکن آنجناب نے اس واقعہ کے مشکوک ہونے یا الفاظ کے درست نہ ہونے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا، بلکہ تھانوی صاحب نے جو حاشیہ لکھا ہے اُس سے اِن الفاظ کے موثق ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:" قولہ: تشدد بھی ہو گیا ہے۔ اقول: اس تشدد فی العلاج کا سبب مرض کا شدید ہونا ہے"۔ [2]

---

[1] ارواح ثلاثہ، ص 11، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، وص 8 ک، کتب خانہ شاعت اسلام، متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

[2] ارواح ثلاثہ، ص 68، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ وص 67، مکتبہ عمر فاروق، کراچی۔

یعنی حکایت میں مروی الفاظ :
" میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً اُن اُمور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے" ۔ [1]
کے متعلق تھانوی صاحب نے وکالت کرتے ہوئے وجہ تشدد یہ لکھی ہے کہ تشدد فی العلاج کا سبب مرض کا شدید ہونا ہے ۔
خُود دیوبندی ہی بتلائیں کہ تھانوی صاحب تو ان الفاظ کو مشکوک قرار نہیں دے رہے، پھر یہ دیوبندیت کے دو نادان وکیل کہاں سے پیدا ہو گئے کہ وہ اپنے ہی اکابرین کے فرمودات کو شک کی نظر سے دیکھنے لگ گئے ۔ یہ یقیناً علماء اہل سنّت و جماعت کی سخت گرفت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے مذکورہ الفاظ سے لاتعلقی ثابت کرنے میں ہی عافیت سمجھی ۔
نمبر (4) اس حکایت کو مشکوک سمجھنے کی وجہ اگر یہ ہے کہ ان کے منظور نعمانی صاحب کو" تفویۃ الایمان" میں کوئی ایک ایسا مقام بھی نہیں ملا جہاں شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہو، جیسا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا دعویٰ ہے،تو دیوبندی موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ خُود اسماعیل دہلوی صاحب کے ماننے والوں نے ان اُمور کی نشاندھی کی ہے، اگر منظور نعمانی صاحب کو اندھی عقیدت میں اور دیوبندی موصوف کو بوجہ جہالت اور قلت مطالعہ متعلقہ مقامات نہ مل سکے تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں، باقی ان کے اس خدشہ کو رفع کرنے کے لئے انہی کے ہم عقیدہ مصنف کی گواہی پیش کرتے ہیں

"تفویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دیا گیا ،دیوبندی علماء کی گواہی

اخلاق حسین قاسمی دہلوی صاحب مہتمم جامعہ رحیمیہ " اصل اختلاف" کی جلی سُرخی قائم کر کے

[1] ارواح ثلاثہ، ص 67، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ وص 67 مکتبہ عمر فاروق، کراچی۔

لکھتے ہیں کہ:

"ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد اور مولانا مخصوص اللہ صاحبؒ وغیرہ کو تقویت الایمان کے اسلوب بیان سے اختلاف تھا کہ اس میں مولانا شہید نے شرک کی مشابہ چیزوں کو جو مکروہ کے درجہ کی ہیں انہیں شرک جلی میں داخل کر دیا ہے اور مولانا کے نزدیک مع اسلوب تہدید وترہیب کے پہلو کو سامنے رکھ کر اختیار کیا گیا ہے فتویٰ شائع ہونے کے بعد وہ غلط فہمی دور ہو گئی اور مولانا نے اپنے قلم سے واضح کر دیا کہ مثلاً بوسہ قبر شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی ہے اور احتمال شرک رکھنے کی وجہ سے اس فعل مکروہ پر شرک کا اطلاق کیا گیا ہے"۔ [۱]

یہ عینی گواہ اخلاق حسین قاسمی صاحب کے بقول اسماعیل دہلوی کے ہم درس محبوب علی ہیں، ملاحظہ ہو: [۲]

اسی محبوب علی جعفری کے متعلق "احوال وآثارِ کاندھلہ" میں مرقوم ہے کہ:

" مولانا سیّد محبوب علی جعفری ولادت ۱۲۰۱ھ حضرت شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیزؒ کے متاخر دور کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا جعفری کا قول ہے کہ وہ بعض کتابوں میں مولانا شاہ محمد اسماعیل کے رفیق درس بھی تھے۔ اس کے علاوہ ان کو تقریباً ۳۰ برس تک حضرت شاہ صاحبان خصوصاً حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں ہر وقت حاضری اور استفادہ کی سعادت حاصل رہی۔ مولانا جعفری علماء خاندان ولی اللّٰہی کے نظریات اور تعلیمات سے بھی خوب اچھی طرح واقف تھے نیز یہ بھی معلوم ہے کہ مولانا جعفری نے سید احمد شہید کے قافلہ جہاد میں بھی شرکت کے لئے سفر کیا تھا، مگر سیّد صاحب

---

[۱] مولانا محمد اسماعیل شہید اور ان کے ناقد، ص 23، جامعہ رحیمیہ، وشاہ ولی اللہ اکیڈمی درگاہ حضرت امام شاہ ولی اللہ الدہلوی۔

[۲] مولانا محمد اسماعیل شہید اور ان کے ناقد، ص 24، جامعہ رحیمیہ، وشاہ ولی اللہ اکیڈمی نئی دہلی۔

سے امارت کے مسئلہ پر اختلاف ہو جانے کی وجہ سے واپس آ گئے تھے، اور دھلی پہنچ کر تحریک جہاد کے خلاف سرگرم رہے، لیکن اس کے ساتھ ہی شاہ شہید کے ہمیشہ مداح اور معترف رہے، اور یہ ان کی انصاف پسندی کی بات ہے کہ شاہ شہید سے قربت وارادت کے زمانہ میں شاہ شہید کی "تنویر العینین" کا رد لکھا، اور رفع یدین کے موضوع پر کھل کر شاہ شہید صاحب سے اختلاف کیا مگر ذاتی طور پر شاہ شہید سے مراسم بھی رہے اور عقیدت وارادت بھی اسی محبت وخلوص کا اثر تھا مولانا جعفری نے" تقویۃ الایمان" پر حاشیہ لکھا اور" تقویۃ الایمان" کے بعض ایسے مندرجات کی جن پر اعتراضات کئے جاتے تھے صاف صاف تائید کی اوران عبارتوں کی وضاحت فرمائی" ۔[1]

یہ اسماعیل دہلوی کے پکے ساتھی اور ہم درس کی گواہی ہے کہ" تقویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دیا گیا تھا اور اِس پر خاندانِ شاہ ولی اللّٰہی کے ممتاز افراد ناراض بھی ہوئے تھے ۔مگر افسوس ہے اندھی محبت اور غالیانہ عقیدت پر کہ دیوبندیوں کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا اور پھر بھی بضد ہیں کہ" تقویۃ الایمان" میں ایسا کوئی مقام موجود نہیں ،جس مقام کی نشاندھی اخلاق حسین قاسمی صاحب کے حوالہ سے موجود ہے وہ عبارت حوالہ قرطاس کی جاتی ہے ، ملاحظہ فرمائیں :

" پھر جو کوئی کسی پیر وپیغمبر کو یا بھوت وپری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکان میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے ،ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے ،رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلے ،اُن

[1] سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ،ص 115۔116، شمارہ 20۔21،حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان کاندھلہ،ضلع مظفر نگر، یوپی ،انڈیا۔

کی قبر کو بوسہ دیوے یا مورچھل جھلے یا اس پر شمیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مرادیں مانگے ،مجاور بن کے بیٹھ رہے، وہاں کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے، سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادات کہتے ہیں"۔ [۱]

اس عبارت میں قبر کو بوسہ دینے اور قبروں یا دیگر مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کے لئے دُور سے سفر کر کے جانے کو کھُلا شرک اور شرک فی العبادات قرار دیا گیا ہے۔

اہل سنّت و جماعت کے مؤقف سے ہَٹ کر بھی اگر دیو بندی مذہب کی کتب کے تناظر میں دیکھا جائے تو بھی یہ اُمور شرکِ جلی نہیں مگر اسماعیل دہلوی صاحب نے " تقویۃ الایمان" میں ان اُمور کو کُھلا شرک اور شرک فی العبادات قرار دیا ہے۔ پھر دیو بندی موصوف اور نعمانی صاحب وکالت کر رہے ہیں کہ " تقویۃ الایمان" میں انہیں ایسا مقام نظر نہیں آیا۔

محبوب علی جعفری صاحب کا وہ حوالہ جس کا تذکرہ اخلاق حسین قاسمی صاحب نے کیا (جس میں اقرار تھا کہ شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دیا گیا ہے) اُس کو سامنے رکھتے ہوئے مولوی منظور نعمانی دیو بندی صاحب کا یہ حوالہ بھی سماعت کر لیں جو کہ خُود دیو بندی موصوف نے قلم بند کیا ہے:

" شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں، یہ بہت بڑی جسارت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے"۔ [۲]

اس کے ساتھ ساتھ دُوسرا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

" شاہ محمد اسماعیل ہوں یا کوئی اور! اُن کو شرکِ خفی کو شرکِ جلی کہنے یا شرک جلی کو شرک خفی کہنے کا کیا حق ہے؟ یہ تو حقوق اللہ اور منصوص چیزیں ہیں، کسی عالم یا مصنف کو اپنی

---

[۱] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص 15، کالم اوّل، مکتبہ تھانوی، دیو بند۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 144، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

رائے سے ان میں ترمیم واضافہ کی اجازت نہیں"۔[1]

خلاصہ بحث! محبوب علی جعفری اور اخلاق حسین قاسمی کے بقول" تفویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرک جلی لکھا گیا تھا اور مجلہ" احوال وآثار کاندھلہ" کے بقول ایسا کرنے کا کسی کو حق نہیں، یہ تو حقوق اللہ اور منصوص چیزیں ہیں، کسی کو ایسی ترمیم کی اجازت نہیں اور بقول نعمانی صاحب شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دینا معمولی بات نہیں، بہت بڑی جسارت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے منصوص چیزوں اور حقوق اللہ میں دخل اندازی کی اور جس ترمیم واضافہ کی انہیں اجازت نہ تھی اُنہوں نے اُس کا ارتکاب کیا، اور جس چیز کا اُنہیں کوئی حق حاصل نہ تھا اُنہوں نے اُس میں خلل ڈالا۔اور نعمانی صاحب کے الفاظ کے تناظر میں بہت بڑی سنگین غلطی اور جسارت کا اِرتکاب کیا۔

نوٹ ! منظور نعمانی صاحب نے دانستہ اور نادانستہ کا چکر چلایا ہے مگر دیوبندیوں کے اس خدشہ کو بھی ہم ختم کر دیتے ہیں۔" ارواحِ ثلاثہ" کے تناظر میں اسماعیل دہلوی صاحب نے یہ اعتراف کیا تھا کہ" تفویۃ الایمان" میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اُن کو پتہ تھا لہٰذا یہ اُن کی نادانستہ غلطی نہیں بلکہ سنگین دانستہ غلطی تھی۔ لہٰذا دیوبندی خُود ہی اِس کے متعلق فیصلہ فرمائیں کہ ان پر کون سا فتوی جاری ہوتا ہے؟۔

قابل غور ! دیوبندی موصوف نے اسماعیل دہلوی کا کچھ بچاؤ کرنے کے لئے نعمانی صاحب کی عبارت کو توڑ مروڑ کے لکھا ہے، ہم یہاں پر دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارت بحوالہ نعمانی صاحب کو اور پھر اصل عبارت کو نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

" شرک اصغر کو شرک اکبر یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑی

---

[1] سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ، ص 87۔88، شمارہ 20۔21، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان کاندھلہ، ضلع مظفرنگر، یوپی، انڈیا۔

جسارت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے"۔ [۱]

اصل حوالہ:

" دانستہ طور پر شرک اصغر کو شرک اکبر، یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اور اگر نادانستہ طور پر یہ ہو، تو بہت سنگین غلطی ہے"۔ [۲]

دیوبندی موصوف نے پہلے فقرہ میں دانستہ کو حذف کر دیا کیونکہ اسے علم تھا کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے یہ سب کچھ جان بُوجھ کر کیا تھا اور پھر آگے جہاں پر نادانستہ کی بات تھی اُسے دانستہ بنا دیا اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی کچھ بچت ہو جائے لیکن کیا ہو سکتا تھا۔

خود کردہ را علاج نیست

اعتراض: دیوبندی موصوف "ارواح ثلاثہ" کی مذکورہ حکایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں یہ کہنا: "اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت تو میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا" شاہ محمد اسحاق و سید احمد شہید کی موجودگی میں شاہ صاحب نے مندرجہ بالا الفاظ کہے ہوں کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اول تو ان الفاظ سے تاثر ملتا ہے کہ تحریک حج، جہاد و تربیت کے اصل اصول اور ذمہ دار شاہ محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ تھے اور وہی اس کے تمام نظام اور تربیت کے بانی مبانی تھے

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 144۔

[۲] سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ، ص 88، شمارہ 20۔21، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، یوپی، انڈیا۔

حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے"۔[1]

اور پھر آگے دیوبندی موصوف نے اسماعیل دہلوی کا سید احمد پر فنائیت کا واقعہ لکھا ہے، مزید لکھا ہے کہ:

"اس لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ شاہ محمد اسماعیل، سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسی گفتگو تو کجا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ بھی منہ سے نکالتے جس سے حضرت سید صاحب کے مرتبہ ومقام کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تاثر ملتا"۔[2]

الجواب: اس حکایت کو مشکوک قرار دینے کے لئے دیوبندی موصوف اور اُن کے اکابرین کا یہ عذر بھی غیر مسموع ہے چونکہ یہ لوگ اپنے اکابرین کی غالیانہ عقیدت میں مبتلا ہیں، اس لئے انہیں کوئی بھی ایسا واقعہ (جو ان کے غالیانہ عقیدت کے محل کو مسمار کرتا ہوا) نظر آئے تو اُس کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور اپنی غالیانہ عقیدت پر مبنی توجیہات سے اپنے آپ کو طفل تسلی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ان لوگوں کی یہ طفل تسلیاں اِن کے لئے تو تسلی بخش ہوسکتی ہیں مگر حقائق کی دُنیا میں اِن کی حیثیت شیخ چلی کے خیالات کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نمبر (2) ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے مقابل کو مطالعہ سے کوئی لگاؤ نہیں اِس لئے ہمیں اس کی ہر غلط بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے بار بار دیوبندیوں کی کتب کی طرف مراجعت کرنی پڑتی ہے۔ اس مقام پر بھی یہی معاملہ درپیش ہے۔ دیوبندیوں کی غالیانہ عقیدت تو یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب، سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسی گفتگو تو کجا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ منہ سے نکالتے جس سے سید احمد کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تأثر ملتا ہو (اس لئے "ارواحِ ثلاثہ" کی زیر بحث حکایت غیر معتبر ہے) مگر

---

[1] دفاع، ج 1، ص **144**، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] دفاع، ج 1، ص **145**، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

دیو بندی صاحبان ان حقائق کو بھول گئے جو اِن کی کتب میں مرقُوم ہیں، حوالہ آگے آرہا ہے

نمبر (3) اس حکایت کو مشکوک قرار دینے کے لئے دیو بندیوں کی مذکورہ بالا حیلہ سازیاں اگر چہ مکڑی کے جال کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں مگر چونکہ ہم اس کتاب کا جواب تحریر کررہے ہیں اِس لئے ہم نے کوشش کی ہے کہ اس کے ضعیف سے ضعیف احتمال کو بھی رد کئے بغیر نہ چھوڑا جائے، اس لئے دیو بندی موصوف کے اس عذر کو بھی غلط ثابت کرتے ہیں ورنہ یہ ہمارا مسئلہ نہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب، سیّد احمد کا احترام کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے، یہ اُن کا مسئلہ ہے۔ حکایت بھی اِن کے گھر کی ہے اور اس کو رد کرنے کے لئے اِن کے پاس کوئی معقول وجہ بھی موجود نہیں، پس اگر اس حکایت کو اس لئے رَد کر دیا جائے کہ اس حکایت سے سیّد احمد کی بے احترامی کا ثبوت ملتا ہے تو اِن کی یہ توجیہ انتہائی غلط اور نا قابل سماعت ہے اِس لئے کہ اسماعیل دہلوی صاحب پگڑیاں اچھالنے کے انتہائی ماہر تھے اور وہ کسی بھی وقت کسی کی بھی پگڑی اُچھال سکتے تھے۔ دیو بندی ہی ذرا ہمیں بتائیں کہ کون سا شخص محفوظ تھا کہ اسماعیل دہلوی نے جس کی پگڑی نہ اُچھالی ہو۔

نمبر (4) دیو بندیوں کو تو" تفویۃ الایمان" میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کی شان میں توہین اور بے احترامی کا پہلو نظر نہیں آتا مگر اس حکایت میں ان کو سیّد احمد کی بے احترامی کا تاثر مل رہا ہے۔ عجب ان کی نگاہ ہے اور حیرت انگیز ان کا مادۂ انصاف ہے، واہ رے دیو بندیت تیرے نرالے انداز۔

نمبر (5) جو باتیں دیو بندی موصوف نے لکھیں ایسی باتوں کو جاہل اَن پڑھ آدمی ہی کر سکتا ہے اِس لئے کہ جس نے بھی اسماعیل دہلوی کے حالاتِ زندگی پڑھے ہیں اُسے معلوم ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب درشت اور تند خُو تھے، اپنے تیز و تند مزاج کی وجہ سے کسی کا بھی پاس ولحاظ نہ رکھتے تھے۔ اُن کے اُلٹے سیدھے جوابات سے تو خود ان کے خاندان کے اکابرین بھی محفوظ نہ تھے، سیّد احمد صاحب کی کیا حیثیت تھی کہ وہ اسماعیل دہلوی صاحب

کے غصہ سے بچے رہتے ،چلیں ہم دیوبندی موصوف کے اس عذر کو بھی ختم کردیتے ہیں سیّد ابوالحسن ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ابھی کچھ تھوڑا سامان نکلوانا باقی تھا کہ کسی ملکی نے سید صاحبؒ سے جا کر کہا کہ آپ گڑھی میں تشریف لے چلیں ، مولانا صاحب بلاتے ہیں ، یہ سن کر آپ بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور گڑھی کو تشریف لے چلے ،تقریباً دوسو آدمی جو آپ کے ساتھ درختوں کے نیچے تھے ،آپ کے ہمراہ ہوئے ، لشکر والوں نے دیکھا ،تو ان میں سے بہت آپ کے ساتھ ہو لیے ،اور آنے والوں کو(کا) تانتا بندھ گیا۔کسی نے مولانا اسماعیل صاحب سے کہا کہ سید صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور آپ کے ہمراہ بہت لوگ ہیں ، یہ سن کر مولانا اسماعیل صاحب نہایت غصے کی حالت میں سید صاحبؒ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھ سے فرمایا تھا کہ تیرے بلائے بغیر ہم نہ آئیں گے ،اور نہ کوئی لشکر کا آدمی جانے پائے گا ، اب آپ کے تشریف لانے سے لشکر کے صدہا آدمی یہاں گھس آئے ! نہ میں نے آپ کو بلوایا اور نہ آپ نے مجھ سے پچھوا بھیجا ، آپ یوں ہی چلے آئے ، رعایا کا اسباب گھروں سے نکلوایا جارہا ہے ، اگر کسی کا مال واسباب جاتا رہا تو نقض عہد ثابت ہوگا ، بہتر یہی ہے کہ اس وقت آپ یہاں سے تشریف لے جائیں ، یہ بات انہوں نے کئی بار کہی ، یوں غصے ہو کر سید صاحبؒ سے کلام کرنا لوگوں کو ناگوار ہوا ،مگر کسی نے دم نہ مارا" ۔[1]

اسماعیل دہلوی کے مزاج کے تندو تیز واقعات کتبِ وہابیہ دیوبندیہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ حوالے ہم نے سابقہ صفحات میں بھی رقم کیے ہیں ، بہرحال دیوبندی موصوف کا مذکورہ عذر بھی غلط ثابت ہوا اور اسماعیل دہلوی نے جو سیّد احمد کے لئے مرحبا کی وہ آپ قارئین نے ملاحظہ فرمائی ۔

---

[1] سیرت سید احمد شہید ، حصہ دوم ، ص 299 ۔ 300 ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۔

دیوبندی موصوف کا ایک اور بھانہ

دیوبندی موصوف "ارواح ثلاثہ" کی زیر بحث حکایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک اور بہانہ تراشتے ہیں کہ: "تحریک اور عمل جدوجہد کے متعلق جو کچھ طے ہوتا سید صاحب طے فرماتے، جو فیصلہ ہوتا سید صاحب کی منظوری سے ہوتا"۔ [۱]

الجواب: یہ بھی موصوف کے قلّتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے ورنہ دیوبندی کتب میں اِس کے برعکس موجود ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" عجیب بات یہ ہے کہ نہ سید صاحب کی امامت کی حیثیت وہ تھی جو مولانا نے فرض فرمالی، نہ امامت کی وجہ سے کوئی جھگڑا پیدا ہوا، نہ سید صاحب نے کبھی کسی معاملے میں خودرائی سے کام لیا، ان کے تمام کاموں کیلئے شروع ہی سے ایک مجلس شوریٰ موجود تھی، اس میں مولانا عبدالحیٔ، شاہ اسماعیل اور متعدد دوسرے ذی رائے اصحاب شامل رہے، ہر چھوٹی بڑی بات کے متعلق باہم مشورے ہوتے تھے"۔ [۲]

حوالہ نمبر (2) "مولانا عبدالحیٔ جب تک زندہ رہے کوئی فتنہ نہ اُٹھا، اس لئے کہ سید احمد اپنی ذاتی رائے پر عمل نہیں کر سکتے تھے بلکہ اجتماعی فیصلہ حکومت کر رہا تھا"۔ [۳]

یعنی وہابی مؤرخین کے بقول مجلسِ شوریٰ موجود تھی، چھوٹی بڑی بات کے متعلق باھم مشورے ہوتے تھے، لہٰذا یہ بات کہ جو کچھ طے ہوتا سید احمد صاحب طے کرتے دیوبندی کتب کی ہی روشنی میں درست نہیں ہے۔ الغرض دیوبندی موصوف نے "ارواح ثلاثہ" کی مذکورہ حکایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے جو بھی بہانہ گھڑا وہ درست نہیں، اور خاص طور پر سیّد

---

[۱] دفاع، ج1 ،ص 145۔

[۲] تحریک سید احمد شہید، جلد1 ص 491 ،مکتبۃ الحق بمبئی۔

[۳] تحریک سید احمد شہید، ص 489 ،مکتبۃ الحق بمبئی، مزید ملاحظہ فرمائیں: شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، از عبیداللہ سندھی، ص 79 ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

احمد صاحب کے احترام والا جو مفروضہ گھڑا گیا اُس کی حقیقت تو قارئین کو معلوم ہو چکی ۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" یہ انتساب اس وجہ سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک سید احمد شہید علیہ الرحمۃ دہلی میں قیام فرماتے تھے اس وقت تک صرف متوقع سفر جہاد کا تذکرہ تھا اسی کی دعوت دی جارہی تھی اسی کی تیاری ہو رہی تھی اور جا بجا اسی محنت کے لیے نمائندہ اور مرکز قائم کیے گئے تھے حج کا دور دور تک کوئی تذکرہ وذکر نہیں تھا" ۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی یہ بھی خام خیالی ہے، اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہے ،اور اس سلسلے میں بھی وہ اپنی کتب سے غافل ہیں ۔ وھابی کتب کے بقول سفر حج کا سبب عدم فرضیتِ حج کا فتویٰ تھا یعنی دہلی میں کسی شخص نے عدم فرضیت حج کا فتویٰ صادر کیا تھا اس کے رد میں اسماعیل دہلوی صاحب اور عبدالحیؒ بُڈھانوی صاحب نے فرضیت حج کا فتویٰ لکھا تھا، چنانچہ اس کے متعلق مرقوم ہے کہ:

" بعض علماء نے فتویٰ دیا کہ کہ سمندری سفر میں بعض اوقات جہاز ڈُوب جاتے یا ڈُبا دیئے جاتے ہیں لہٰذا راستے کے پُرامن نہ ہونے کے پیشِ نظر فریضہ حج ساقط ہو گیا کیونکہ راستے کا پرامن ہونا حج کی شرائط میں سے ہے جب شرط حج فوت ہوگئی تو مشروط پر عمل پیرا ہونے کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی جب اس قسم کے فتویٰ کا چرچا ہوا تو حضرت امام صاحب اور مولانا عبدالحیؒ صاحب نے اس کی زبردست تردید کی اور حج کی فرضیت کے اثبات پر زور دیا" ۔ [2]

اس کے ساتھ ہی یہ دُوسرا حوالہ بھی ملاحظہ کریں

---

[1] دفاع، ج 1 ،ص 146 ۔

[2] تذکرہ شہید، ص 122 ، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور ۔ مزید ملاحظہ فرمائیں : تذکرہ حضرت سید احمد شہید، از: محمد حمزہ حسنی، ص 48، مجلس نشریات اسلام کراچی ۔

سیّد احمد کا اپنے معتقدین سے خطاب

" جب سے میں سفر دہلی سے آیا ہوں کچھ کم ڈیڑھ برس کا عرصہ گذرا ہے ،تب سے میں تم صاحبوں کی خیر خواہی دنیا وآخرت کی سوچ کر اکثر اوقات بطور نصیحت کے کہتا رہا، اور تم صاحبوں کے خیال شریف میں نہ آیا اور ان دنوں سفر حج کے لیے طرح طرح سے سمجھا کر کہتا رہا اور اس کو بھی تم نے افسانہ سمجھ کر باتوں میں اڑا دیا اور انکار کیا" ۔[1]

دیوبندیوں کے ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی میں حج کا مسئلہ زیر بحث تھا اور سیّد احمد صاحب نے دہلی سے واپسی پر ڈیڑھ سال تک لوگوں کو حج کی ترغیب دی ،پھر دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ حج کا دُور دُور تک کوئی ذکر و تذکرہ نہ تھا سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ممکن ہے کہ جس وقت دہلی میں حج کا مسئلہ زیر بحث تھا ان دنوں سیّد احمد صاحب دہلی میں ہوں اور اس سلسلے میں انہوں نے اندرونِ خانہ کوئی پروگرام ترتیب دے رکھا ہو یا اُس وقت تک سیّد احمد صاحب نے اسماعیل دہلوی صاحب کو حج کی ترغیب دی ہو اور اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنے اسی ارادہ کا اظہار کیا ہو، پس اس صورت میں کون سا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔

باقی اگر دیوبندی موصوف اپنے بڑوں کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم کیا کر سکتے ہیں ۔جس طرح دیوبندی موصوف " ارواحِ ثلاثہ " کی اس حکایت کو غلط قرار دینے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اسی طرح دیوبندیوں نے " تفویۃ الایمان " ، " حفظ الایمان " ، " تحذیر الناس " اور " براہین قاطعہ " کے مندرجات کو بھی غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہوتی تو اتنا فتنہ وفساد نہ پھیلتا جو اِن کتابوں کی وجہ سے برصغیر پاک وہند میں پھیلا۔

---

[1] وقائع احمدی ،اول ،ص 408 ،سید احمد شہید اکیڈمی ،رائے بریلی ،مکتبۃ الشباب العلمیہ ،لکھنؤ۔

اسماعیل دھلوی صاحب پاخانہ بھی کماتے تھے، دیوبندیوں کی گواہی

دیوبندی موصوف نے اپنی ہی کتب سے اسماعیل دہلوی کی محبت وعقیدت کی دو حکایتیں بھی ذکر کی ہیں اور ان سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب، سیّد احمد صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں: [۱]

اسماعیل دہلوی صاحب کے احترام کے متعلق تو ہم لکھ چکے مگر ان حکایات کو نقل کرتے وقت دیوبندی موصوف کے دل میں ضرور لڈو پھوٹ رہے ہوں گے لہٰذا ان کے منہ کی مٹھاس کو مزید دوبالا کرنے کے لئے اسماعیل دہلوی صاحب کی غالیانہ محبت کا ایک حوالہ راقم بھی نقل کر دیتا ہے، شاید دیوبندی موصوف کو کسی اور جگہ یہ حوالہ فِٹ کرنے کے کام آ جائے۔

دیوبندیوں نے سیّد احمد کے ساتھ اسماعیل دہلوی صاحب کے غالیانہ مراسم کی داستانیں رقم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"یہ دونوں بزرگ آپ کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنے کو فخر دارین جانتے تھے اور ان دونوں سرتاج علماء دہلی نے جن کی تعظیم بادشاہ دہلی تک کرتے تھے اپنے تئیں بالکل مٹا دیا تھا، پاخانہ کماتے، چکی پیستے، دانہ دَلتے، گھاس کھودتے، بوجھ اُٹھاتے، سائیسی کرتے، غرض کسی ذلیل سے ذلیل کام سے بھی آپ کو عار نہ تھا"۔ [۲]

اسماعیل دہلوی صاحب، سیّد احمد صاحب کی عقیدت میں سب کچھ کرتے تھے جو اُن کے عقیدت مندوں نے اپنی کتب میں لکھا مگر اُن کی اِس تیز وتند طبیعت کا کیا کیا جا سکتا ہے کہ جب ان کو غصہ آتا پھر کوئی بھی ان کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہتا تھا۔ ویسے "ارواحِ ثلاثہ" کی حکایت میں کوئی ایسی بات درج نہیں جس سے سیّد احمد کی بے احترامی کا پہلو نکلتا ہو، البتہ

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 145۔

[۲] کاروان ایمان وعزیمت، ص 36، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

ہم نے سیرت سیّد احمد شہید کے حوالہ سے جو حوالہ نقل کیا ہے اس سے ضرور سیّد احمد صاحب کے بے آبرو ہونے کا پہلو نکلتا ہے۔

بالفرض ہم دیوبندی موصوف کی بے احترامی والی بات کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی "ارواح ثلاثہ" کی حکایت غیر معتبر عندالوھابیہ قرار نہیں پاتی اس لئے کہ یہ کون سا پہلی مرتبہ تھا کہ سیّد احمد صاحب بے آبرو ہوئے، کتبِ دیوبند میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے سیّد احمد صاحب کا اسماعیل دہلوی صاحب کے ہاتھوں بے آبرو ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ملفوظات میں رطب ویابس

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"رضا خانیوں کو بھی تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر رطب ویابس مل جاتا ہے لہذا ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں اور اس کی استنادی حیثیت مخدوش ہے"۔ [1]

الجواب: یہ لکھنے سے پہلے دیوبندی اپنی عادت کے مطابق ایک مرتبہ پھر اپنے اکابر کی کتب کو پڑھنا بھول گئے، ہم ان کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں، دیوبندیوں کے مناظر اعظم منظور نعمانی صاحب حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں لکھتے ہیں (یہاں پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی تحریر اور منظور نعمانی دیوبندی صاحب کا جواب نقل کیا جاتا ہے)

"فوائد الفوائد حضرت محبوب الٰہی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے ملفوظات ہیں جو دوسروں نے مرتب کئے ہیں لہذا بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بعینہٖ انہی کے الفاظ ہیں (اطیب البیان، ص ۶۷، ملخصا) اس کا جواب تو اسی قدر کافی ہے کہ بحث الفاظ کی نہیں بلکہ مضمون کی ہے اور

[1] دفاع، ج 1، ص 146۔

جب جمع کرنے والے حضرات ثقہ اور سمجھ دار رہوں گے تو خواہ اصلی الفاظ بعینہ باقی نہ رہیں لیکن مضمون ضرور محفوظ رہے گا"۔ [1]

دیوبندیوں کے نزدیک امیر شاہ خان صاحب جو اس حکایت کے راوی ہیں وہ اس قدر پختہ اور مضبوط حافظہ والے ہیں کہ دیوبندیوں نے صرف مضمون یاد رکھنے کا دعوی نہیں کیا بلکہ بعینہٖ الفاظ کا بھی دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ لکھا کہ:

"بزرگوں کے حالات وواقعات کو روایاتِ حدیث کی طرح بسندہٖ وبلفظہٖ نقل فرماتے ہیں"۔ [2]

اور پھر دیوبندیوں کو اگر امیر شاہ خان صاحب کا مقام ومرتبہ عندالوہابیہ معلوم کرنا ہو تو وہ اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر کو بغور مطالعہ فرمائیں:

" بعد الحمد والصلاۃ! یہ احقر بخدمت شائقین ومحبین تذکرہ بزرگان سلسلہ ولی اللہ عرض رسا ہے کہ اپنی سب جماعت کو معلوم ہے کہ جناب امیر شاہ خان صاحب متوطن خورجہ مقیم مینڈھو ضلع علی گڑھ مرحوم ومغفور کو خدا تعالی نے اس موضوع کے متعلق چند نعمتوں کا جامع بنایا تھا۔ (۱) اپنے سلسلہ کے متعدد اکابر کی خدمت وصحبت (۲) ان سب حضرات کی نظر میں مقبولیت ومحبوبیت (۳) ان حضرات کے اقوال وافعال سے استفادہ کا اہتمام (٤) فوائد کی تبلیغ کا شوق ورغبت (٥) قوت حافظہ واحتیاط فی الروایات والتزام سند۔

چنانچہ ان مرحوم ومغفور کا کوئی جلسہ اس تذکرہ سے خالی نہ ہوتا ہوگا۔ احقر کو ان روایات کا نافع ہونا دیکھ کر بار بار قلب میں تقاضا ہوا کہ اگر یہ جمع ہوجائیں تو اہل دین کو عموماً اور اپنے سلسلہ والوں کو خصوصاً بہت نفع ہو مگر اس کی کوئی صورت نہ ملتی تھی۔ اتفاق سے میرے خالص

[1] حضرت شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات، ص 65، لفرقان بکڈپو، لکھنؤ۔ وص 64، مکتبہ مدنیہ، باغبانپورہ جدیدہ، گوجرانوالہ، پاکستان۔

[2] ارواح ثلاثہ، ص 11، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ ومکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

ومخلص دوست مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کو مدرسہ مینڈھو کی مدرسی کے ذریعہ سے خان صاحب مرحوم کے ساتھ یکجائی کا موقع ملا۔ اس موقع کو احقر نے غنیمت سمجھ کر مولوی صاحب موصوف سے اس کے جمع کی درخواست کی اور خدا تعالی ان کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کو منظور کیا گو بوجہ زیادہ وقت نہ مل سکنے کے زیادہ ذخیرہ جمع نہیں ہوسکا۔ مگر جتنا بھی ہوسکا بقول حضرت رومی علیہ الرحمۃ

آب جیحوں را اگر نتواں کشید
ہم زقدر تشنگی نتواں برید

اسی کو مغتنم سمجھا گیا۔ پھر خان صاحب مرحوم کی وفات ہو جانے سے اور اس کے اضافہ کی امید قطع ہو جانے سے اس رسالہ کو ختم سمجھ کر یہ جی چاہا کہ اگر اس کی اشاعت کی کوئی صورت ہو جائے تو اس کے ضروری مقامات پر کچھ حواشی لکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالی اب اس کا وقت بھی آ گیا سو وہ رسالہ مع حواشی حاضر ہے۔ میں نے رسالہ کا نام برعایت اسماء راوی ومروی عنہ" امیر الروایات فی حبیب الحکایات" اور حواشی کا نام برعایت اپنے نام کے مادہ کے اور ان دونوں ناموں کے وزن کے شریف الدرایات رکھ دیا اللہ تعالیٰ اس کو نافع فرمائے۔ والسلام کتبہ اشرف علی عفی عنہ وسط ۱۳۴۳ھ"۔ [1]

اس حوالہ کے سے معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف کا ملفوظات کے متعلق رطب و یابس کا بہانہ بنا کر اس حکایت کو جھٹلانا ان کی جہالت اور بے وقوفی ہے کیونکہ ان کے حکیم الامت تھانوی صاحب اس حکایت کے راوی امیر شاہ خان کی احتیاط فی الروایات والتزامِ سندا ورقوتِ حافظہ کے قائل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ حکایت دیوبندیوں پر حجت اور دلیل ہے۔ چونکہ اس حکایت سے دیوبندیوں کی بے بسی صاف ظاہر ہو رہی ہے اس لئے دیوبندی موصوف نے

---

[1] ارواح ثلاثہ، ص 14۔15، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

اِس حکایت کو جھٹلانے میں ہی عافیت سمجھی مگر اس سلسلے میں وہ اپنے اکابر کی تصریحات کو بھول گئے جنہوں نے اِس حکایت کے راوی امیر شاہ خان صاحب کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔

جب دیوبندی موصوف کے نزدیک ایسے مقام ومرتبہ والے راوی کی حکایتیں بھی جھوٹی اور غلط ہیں تو انہوں نے جو تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، اشرف السوانح اور سوانح قاسمی وغیرہ کے ناموں سے اپنے اکابرین کی تعریف وتوصیف کے پل باندھے ہیں وہ بھی سارے جھوٹے، فرضی وخُود ساختہ ہوں گے۔

دیوبندی موصوف "ارواحِ ثلاثہ" کی اس حکایت کو اگر تسلیم نہیں بھی کرتے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ خود دیوبندی تذکرہ نگاروں کے نزدیک یہ حکایت معتمد ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے،

" عرشی صاحب اور متعدد تذکرہ نگاروں نے" تقویۃ الایمان" کی تالیف کے لئے امیر شاہ خان (ارواح ثلاثہ) کی ایک روایت پر اعتماد کیا ہے جو اس طرح ہے"۔[1]

لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس واقعہ کا انکار کرنا ان کی شکست بین کی دلیل ہے اور وہ یہ مقدمہ بالکل ہار چکے ہیں، ان کی حیثیت ایک شکست خُوردہ اور دُھتکارے ہوئے وکیل جیسی ہے۔

خلاصہ بحث !دیوبندی موصوف نے "ارواحِ ثلاثہ" کی حکایت کو غلط اور ناقابلِ اعتبار ثابت کرنے کے لئے جو دلائل پیش کئے تھے وہ سب کے سب غلط اور باطل ثابت ہوئے۔خود دیوبندی اکابرین کی تصریحات سے موصوف کے دلائل کا ضعف اور باطل ہونا واضح کر دیا گیا ہے، لہٰذا یہ حکایت دیوبندی اُصولوں کی روشنی میں درست ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے جان بُوجھ کر اُن اُمور کو جو شرکِ جلی نہ تھے

[1] سہ ماہی مجلہ احوال وآثار کاندھلہ، ص85، شمارہ 20۔21، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، مولویان کاندھلہ، یوپی، انڈیا

شرک جلی قرار دیا ہے جو خُود دیوبندیوں کی تصریحات کے مطابق ایک سنگین غلطی اور بہت بڑی جسارت بلکہ حقوق اللہ اور مسائلِ منصوصہ میں دخل اندازی ہے۔ اس جہت سے گویا اسماعیل دہلوی صاحب نے شارع بننے کی کوشش کی اور اُس منصب کا دعویدار بننے کی جرأت کی جس کا اُسے قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔

"تقویۃ الایمان" کی وجہ سے شورش

دیوبندی موصوف انتہائی بےبسی اور لاچارگی کے عالم میں لکھتے ہیں کہ:

" بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی مراد واضح ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں جاہل مسلمانوں کے اندر شرک و بدعت کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں انہیں توحید وسنت قرآن وحدیث سنانا گویا ان کے اعتقاد کی بیخ کنی کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ کی طرح وہ اہل حق کے خلاف طوفان بدتمیزی پیدا کر دیں گے مگر فتح حق کی ہوتی ہے لہٰذا لڑ بھڑ کر خود ہی یہ فتنہ ختم ہو جائے گا کیا رضا خانی تاریخ میں کسی ایک مصلح کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے باطل، شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی ہو اور اس کے خلاف شورش نہ ہوئی ہو"۔ [1]

الجواب: موصوف لاکھ کوشش کر لیں لیکن جو ان کے بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے موصوف اُس سے جان نہیں چھڑا سکتے اِس لئے کہ کتبِ دیوبندیت کے حوالے خُود دیوبندیت کے لئے ناسور بن چکے ہیں، اور یہ ناسُور ایسا ہے کہ وہ تسلیم کریں یا نہ کریں اِن کی جان چھوڑنے والا نہیں ہے۔ بہرحال چلتے ہیں موصوف کی تازہ تاویلِ باطل کی طرف! موصوف آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کان کھول کر سنیں! اسماعیل دہلوی صاحب نے شورش کی علت یہ بیان نہیں کی کہ جاہل مسلمان اِن کے خلاف شورش کریں گے بلکہ شورش کی علّت

---

[1] دفاع، ج 1، ص 146 ـ 147۔

خُود انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ:

" مَیں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی"۔ [1]

اس حوالہ سے شورش کی وجہ اور علت معلوم ہو گئی اور وہ ہے دہلوی صاحب کی وہ عبارات جن کے متعلق انہوں نے خود اقرار کیا ہے۔ اب اگر کوئی ان الفاظ کو کسی اور معنی پر محمول کرتا ہے تو وہ مُدعی سُست اور گواہ چُست والی بات ہو گی ۔خُود مصنفِ کتاب تو اقرار کرے کہ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی، اور اس کے حواری کہتے ہیں کہ نہیں جی، اہلِ بدعت نے شورش وفساد پیدا کر دیا ہے، فیاللعجب

اس شورش کی اصل وجہ اسماعیل دہلوی کے وہ تیز وتند الفاظ ہیں جو انہوں نے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کی شان میں بکے ہیں، جن کی وجہ سے نہ تو حرمت و تعظیمِ انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام باقی رہتی ہے اور نہ ہی عظمت وتوقیر اولیاء کرام، انہی وجوہات کی بنا پر ہی برصغیر کے معاملات میں گڑبڑ واقع ہوئی۔

پھر انہوں نے جو تشدد کی نشاندھی کی وہ ان کا تشدد فی الحکم ہے جس کی وجہ سے دُنیا کے اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں میں سے کوئی بھی مسلمان باقی نہیں رہتا۔ اس صورت میں برصغیر کے مذہبی ہیجان و بگاڑ کی ساری ذمہ داری اسماعیل دہلوی صاحب کے ذمہ جاتی ہے۔ یہ تو خود اسماعیل دہلوی صاحب کے ماننے والوں کو بھی مسلّم ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا اندازہ دُرست ثابت ہوا اور مذہبی منافرت اور تفرقہ اندازی کی صورت میں شورش واقع ہوئی، چنانچہ محمد خالد سیف صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] ارواح ثلاثہ، ص 67، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ و مکتبہ عمر فاروق، کراچی ۔

"امام صاحب کا شورش کے متعلق اندازہ بہت صحیح ثابت ہوا، بلکہ "تقویۃ الایمان" کے خلاف جوشورش ہوئی اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اور تب سے لے کر اب تک اس کتاب مقدس کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی بر پا ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس سلسلے میں پہلا ہنگامہ 1940ھ ("ھ" مگر "ء" ہونا چاہیے تھا) نواب محمد میر خان کی ترغیب سے اس مناظرہ کی صورت میں ہوا جس میں مولوی رشید الدین وغیرہ نے جامع مسجد میں امام صاحب اور مولانا عبدالحئ سے سوالات پوچھے"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ "تقویۃ الایمان" کی شورش اور مذہبی بگاڑ کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل میں اہلِ سنّت و جماعت کی نمائندگی علّامہ رشید الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں نے کی۔ یہ کوئی جراثیم خُوردہ اہلِ بدعت نہیں تھے بلکہ یہ وہ افراد تھے جنہوں نے تعلیم وتربیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی، یعنی "تقویۃ الایمان" کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے طبقہ کی اکثریت خاندانِ ولی اللّٰہی کے متوسلین اور محبین کی تھی اور وہ لوگ اپنے وقت کے جیّد عالم تھے جن کی تعریف وتوصیف کتبِ دیوبندیت میں بھی مرقوم ہے، لہٰذا ایسی صورت میں یہ کہنا کہ یہ اہل بدعت کی شورش تھی بالکل غلط اور حقائق کے یکسر منافی ہے۔

اسماعیل دہلوی صاحب کی مثال اُس مصلح جیسی نہیں جس نے اصلاح بندی سے کام لیا ہو، اس کی مثال تو اس تفرقہ انداز جیسی ہے جس نے تفرقہ اندازی کا بیج بویا ہو، اِس نے تو اصلاح کے نام پر فساد بر پا کیا، وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ کیا، گھر گھر مذہبی منافرت ولڑائی کی بنیاد ڈالی اور لوگوں کو خروج عن اہل السنۃ کا راستہ فراہم کیا، ایسی صورت میں اسے مصلح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والوں کو اہل بدعت کیسے گردانا

---

[1] تذکرۂ شہید، ص 234، مکتبہ غزنویہ، ۴ شیش محل روڈ، لاہور۔

جا سکتا ہے۔

اسماعیل دہلوی صاحب تو وہ ہیں جنہوں نے نئے عقائد کو برصغیر میں داخل کیا جس کی وجہ سے امکان کذب اور امکان نظیر کی بحثیں چلیں، جس کی وجہ سے علماء آپس میں دست و گریبان ہوئے، جس کی وجہ سے الحاد اور بے دینی کا دروازہ کھلا، عام سادہ لوگ بے یقینی کی صورتحال سے دوچار ہوئے، اسماعیل دہلوی صاحب کی اس کتاب کی وجہ سے ایسی لڑائی چلی کہ تقریباً دوسو سال ہونے کو ہیں مگر یہ لڑائی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی، جس کے متعلق اسماعیل دہلوی صاحب نے کہا تھا کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اب دیوبندی ہی فیصلہ کریں کہ برصغیر میں مذہبی بگاڑ پیدا کرنے میں اسماعیل دہلوی صاحب کا کلیدی کردار ہے یا کسی اور کا؟

برصغیر میں فساد کی جڑ اکابرینِ دیوبند کی گستاخانہ عبارات ہیں

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے فتنے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ماننے والے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے حالت سکر میں مکتوبات لکھ دیئے، کبھی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ وہابی ہو گیا تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ اسحاق اور شاہ اسماعیل شہید بھی اسی نظریہ پر تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز میں بھی کچھ وہابیت کا رنگ تھا، فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو بھی ان لوگوں نے کفر لکھا (تفصیل کے لئے ہدیہ بریلویت، از مفتی مجاہد ملاحظہ ہو)"۔ [1]

الجواب: موصوف کے ان اعتراضات کو اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو بھی یہ حقیقت ہے کہ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 147۔

ہندوستان میں فرقہ واریت کی وجہ یہ مسائل نہیں۔موصوف ہی بتائیں کہ کیا ان مسائل کی وجہ سے کسی نے کوئی علیحٰدہ فرقہ بنایا ہے کہ ان مسائل کی وجہ سے ہم اہل سنّت و جماعت (بریلوی) سے جُدا اور ممتاز ہیں۔خُود اہل دیوبند کے بھی امتیازی مسائل وہ نہیں ہیں جو موصوف نے ذکر کئے ہیں ۔اس لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف نے اہل سنّت وجماعت (بریلوی) پر جوالزام لگایا ہے وہ درست نہیں ہے، ہندوستان میں انتشار اور فساد کی وجہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت نہیں اور نہ ہی اُن کے محبین ومتوسلین ہیں بلکہ سارے فتنہ وفساد کی وجہ اسماعیل دہلوی صاحب اور اس کے ماننے والے ہیں۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت 1856ء میں ہوئی اور اہلِ سنّت وجماعت کا وہابیوں کے مقتداء سے مناظرہ دہلی 1840ء میں ہوا یعنی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت سے تقریباً سولہ (16) سال پہلے برصغیر میں وحدتِ اسلامی پارہ پارہ ہوچکی تھی، نزاع وفساد کا فتنہ برپا ہوچکا تھا اور وہابی سنّی کا جھگڑا معرض وجود میں آچکا تھا۔جب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی اسماعیل دہلوی صاحب امن وآتشی، صلح وراستی کا ماحول خراب کر چکے تھے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سارے فساد کی جڑ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟

بہرحال یہ موصوف کا جاہلانہ اعتراض ہے اور بغض ونفرت اور فرقہ وارانہ عصبیت پر مبنی بے جاالزام ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امامِ ربّانی مُجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر سُکر کا اعتراض اور اُس کی حقیقت

موصوف نے یہ اعتراض اپنے ہم مذہب خالد محمود دیوبندی کی تقلید میں کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دیوبندی موصوف خُود جاہل ہے اسی طرح اس کا پیشوا خالد محمود بھی جاہل ہے، سکر کا اعتراف تو خود امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں کیا ہے، چنانچہ آپ

اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

" یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کے باعث کا حکم کیا اور لکھا ہے کہ دُوسرا حکم ایسا دریا تھا کہ پہلا حکم اُس کے مقابلہ میں فقط نقطہ کی طرح (مزید آپ فرماتے ہیں) مقامِ سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں اُن کے ساتھ شریک ہے، اسی واسطہ اپنے بعض مکتوبوں میں اول کلمہ کو مقام ولایت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام سنت کے موافق لکھا ہے، سکر بھی نعمت ہے"۔ [۱]

اس حوالے سے دیوبندی موصوف اور اُس کے پیشوا خالد محمود دیوبندی دونوں کارَ دھو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ پر الزام وھابیت کی حقیقت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتب میں بعض دجالوں نے الحاق وتحریف کر دی تھی جس کی وجہ سے وہابیانہ نظریات اُن کی کتب میں ملحق ہو گئے۔ بعض ستمگروں نے تو پُوری کتابیں ان کے نام سے منسوب کر دیں، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے نواسے سیّد ظہیر الدین تحریر فرماتے ہیں کہ:

" بعد حمد وصلاۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سیّد احمد اوّل عرض کرتا ہے بیچ خدمتِ شائقین تصانیف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ومولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں، اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کی بات پائی تو اُس پر حاشیہ جڑا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیر وتبدل کر دیا"۔ [۲]

---

[۱] مکتوبات شریف، ج 2 ص 226، مکتوب نمبر 71، شبیر برادرز، لاہور۔

[۲] مقدمہ تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء، مطبوعہ احمد کلاں محل، دہلی۔

چنانچہ" تحفة الموحدین" ،" البلاغ المبین" وغیرہما جیسی کتابیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نام پر گھڑی گئیں۔ پس جن لوگوں نے مندرجہ بالا کتب کو پڑھا تو ان کے اذھان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نظریات کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہو گئے کیونکہ مندرجہ بالا کتابیں وہابیانہ نظریات کی حامل اور کسی وہابی کی تصنیف ہیں جس نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو بدنام کرنے کے لئے مندرجہ بالا کتابیں اُن کے نام پر منسوب کردیں۔

محمد علی کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

" میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی ہے جب میں سنتا ہوں کہ لوگ غیر مقلدیت کو پروان چڑھانے کے لئے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے ادھوری اورنا تراشیدہ عبارتیں نقل کر کے بیچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں یہی نہیں بلکہ قول سدید کے نام پر ایک من گھڑت کتاب کو شاہ صاحب سے منسوب کرتے ہیں"۔ [1]

اگر کوئی شخص ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا تو لا محالہ اُس کے دل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوں گے، پس اِس کی ذمہ داری تو اُن لوگوں کی طرف جاتی ہے جنہوں نے ایسی کتابیں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام پر گھڑیں۔

دیوبندی موصوف اہلِ سنّت وجماعت کے ان علماءِ کرام کو جنہوں نے اُن من گھڑت کتب میں موجود وہابیانہ نظریات کے پیشِ نظر شاہ صاحب کے بارے میں اس طرح کا اظہار خیال کیا ان کی بجائے اُن لوگوں پر لعنت بھیجیں جنہوں نے حضرت شاہ صاحب کو بدنام کرنے کے لئے یہ تحریف وتبدل اور جعلی من گھڑت کابیں منسوب کرنے کی

---

[1] شاہ ولی اللہ اور تقلید، ص 53، مطبوعہ سیالکوٹ۔

کارروائی کی۔

دیوبندی موصوف چونکہ ان لوگوں کے ہمنوا ہیں اور ان ہی منسوب کتابوں اور تحریف شُدہ عبارات سے استدلال کرنے میں ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، لہٰذا موصوف ایسے مفتری وکذاب لوگوں کے تلوے چاٹنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ اہلِ سنّت و جماعت کے ساتھ اِن کو بغض وعناد ہے اِس لئے علماءِ اہل سنّت کے خلاف خوب برستے ہیں اور من گھڑت اور خود ساختہ عقائد ونظریات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

الغرض علمائے اہلِ سنّت میں سے چند وہ علماء جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نظریات وعقائد کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کیا اُس کی وجہ آپ کی طرف منسوب شدہ کتابیں اور الحاق شُدہ عبارتیں ہیں (یعنی بعض علماء نے جو کچھ لکھا وہ دیوبندی تحریرات کے تناظر میں لکھا) لہٰذا تمام تر قصور ان مفتری وکذاب لوگوں کا ہے جنہوں نے مندرجہ بالا کتابیں ان کی طرف منسوب کیں اور بعض کتب میں الحاقات کر کے ان کو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی منسوب کیا، لہٰذا اس کے ذمہ دار بھی وہابی دیوبندی ہی قرار پاتے ہیں نہ کہ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت۔

شاہ اسحاق دھلوی اور اسماعیل دھلوی

شاہ محمد اسحاق دہلوی صاحب کے نام سے جو کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں جیسا کہ "مائۃ مسائل" اور" اربعین" ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتابیں وہابیت کے فروغ کے لئے تصنیف کی گئیں کیونکہ جو نظریات ان میں بیان کئے گئے وہ راہِ اعتدال کے منافی ہیں، چنانچہ اُسی دَور میں اِن کا رد بھی کیا گیا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ نے "تحقیق الحق المبین" کے نام سے" مسائل اربعین" کا رَد لکھا، جو کہ مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب کے ترجمہ اور عبد الرحیم نظامی صاحب کی تخریج کے ساتھ مکتبہ مجددیہ، حیدرآباد، سندھ، پاکستان سے 2014ء میں شائع

ہوئی ہے اور "تصحیح المسائل" کے نام سے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ نے "مائۃ مسائل" کا رد لکھا جو کہ اسعد الاخبار اکبر آباد سے 1266ھ میں فارسی زبان میں شائع ہوا۔

مگر دوسری جانب اہل علم حضرات یہ رائے بھی موجود ہے کہ یہ کتابیں شاہ محمد اسحاق دہلوی صاحب کی طرف منسوب ہیں جس کے حوالے سابق صفحات میں گذر چکے ہیں۔پس جن لوگوں تک انتساب کی دُوسری رائے نہیں پہنچ سکی انہوں نے شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ پس ایسی صورت میں تمام تر ذمہ داری وقصور اُن لوگوں پر ہی عائد ہوتا ہے جنہوں نے فرضی اور جھوٹی کتابیں گھڑ کر شاہ محمد اسحاق صاحب کی طرف منسوب کیں۔

جہاں تک بات ہے اسماعیل دہلوی صاحب کی تو اُن کی وہابیت عالم آشکار ہے۔اُن کے گندے اور بے ہودہ نظریات پر اُن کی بدنام زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" شاہد ہے۔ اسماعیل دہلوی صاحب کے خلاف تو برصغیر کے تقریباً عام علماء نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس سلسلے میں اُٹھنے والی پہلی آواز بقولِ اکثر خود اسماعیل دہلوی صاحب کے شہر دہلی کی تھی۔ علماءِ دہلی اور دیگر بزرگانِ دین نے اسماعیل دہلوی صاحب کے عقائد ونظریات کو کفریہ قرار دیا۔پس اس سلسلے میں موصوف کی ہم سے ناراضگی قطعاً درست نہیں،ہم تو جمہور علماءِ اہلِ سنّت کے ساتھ ہیں۔اسماعیل دہلوی صاحب کے نظریات کو کُفریہ قرار دینے میں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یا اُن کے ساتھ نسبت وعقیدت وارادت رکھنے والے تنہا نہیں بلکہ علمائے ہندوستان کے تمام سلاسل کا جم غفیر ہمارے ساتھ ہے (تفصیلی بحث آگے آئے گی ان شاء اللہ العزیز)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ برصغیر ہندوستان کے بہت بڑے اور جیّد عالم دین تھے،ہم ان کو وہابی تصور نہیں کرتے،ہاں!البتہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں اور مفتری ودجال وکذاب ملاؤں نے وہابیت کے فروغ کے لئے کچھ نظریات کو اُن کی کتب میں داخل

کر دیا۔ جو لوگ اس الحاق وتحریف سے آگاہ نہ ہوسکے انہوں نے ان الحاقی عبارات کی وجہ سے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ پس اس صورت میں یہ لوگ بھی معذور ہیں کیونکہ سارا قصور تو اُن مفتری اور کذاب لوگوں کا ہے جنہوں نے وہابیت کے فروغ کے لئے جہاں موقعہ ملا ہاتھوں کی صفائی دکھلا دی۔ انہی الحاقات کے خدشات کا اظہار خود دیوبندی ملاؤں نے بھی کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

تفسیر عزیزی میں الحاق کا شُبہ

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث اور چلتا پھرتا کتب خانہ انور شاہ کشمیری صاحب فرماتے ہیں کہ:

" فرمایا کہ ایک الجھن باقی رہے گی کہ کوئی خدا تعالی کے وجود کا اقرار کرتا ہے، لیکن اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک مانتا ہے کیا اس کی بھی مغفرت ہوگی؟

میں کہتا ہوں کہ اس کا معاملہ بھی عدم مغفرت کا طے شدہ ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ نے "تفسیر عزیزی" میں اس سے بحث کی ہے، لکین مجھے اطمینان نہیں کہ وہ شاہ صاحب کی نگارش ہو، مجھے معلوم ہوا کہ "تفسیر عزیزی" کا کوئی نسخہ حیدر آباد سے ہاتھ لگا تھا، اسی کو جوں کا توں چھاپ دیا گیا۔ اب خدا جانے یہ نسخہ صحیح تھا یا غلط، اور اس میں الحاق تو نہیں ہوا؟ اس لیے تفسیر عزیزی سے محتاط انداز میں اخذ واقتباس ہونا چاہیے۔ حالانکہ شاہ صاحب، شامی کے معاصر ہیں لیکن میں شاہ صاحب کو شامی سے زیادہ فقیہ سمجھتا ہوں"۔ [1]

فتاوی عزیزی میں الحاق کا شُبہ

تھانوی صاحب کے سامنے "فتاوی عزیزی" کی ایک عبارت پیش کی گئی جو کہ اُن کے نظریہ وعقیدہ کے خلاف تھی، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تھانوی صاحب اِرشاد فرماتے ہیں:

" اول تو یہی امر محتاج سندِ صحیح ہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ہے۔ اگر ان

---

[1] نوادراتِ امام کشمیری، ص **141**، میمن اسلامک بکس، لیاقت آباد، کراچی۔

ہی کا تسلیم کرلیا جاوے تو میرے نزدیک اتنا لکھ دینا رفع وحشت کے لئے تھا"۔ [۱]

مزید تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

" جب دلائل صحیحہ سے ان رسوم کا خلافِ سنیت ہونا ثابت ہے پھر اگر کسی ثقہ سے اس کے خلاف منقول ہوگا اس کی تاویل واجب ہے اور تاویلیں مختلف ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ ثبوت میں کلام کیا جاوے جیسے اس کے قبل میں بزرگوں کے کلام میں الحاق کے احتمال سے جواب دیا گیا ہے"۔ [۲]

تھانوی صاحب ہی مزید فرماتے ہیں کہ:

" اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاوی حضرت شاہ صاحب کا ہے، مجھ کو قوی شک ہے"۔ [۳]

ان حوالوں میں دیکھا جا سکتا ہے کہ " فتاوی عزیزی" کے جو فتوے تھانوی صاحب کے نظریات کے خلاف ثابت ہوئے تھانوی صاحب نے اُن میں الحاق کے احتمالات ظاہر کر دیئے بلکہ فتاوی حضرت شاہ عبد العزیز المعروف بہ" فتاوی عزیزی" کے متعلق اپنے قولِ شک کا اظہار کیا۔

الغرض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتب میں تحریف والحاق کے خُود دیوبندی بھی قائل ہیں۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو نظریات ان کتب میں جمہور اہلِ سنّت وجماعت کے مخالف ہیں یا ان میں وہابیت کی جھلک نظر آتی ہے، انہیں محرف قرار دیا جائے۔ہاں وہ علماء جو الحاق وتحریف پر اطلاع نہ پا سکے اور انہوں نے ان نظریات کو راہِ اعتدال کے منافی قرار دیتے ہوئے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار فرمایا، وہ اس سلسلے میں معذور ہیں کیونکہ اصل قصور اُن

---

[۱] بدعت کی حقیقت اور اس کے مسائل، ص 125 ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

[۲] بدعت کی حقیقت اور اس کے مسائل، ص 126 ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

[۳] بدعت کی حقیقت اور اس کے مسائل، ص 127 ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

لوگوں کا ہے جنہوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتب میں تحریف والحاق کیا ہے۔انور شاہ کشمیری صاحب تو فرماتے ہیں کہ"تفسیر عزیزی" سے محتاط انداز میں اخذ و اقتباس ہونا چاہئے مگر دیوبندیوں کے نیم ملّاں بغیر سوچے سمجھے اخذ واقتباس کرتے ہیں اور اپنے شیخ الحدیث کی نصیحت کی بھی پرواہ نہیں کرتے ،اور پھر دیوبندی تو یہ مانیں گے کہ انور شاہ کشمیری کوضرور ایسی چیزیں"تفسیر عزیزی" میں نظر آئی ہوں گی جن کی بنیاد پر وہ محتاط رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر ہم بھی یہی کہیں کہ خانوادۂ ولی اللّٰہی کی کتب کے کچھ مندرجات راہِ اعتدال کے منافی ہیں تو دیوبندی ہم پر برسنا شروع ہو جاتے ہیں اور ہمیں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز وغیرہ کا منکر اور بے ادب قرار دیا جاتا ہے جبکہ خُود دیو بندیوں کے اکابرین اپنے شکوک و خدشات کا اظہار کریں تو پھر کچھ بھی نہیں ۔عجیب انصاف ہے دیوبندیوں کا۔

حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ ایک زبردست عالم تھے۔آپ نے اسماعیل دہلوی صاحب کے نظریات پر بروقت گرفت کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا تھا اور اپنے دلائل و براہین کی روشنی میں اسماعیل دہلوی صاحب کو ایسا جکڑا سرزمینِ دہلی اسماعیل دہلوی صاحب کے لئے تنگ ہو گئی تھی۔ ہمارے کسی بھی ثقہ عالم نے حضرت شاہ فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے نظریات کو کُفر نہیں قرار دیا، یہ موصوف کا الزام ہے۔

نوٹ ! دیوبندی موصوف نے دیوبندیوں کی جانب سے شائع شُدہ کتاب" ہدیہ بریلویت" کا بھی ذکر کیا ہے تو موصوف کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس کا جواب" ھدیہ بریلویت پر ایک نظر(حصہ اوّل)" کے نام سے مولانا ابوعبداللہ نقشبندی صاحب لکھ چکے ہیں، لہٰذا موصوف کو" ھدیہ بریلویت" جیسی جھوٹی کتاب پر نازاں وفرحاں ہونے کی ضرورت نہیں۔ہم بھی انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ" ھدیہ بریلویت پر ایک نظر" کو ضرور مطالعہ

کریں ، بلکہ دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر پڑھیں تا کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

بدایُونی اور فرنگی محلی عُلماء

موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اپنے ہی ہم مسلک بدایونی اور فرنگی محلی علماء سے اِن کو خُدا واسطے کا بیر اور کئی کئی ہزار کُفر کے فتوے اُن پر لگائے"۔ [1]

الجواب: اذان عندالباب کے مسئلے پر بدایونی علماء سے اختلاف ہوا تھا جس کی تنقیح کے لئے فریقین کی طرف سے کتابیں بھی لکھی گئیں مگر کسی نے ایک دوسرے پر کُفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ باقی رہا فروعی اختلاف تو وہ اہل سنّت کے دو عظیم فقہی مسالک حنفی اور شافعی کے درمیان بھی موجود ہے اور اس سلسلے میں جانبین کی طرف سے ایک دوسرے کے رَد میں کتابیں بھی لکھی گئیں مگر کسی نے بھی اس اختلاف کی وجہ سے ان فقہی مسالک کو مُورد طعن قرار نہیں دیا۔ اذان عندالباب کے مسئلہ کی وجہ سے اگر دیوبندی موصوف ہم پر طعن کرتے ہیں تو پہلے انہیں علمائے شافعیہ اور علمائے حنفیہ (جنہوں نے ایک دوسرے کے رد میں کتابیں لکھی ہیں) پر بھی اسی انداز میں اعتراض کرنا چاہیے۔ اور معاذ اللہ ان جلیل القدر علماء کو بھی فساد کی جڑ قرار دینا چاہیے ،فرنگی محلی علماء کے خلاف فتوؤں سے اگر دیوبندی موصوف کا اشارہ حضرت عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کی جانب ہے تو اُن کے متعلق بحث پہلی جلد میں گذر چکی ہے، تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

تحریکِ پاکستان اور مسٹر محمد علی جناح

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج 1 ص **147**، مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

"تحریک پاکستان والوں کے یہ دشمن، مسٹر محمد علی جناح کو یہ کافر بتائیں"۔[1]

الجواب: یہ تو عالم آشکار حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کا کون دُشمن تھا اور ہے اور کس کو سر زمینِ پاکستان سے بیر تھا اور ہے، اس سلسلے میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں، صرف ایک دو حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں

دیوبندیوں کا نظریہ

نمبر (1) سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

"جولوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں، اوکما قال۔ پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمن لُدھیانوی (دیوبندی) صدر مجلسِ احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا (مسٹر محمد علی جناح) اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جُوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں"۔[2]

نوٹ: مولوی حبیب الرحمن لُدھیانوی دیوبندی جب پنجاب میں مجلسِ احرار قائم ہوئی تو اس میں شامل ہوئے اور کچھ ہی عرصہ بعد مجلس احرار کے صدر منتخب ہوگئے، ملاحظہ ہو[3]

حوالہ نمبر (2) "ملاپ" (لاہور) نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹٤٥ء میں احراری لیڈر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک تقریر شائع کی جوانہوں نے علی پور

[1] دفاع، ج 1، ص 147۔

[2] چمنستان، از ظفر علی خاں، ص 165، پبلشرز یونائیٹڈ، چوک انارکلی، لاہور۔ وص 109، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ مزید: ملاحظہ فرمائیں: "کلیات" مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ۔ حبیب الرحمن لدھیانوی کے متعلق ملاحظہ ہو" تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج 2 ص 144۔ 146"، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

[3] تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج 2 ص 145، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

کی احرار کانفرنس میں کی تھی۔اس تقریر میں امیر شریعت نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا کہ مسلم لیگ کے لیڈر "بے عملوں کی ٹولی" ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کررہے ہیں اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ خاکستان ہے۔اسی رہبر محترم نے پسرور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے (حوالہ استقلال نمبر روزنامہ جدید نظام ۱۹۵۰ء)۔۔۔مولوی محمد علی جالندھری نے۔۔۔پاکستان کے لئے" پلیدستان" کا لفظ استعمال کیا۔۔عطاءاللہ شاہ بخاری نے پاکستان کو بازاری عورت قرار دیا"۔[1]

علّامہ اقبال کے متعلق دیوبندیوں کا نظریہ

دیوبندیوں نے تو علّامہ اقبال کو ابُولہب سے ملا دیا ہے،ان کے نزدیک تو علّامہ اقبال کے نظریات بُولہبی پر مشتمل ہیں، چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ العقول شمس الحق صاحب [2] لکھتے ہیں کہ

نظام قوم بد وگونی شود پیدا
اگر ہنوز ندانی کمال بولہبی است

حسین احمد ٹانڈوی کے پرستار محمد اصلح الحسینی انصاری صاحب [3] لکھتے ہیں کہ:

حدیث دامن یزداں وچاک را چہ لقب
چوں انتثال محمد عیار بولہبی است

بہرحال جو طعنہ ہمیں دیا جارہا ہے اُس کے مرتکب تو خود آنجناب ہیں، پس آنجناب کے فتوے کی روشنی میں خود موصوف ہی سارے فساد کی جڑ قرار پائے۔

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت،فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء،ص 274۔275۔بتصرف۔

[2] علیگڑھ میگزین،جلد 16 نمبر 2، بابت اپریل 1938ء اقبال نمبر،ص 173۔

[3] علیگڑھ میگزین،جلد 16 نمبر 2، بابت اپریل 1938ء اقبال نمبر،ص 173۔

تحریکِ خلافت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"تحریک خلافت کے خلاف یہ لکھیں، حتّٰی کہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان میں سوائے جماعت بریلویہ کے سب کافر و مرتد گستاخ بے ایمان ہیں معاذ اللہ"۔ [۱]

الجواب: سلطنتِ عثمانیہ کی مدد و نصرت کے لئے زُعماءِ ہند نے تحریکِ خلافت کی بنیا درکھی تھی، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سلطنتِ عثمانیہ کی مدد و نصرت کے خلاف نہ تھے، بلکہ آپ نے تو تحریر فرمایا کہ:

" سلطنت علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنتِ اسلام، نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے، اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی، دل سے خیر خواہی مطلقاً فرضِ عین ہے، اور وقتِ حاجت دُعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں، اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے، اور ہر فرض بقدرِ قُدرت، ہر حکم بشرطِ استطاعت"۔ [۲]

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ فتوٰی واضح کر رہا ہے کہ آپ سلطنتِ عثمانیہ کی مدد و نصرت کے حامی تھے اور دل و جان سے سلطنت عثمانیہ کی خیر خواہی چاہتے تھے، باقی اس سلسلہ میں ہونے والی غیر شرعی باتوں سے آپ کو اختلاف تھا۔

اُن میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ تحریک خلافت کے زُعماء یہ دعوٰی بھی کر رہے تھے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قریشیت (قریشی ہونا) شرط نہیں۔

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 147۔

[۲] دوام العیش من الائمۃ من قریش، ص 46، الرائیں پبلشرز، ملتان روڈ، لاہور۔ فتاوی رضویہ، جدید، ج 14، ص 174، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حدیث " الْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ...الحدیث ".[1] سے استدلال کرتے ہوئے ایک مکمل رسالہ "دوام العیش من الائمۃ من قریش " کے نام سے تصنیف فرمایا، اور اُن کے اِس باطل دعویٰ کی تردید فرمائی۔

---

[1] أخرجه الطيالسى فى مسنده، ج2ص 240 (968)، أحمد فى مسنده (19777)، و ابن أبي عاصم في السنة، ج2ص 532- 533(1125)، والرويانى فى مسنده، ج2ص 27 (768)۔

وقال الألبانى : حديث صحيح إسناده حسن ورجاله ثقات غير سكين بن عبد العزيز وهو مختلف فيه والراجح عندي أنه حسن الحديث .

وقال حسين سليم أسد : إسناده صحيح .

وقال الأرنؤوط : صحيح لغيره ،وهذا إسناد قوي ،سكين بن عبد العزيز صدوق لا بأس به ،وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح . سليمان بن داود :هو الطيالسي .

وبلفظ :"الأمراء من قريش " أخرجه البخاري في تاريخ الكبير، ج4 ص 160،وأحمد في مسنده (19782)،و(19805)،والبزار في مسنده ،ج 9ص 302(3857)، ==وص 308، وأبو يعلى فى مسنده، ج6ص 232 (3645)،والرويانى فى مسنده، ج 2ص 27(768)، وج2ص 341(1323)

وفى الباب : عن على بن أبى طالب رضى الله عنه ،فرواه البيهقى فى السنن الكبرى، ج3 ص 172وغيره۔

عن أنس رضى الله تعالى عنه ، فرواه أحمد فى مسنده(12307)وغيره ، وقال أبو نعيم :هَذَا حَدِيثٌ مَشْهُورٌ ثَابِتٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ سَعْدٍ فِيمَا أَعْلَمُ، إِلَّا ابْنُ إِبْرَاهِيمَ۔

وعن ثوبان رضى الله تعالى عنه، فرواه أبى بكر القاضى المارستان فى مشيخة(30)

وعن سلمان الفارسى رضى الله تعالى عنه ،فرواه أبى بكر بن الخلال فى السنة (33)وغيره

اصل مسئلہ یہ تھا جس کو معترضین اور مثل گروہِ دیابنہ نے مرچ مصالحہ لگا کر افسانہ بنا دیا۔ چونکہ دیوبندیت کو تحریکِ خلافت کی وجہ سے دُنیوی منفعت حاصل ہو رہی تھی اور وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھ رہے تھے، پس انہوں نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں جیسا کہ دیوبندی موصوف نے بھی تحریکِ خلافت کی مخالفت کا ذکر کیا ہے

تحریکِ خلافت کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا اُس کے متعلق مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" خلافت تحریک کے سلسلے میں ہندوستان کے غریب مسلمانوں نے قابل فخر جذبہ ایثار وقربانی کا مظاہرہ کیا تھا۔ بے شمار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ پردہ نشین خواتین نے زیور تک اُتار کر دے دیئے، خود لیڈروں کا اعتراف تھا کہ چھپن لاکھ روپیہ جمع ہوا ہے۔ لیکن اس مالا مال فنڈ کا حشر کیا ہوا؟ ایک قلیل رقم تو ترکوں کو پہنچی، باقی روپیہ کو مُردے کا مال سمجھ لیا گیا۔ اس زمانے میں خُود مَیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ بڑے بڑے لیڈر کس بے دردی سے قومی روپیہ اپنی ذات پر اُڑا رہے ہیں"۔ [1]

پس ایسی صورت میں اگر علماءِ اہلِ سنّت نے تحریکِ خلافت کے زُعماء کی غیر شرعی حرکات پر گرفت کی تو کون سا غلط کیا؟

علاوہ ازیں علماءِ اہلِ سنّت نے اکابرینِ دیوبند کی کفریہ عبارات کو کفریہ قرار دیا ہے اور جو ان عبارات کو دُرست مانتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے، باقی یہ الزام ہے کہ ہم اپنے علاوہ پُورے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) نہ یہ ہمارے علماء کا فتویٰ ہے اور نہ ہی ہمارا نظریہ۔

---

[1] ذکرآزاد، ص 228، مکتبہ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ ۲۰۱۰ء

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہ تو تلامذہ میں ہو اور نہ ہی آپ کے متوسلین اور معتقدین میں سے ہو، مگر اس کے عقائد اہلِ سنّت وجماعت کے موافق ہوں، چاہے وہ دُنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے اور اُس کو ہم اِسی طرح مسلمان سمجھتے ہیں جس طرح اپنے آپ کو، اور جس کسی کے عقائد اہلِ اسلام کے خلاف ہیں اور وہ شخص کفریہ عقائد کا حامل ہے تو ہم اسے کس طرح مسلمان تصور کر سکتے ہیں؟ وہ چاہے ہندوستان یا پاکستان میں رہتا ہے یا دُنیا کے کسی بھی کونے میں، چاہے اُس کے ساتھ خُونی رشتہ ہی کیوں نہ ہو وہ قطعاً مسلمان نہیں اور ہمارا اُس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، مگر دیوبندیوں کو چالیس چوروں کے ٹولے کے ساتھ ہمدردی ہو تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں۔

ہمارا اعلان واضح ہے اور اگر ہمارا یہ اعلان قرآن وسنت کے خلاف ہے تو موصوف دلائلِ قرآن وحدیث سے ثابت کریں، ہمارا ان کو کھلا چیلنج ہے، باقی ہم گستاخوں، بے ادبوں اور بھیڑ نُما بھیڑیوں کو قطعاً معاف نہیں کر سکتے، ان شاء اللہ العزیز۔

مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ، شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے افکار ونظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ اموران کے عقائد ونظریات کی روشنی میں حل کریں" ۔(اتحاد بین المسلمین: ص ۱۱۳، والضحی پبلی کیشنز لاہور)"۔مگر شاہ ولی اللہ کے بارے میں تم نے خود لکھا کہ وہ پکا وہابی ہے تو جس پر پورے پاکستان کے مکاتب فکر کا اتفاق ہو اسے اپنے اکابریں سے ماننے والا فسادی ہے یا اسے وہابی مان کر کافر بنانے والا" کا رِملاں فساد فی سبیل اللہ" ہے" ۔[1]

[1] دفاع، ج 1، ص 147۔

الجواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے گذشتہ اوراق میں گذر چکا، تفصیل اس مقام پر ملاحظہ کریں، البتہ یہاں پر ہم اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نظریات سے خُود دیوبندیوں نے بھی اختلاف کیا ہے، حوالے تو قارئین پہلے ہی ملاحظہ فرما چُکے ہیں کہ شاہ صاحب کی تشریحات وتعبیرات کو حدِ کفر تک پہنچا دیا گیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف ہمیں الزام نہیں دے سکتے کہ آپ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی لکھا ہے۔ اس سلسلے میں ہم پہلے بھی عرض کر چُکے ہیں کہ یہ ہمارا مسلکی نظریہ نہیں ہے، البتہ بعض احباب جنہوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی کتب میں الحاقات وتحریفات پر اطلاع نہیں پائی اور انہوں نے وہابیانہ الحاقات وتحریفات کو ہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ سمجھ لیا اور اپنے شکوک وتحفظات کا اظہار کر دیا، اُن احباب کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی قرار دینا دُرست نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہماری جماعت کا مجموعی نظریہ ہے، باقی دیوبندی حضرت شاہ صاحب سے نالاں ضرور ہیں اور ان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں جس کے متعلق حوالے گذر چُکے ہیں، جس طرح دیوبندی موصوف نے لکھا ہے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب مثل "انفاس العارفین" وغیرہ پر آج بھی عمل پیرا ہونے والا فسادی ہے یا ان کی عبارات کو مضر او رحدِ کفر تک پہنچانے والا" کارِ ملّاں فساد فی سبیل اللہ" کا مصداق ہے۔

نوٹ ! حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ پر ہم آج بھی راضی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہما کی الحاقات و تحریفات سے مبرا کتب کو درمیان میں رکھ کر اُمورِ متنازعہ فیہا کو ان کی روشنی میں حل کیا جائے، مگر ہم جانتے ہیں کہ دیوبندی اس بات پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔

مُفتی اقتدار احمد خان نعیمی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"لا یعنی لغو اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرہ علمیہ میں مشکوک بنا دیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کر دی اس کج روی کی بنیاد پر یہ مشکوک لوگ اہل سنت کے لیے قابل سند نہیں رہے"۔ (تنقیدات علی مطبوعات: ص ۱٤۸)"۔ [1]

الجواب : اولا: اس نقل کردہ عبارت کو بھی موصوف نے کسی دیوبندی سارق سے سرقہ کرتے ہوئے نقل کیا ہے جو کہ موصوف کی پُرانی عادت ہے، ویسے کم وپیش ہر عبارت میں موصوف کی طرف سے یا جن سارقین سے موصوف نقل کر رہے ہیں اُن کی طرف سے اصل عبارات میں حک و اضافہ موجود ہے، جن کی نشاندہی کو ہم طوالت کے خوف سے ترک کرتے جا رہے ہیں، البتہ کہیں کہیں موصوف کی حالت اپنے قارئین کرام کی یاد دہانی کے لئے واضح کرنے کی غرض سے اصل عبارات اور موصوف کی طرف سے نقل کردہ عبارات میں فرق کو ہدیہ قارئین کرتے ہوئے نشاندہی کرتے ہیں تا کہ موصوف کی علمی حالت سے آگاہی میں تسلسل قائم رہے۔ موصوف کی منقولہ عبارت اور" تنقیدات علی مطبوعات" کی اصل عبارت میں حک و اضافہ ملاحظہ فرمائیں:

اصل میں "لغو وکذب" تھا، ملاحظہ ہو [2] موصوف نے" لغو اور کذب" بنا دیا۔

اصل میں" کہ نہیں پتہ لگتا" تھا، ملاحظہ ہو [3] موصوف نے" کہ پتہ نہیں لگتا" بنادیا۔

اصل میں" کج روی کی بنا پر مشکوک" تھا، ملاحظہ ہو [4] موصوف نے" کج روی کی بنیاد پر یہ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 148۔

[2] تنقیدات علی مطبوعات، ص 148 ،نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات، پاکستان ۔

[3] تنقیدات علی مطبوعات، ص 148 ،نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات، پاکستان ۔

[4] تنقیدات علی مطبوعات، ص 149 ،نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات، پاکستان ۔

مشکوک" بنا دیا۔

ثانیاً: یہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی صاحب کی انفرادی رائے ہے ہمارے علماء واحباب اہل قلم بار ہا صاحبزادہ صاحب کی انفرادی آراء سے لاتعلقی کا اظہار کر چکے ہیں مگر چونکہ دیوبندی موصوف کی طبیعت اور مزاج میں شرارت رچ بس چکی ہے، لہٰذا معاشرہ میں شرارت اور بگاڑ پیدا کرنے کے لئے وہ ان آراء کا سہارا لیتے ہیں جن سے پہلے بھی لاتعلقی ظاہر کی جا چکی ہے۔ الغرض یہ اہلِ سنّت و جماعت (بریلوی) کا مجموعی نظریہ نہیں ہے ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں ایسے نظریات بھی پائے جاتے ہیں جن سے خود دیوبندیوں نے بھی لاتعلقی کا اظہار کیا ہے، چنانچہ دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں

دیوبندی فتاویٰ کی کتاب" فتاوی قاسمیہ" میں مرقوم ہے کہ:

(سرخی)" مکتوب گرامی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ

حضرت مولانا محمد صاحب لائل پوریؒ کے سوال کے جواب میں حضرت اقدس شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز نے عالم محقق کے لئے بعض مسائل میں تفرد اختیار کرنے اور دوسروں کو اس کی اتباع نہ کرنے کے متعلق یہ مبسوط مکتوب گرامی تحریر فرمایا ہے ۔اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت شیخ ابن ہمامؒ کے تفردات کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان حضرات کے تفردات کو نہ ماننے اور اختیار نہ کرنے سے ان لوگوں کے احترام میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ اور ہم سب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں، ہم پر ہر مسائل میں ان ہی کی اتباع لازم ہے،مکتوب گرامی حسب ذیل ہے

جناب مولانا محمد صاحب لائل پور! محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، جس پر آپ نے کوئی تاریخ درج نہیں فرمائی، یہ تحریر کا بڑا نقص ہے۔

محترم! ہم سب اور ہمارے اسلاف کرام حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں، اساتذہ کرام کے ہم خوشہ چیں ہیں، ان کے احسان اور علوم سے استفادہ کرنے والے اور شکرگذار ضرور ہیں، مگر تقلید صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرتے ہیں اور اسی کو علمی روشنی میں ضروری اور باعث نظام امت سمجھتے ہیں، ہم دوسرے ائمہ مذاہب کو بھی حق پر سمجھتے ہیں، ہم مصوبہ کی رائے پر جو کہ اقرب الی الصواب ہے، فروع میں تمام مجتہدین کو صائب اور مصنفین کی رائے پر دائر بین الحق سمجھتے ہیں۔

(199) بہرحال ہمارے اکابر فقط امام صاحب کی فقہ کے مقلد ہیں، دوسروں کے اقوال کو مرجوح سمجھتے ہیں، باطل نہیں کہتے ہیں اور نہ اس پر عمل درآمد کرتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کو جو سلسلہ کے بہت بڑے امام اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب کے استاذ الاستاذ اور جد بزرگوار ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں مطاع قرار نہیں دیتے۔ "حجۃ اللہ البالغہ" کی جلد ثانی میں شاہ صاحبؒ نے بہت سے مسائل میں خلاف فرمایا ہے، ہم ان پر نہ فتویٰ دیتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں اور بحمد اللہ ہمارے پاس ان مسائل فرعیہ کے جوابات بھی مکمل طور پر موجود ہیں۔

اور اسی طرح محقق العصر علامہ ابن الہمامؒ وغیرہ دوسرے اکابر کے تفردات بھی ہم معمول بہا نہیں قرار دیتے۔ اور یہی مسلک ہم نے اسلاف کرام سے ارجح پایا ہے، جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جو کہ سید الطائفہ اور حضرت شاہ اسماعیل صاحبؒ کے روحانی اور نسبی بڑے ہیں، ان کے اقوال اور فتاوی کے ساتھ ہمارا یہ طرز ہے تو حضرت شاہ اسماعیل صاحبؒ کے وہ اقوال جو کہ خلاف فقہ حنفی ہوں گے ہمارے نزدیک کس طرح قابل عمل ہوں گے؟ اس لئے "ایضاح الحق الصریح" میں اگر کوئی مسئلہ خلاف فقہ حنفی مذکور ہو تو وہ بھی ہمارے اساتذہ کے

نزدیک غیر معمول بہ ہی ہوگا، نہ اس پر فتویٰ دیا جائے گا اور نہ اس پر عمل کیا جائے گا، پس کتاب مذکور اگر حسب رائے آنجناب حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی نہ ہو، جیسا کہ غیر مقلد کے تصرفات کو دوسری کتابوں کے متعلق نواب قطب الدین صاحب مرحوم سے حضرت شیخ الہند نے نقل فرمایا تھا، تو کچھ تعجب نہیں ہے۔ اور اگر ان کی ہو تو یقیناً ہمارے اسلاف کرام کے یہاں ان مسائل میں جو کہ فقہ حنفی کے خلاف ہیں، غیر معمول بہ ہوگی؛ اس لئے شاہ صاحب شہید مرحوم کے احترام میں کوئی خلل نہیں پڑتا، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ان اقوال کے نہ ماننے سے جو کہ حجۃ اللہ البالغہ کی جلد ثانی میں خلاف حنفیہ مذکور ہیں۔ ان کے احترام میں فرق نہیں پڑتا ہے"۔ [1]

یہ حوالہ تو اُس شخصیت کا ہے جس کو دیوبندی جانشینِ شیخ الہند قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سے مسائل میں خلاف ہے ہم نہ ان پر فتویٰ دیتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ کتبِ شاہ ولی اللہ میں بے شمار ایسی باتیں موجود ہیں جن پر نہ دیوبندی عمل کرتے ہیں اور نہ ان پر فتویٰ دیتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مندرجات جو جمہور اہل سنت کے مخالف ہیں ہمارا تجزیہ اُن کے متعلق یہ ہے کہ کچھ عیاروں اور مکاروں نے کمال چالاکی کے ساتھ ان کی کتب میں تحریف کرکے الحاق کر ڈالا اور ان ہی مندرجات کو اہل سنّت و جماعت کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص مخالف اہل سنّت مندرجات کی وجہ سے محتاط انداز میں اپنی تشویش کا اظہار کرتا ہے تو دیوبندیوں کو ناراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کے اکابرین خُود کچھ مندرجات سے اظہارِ لاتعلقی کر چکے ہیں، جیسا کہ ٹانڈوی صاحب کے مکتوب سے ظاہر ہے۔

[1] فتاویٰ قاسمیہ (منتخب فتاویٰ)، ج 1 ص 198۔ 199، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند۔

دیوبندیوں کے مفتی شبیر احمد قاسمی ،جو کہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد انڈیا کے خادم الافتاء والحدیث ہیں، انہوں نے تو باقاعدہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات کو ذکر کیا ہے،حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

مسند الھند شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات

حضرت شاہ صاحب محدث دہلویؒ کے تفردات میں سے چار تفردات ہم یہاں بطورنظیر پیش کرتے ہیں:

(1) جمہور احناف کے نزدیک صلاۃ فجر میں دعائے قنوت مشروع نہیں ہے۔اور ثبوت قنوت کی روایات منسوخ ہیں،مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک صلاۃ فجر میں قنوت پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے،ان کے نزدیک فجر میں دعائے قنوت خلاف اولی بھی نہیں ہے، بلکہ بلاکراہت جائز ہے، یہ حضرت شاہ صاحبؒ کا اپنا تفرد ہے۔

"قنوت الصبح وعندی أن القنوت وتركه سيان" (حجۃ اللہ البالغۃ، ۲/ ۱۱)

قنوت فجر کے بارے میں میرے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔

(2) جمہور احناف کے نزدیک اقامت جمعہ کے لئے شہر یا قصبہ یا ایسا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے کہ جس کی آبادی ڈھائی تین ہزار سے کم نہ ہو،مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے نزدیک اتنے بڑے گاؤں میں جمعہ جائز ہے جہاں پچاس آدمی رہتے ہوں، یہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا تفرد ہے۔

"والأصح عندی أنه يكفى أقل ما يقال فيه قرية (وقوله) الجمعة على خمسين رجلا،وأقول الخمسون يتقرى بهم القرية" (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۳۰)

میرے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے اتنی آبادی کافی ہے جس کو چھوٹا گاؤں کہا جاتا ہے، اور جمعہ پچاس آدمیوں پر لازم ہے اور میں کہتا ہوں کہ پچاس

آدمیوں کی آبادی گاؤں کے دائرہ میں داخل ہے۔

(3) جمہور احناف کے نزدیک صلاۃ جہریہ اور سریہ دونوں میں ہر حال میں فاتحہ خلف الامام جائز نہیں ہے، مگر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے اس طرح قراءت فاتحہ افضل اور اولی ہے کہ امام کو خلل نہ ہو۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد ہے۔

"وان كان ماموما وجب عليه الانصات والاستماع فان جهر الامام لم يقرء الا عند الاسكانة، وان خافت فله الخيرة، فان قرأ فليقرأ الفاتحة قراءة لا يشوش على الامام، وهذا أولى الأقوال عندى، وبه يجمع بين أحاديث الباب". (حجۃ اللہ البالغۃ ۲ / ۹)

اور اگر وہ مقتدی ہے، تو اس کا خاموش رہنا اور غور سے سننا واجب وضروری ہے، چنانچہ اگر امام جہراً قراءت کرے تو سکتہ کے وقت پڑھ لیا کرے۔ اور اگر امام سری قراءت کرے تو مقتدی کو اختیار ہے؛ لہذا اگر قراءت کرنا ہی چاہے تو اس طرح قراءت کرے کہ امام کے لئے باعث تشویش نہ ہو، یہی قول چند اقوال میں سے میرے نزدیک اولی ہے، اور اس باب کی مختلف روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

(4) جمہور احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مسنون یا مستحب نہیں ہے البتہ بنیت دعا پڑھی جائے تو لاحرج اور رلابأس کے درجہ میں ہے۔

"ولو قرأ الفاتحة فى صلاته على الجنازة ان قصد الدعاء والثناء لم يكره، وان قصد التلاوة كره". (الأشباہ والنظائر قدیم ص ۹۸، زکریا دیوبند ص ۱۷۹)

اگر نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ دعا اور ثناء کے ارادہ سے پڑھے تو مکروہ نہیں۔ اور اگر بغرض تلاوت پڑھے تو مکروہ ہے۔

ولا يقرأ فيها القرآن، ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به، وان قرأها

بنية القراءة لا يجوز ".(ہندیۃ، کراچی ۱/۱٦٤، زکریا ۱/۲۲۵، درمختار کراچی ۲/۲۱۳، زکریا۳ ۱۰۷)

اورنماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھے گا۔ اور اگر فاتحہ بغرض ثناء اور دعا پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اسے بنیت قراءۃ پڑھے تو جائز نہیں ہے۔

مگر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے یہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا تفرد ہے۔

ومن السنة قراءة فاتحة الكتاب؛ لأنها خير الأدعية، (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۳٦)

اورسورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے؛ کیوں کہ یہ بہترین دعاء ہے۔ [۱]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کے تسامحات

"انوار الباری شرح صحیح البخاری" میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک طویل گفتگو مَرقُوم ہے اس کی طوالت سے بچتے ہوئے راقم الحروف اس کے بعض مقامات کو نقل کرتا ہے اگرچہ اس میں میں طوالت ہوسکتی ہے مگر یہ سب خالی از فائدہ نہیں ہوگا، ان شاء اللہ العزیز، ملاحظہ فرمائیں:

"علّامہ کوثریؒ نے جہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مدح کے ساتھ ان کی مسامحات کا ذکر کیا ہے، ایک بہت ہی اہم نقد یہ بھی کیا ہے کہ ان کی نظر متقدمین کے علوم اور کتابوں پر کم تھی۔ اس کمی کا احساس ہمیں بھی ہوا خاص طور سے یہ دیکھ کر کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وہ قدر ومنزلت نہیں تھی جو ان جیسے عالی مقام مقتدا اور متبحر عالم کی نظر میں ہونی چاہئے تھی"۔ [۲]

"علّامہ محدث مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری صدر مفتی دار العلوم دیو بند، آپ نے جو

---

[۱] فتاویٰ قاسمیہ (منتخب فتاویٰ)، ج 1 ص 193 - 195، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند۔

[۲] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 19 ص 384، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، پاکستان

کتاب الآثار امام محمدؒ کی بے نظیر محدثانہ شرح لکھی ہے اور شائع شدہ بھی ہے اس کے مقدمہ ص ۸ میں شاہ ولی اللہؒ کے اسی دعوے کا رد کیا ہے اور لکھا کہ حضرت شاہ صاحب ایسے رفیع المقام محقق کے لئے موزوں نہ تھا کہ وہ ایسا بڑا دعویٰ کہ بجز تخریج وتفریع کے اور کامل اتباع ابراہیم نخعی کے اور کوئی بھی جدید یا اہم کام امام صاحب نے انجام نہیں دیا ہے اور یہ کہ وہ تو صرف ناقل محض تھے ابراہیم واقران کے۔ اور جہاں ان کے اقوال نہ ملے وہاں دوسرے فقہاء کوفہ کا اتباع کرتے تھے شاہ صاحب کی اسی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب صرف ایک مقلد محض اور متبع کے درجہ میں تھے ۔۔۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے لکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ عجیب وغریب دعوی پڑھ کر ہم نے ان کے حکم کی تعمیل میں کتاب الآثار وغیرہ میں حضرت ابراہیم نخعی کے اقوال کا تتبع کیا اور ان کا موازنہ بھی امام صاحب کے مذہب سے کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس طرح ابراہیمؒ اور ان کے اقران نے اجتہاد کیا ہے، امام صاحب نے بھی کیا"۔ [1]

" پھر مفتی صاحب ۔۔ لکھا کہ اس بارے میں امام صاحبؒ کی طرف سے بہت ہی اچھا دفاع محقق ابوزہرہ مصری نے اپنی کتاب" امام ابوحنیفہ" میں کیا ہے۔ اس کا بھی ضرور مطالعہ کیا جائے۔" تبصرہ محقق ابوزہرہ مصری" آپ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ سے عبارت مذکورہ نقل کر کے لکھا کہ شاہ صاحبؒ نے اقوال ابراہیم واقران پر امام صاحب کے قصر وانحصار کے دعوے میں مبالغہ سے کام لیا ہے ۔۔۔ پھر ص ۲۲٤ میں بھی حجۃ اللہ کی عبارت نقل کر کے شاہ صاحب کے دعوے کو مفصل طور سے رد کیا ہے اور لکھا کہ بلاشک اس دعوے کی وجہ سے امام صاحب کے فقہ میں عالی مقام کی توہین ہے کیونکہ ایک مجتہد مطلق کو مقلد و متبع کے درجہ میں کر دیا ہے۔ نیز لکھا کہ جن لوگوں نے امام صاحب کے ساتھ تعصب میں افراط کیا ہے وہی ایسی بات کہہ گئے ہیں اور ان میں سے" دہلوی بھی ہیں" ہمیں آخری

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 19 ص 385، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، پاکستان

نقد سے اتفاق نہیں، اگر چہ یہ شکوہ ہمیں بھی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے امام صاحب سے دفاع تو کہیں نہ کیا اور بعض جگہ بے تحقیق باتیں تقلید وحنفیت کے خلاف تحریر فرما دیں"۔ [1]

" آپ (یعنی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے" الانصاف" میں لکھا کہ امام ابُو یوسف چونکہ ہارون الرشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے، اس لئے یہی سبب ہوا کہ امام صاحب کا مذہب اقطارِ عراق و دیارِ خراساں وما وراء النہر میں پھیل گیا تھا۔۔۔ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ تدوینِ فقہ کے زمانہ میں صرف خراسان سے ایک لاکھ مسائل امام صاحب کے پاس استصواب کیلئے آئے تھے،تو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ مذہب امام صاحب کا عراق وخراسان میں ظہور بسبب امام ابو یوسف کے ہوا کیونکہ وہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے جبکہ امام ابو یوسفؒ دورِ تدوین فقہ سے دسیوں سال بعد قاضی القضا ۃ بنے تھے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ جیسے معاندین اسلام کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے"۔ [2]

" حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تسامحات" کی سُرخی قائم کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

" محترم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی دام فیضہم نے لکھا: آپ کے قلم سے محض ظن وتخمین کی بنا پر بعض باتیں ایسی بھی نکل گئی ہیں جو خلافِ واقع ہیں۔مثلاً (1) مقدمہ مصفے شرح موطأ میں لکھا کہ آج لوگوں کے ہاتھ میں بجز مؤطا کے کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا مصنف تبعِ تابعین میں سے ہو، حالانکہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ دونوں تبع تابعین میں سے ہیں اور دونوں کی حدیث وفقہ میں متعدد تصانیف آج بھی لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ اور بعض طبع کو کر شائع بھی ہو گئی ہیں۔

(2) ائمہ اربعہ کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ کل چار امام ہیں جن کے علم نے دنیا کا احاطہ

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج19 ص385، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، پاکستان

[2] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج19 ص386، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، پاکستان

کرر کھا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمدؒ یہ موخر الذکر دونوں امام مالک کے شاگرد اوران کے علم سے بہرہ مند ہیں۔ اور تبع تابعین کے زمانہ میں صرف امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہوئے ہیں، سووہ (یعنی امام ابوحنیفہ) ایک ایسے شخص ہیں کہ جن سے سرِ آمد محدثین، جیسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور (ر) دارمی ہیں ایک حدیث بھی اپنی کتاب میں روایت نہیں کی، اور حدیث کی روایت کا سلسلہ ان سے بطریقِ ثقات جاری نہیں ہوا۔ الخ حالانکہ امام احمدؒ امام مالکؒ کے شاگرد نہ تھے۔

(3) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اوران کا عہد صغار تابعین کا عہد ہے۔

(4) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت جامع ترمذی، اور سنن نسائی دونوں کتابوں میں موجود ہیں، محدث محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں تصریح کی ہے کہ اخرج لہ الترمذی والنسائی۔ (یہ بات دوسرے اکابر محدثین نے بھی تسلیم کی ہے)

(5) یہ بات بھی محض بے اصل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بطریق ثقات روایتِ حدیث کا سلسلہ جاری نہیں ہوا بلکہ خود شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی اپنے اس دعوے کی تردید انسان العین فی مشائخ الحرمین میں محدث عیسی جعفری مغربی کے تذکرہ میں کردی ہے۔۔۔

(7) حضرت شاہ صاحبؒ نے مقدمہ مصفے میں یہ بھی لکھا کہ آج ائمہ فقہ میں سے کوئی کتاب موجود نہیں ہے جس کو خود انہوں نے تصنیف کیا ہو بجز موطا امام مالک کے۔۔۔

افادات الکوثری: آپ نے بھی حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی کے ص ۹۹۔ ۱۹۵ اور مقالات ص ۴۱۸ میں حضرت شاہ صاحب ولی اللہؒ کے بارے میں کچھ ریمارکس کئے ہیں۔ وہ بھی خاص طور سے اہم علمی افادہ کے خیال سے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی ہندوستان میں خاص طور سے علمِ حدیث کی نشرواشاعت کے سلسلے میں بہت گراں قدر خدماتِ مشکورہ ہیں، مگر اسی کے ساتھ ساتھ ان کے کچھ انفرادات بھی ہیں جن سے صرف نظر یا سکوت مناسب نہیں ہے، انہوں نے اپنی کتابوں مین مباحثِ اجتہاد اور تاریخ فقہ حدیث پر بڑی جرأت وصفائی کے ساتھ کافی ریمارکس

کئے ہیں ،جن میں سے بعض پر بحث ونظر ضروری ہے ، کیونکہ ان کی فکر میں کدورت اور تصویر کشی میں تحکم کی شان نظر آتی ہے ۔ جبکہ کتبِ متقدمین کے لئے ان کا دائرہ مطالعہ محدود اور تنگ ہے اور احوال رجال وتاریخ علوم ومذاہب پر (پر) بھی پوری نظر نہیں ہے، اسی لئے ان کا خیال وفکر بہت سے مباحث وتقریرات میں آزادی واضطراب کا شکار ہو گیا ہے، جس سے ان کی بعض احوال وظروف میں طویل عبارات سعیٔ لا حاصل کا مصداق بن گئی ہیں ۔ ہم یہاں کچھ انفرادات کی طرف اشارات کرتے ہیں، تفصیلی ابحاث غیر معمولی فراغت کے محتاج ہیں ۔

(1) حضرت شاہ صاحبؒ فروع ومعتقد میں حنفی المسلک تھے، اور توحید شہودی کے بارے میں حضرت مجددؒ کے ہم خیال تھے، اور علمِ حدیث وفلسفہ بھی اپنے شہر کی روایات کے مطابق حاصل کیا تھا ،مگر جب وہ حجاز تشریف لے گئے اور اصول ستہ مدینہ طیبہ میں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی شافعی سے پڑھیں ،اور ایک مدت ان کے پاس رہے اور ان کے والد ابراہیم کردی کی کتابوں کا بھی گہرا مطالعہ کیا جن میں حشویہ، اتحادیہ، فلاسفہ ومتکلمین کی متنوعہ آراء وافکار کو ایک ساتھ جمع کرنے کی سعی کی گئی تھی ،تو وہ فقہ وتصوف میں ان ہی کے مسلک کی طرف مائل ہو گئے پھر جب واپس ہندوستان لوٹے تو فقہ وتصوف اور اعتقاد میں اپنے خاندانی مسلک ومشرب سے الگ ہو چکے تھے اور توحید وجودی کے بھی قائل ہو گئے تھے ۔

(2) تجلی فی الصور اور ظہور فی المظاہر کا نظریہ بھی انہوں نے اپنے اکابر کا نظریہ خیال کر کے اپنا لیا تھا (ملاحظہ ہو باب الجنائز حجۃ اللہ البالغہ) حالانکہ اس قسم کی چیزیں قول بالحلول سے قریب کرتی ہیں ۔ جو ارباب معقول کی نظر میں نا قابل قبول ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ ص ۱۴ ج ۱ میں لکھا ہے کہ: احادیث نبویہ میں بطور شہرت واستفاضہ کے وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل محشر کے لئے بہت سی صورتوں میں متجلی ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رب کے پاس داخل ہوں گے جبکہ وہ اپنی کرسی پر جلوہ گر ہوگا ۔ اور اللہ تعالیٰ بنی آدم سے مشافہۃ کلام فرمائیں گے ۔ وغیرہ احادیث جن کا

شمار نہیں ہوسکتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ان محولہ احادیث کے لئے جو بقول ان کے مشہور و مستفیض ہیں۔ کسی سند یا کتاب کا حوالہ ضروری نہیں خیال کیا، جبکہ خدا کا کرسی پر بیٹھنا اور شفاہاً لوگوں سے باتیں کرنا وغیرہ امور کا اثبات صحیح وقوی مشہور و متواتر احادیث کا محتاج ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تحقیق یہ ہے کہ یوم محشر میں حق تعالیٰ عرش پر بیٹھیں گے اور اپنے پاس عرش پر ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بٹھائیں گے اور شاہ صاحب کرسی پر بیٹھنے کی احادیث کو شہرت کا درجہ دے رہے ہیں، ان میں سے کس کو صحیح مانیں؟ ہمارے نزدیک جمہور سلف وخلف ہی کا قول حق اور احق ہے کہ حق تعالیٰ عرش یا کرسی پر بیٹھنے سے بے نیاز ہیں اور ہمیں ہر اس بات سے اس کو منزہ یقین کرنا چاہئے، جس سے اس کے لئے تشبیہ یا تجسیم لازم آتی ہو، لہٰذا جس طرح حق تعالیٰ کا عرش پر جلوس واستقرار خلافِ جمہور اور غلط عقیدہ ہے اسی طرح اس کے کرسی پر بیٹھنے کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔۔۔۔

(3) تقلید کے بارے میں بھی شاہ صاحبؒ نے الگ نظریہ اختیار کیا ہے، جس سے تفریق کلمہ کی صورت ہوئی، کیونکہ اس سے اصول وفروع مذہب میں عدم تقلید، حشویت اور ناپسندیدہ حنفیت سامنے آئی اور اسی لئے غیر مقلدیت کا شیوع اور نشونما ان بلاد میں خوب ہوا اور اس کو حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طبقات وغیرہ سے بھی تائید اور بڑھاوا ملا۔۔۔

(4) حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک نظریہ اعتناء بالمتون اور رجال حدیث واسانید سے صرف نظر کا بھی اپنایا تھا۔ وہ بھی نہایت مضر ہے۔ جبکہ تمام مشکلات کا حل اور آخری فیصلہ اسانید ہی پر موقوف ہے۔ خصوصاً عقائد کے باب میں۔

(5) حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک طریقہ یہ بھی اختیار فرمایا تھا کہ مشکلاتِ آثار کو ایسی وجوہ پر محمول کرتے تھے جو تخیل عالم مثال پر مبنی ہیں، جس میں بعض صوفیہ کے خیال کے مطابق معانی کا تجسد ہوتا ہے۔ حالانکہ اس عالم کا وجود نہ شرع میں ہے نہ عقل میں، لہٰذا حل مشکلات کو اس عالم پر محمول کرنا ایک خیالی چیز پر محمول کرنا ہوگا، بلکہ اس طرح معانی الآثار

کی نفی لازم ہوگی، کیونکہ جس بات کو صدر اول کے مخاطب لوگ نہ سمجھے تھے، اس کو اب ہم ثابت کرنے لگیں تو وہ محض خیال وضلال ہوگی"۔ [1]

مزید" حضرت شاہ ولی اللہؒ کے دیگر تسامحات" کی سُرخی قائم کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

" اوپر کی طرح ابھی حجۃ اللہ جلد دوم کے شروع پر ہی" القبلہ " عنوان کے تحت دیکھا کہ شاہ صاحب نے لکھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اوس وخزرج اوران کے حلفاء یہود کی تالیف قلب اور رعایت سے اجتہاد فرما کر استقبال بیت المقدس کا حکم فرمایا کیونکہ اصل یہی ہے کہ اوضاعِ قربات میں اس امت کی رعایت کی جائے جس میں رسول کی بعثت ہوئی ہے الخ۔

حالانکہ یہ بات تاریخی لحاظ سے بھی غلط ہے کیونکہ حضور علیہ السلام تو ہجرت سے قبل مکہ معظّمہ میں بھی اپنے صحابہ کے ساتھ استقبال بیت المقدس فرما رہے تھے(یہی بات اصح ہے کما فی حاشیۃ البخاری ص ٦٤٤ وکذا فی روح المعانی۔لہٰذا اجتہاد کی ضرورت ہی نہ تھی)علامہ کوثری ؒنے فرمایا کہ حجۃ اللہ اچھی کتاب ہے مگر اس میں تاریخی اخطاء ہیں۔۔۔

(6) جمہور کا فیصلہ ہے کہ اسراء ومعراج دونوں ایک رات میں اور دونوں روح وجسم کے ساتھ ہوئی تھیں اور صحتِ حدیث اور حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر مکمل اعتقاد ہوتے ہوئے اس امر کے اقرار کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔لہٰذا حضرت شاہ صاحبؒ کا اس کو عالمِ مثال پر محمول کرنا جو حجۃ اللہ میں حلِ مشاکل کے لئے اپنی عادت کے موافق وہ کیا کرتے ہیں، جادۂ مستقیم سے خروج ہوگا اور وہ بھی بغیر کسی قوی دلیل کے۔

(7) انشقاق قمر کی حقیقت بھی ان کے نزدیک صرف ترائی للانظار تھی، حالانکہ آنکھوں کو مسحور کرنا انبیاء علیہم السلام کی شان کے خلاف ہے۔

(8) حضرت شاہ صاحبؒ قدمِ عالم کے بھی قائل تھے، جو سب سے بڑا داہیہ والمیہ تھا۔اس

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج 19 ص 389 - 392، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

کو علامہ کشمیریؒ نے فیض الباری باب بدء الخلق میں ان کے بعض رسائل (الخیر الکثیر و تفہیمات الٰہیہ سے نقل کیا ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات ان کا اس کے لئے حدیث ابی رزین سے استدلال ہے جو عماء کے بارے میں ترمذی میں مروی ہے ---۔علامہ کوثری نے لکھا کہ جن کی بضاعت علمِ حدیث کے اندر اتنی ہو (کہ اثباتِ عقائد کے موقع پر ایسی منکر وشاذ حدیث پیش کردی) ان کو ادلہ احکام کے بارے میں کیونکر سربراہ بتایا جا سکتا ہے؟!۔ [1]

پس اگر کوئی شخص حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتب کے مخصوص مندرجات پر اعتراض کرتا یا جمہور اہل سنّت و جماعت کے خلاف سمجھتا ہے تو اُسے فسادی نہیں کہا جا سکتا، اگر دیوبندی موصوف کا یہ اُصول قبول کر لیا جائے تو دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی، شیخ الحدیث احمد رضا بجنوری اور مفتی شبیر احمد قاسمی وغیرہ بھی فسادی قرار پاتے ہیں، لہٰذا موصوف ذہن نشین کر لیں کہ برصغیر پاک و ہند میں اصل فساد کی وجہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتب پر تنقید یا ان کے بعض مندرجات سے اختلاف کا اظہار نہیں ، بلکہ اسماعیل دہلوی اور دیگر اکابرین دیوبند کی طرف سے بزرگ و مقدس شخصیات کی گستاخیاں ہیں، جن کی وجہ سے اختلاف و انتشار نے جنم لیا۔ اس کے بعد دیوبندی موصوف نے اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا چوتھا نکتہ تحریر کرنے کے بعد انہی سابقہ باتوں کا تکرار کیا ہے جن کا جواب گذشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہا پر الزام وہابیت، اسماعیل دہلوی پر فتوے، اکابرین دیوبند کی تکفیر، دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف دیوبندی مذہب، دیوبند سے بریلی، حسام الحرمین وغیرہ کتابوں کی تصنیف۔ چونکہ گذشتہ صفحات اور جلد اوّل میں بھی ان کے متعلق گفتگو ہو چکی

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج19 ص 393 - 394، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ہے، پس یہاں مزید لکھنا طوالت کا باعث ہوگا۔

"تقویۃ الایمان"، "امداد الفتاوی" اور دیوبندی موصوف کی جہالت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" اس کے بعد ترجمان رضا خانیت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" تقویۃ الایمان کے انداز ولہجہ گستاخانہ ہونے کا خود مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی اقرار ہے سوال و جواب دونوں پیش خدمت ہیں۔

سوال: وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ کل مومن اخوۃ یعنی آپس میں سب مسلمان بھائی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہیں جیسے چماڑ چوڑھے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ (انبیاء کو) بھائی کہنا درست ہے کہ نہیں؟ اور چمار چوڑھے کے بارے میں بھی لکھنا ضرور بالضرور تاکیداً لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں نفاق پڑا ہے کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ کہنا درست ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی کہتے ہیں اور سب جماعت کہتی ہے کہ کہنا درست نہیں لہذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا۔۔۔لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلاضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی و گستاخی ہے۔۔۔تقویۃ الایمان والوں کو بھی برا نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا" (امداد الفتاوی: ج ۵ ص ۴۰۵، طبع کراچی)

قارئین غور کیجئے کہ تھانوی صاحب کی تقویۃ الایمان کے انداز کے گستاخانہ ہونے کا اقرار ہے مگر پھر اسے اس دور کی جہالت کا علاج قرار دے کر اپنے گرو اسماعیل کو بچانے کی فکر میں

ہیں ذرا انصاف کیجیے کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا مگر دیوبندی مذہب میں جہالت کا علاج گستاخی رسول (ﷺ) سے کیا جاتا ہے فیا للعجب بحمد اللہ علمائے اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں بقول سید محمد فاروق القادری اڑھائی سو کتب تحریر فرمائیں بلکہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ہی متعدد کتب اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کی معید الایمان" (دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۳۱، ۳۲)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے موروثی فن کترو بیونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امداد الفتاوی کی عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس عبارت سے رضا خانیوں کے استدلال کا جائزہ لیں گے"۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا، جس طرح قرآن مجید میں عیسی علیہ السلام کو الہ ماننے والوں کے مقابلے میں قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم الخ فرمایا ہے لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ آ سکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر متنازعین میں انصاف ہو گا تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کر لیں گے جس کا خلاصہ یہ ہو گا کہ تقویۃ الایمان والوں کو برا بھی نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا" (امداد الفتاوی: ج ۵ ص ۳۸۹، کتاب العقائد والکلام)

اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارات کو" گستاخانہ" نہیں کہا گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ سخت بھی انبیاء علیہم السلام کے لیے نہیں فرمایا جیسا کہ رضا خانیوں نے دھوکا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی فرما دی کہ بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا

پڑتا ہے۔ بعض دفعہ سد اللباب بعض معاملات میں سختی کرنی پڑتی ہے مگر عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے"۔ [1]

الجواب: اولاً: دیوبندی موصوف نے کتر وبیونت کو جو مولانا کاشف مدنی صاحب کے مَوروثی فن ہونے کی بات کی ہے، اور لکھا ہے کہ "عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی"۔

موصوف شاید اپنے آپ کو، اپنے زُعم کے مطابق، بہت بڑا ایمانداری و دیانتداری کا مجسمہ خیال کرتے ہوں گے، اور سمجھتے ہوں گے کہ وہ نقل میں بہت پختہ ہیں مگر ہم یہاں پر موصوف کی طرف سے نقل کردہ عبارت سے نشاندہی کرتے ہیں تاکہ موصوف کو علم ہو سکے کہ یہ کس کا موروثی فن ہے؟

(1) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" [2] میں عبارت یُوں تھی "سب مومن مسلمان بھائی ہیں"، جبکہ موصوف نے اس عبارت میں سے لفظ "مومن" کو ہضم کرتے ہوئے اور لفظ "بھائی" کا اضافہ کرتے ہوئے یُوں لکھا کہ: "سب مسلمان بھائی بھائی ہیں"۔

(2) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی "جیسے چمار چوڑھے"، جبکہ موصوف کی عبارت میں الفاظ یُوں ہیں "جیسے چماڑ چورھے"۔

(3) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی "یہاں سب مومن مسلمان بھائی ہیں"، جبکہ موصوف کے نقل کردہ الفاظ یوں ہیں "یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں"

(4) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یوں تھی "سخت واقع ہو گئے تو اس"، جبکہ موصوف کی نقل کردہ عبارت میں "سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس"۔

(5) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی "والوں کو بُرا بھی نہ کہا جائے"، جبکہ موصوف کے ہاں یوں ہے "والوں کو بھی برا نہ کہا جائے"۔

---

[1] دفاع، ج 1، ص 149۔ 150۔

[2] دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، دارُ الغوثیہ، سمندری شریف۔

(6) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں اور موصوف کی کتاب میں "امداد الفتاوی" کے حوالہ میں بھی فرق ہے۔

(7) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی" قارئین کرام غور کیجئے"، جبکہ موصوف کے ہاں یُوں ہے کہ" قارئین غور کیجیے"۔

(8) "دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی "تھانوی صاحب کو تقویۃ الایمان"، جبکہ موصوف کے ہاں یُوں ہے" تھانوی صاحب کی تقویۃ الایمان"۔

(9) "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں عبارت یُوں تھی" خدا را انصاف کیجئے"، جبکہ موصوف کے نزدیک یُوں ہے" ذرا انصاف کیجیے"۔

قارئین کرام! یہ موصوف نے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" سے اپنی دفاع میں تقریباً صرف ایک صفحہ نقل کیا ہے جس میں (9) جگہ حک و اضافہ ارتکاب موجود ہے، قارئین ہی بتائیں کہ ایک صفحہ میں ہی اتنا کمال دکھانے والے کا یہ موروثی فن نہیں؟۔

ثانیًا: دیو بندی موصوف نے اس مقام پر بھی حسبِ عادت جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔ مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے دُرست لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کے اس حوالے کی روشنی میں" تقویۃ الایمان" کا انداز بیان گستاخانہ ثابت ہوتا ہے، دلیل اس بات کی یہ ہے کہ تھانوی صاحب سے سوال میں "تقویۃ الایمان" کے بارے میں خاص طور پر ان الفاظ کے بارے میں پوچھا گیا جن سے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں گستاخی ثابت ہوتی ہے، اور تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں" تقویۃ الایمان" کے الفاظ کو سخت قرار دیا، ہماری اس دلیل سے دیوبندی موصوف کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ" سخت بھی انبیاء علیہم السلام کے لئے نہیں فرمایا" [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: دفاع، ج 1، ص 150۔

قابل انصاف بات !اگر کوئی منصف مزاج آدمی سوال اور جواب پر غور کرے گا تو اُس پر ظاہر ہوجائے گا کہ تھانوی صاحب نے اُن الفاظ کو سخت قرار دیا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے" تقویۃ الایمان" میں لکھے گئے ہیں کیونکہ ان سے سوال خاص انہی الفاظ کے لئے ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں مرقوم ہیں۔ اگر تھانوی صاحب کے ان الفاظ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تسلیم نہ کیا جائے تو یہ" سوال از آسماں جواب از ریسماں" کے مصداق قرار پائے گا اِس لئے کہ مستفتی تو خاص ان الفاظ کے بارے میں پُوچھے جو" تقویۃ الایمان" میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں مرقوم ہیں اور تھانوی صاحب یہ جواب دینے کی بجائے کہیں اور چل پڑیں، یہ تو" من چہ می گویم وطنبورۂ من چہ می گوید" والی بات ہوگئی، یعنی تھانوی صاحب میں اتنی صلاحیت بھی نہ تھی کہ وہ ایک جواب بھی بمطابق سوال دے سکیں، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ تھانوی صاحب نے ان ہی الفاظ کو سخت قرار دیا جو کہ سوال میں مرقوم انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے متعلق ہیں۔

اعتراض:

" ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف ہی کوئی فہرست دے دیتے کہ یہ الفاظ سخت ہیں اور یہ گستاخانہ ہیں اور سخت و گستاخانہ الفاظ میں بایں وجوہ فرق ہے، اور وہ وجوہات بھی نقل کر دیتے تو قارئین کے لئے اس میں آسانی ہوجاتی۔ یہ موصوف کی جہالت کی نشانی ہے کہ اُردو کے عام محاورات کو بھی سمجھ نہیں پاتے۔

یہ تو صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ چھوٹا اگر بڑے کے لئے سخت الفاظ استعمال کرے تو

---

[1] دفاع، ج 1، ص 150۔

اُسے گستاخی شمار کیا جاتا ہے اور اگر بڑا چھوٹے کے لئے سخت الفاظ استعمال کرے تو کوئی اُسے گستاخی تصور نہیں کرتا بلکہ اُسے تنبیہ قرار دیا جاتا ہے۔

اسماعیل دہلوی صاحب کو کون سا حق پہنچتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے سخت الفاظ استعمال کرے پس معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی کا اسلوب و انداز گستاخانہ ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کی بے جا وکالت بے سود قرار پائی۔

اعتراض:

"بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا پڑتا ہے"۔ [1]

الجواب: جہاں تک دامن شرع ہاتھ سے نہ چھوٹے وہاں تک تو سختی کی جا سکتی ہے مگر حدودِ شرع سے تجاوز کرنا کسی بھی صورت محمود اور مستحسن نہیں ہے، بلکہ حدودِ شرع سے تجاوز تو اپنی جگہ اسماعیل دہلوی صاحب نے تو حدودِ شریعت کو پامال کر ڈالا۔ علاج کے نام پر ایسی سختی دکھائی کہ وہ شریعت کی نظر میں خود بے ادبی و گستاخی کے مرتکب قرار پا گئے۔

(2) تمام مسلمانوں کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ مشعل راہ ہے اور تمام اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی اِتباع کرنا چاہیے۔

اگرچہ مان بھی لیا جائے کہ دہلوی صاحب کے زعم میں ان کے سامنے مشرک معاشرہ تھا، مسلمان بتوں کی پوجا کرتے تھے، گھر گھر مندر بنے ہوئے تھے، تو بھی اُس معاشرہ کی حالت اِس حد تک نہیں پہنچی ہو گی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مشرکین مکہ کی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں ہمیں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ملتی جس سے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

(3) قرآنِ حکیم میں حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے والوں کا تذکرہ بھی

---

[1] دفاع، ج 1، ص 150۔

موجود ہے مگر قرآن مجید نے اس عقیدہ کی تردید میں ایسا اسلوب اختیار نہیں کیا جس سے حضرت عزیر علیہ السلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

(4) معاشرہ میں چاہے جتنا بھی بگاڑ پیدا ہو جائے قُرآن وسنت سے تجاوز کرنا قطعاً درست نہیں، حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: "ابراہیم بن ہشام بن یحیی غسانی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مجھے موصل کا والی بنایا اور میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ تو بڑے بڑے چور اور نقب زن ہیں، میں نے یہ صورت حال آپ کو لکھ بھیجی اور پوچھا کہ کیا کروں؟ آیا محض ظن کی بنیاد پر لوگوں کو پکڑ لوں اور تہمت پر انہیں سزا دوں یا گواہوں کے پیش ہونے پر انہیں گرفتار کروں؟ تو آپ نے مجھے یہ جواب لکھا: "میں سنت کے مطابق گواہوں کے پیش ہونے پر کسی کے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ پس اگر حق کا طریقہ انہیں نہیں سدھارتا تو انہیں اللہ سدھارے"۔ یحییٰ کہتے ہیں: "چنانچہ میں نے ایسا ہی کرنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب میں نے موصل کو چھوڑا تو وہ سب سے زیادہ نیک شہر تھا اور اب وہاں چوری اور نقب زنی بھی سب سے کم تھی"۔ [1]

[1] سیدنا عمر بن عبد العزیز شخصیت اور کارنامے، از ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی، مترجم آصف نسیم، ص 415 - 416، مکتبہ الفرقان، خان گڑھ، ضلع مظفر گڑھ، پاکستان۔ بحوالہ حلیۃ الاولیاء: ٥/ ٢٧١، بلفظ: " لَمَّا وَلَّانِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَوْصِلَ قَدِمْتُهَا فَوَجَدْتُهَا مِنْ أَكْثَرِ الْبِلَادِ سَرِقًا وَنَقْبًا، فَكَتَبْتُ إِلَى عُمَرَ أُعْلِمُهُ حَالَ الْبِلَادِ، وَأَسْأَلُهُ آخُذُ مِنَ النَّاسِ بِالْمَظَنَّةِ وَأَضْرِبُهُمْ عَلَى التُّهَمَةِ؛ أَوْ آخُذُهُم بِالْبَيِّنَةِ، وَمَا جَرَتْ عَلَيْهِ عَادَةُ النَّاسِ؟ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنْ آخُذَ النَّاسَ بِالْبَيِّنَةِ وَمَا جَرَتْ عَلَيْهِ السُّنَّةُ، فَإِنْ لَمْ يُصْلِحْهُمُ الْحَقُّ فَلَا أَصْلَحَهُمُ اللهُ، قَالَ يَحْيَى: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ، فَمَا خَرَجْتُ مِنَ الْمَوْصِلِ حَتَّى كَانَتْ مِنْ أَصْلَحِ الْبِلَادِ وَأَقَلِّهِ سَرِقًا وَنَقْبًا ".

اس حوالہ کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ موصل میں بدامنی یعنی چوری اور نقب زنی بہت زیادہ تھی، قاضی شہر نے محض ظن وتخمین کی بنا پر حدود جاری کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سنّت کے مطابق گواہوں کے پیش ہونے پر کارروائی کرنے کا حکم جاری کیا۔ اس فرمان میں آپ کا یہ جملہ بڑا معنی خیز ہے کہ" پس اگر حق کا طریقہ انہیں نہیں سدھارتا تو انہیں اللہ سدھارے" یعنی اگر کسی کے خلاف شرعی گواہی قائم نہیں ہوتی اور وہ شخص درحقیقت چور ہے لیکن قاضی شریعت کے خلاف (شرعی گواہی کے تحقق نہ ہونے کی وجہ سے) اُس پر حد جاری نہ کرے گا۔ پس وہ حد شرعی سے بچ جاتا ہے اور گناہ پر دلیر ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اسے ہدایت دے۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی صورت حدودِ شریعت سے تجاوز نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں کو اِس حوالہ پر غور کرنا چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے زمانہ میں شرک اپنے عروج پر تھا اِس لحاظ سے اسماعیل دہلوی صاحب کو ایسی گستاخانہ زبان استعمال کرنا پڑی۔

معاملات خواہ کیسے بھی ہوں، حالات جیسے بھی ہوں، حدودِ شرعی سے تجاوز ہرگز دُرست نہیں ہے، مگر اسماعیل دہلوی صاحب نے حدودِ شرعی کو جس طرح پامال کیا اُس کے متعلق تو آپ خُود دیوبندیوں کی گواہی پڑھ چکے ہیں کہ جن اُمور کو اسماعیل دہلوی صاحب بھی شرکِ خفی سمجھتے تھے ان کو شرکِ جلی قرار دے دیا، اور یہ وہابیوں کے بقول بھی بہت بڑی اور سنگین نوعیت کی غلطی تھی اور شارع بننے کے مترادف عمل تھا جو کہ قطعاً معافی کے لائق نہیں، لہٰذا تھانوی صاحب نے اسماعیل دہلوی صاحب کی وکالت میں جو عذر پیش کیا تھا وہ غلط ثابت ہوا۔

دیوبندی موصوف کی ناکام وکالت

موصوف نے اسماعیل دہلوی صاحب کی وکالت کرتے ہوئے "بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلاۃ" (ایمان وشرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا

فرق ہے) کودلیل بناتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" اب دیکھیں اس حدیث میں نماز چھوڑنے کو کفر وشرک کہا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف زجروتوبیخ کے طور پر کہا گیا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ومشرک ہوجاتا ہے تو تحدیداً تو اس حدیث کو بیان کرنا درست ہے مگر کوئی اس کو بلا ضرورت جوا زبنا کر ہر تارک نماز پر کفر کے فتوے لگاتے پھرے تو یقیناً یہ غیر مناسب رویہ ہے"۔ [1]

الجواب: نمبر (1) دیو بندی موصوف کی یہ وکالت بھی درست نہیں اِس لئے کہ تھانوی صاحب سے ان بُرے الفاظ کے بارے میں سوال ہوا تھا جو کہ انبیاءکرام علیہم السلام کے حق میں" تقویۃ الایمان" میں لکھے گئے ہیں، تھانوی صاحب نے بھی انہیں الفاظ کو سخت قرار دیا جو کہ سوال میں مرقوم تھے، لہٰذا موصوف کی ذکر کردہ دلیل یعنی " بین الرجل و بین الشرک والکفر "کا مذکورہ بات سے کون سا ربط بنتا ہے جو اسے بطورِ دلیل ذکر کیا گیا ہے؟۔اسماعیل دہلوی صاحب کو بھی اسی اُصول پر عمل کرنا چاہئے تھا اور وہ کسی کو مشرک وکافر قرار نہ دیتے۔

مزید برآں کہ یہ تو ہماری دلیل ہے کہ فرامینِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحدیداً بعض اُمور پر شرک وکفر کا اِطلاق ہے لیکن وہ اُمور دَرحقیقت شرک وکفر نہیں، محض زَجروتَوبیخ کے لئے اُن الفاظ کا استعمال ہوا ، لہٰذا اس بنا پر مرتکبین کو مشرک وکافر نہیں کہا سکتا ،مگر اسماعیل دہلوی صاحب نے تو اتنی سخت کتاب تصنیف کی کہ پُوری اُمتِ مسلمہ کو کافر ومشرک قرار دے دیا،کم ازکم وہ مذکُورہ اُصول کو ہی مدّنظر رکھتا تو اُمتِ مسلمہ کو مشرک وکافر قرار نہ دیتا اور آج اتنی لڑائی نہ ہو رہی ہوتی۔

[1] دفاع، ج 1،ص 151۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دھلوی علیہ الرحمۃ کا الزامی جواب

دیوبندی موصوف نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک الزامی جواب جو انہوں نے ایک عیسائی پادری کو لاجواب کرنے کے لئے دیا تھا کہ جب عیسائی نے اعتراض کیا کہ میدان کربلا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ (سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) کو کیوں نہ بچایا؟ تو حضرت شاہ صاحب نے الزاماً اُسے جواب دیتے ہوئے کہا کہ:" پیغمبر علیہ السلام جب فریاد کے واسطے گئے تو پردہ غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنے بیٹے کا سُولی چڑھنا یاد آیا ہوا ہے، ہم اُس کے غم میں مصروف ہیں، تمہارے نواسے کا کیا کریں" (ملخصاً) ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ:

" ملاحظہ فرمائیں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک خاص ماحول میں اور خاص پیرائے میں جواب دیا لیکن اب کوئی دریدہ دہن اس کو لے کر بلا ضرورت یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو اللہ کا بیٹا تھا سولی چڑھ گیا اللہ اس کو نہ بچا سکا تو ہمیں کیا بچائے گا معاذ اللہ تو جواب دیں یہ انداز بیان گستاخی پر محمول ہوگا یا نہیں؟ اور جواب دیں کہ اس گستاخی کا سبب شاہ صاحب دہلوی ہیں یا اس دریدہ دہن کی اپنی الٹی سوچ؟۔ [1]

الجواب: ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ خاص وقت اور خاص پیرایہ میں کہی گئی باتوں سے عمومی کلیہ بنانا درست نہیں ہے، اور ایسا کرنے والا گستاخ و بے ادب ہی شمار کیا جائیگا، جس کا ارتکاب اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب" تقویۃ الایمان" میں کیا ہے، ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر جب ایک اُونٹ نے آپ کو سجدہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 151۔ 152۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ". [1]

" یعنی اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو"۔

اسماعیل دہلوی نے اسے عمومی بنا ڈالا اور لکھا کہ:

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء امام و امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی"۔ [2]

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ اسماعیل دہلوی نے کس طرح ایک عمومی کلیہ اِختراع کر لیا کہ "بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" کیا انبیاء کرام علیہم السلام کا اتنا ہی حق تعظیم ہے کہ اُن کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کی جائے؟

جو قاعدہ اور اُصول دیوبندی موصوف قلمبند فرما رہے ہیں وہ اُصول و قاعدہ تو خود اسماعیل دہلوی صاحب اور اکابرینِ دیوبند کے خلاف ہے۔ انہوں نے موصوف کے بیان کردہ اُصول و قاعدہ کے برعکس مخصوص اوقات میں صادر شدہ فرامین کو لوگوں کے لئے عمومی کلیہ بنا دیا اور عوام کے اذہان میں یہ بات پیوست کرنے کی کوشش کی کہ "بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"۔ اور جب ان باتوں کو عوام نے دُھرانا شروع کر دیا اور اس کے باعث گھر گھر

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده (1 2447)، والآجرى فى الشريعة، ج 4 ص 1589 (3 107) وابن بشران في أماليه 218 (1378) والآخرون، وله شواهد۔

[2] تقویۃ الایمان، ص 87، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن، یوپی۔

لڑائی ہونے لگی تو دیوبندیوں نے یہ پینترا بدلا کہ الفاظ سخت ہیں مگر مخصوص حالات کے پیشِ نظر تھے، اب ان کا بِلا وجہ استعمال دُرست نہیں، علمائے اہلِ سنّت نے پہلے بھی "تفویۃ الایمان" کے حمایتیوں کو سمجھایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فرامین جو بطور تواضع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں ان سے عمومی قواعد مت اخذ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے جو الفاظ تواضعاً اِرشاد فرمائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں، اگر ان فرامین کو قاعدہ کلیہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرو گے تو لامحالہ تحفظات پیدا ہوں گے مگر علمائے اہلِ سنّت کی اِس نصیحت آموز بات کو نہ مانا گیا اور آج بالآخر یہ تسلیم کرلیا گیا کہ ان باتوں کو عمومی کلیہ نہ بنایا جائے۔ کاش اسماعیل دہلوی صاحب اور اکابرینِ دیوبند اِن باتوں کو ملحوظ رکھتے تو آج پاک و ہند میں فتنہ وفساد اور مذہبی لڑائی نہ ہورہی ہوتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیکھیں قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ولغزش کا ذکر ہے اسے کوئی عقیدے کے بیان میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے مگر اسے بنیاد بنا کر یہ واویلا کرنا کہ جب انبیاء سے غلطیاں ہوسکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ بے ادبی میں شمار ہوگا"۔ [1]

الجواب: موصوف کی اس عبارت میں کوئی ربط موجود نہیں ہے اس لئے کہ ان کی عبارت " جب انبیاء سے غلطیاں ہوسکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ بے ادبی میں شمار ہوگا" یہ بات کوئی بڑے سلیقہ سے کہے یا واویلا کرکے کہے، کتاب میں خاص موقعہ پر لکھے یا عوام میں کہے، ہرصورت بے ادبی میں شمار ہوگی، اِس بات کا موصوف کی رقم کردہ تحریر" حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ولغزش کا ذکر ہے، اسے کوئی عقیدے کے بیان

[1] دفاع، ج 1، ص 152۔

میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے" سے کوئی ربط نہیں ہے ،موصوف کو اپنے اُصول کے پیشِ نظر یہ کہنا چاہئے تھا کہ قرآنِ حکیم میں حضرت آدم علیہ السلام کے سہو و نسیان کا ذکر ہے اور اس کو بنیاد بنا کر اگر کوئی حضرت آدم علیہ السلام کو گناہگار کہنا شروع کرے تو یہ حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں بے ادبی ہو گی، لیکن چونکہ ایسا کہنے سے دیوبندی دھرم کی مزعومہ توحید خطرہ میں پڑ رہی تھی اس لئے موصوف نے اطاعت کیوں کی جائے والا پینترا بدلا۔

الغرض یہ بات تو دیوبندیوں کو ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے اُن روایات کی بنیاد پر، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور شفقت کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو " بھائی " کہا ہو، اُن سے یہ استنباط کرنا کہ وہ بڑے بھائی ہوئے اور اُسے عمومی کلیہ بنا دینا کہاں درست ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" یہی حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرمانا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں بعض باتیں عقائد کے باب میں موقع کی مناسبت سے بیان ہوئی ہیں بعض جگہ کچھ سخت باتیں سد اللباب کے طور پر بیان کر دی گئی ہیں مگر ان باتوں کو ان کے مقام و ضرورت تک محدود رکھا جائے اور عند الضرورت بلا شبہ ان کو بیان کیا جاوے لیکن ہر وقت ہر ایک کے سامنے موقع بموقع اس کو بیان کرنا مناسب نہیں"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف میں اگر انصاف کی رَتی پائی جاتی ہے تو بتائیں کہ "تقویۃ الایمان" میں جو چوڑے چمار کی تشبیہیں موجود ہیں وہ قرآنِ مجید کی کس آیت سے مستنبط ہیں اور کون سی احادیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے اُن آیات

---

[1] دفاع، ج 1، ص 152۔

واحادیث کی تشریح کرتے ہوئے موقع کی مناسبت سے مذکورہ تشبیہیں ذکر کر دیں۔

جو بات دیوبندی موصوف بیان کرر ہے ہیں قادیانی بھی بعینہ یہی عذر اپنے دجال قادیانی کے لئے تراش سکتے ہیں کہ اُس نے جو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں چونکہ وہ ایک خاص پس منظر اور موقع کی مناسبت سے ذکر کی گئی ہیں اور اُن باتوں کو ان کے مقام ضرورت تک محدود رکھا جائے اور عندالضرورت بِلا شُبہ بیان کیا جاوے، کیا موصوف قادیانیوں کی اِن حیلہ سازیوں میں اُن کی موافقت کھلے عام کرنے کو تیار ہوں گے؟

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کسی بات کی تردید میں اتنی ہی سختی دکھائی جائے گی کہ جس سے اُصولِ شریعت پامال نہ ہوں اور وہ سختی قواعد شریعت کے متصادم بھی نہ ہو، باقی وہ سختی جس سے شانِ نبوت ہی محفوظ نہ رہے یقیناً بے ادبی اور گستاخی شمار ہوگی۔

دیوبندی موصوف کا اقرار

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی عبارت :" لیکن اب جو بعض کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے" ۔عبارت میں" ان" کا مشار الیہ تقویۃ الایمان نہیں بلکہ سوال میں پوچھی گئی باتیں ہیں" ۔[1]

الجواب: سوال میں بھی تو" تقویۃ الایمان" کی عبارات کے متعلق پوچھا گیا ہے، جیسا کہ سائل نے پُوچھا کہ:" وہابی کی کتاب" تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے" ۔[2]

لہٰذا تھانوی کی تحریر کا مشار الیہ" تقویۃ الایمان" کی عبارات کو قرار دیا جائے یا سوال میں

[1] دفاع، ج1، ص152۔

[2] دفاع، ج1، ص149۔

مرقوم باتوں کو، دونوں کا نتیجہ تو" تقویۃ الایمان" ہی قرار پائے گا۔

پس موصوف جس چیز سے راہِ فرار اختیار کرنا چاہ رہے تھے وہی بات ان کے پلے میں پڑی، اور خود ان کے بھی اقرار سے ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے جن باتوں کو گستاخی اور بے ادبی قرار دیا ہے ان کا مشار الیہ سوال میں پوچھی گئی باتیں یعنی" تقویۃ الایمان" کی عبارتیں ہیں، اور اس سے دیو بندی موصوف کی اس بات کا بھی رد ہو گیا کہ" سخت (الفاظ) و گستاخی میں زمین و آسمان کا فرق ہے"۔ [1]

تھانوی صاحب کی عبارت میں تو بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ ایک ساتھ ہیں، جن کو سوال میں پُوچھی گئی باتوں کا مشار الیہ قرار دیا گیا ہے۔

مطلب موصوف اور اِن کے حکیم الامت کی گواہی سے" تفویۃ الایمان" کی عبارات بے ادبی و گستاخی ثابت ہوئیں۔

اعتراض:"عقیدے کے بیان میں نبی اکرم ﷺ کی اخوت کا بیان (جس کی تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے) اور ایک ہے ہر جگہ یہ رٹ لگانا کہ نبی تو ہمارے بڑے بھائی ہیں تو نبی کو اپنا بڑا بھائی ہی کہیں گے"۔ [2]

الجواب: جو پیرایہ اسماعیل دہلوی صاحب نے اختیار کیا ہے اُس سے تو بھائی بندی والی رَٹ ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ" تفویۃ الایمان" میں تحریر ہے کہ:

" جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے"۔

یہ رَٹ تو اسماعیل دہلوی صاحب نے لگائی ہے جسے موصوف بھی غیر مناسب تصور کر رہے ہیں۔

عقائد کے باب میں اخوتِ دینی بیان کرنے کا بھی پیرایہ ہے کوئی دُوسرا اُسلوب موجود نہ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 150۔

[2] دفاع، ج 1، ص 152۔

تھا؟ مزید یہ کہ "تعظیم کو بھی بڑے بھائی کی سی" پر بند کردیا، جب لوگوں کو اتنی آسانی فراہم کر دی گئی تو ظاہر ہے کہ اُس کی رَٹ لگنی تھی جس کی بابت ہندوستان میں خود دیوبندیوں سے سوالات پُوچھے گئے، اس رَٹ کی سہولت "تفویۃ الایمان" سے ہی ثابت ہو رہی ہے۔

"تفویۃ الایمان" میں چوڑے چمار کی تشبیہ کے بے ادبی وگستاخی ہونے کا اقرار

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:" اللہ رب العزت کی قدرت و طاقت کو اپنے موقع پر بیان کرنا بالکل بجا ہے لیکن اب کوئی اس کا مطلب یہ لے کہ چونکہ اللہ کی قدرت کے بیان میں بعض جگہ علماء نے سخت پیرایہ اپنایا ہے لیکن ہم اللہ کی قدرت کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہاں تک بول دیں گے کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے چماڑ ہیں یقیناً بے ادبی و گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کو کتنی منصفانہ اور پیاری بات فرمائی ہے مگر الٹی عقل والے کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف کی اس تحریر کے بعد میرے خیال میں گنجائش باقی نہیں رہتی کیوں کہ موصوف نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اس طرح بیان کرے کہ یہاں تک بول دے" کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے چماڑ ہیں یقیناً بے ادبی و گستاخی ہے"، اور یہی بے ادبی و گستاخی اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب " تفویۃ الایمان" میں موجود ہے۔

پس جب موصوف خُود تسلیم کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا تشبیہ بیان کرنا بے ادبی و گستاخی ہے تو بحث کس بات پر؟ یہ تشبیہ تو" تفویۃ الایمان" میں

---

[1] دفاع، ج 1، ص 152۔

موجود ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"۔ [1]

لہٰذا دیوبندی موصوف کے ہی اُصول کی بنا پر "تقویۃ الایمان" کی عبارتیں گستاخی و بےادبی پر مبنی قرار پائیں اور خود موصوف ہی کے قلم سے اسماعیل دہلوی گستاخ و بےادب قرار پایا۔

تصویر کا دُوسرا رُخ ! اس مقام پر چونکہ دیوبندی موصوف کے حکیم الامت کی عبارت تھی جس سے گلوخلاصی موصوف کے لئے مشکل تھا اس لئے موصوف نے مندرجہ بالا بات کو تسلیم کرلیا لیکن موصوف آگے چل کر اسی اپنی کتاب" دفاع" کی اسی جلد میں یُوں گوہرافشانی کرتے ہیں کہ:

"اگر شاہ صاحب نے مخلوق کے لئے چمار کی مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال کرلیا تو کسی کو کیا تکلیف؟۔ غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طاقت وقدرت اور مخلوق کی بےبسی کو ظاہر کرنے کے لئے بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن وسنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے"۔ [2]

موصوف اس عبارت میں لکھ رہے ہیں کہ اس طرح کی مثالیں توہین وتنقیص کے لئے نہیں، جبکہ پچھلی صفحہ 152 کی عبارت میں اس تشبیہ کو گستاخی وبےادبی قرار دیتے ہیں" کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالی کے سامنے پیغمبر چوڑے چماڑ ہیں یقیناً بےادبی وگستاخی ہے"۔ پس موصوف کی اِس دورنگی پالیسی سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت

---

[1] تقویۃ الایمان، ص 20، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن، یوپی۔

[2] دفاع، ج 1، ص 543۔

کافتوی ان کے لئے وبال جان ہے جس کی وجہ سے خود موصوف کو ماننا پڑ گیا کہ اس طرح کی تشبیہ گستاخی و بے ادبی ہے لیکن آگے چل کے موصوف نے سمجھا کہ قارئین سابقہ تحریر کو بھول گئے ہوں گے ،لہٰذا یہاں یہ لکھ مارا کہ" اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کے لئے نہیں" مگر وہ شاید یہ بھول گئے کہ دیکھنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں ۔ الغرض موصوف کی ہی تحریر سے اسماعیل دہلوی صاحب کی عبارت کا گستاخانہ ہونا ثابت ہے، اب چاہے دورنگی ہی اپنائیں۔

"جاء الحق"کی عبارت اور اُس کی توضیح

دیوبندی موصوف اپنے بزرگوں کی گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے" جاء الحق " کی مندرجہ ذیل عبارت کوبطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ:

" بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں ۔حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃً اس کلمہ کو استعمال فرمایا" (جاء الحق: ص ۱۶۱/شوکت بک ڈپو گجرات)اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ:

" یہی مقصود حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے ایک ہے عقیدہ اور احکام میں ضرورۃً کسی بات کو بیان کرنا اور ایک ہے محاورہ اور عام بول چال میں بیان کرنا دونوں میں بون بعید ہے ۔ یاد رہے کہ ہماری کتابوں میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی یا بشر کے الفاظ ہیں وہ بھی اسی عقیدے کے بیان میں ہیں نہ یہ کہ عام بول چال میں بھی ہم نبی کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں" ۔ [1]

الجواب :(1)حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کا" تقویۃ الایمان"

---

[1] دفاع، ج 1، ص 153۔

کی گستاخیوں سے کوئی ربط نہیں بنتا کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں عقیدہ کا بیان اور دریافت مسائل کی قید موجود ہے، موصوف ہی بتائیں کہ وہ تشبیہات جو اسماعیل دہلوی نے" تفویۃ الایمان" کتاب میں ذکر کی ہیں کون سی عقیدے کی کتاب میں موجود ہیں؟ اُن عقائد کی کتابوں کے نام تو بتائیں کہ فلاں کتاب میں یہ تشبیہیں موجود ہیں۔

(2) اگر کسی بیٹے سے اُس کے باپ کا نام دریافت کیا جائے اور وہ نام بتا دے تو اُس کا یہ نام لینا بے ادبی قرار نہیں پاتا، لیکن باپ کو نام لے کر پکارنا یقیناً بے ادبی و گستاخی میں شامل ہے۔ اس کتاب" تفویۃ الایمان" کی عبارات کو دیکھنے سے تو یہ نظر آتا ہے کہ صاحب " تفویۃ الایمان" اِس کلیہ سے انحراف کر رہا ہے۔

جہاں پر" بھائی" کا ذکر کیا ہے اُس کے بعد یہ لکھا ہے کہ" سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" تو اِس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس کا قائل تعظیمِ انبیاء کو بڑے بھائی جتنی تعظیم پر محدود رکھ رہا ہے اور اس لحاظ سے وہ اخوت دینی کو نفس مسئلہ کے طور پر بیان نہیں کر رہا بلکہ اُس کے ذہن میں تعظیمِ انبیاء بڑے بھائی تک محدود ہے۔ جب تعظیمِ انبیاء کو بڑے بھائی تک محدود کر دیا تو عام بول چال میں ان الفاظ کے استعمال سے کون سی چیز مانع ہوگی، لہٰذا موصوف کی یہ وکالت دُرست نہیں ہے اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ قطعاً " تفویۃ الایمان" کے مندرجات کی حمایت نہیں کرتا۔

اُمُّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ جو آپ نے شانِ جلالت میں اِرشاد فرمائے

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:" ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان اجلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن مارے جائے اندھوں نے صرف شان عبدیت دیکھی ہے شان محبوبیت سے آنکھیں پھوٹ گئی ہیں" (ملفوظات حصہ

سوم: ص ۲۵۳ / فرید بک اسٹال لاہور)

ایک طرف بریلوی کہتے ہیں کہ گستاخی کوئی بھی کرے ہمارے والدین اساتذہ ہی کیوں نہ ہو ہم انہیں معاف نہیں کریں گے تو کیا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاذ اللہ جلال میں آ کر گستاخانہ الفاظ کہنا جو بقول احمد رضا قابل گردن زدنی ہیں تو جائز ہوا مگر کوئی اور کہے تو گردن ماردی جائے کیوں؟ کس قاعدے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جارہا ہے جو اصول رضا خانی حضرات یہاں ذکر کریں وہی اصول امداد الفتاوی میں موجود "بلاضرورت" کے لفظ پر حاشیہ لگا کر رقم کردیں۔ یاد رہے کہ جو بھی اصول نقل کریں گے اس سے زیادہ امداد الفتاوی ہی کا دفاع ہوگا اس عبارت میں اماں عائشہ کی طرف جو گستاخی منسوب کی گئی ہے معاذ اللہ اس کا ہرگز دفاع نہ ہوسکے گا"۔ [۱]

الجواب: (1) الحمد للہ! ہم آج بھی اپنی اِس بات پر قائم ہیں کہ گستاخی کوئی بھی کرے اُسے معاف نہیں کیا جائے گا، وہ کوئی بھی ہو۔ اگر موصوف کی رائے اِس کے برعکس ہے تو وہ اس کی وضاحت کریں کہ ان کے والدین و اساتذہ و اکابرین گستاخی کریں تو وہ قابل معافی ہیں اور اگر کوئی اور کرے تو وہ ناقابل معافی؟

(2) موصوف کا لکھنا کہ: "کیا امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاذ اللہ جلال میں آ کر گستاخانہ الفاظ کہنا جو بقول احمد رضا قابل گردن زدنی ہیں تو جائز ہوا" [۲] سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں گستاخانہ الفاظ موجود نہیں ہیں، اور نہ ہی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخانہ الفاظ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب منسوب کیے ہیں، یہ دیوبندی موصوف کی اپنی پیوند کاری ہے، خُود موصوف نے "ملفوظات شریف" کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی گستاخانہ الفاظ موجود نہیں ہیں، موصوف بتائیں کہ گستاخانہ

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 153۔ 154۔

[۲] دفاع، ج 1، ص 154۔

الفاظ کی پیوندکاری انہوں نے کہاں سے کشید کی ہے؟

آلِ دیوبند کی طرف سے یہ اعتراض کوئی نیا نہیں ہے کہ موصوف سمجھ بیٹھیں کہ میں نے کوئی بہت بڑا تیر چلادیا ہے، خالد محمود مانچسٹروی وغیرہ اس سے پہلے یہ اعتراض کر چکے ہیں اور علماء اہل سنّت کی طرف سے کئی بار اس کادندان شکن جواب بھی دیا جاچکا ہے، مگر موصوف کی طرح کے سارقین انہی کتب سے سرقہ کر کے آگے پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، چونکہ موصوف جیسے سارقین کی اپنی تو کوئی علمی حیثیت ہوتی نہیں اس لئے وہ علمی ابحاث، کتب حدیث وسیر کے مطالعہ سے تو عاری ہوتے ہیں اور ان کا گذارہ ان چند باتوں تک ہی ہوتا ہے جو اُردو کے رسالوں میں مرقوم ہوتی ہیں اور انہی کو چُرا کر وہ اپنے دُکانداری کو چلانے میں کوشاں ہوتے ہیں تاکہ گذر بسر ہو سکے۔ الغرض یہ اعتراض خالد محمود دیوبندی وغیرہ کی طرف سے پھیلا گیا، اس کی حقیقت بھی ہم قارئین پر واضح کرتے ہیں، اس طرح موصوف کے ساتھ ان کے بڑوں کا بھی رَد ہو جائے گا۔

ملفوظات شریف کی عبارت کا مقصد!

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شانِ محبوبیت کے اظہار کے لئے چند واقعات ذکر فرمائے اُن میں سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو سر اور داڑھی کے بالوں سے کھینچا، جس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ طہٰ میں موجود ہے، دُوسرا واقعہ یہ کہ معراج کی رات ربّ عزّوجل کی بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام بلند آواز سے کلام کررہے تھے، علّامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ القاری" میں اس واقعہ کو یُوں ذکر کرتے ہیں کہ:

"أنه مر بِمُوسَى، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، يرفع صَوته فَيَقُول: أكرمته وفضلته؟ فَقَالَ جِبْرِيل، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام: هَذَا مُوسَى قلت: وَمن يُعَاتب؟ قَالَ: يُعَاتب ربه فِيك. قلت: وَيرْفَع صَوته على ربه؟ قَالَ: إِن

اللہ قد عرف لَہُ حِدتہ. وَفِي حَدِيث ابْن مَسْعُود عِنْد الْحَارِث وَأبي يعلى وَالْبَزَّار: سَمِعت صَوتا وتذمراً، فَسَأَلت جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ: هَذَا مُوسَى. قلت: على من تذمره؟ قَالَ: على ربه. قلت: على ربه؟ قَالَ: إِنَّه يعرف ذَلِك مِنْهُ". [1]

اور تیسرا واقعہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جس کی جانب سیّدی اعلیٰ حضرت نے اشارہ فرمایا ہے، وہ واقعہ یُوں ہے کہ جب اُمُّ المومنین حضرت صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تھی اور آپ کی برأت میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیات نازل فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک روایت کے مطابق جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ مبارک تھاما تو انہوں نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا، روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"فَأَخَذَ بِكَفِّي فَانْتَزَعْتُ يَدَيَّ مِنْهُ فَضَرَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: أَتَنْزِعِينَ كَفَّكِ مِنْ رَسُولِ اللهِ؟ أَوَبِرَسُولِ اللهِ تَفْعَلِينَ هَذَا؟ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ قَالَتْ: فَهَذَا كَانَ أَمْرِي". [2]

"یعنی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما تو میں نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مارا، اور کہا کہ اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ سے چھڑا رہی ہو؟ یا یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس طرح پیش آ رہی ہو؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرا دیئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ میرا معاملہ ہے"۔

---

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج 17 ص 27، وانظر: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 7 ص 211۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی، ج 23 ص 119 (153)

بخاری شریف کے الفاظ یُوں ہیں کہ:

"فَقَالَتْ لِی أُمِّی: قُومِی إِلَی رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لاَ وَاللهِ لاَ أَقُومُ إِلَيْهِ، وَلاَ أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ". [۱]

"یعنی میری والدہ نے مجھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑی ہو جاؤ، میں نے کہا: واللہ! میں ان کے لئے نہ کھڑی ہوں گی اور نہ ہی شکریہ ادا کروں گی، مگر اللہ تعالیٰ کا"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

"وَاللهِ لَا نَحْمَدُكَ وَلَا نَحْمَدُ أَصْحَابَكَ". [۲]

ان روایات کی جانب سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"یہاں کیا کہیے گا، اُمُّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شانِ جلال میں اِرشاد کر گئی ہیں دُوسرا کہے تو گردن ماری جائے، اندھوں نے صرف شانِ عبدیت دیکھی شانِ محبوبیت سے آنکھیں پھوٹ گئیں"۔ ([۳])

ملفوظات شریف کی عبارت میں شانِ جلال سے مذکورہ روایات کے الفاظ "لاَ وَاللهِ لاَ أَقُومُ إِلَيْهِ، وَلاَ أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ" اور "وَاللهِ لَا نَحْمَدُكَ وَلَا نَحْمَدُ أَصْحَابَكَ" اور طرح دیگر الفاظ جو روایات میں مرقوم ہیں کی طرف اشارہ ہے۔ اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ امام الاولین والآخرین علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجہ ہیں اور آپ کی یہ گفتگو حالت جلال میں بوجہ ناز و محبت کے تھی، یہ بات شارحین نے بھی اس روایت کے ضمن میں لکھی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر (1) "قَالَ بن الْجَوْزِيّ إِنَّمَا قَالَتْ ذَلِكَ إِدْلَالًا كَمَا يَدُلُّ الْحَبِيبُ

---

[۱] صحيح البخاری، بَابُ تَعْدِيلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا، ج3ص 173 (2661)

[۲] انظر: فتح الباری، ج8ص 447۔ و ص 253 حصہ سوم، حامد اینڈ کمپنی، لاہور۔

[۳] ملفوظات شریف، ص 332۔

عَلٰی حَبِیۡبِہٖ"۔ [1]

آپ کی یہ گفتگو ناز محبت کی وجہ سے تھی جیسے ایک دوست دوسرے دوست کے ساتھ ناز پیش آتا ہے۔

حوالہ نمبر (2) حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ بھی اس کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمَا أَضَافَتُہُ إِلَیۡہِ مِنَ الۡأَلۡفَاظِ الۡمَذۡکُورَۃِ کَانَ مِنۡ بَاعِثِ الۡغَضَبِ". [2]

"یعنی الفاظ مذکورہ کے صدور کا باعث کیفیت شان جلال تھی"۔

پس سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ اِرشاد فرمایا وہ روایات حدیث اور شارحین بخاری شریف کی روشنی میں بالکل دُرست ہے۔

خلاصہ کلام! حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا الواح تورات کو بحالت غضب پھینک دینا، حضرت سیّدنا ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بالوں کو کھینچنا، اللہ تعالی کی بارگاہ میں بلند آواز سے گفتگو کرنا اور اُمّ المومنین کا شان جلال میں ان الفاظ کا ارشاد فرمانا، جو روایات میں مذکور ہیں، بوجہ شانِ محبوبیت کے ہیں اس صورت میں کسی غیر کو ایسے معاملات روا رکھنے کا حق نہیں پہنچتا۔ دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو سر اور داڑھی کے بالوں سے کھینچنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ اسی طرح کوئی شخص قرآن حکیم کو پھینک دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ شرعی مؤاخذہ سے بری نہیں ہو گا مگر چونکہ تورات پھینکنے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑنے کا صدور اُولوالعزم پیغمبر سے ہوا جن کو شان کلیمی حاصل ہے، لہٰذا ان معاملات میں ان کی

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 8ص 447۔وانظر : ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج 7ص 207۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 8ص 477، وانظر : ارشاد الساری، ج 7ص 270۔

شان کلیمی اور عند اللہ مقام وعظمت کو ملحوظ رکھا جائے گا، اور کوئی عقل کا اندھا ہی شانِ کلیمی سے صرفِ نظر کرے گا ،اسی طرح اُمُّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول الفاظ شانِ محبوبیت کے پیشِ نظر ہیں اِس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ یہ تو دستورِ محبت کے قوانین ہیں جن میں شانِ محبت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور صاحبِ حُب تک ہی اِن قواعد کو محدود رکھا جاتا ہے، کسی غیر کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اگر کوئی دُوسرا ایسی جرأت کرے تو وہ شرعی مؤاخذہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

موصوف کا لکھنا کہ:" کس قاعدے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جارہا ہے جو اصول رضا خانی حضرات یہاں ذکر کریں وہی اصول امداد الفتاوی میں موجود" بلاضرورت" کے لفظ پر حاشیہ لگا کر رقم کردیں"۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا واقعات کی توجیہ میں شان محبوبیت کا تذکرہ فرمایا ہے نہ کہ وقت کی ضرورت کا، اس لئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ کا کوئی بھی ربط " امداد الفتاوی" اور" تفویۃ الایمان" کے مندرجات کے ساتھ نہیں بنتا۔ ہم تو مذکورہ واقعات کی توجیہ میں شان محبوبیت کا تذکرہ کررہے ہیں کہ بوجہ نازومحبت الفاظِ جلال کا صدور دائرہ شانِ محبوبیت تک ہی محدود ہے، کسی دُوسرے کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ دُوسرے کو اِن معاملات میں دخل دینے کی اجازت ہے، دُوسروں کے لئے تو قانون ہے کہ" اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو" لہٰذا کوئی غیر ان اُمور کا ارتکاب کرے گا تو وہ قانونِ شرع کے ساتھ ماخوذ ہوگا۔

حضرت اُمُّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شانِ محبوبیت تو مسلّم ہے اور حضرت

---

[1] دفاع، ج 1، ص 154۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت قرآنِ مجید سے ثابت، کیا اسماعیل دہلوی صاحب کو معاذ اللہ یہی مقام ومرتبہ عندالوہابیہ حاصل ہے؟ ظاہر ہے کہ عام دیوبندی بھی ان کو نبی تصور نہیں کرتے تو اِن پر حدودِ شریعت کا اجراء اسی طرح ہوگا جس طرح عام اُمت پر ہوتا ہے اور وہ حدودشریعت سے کسی طور بھی مستثنیٰ قرار نہیں پائیں گے۔

ہاں! اگر دیوبندی ان کو حدودِ شریعت سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوں تو الگ بات ہے، جبکہ فی الحقیقت حدود شریعت کے اجراء میں دیگر کے ساتھ وہ بھی یکساں اور مساوی ہیں، اور" امداد الفتاوی" میں بھی ان کی تائید میں ضرورت وقت کی تاویل کی گئی ہے جس کا رد ہو چکا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں گستاخی کسی وقت بھی روا نہیں، ورنہ آپ جو فائدہ نظریہ ضرورت کی تاویل کے تحت اسماعیل دہلوی صاحب کو اس کی طرف سے کی گئی گستاخیوں کے لئے دے رہے ہیں وہ فائدہ آپ سے قادیانی بھی طلب کریں گے اور اپنے دجال کی گستاخیوں کو بھی وقت کی ضرورت ہی قرار دیں گے۔

بہرحال سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ کا کوئی ربط" امداد الفتاوی" کے ساتھ نہیں ہے۔ہم نے جو کچھ ملفوظات شریف کے حوالے کے متعلق لکھا ہے دیوبندی موصوف کو چیلنج ہے کہ بے شک وہ ہماری تحریر کو" امدادالفتاوی" میں موجود بِلاضرورت کے لفظ پر حاشیہ لگا کر جوڑیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ملے گا بلکہ اُلٹا دیوبندیوں کا گستاخ وبے ادب ہونا ہی ثابت ہوگا۔

"تقویۃ الایمان" میں سخت الفاظ

دیوبندی موصوف نے" امدادالفتاوی" کے حوالے کی خُوب وکالت کی ہے لیکن پھر بھی اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا اِن شاءاللہ العزیز۔

دیوبندیوں کی بھی عجیب کہانی ہے کہ جہاں گرفت ہوتی ہے وہ فوراًا پنا پینترا بدل لیتے ہیں۔ علمائے اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کی تحریروں نے انہیں ایسی بُوکھلاہٹ کا شکار کر دیا ہے

کہ وہ اتنا ماننے کو تیار ہو گئے ہیں کہ" تھانوی صاحب نے" تقویۃ الایمان" کے بعض الفاظ کو سخت قرار دیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

" اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارات کو" گستاخانہ" نہیں کہا گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا"۔ [۱]

لیکن دیو بندیوں کے کانے راجہ یعنی خالد محمود مانچسٹروی صاحب تو یہ ماننے کو بھی تیار نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" بعض حضرات" تقویۃ الایمان" کے طرز بیان میں شدت کی شکایت کرتے ہیں حقیقت حال یہ نہیں"۔ [۲]

اس حوالے میں دیوبندی ملّاں خالد محمود نے" تقویۃ الایمان" کے اسلوبِ بیان کے سخت ہونے کی نفی کی ہے اور مندرجہ بالا حوالہ پر فہرست میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ یُوں ہے: کیا تقویۃ الایمان کا اسلوبِ بیان سخت ہے؟ ،صفحہ 4 فہرست شاہ اسماعیل محدث دہلوی شہیدِ بالاکوٹ۔

مطلب یہ کہ دیوبندی ملّاں" تقویۃ الایمان" میں سخت الفاظ کے بھی قائل نہیں، جبکہ دیوبندی موصوف نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ بعض الفاظ سخت ہیں، اب فیصلہ کر کے دیوبندی موصوف خُود ہی بتائیں کہ ان دیوبندی مُلّاؤں میں سے" تقویۃ الایمان" کے متعلق کس کی رائے درست ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی خالد محمود صاحب نے جس وقت وہ کتاب لکھی اُس وقت انہوں نے سخت الفاظ کا انکار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی ہوگی، اس لئے اُس نے انکار کر دیا، مگر دیوبندی موصوف کو تھانوی صاحب کے حوالے نے بُوکھلاہٹ کا شکار کر دیا اور اِن کے

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 150۔

[۲] شاہ اسماعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ، ص 47، مکتبہ دارالمعارف، اردو بازار، لاہور۔

پاس تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا مان لیا کہ ہاں الفاظ کو سخت کہا ہے۔
یہ تو ابتداء ہے، علمائے اہلِ سنّت و جماعت (بریلوی) کی اسی طرح گرفت رہی تو وہ دن دُور نہیں جب اِن شاء اللہ العزیز اجتماعی طور پر علمائے دیوبند بھی خُود اقرار کریں گے کہ "تفویۃ الایمان" اور ان کے اکابرین کے مندرجات گستاخانہ ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" دل تو کر رہا ہے کہ رضا خانی معترض کی مزید بھی خاطر تواضع کی جائے اور سرقہ شدہ عرق ریزی و تحقیق کا سارا برکس نکال دیا جائے الحمد للہ اس رضاخانی کے ہر اعتراض کے جواب میں راقم کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں مگر صفحات کی تنگی اور اعتراضات کی کثرت کی وجہ سے سب کا احاطہ ممکن نہیں لہذا اب ہم آگے چلتے ہیں"۔ [1]

الجواب: موصوف اگر اپنے تمام دلائل بھی نقل کر لیتے تو ہمیں خوشی ہوتی، بہرحال جب ان کی تنگی کشادگی میں تبدیل ہو جائے تو وہ ضرور اپنی یہ حسرت بھی پُوری کریں، فقیر بھی اِن کی خاطر تواضع کرنے کے لئے حاضر ہے اِن شاء اللہ العزیز۔ ویسے جو دلائل موصوف نے نقل کیے تھے اُن کا حشر تو قارئین دیکھ چکے ہیں، اگر مزید بھی موصوف کچھ لکھتے تو بھی خُود دیوبندیوں کو ہی تنگی کا سامان کرنا پڑتا، باقی موصوف یہ رُعب ڈالنے کی کوشش نہ کریں کہ ان کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں کیونکہ " بھر جامہ کہ خواہی پوش من اندازِ قدرت را می شناسیم" ان کی علمی کم مائگی سے ہم خوب واقف ہو چکے ہیں، انہوں نے اب تک جو لکھا ہے وہ بھی سرقہ پر ہی مبنی ہے، مزید وہ خود کیا لکھیں گے؟ محض رعب جھاڑنے اور اپنوں سے جھوٹی داد وصول کرنے کے لئے بیسیوں دلائل کی بات کر رہے ہیں، حقیقت میں ان کی حیثیت اُس بوڑھی طوائف جیسی ہے جسے کوئی پُوچھتا نہیں، پھر بھی ہر آنے والے سے یہ کہتی رہتی ہے کہ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 154۔

میرے پاس گاہکوں کی کمی نہیں۔موصوف بھی قلت مطالعہ اور علمی کم مائیگی کی وجہ سے اس بُوڑھی طوائف کی طرح بس لمبی لمبی ہانک رہے ہیں۔

الغرض موصوف کسی خُوش فہمی میں نہ رہیں ان کے دلائل کا جنازہ نکالنا ہمیں بھی آتا ہے اور قلم پکڑنے کی صلاحیت ربِّ قدیر نے بصدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی عطا فرمائی ہے، بیشک وہ جوش جنوں میں اپنے اپاہج قلم کو میدانِ تحریر میں دوڑا کے دیکھ لیں، اور وہ مولانا مدنی صاحب کے دلائل کا کیا برکس نکالیں گے خُود ان کا اپنا برکس " دافع ازالۃ الوسواس " کے منظرِ عام پر آنے کے بعد سے نکل چکا ہے، بقیہ اس دفاع کے حوالے سے ہمارے ناظرین نے موصوف کے اعتراضات کا حشر تو کچھ دیکھ لیا ہے اور مزید آئندہ اوراق وجلدوں میں دیکھ لیں گے۔

موصوف بے تکی اور غیر متعلقہ باتوں کے سہارے اپنے کابرین کا دفاع کرنا چاہ رہے ہیں مگر اِن کی یہ خواہش بھی بلی کے خواب میں چھیچھڑے کے مصداق ہے، پس جب خُود ان کے اکابرین اپنی تحریروں کا دفاع نہ کر سکے تو موصوف ان کا دفاع کیا خاک کر پائیں گے!

لفظ "راعی اُمت" اور اُس کا استعمال

دیوبندی موصوف رقمطراز ہے کہ: مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا ہے"۔مگر ترجمان رضا خانیت کی گرو نواب احمد رضا خان صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ راعی (چرواہا) لکھتے ہیں:

" اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انہیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے" (ختم نبوۃ: ص۷۱، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور) ترجمان رضا خانیت تو کہتے ہیں کہ" راعنا" کرنا بھی منع ہے" (ویسے یہ راعنا کرنا اردو معلّٰی کی کون سی قسم ہے؟) مگر تمہارا امام اس حکم کا انکار کرتے ہوئے نبی کو معاذ اللہ

چرواہا اور امت کو بکریاں کہہ رہا ہے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟ اگر یہ دانت دکھانے کے نہیں تو تاویلات فاسدہ کرنے کے بجائے اپنے امام پر حکم شرعی لگاؤ"۔[1]

الجواب: نمبر (1) دیوبندی موصوف کے اس اعتراض سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

الف: دیوبندی موصوف لفظ راعی امت کو قرآن حکیم کے آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [الْبَقَرَةِ:104] کا انکار سمجھتے ہیں۔

ب: دیوبندی موصوف اس لفظ کو حضور علیہ الصّلاۃ والسلام کے حق میں گستاخی سمجھتے ہیں۔

ت: دیوبندی موصوف کے نزدیک راعی کے معنی چرواہا ہی متعین ہے اس بنا پر انہوں نے لفظ راعی کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ () میں چرواہا لکھا ہے۔

موصوف کے ان تینوں اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے راعی الخلق وغیرہ کا لفظ علماء متقدمین نے اپنی کتب میں استعمال کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) ابوعبد اللہ محمد بن علی المعروف حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں لکھتے ہیں:

"فالرسول عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ راعي الْخلق والخلق غنمه بعث ليرعاهم".[2]

"پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راعی خلق ہیں اور مخلوق (پالی ہوئی بکریوں کا) ریوڑ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد اُن کی نگہبانی ہے"۔

نمبر (2) علّامہ محمد یُوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] دفاع، ج 1، 154۔155۔

[2] نوادر الاصول، ج 3 ص 129۔

کے قول کو برقرار رکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں[1]

نمبر (3) علّامہ ابُو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فلما کان صلی الله علیه وسلم راعیا للخلق".[2]

" پس جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راعی خلق ہیں"۔

نمبر (4) علّامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی" شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ" میں علّامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ کو برقرار رکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"فلما کان صلی الله علیه وسلم راعیا للخلق، سائقا لجمیعهم" فی الدنیا، والآخرة "إلی موارد هم" فی الدارین".[3]

کیا دیوبندی موصوف ان بزرگان دین کو بھی اپنے اصول کے مطابق منکر آیت قرآنی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ اور گستاخ رسول قرار دیں گے؟ اگر موصوف کا جواب نفی میں ہو تو اسی لفظ کی بنیاد پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف طوفان بدتمیزی کیوں برپا کیا گیا؟ کیا یہ دیوبندیوں کی منافقت ودوغلی پالیسی نہیں، ایک طرف انہی بزرگوں کی عبارات کو اپنے دفاع میں پیش کرتے ہیں، جبکہ وہ عبارات دیوبندی عقائد ونظریات سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی، اور دوسری جانب انہی بزرگان کے الفاظ کو تکفیر کا نشانہ بنایا جارہا ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کے ضمن میں انہی بزرگان کے اقوال کو تکفیر کے لئے تختہ

---

[1] جواھر البحار فی فضائل المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج 1 ص 62-63۔

[2] المواهب اللدنية، ج 1 ص 472۔

[3] شرح الزرقانی علی المواهب، ج 4 ص 296۔

مشق بنایا جا رہا ہے، الغرض دیوبندی موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ الفاظ: " اللہ کا محبوب اُمّت کا راعی" لکھنے کے منکر حکم قرآنی اور گستاخ نبی قرار دیا تھا وہ غلط ثابت ہوا اور اس کی وجہ سے موصوف کے اعتراض کی لپیٹ میں مقتدر شخصیات بھی آجاتی ہیں۔

ثانیاً: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے لفظ" راعی" کا اطلاق کتب دیابنہ میں بھی موجود ہے، یہاں پر ہم دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی کے ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

" بعثت حضور انور سرخیل انبیاء، سردفتر پیغمبراں، راعی بندگان خدا، کمبل پوش حراء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بیان کیں"۔ [1]

کیا دیوبندی موصوف اپنے اُصول کے مطابق اپنے مذہب کے حکیم الامت کو گستاخ و بے ادب قرار دیں گے؟ کیا اُن کے لئے یہ کہنے کی جرأت موصوف رکھتے ہیں کہ تھانوی نص قرآنی کا منکر و گستاخ تھا، جب ایسا وہ نہیں سمجھتے تو پھر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو ہدف تنقید بنانا محض مسلکی عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

بہرحال اس لفظ کی بنیاد پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف شور غوغا تھا وہ لفظ خود اکابرین دیوبند کی کتب میں بھی پایا جاتا ہے، لہٰذا دیوبندیوں کے اعتراض کی ضد سب سے پہلے ان کے اکابرین پر ہی پڑے گی اور اُن کی فتنہ وفساد کی سلگائی ہوئی چنگاریاں خُود ان کے گھر کو ہی جلا کر راکھ کر دیں گی۔

ثالثاً: دیوبندی موصوف کا لفظ" راعی" کا معنی چرواہا متعین کر کے اعتراض کرنا ملحدوں، منکروں اور بے دینوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش ہے، اور ہمیشہ سے دیوبندیوں نے

---

[1] حقانیت اسلام، ص 31، مکتبہ حکیم الامت، ناظم آباد، کراچی۔

ایسے اعتراض کر کے ملحدوں کی پشت پناہی کی ہے، کیونکہ سلمان رُشدی جیسے ملعون جب وہ دیوبندیوں کے ایسے تراجم واعتراضات کو دیکھیں گے تو وہ اکابرین اُمت کی عبارات پیش کر کے اکابرین اُمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کریں گے ،موصوف کے اس معنی کو سامنے رکھتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت

"وفيه دليل على جواز إطلاق اسم الراعي على الأنبياء وأن ذلك لا يستوجب التأديب إذا لم يقصد القائل به منقصة". [1]

(اس میں دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اسم راعی کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اور بے شک یہ ان الفاظ میں سے ہے جو مستوجب تأدیب نہیں جبکہ قائل نے اس کے ساتھ توہین کا ارادہ نہ کیا ہو) کو پڑھا جائے اور اس میں وہی معنی متعین کیا جائے جو کہ دیوبندی موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے کی خاطر ان کی عبارت میں متعین کیا ہے تو پھر ملحدوں، منکروں اور بے دینوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین کرنے کے لئے بہت بڑی دلیل مل جائے گی، اور دیابنہ یہی چاہتے ہیں کہ جو بات وہ کھل کر نہیں کہہ سکتے وہ بات ان کی پشت پناہی کی بنا پر اغیار کہہ ڈالیں ۔اگر موصوف کچھ شرم وحیاء کا مظاہرہ کرتے اور ان کے دل میں لحاظ وادب موجود ہوتا تو یہ معنی ہرگز متعین نہ کرتے کیونکہ یہ لفظ صرف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں موجود نہیں بلکہ علماء متقدمین اور خُود اکابرین دیوبند کی کتب میں بھی پایا جاتا ہے، اور پھر دیوبندی موصوف اپنے ترجمہ کے ساتھ مندرجہ ذیل حدیث کا کیا جواب دیں گے؟

"أَبُو السَّوَّارِ، عَنْ خَالِهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُنَاسٌ يَتْبَعُونَهُ فَأَتْبَعْتُهُ مَعَهُمْ قَالَ: فَفَجَئَنِي الْقَوْمُ يَسْعَوْنَ قَالَ: وَأَبْقَى الْقَوْمُ فَأَتَى

[1] شرح الشفا، از: ملّا علی قاری، ج 2ص 447۔

عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَرَبَنِي ضَرْبَةً إِمَّا بِعَسِيبٍ أَوْ قَضِيبٍ أَوْ سِوَاكٍ أَوْ شَيْءٍ كَانَ مَعَهُ قَالَ: فَوَاللهِ مَا أَوْجَعَنِي. قَالَ: فَبِتُّ بِلَيْلَةٍ. قَالَ: أَوْ قُلْتُ: مَا ضَرَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لِشَيْءٍ عَلِمَهُ اللهُ فِيَّ. قَالَ: وَحَدَّثَتْنِي نَفْسِي أَنْ آتِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحْتُ قَالَ: فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّكَ رَاعٍ فَلَا تَكْسِرْ قُرُونَ رَعِيَّتِكَ".

قَالَ: فَلَمَّا صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ أَوْ قَالَ: أَصْبَحْنَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اللهُمَّ إِنَّ أُنَاسًا يَتْبَعُونِي، وَإِنِّي لَا يُعْجِبُنِي أَنْ يَتْبَعُونِي. اللهُمَّ فَمَنْ ضَرَبْتُ أَوْ سَبَبْتُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً وَأَجْرًا " أَوْ قَالَ: " مَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ". أَوْ كَمَا قَالَ". [1]

اس روایت میں بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر راعی کا اطلاق کیا ہے۔

ہمارے لئے تو معاملہ آسان ہے ہم راعی اُمت بمعنی نگہبان امت قرار دیتے ہیں جبکہ موصوف وہ ترجمہ کرتے ہیں جس کا اعادہ کرنا بھی ہم مناسب نہیں سمجھتے، اب میرا ان سے یہ سوال ہے کہ ان کے ترجمہ کی بنا پر منکرین حدیث کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تنقیص کرنے کا جواز فراہم نہ ہوگا؟

کچھ آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں
ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی

نوٹ: کچھ عرصہ سے دیوبندی اس طرح کے جاہلانہ اعتراضات کر کے سیّدی اعلیٰ حضرت

---

[1] مسند الامام أحمد، ج 37، ص 187 (22510)، وشرح مشكل الآثار للطحاوی، ج 5، ص 323۔ 324 (2076)

رحمۃ اللہ علیہ کو مطعون بنانے کی کوشش کر رہے تھے حالانکہ علماء اہل سنّت اور نوجوانانِ اہل سنّت بارہا ان باتوں کا شافی ووافی جواب دے چکے ہیں اور اس سلسلہ میں کافی مضامین شائع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں اور آج تک دیوبندیوں میں ان کا معقول جواب لکھنے کی ہمت نہ ہوئی گویا کہ دیوبندی اصاغر واکابر ان مضامین کے قرضے تلے دبے ہوئے ہیں، مگر پھر بھی کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق انہیں اعتراضات کو دُھرا کر اپنے لئے سامان رُسوائی فراہم کر رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:

" مولوی یوسف عطاری لکھتا ہے :"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بہرا ہونے کی دعا کرنا یا تکبر والا کہنا یا بکریاں چرانے والا کہنا اگرچہ کفر ہے لیکن یہ الفاظ ان گستاخوں کی گستاخانہ کلمات سے بہت ہلکے ہیں" ۔(ایمان کی پہچان حاشیہ تمہید ایمان: ص۱۰۱ مکتبۃ المدینہ کراچی)[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی حماقت و جہالت ایسی ہے کہ وہ آسان وسادہ عبارات کو بھی سمجھ نہیں پاتے اور بوجہ جہالت لایعنی اعتراضات کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت اس عبارت کا مسئلہ مبحوث فیہا سے کوئی تعلق نہیں یہ عبارت" شفا شریف" سے ماخوذ ہے اور" شفا شریف" میں تصریح موجود ہے کہ:

"بِخِلَافِ مَنْ قَصَدَ بِهِ الْغَضَاضَةَ وَالتَّحْقِيرَ".[2]

جو شخص اس لفظ سے توہین وتحقیر کا ارادہ کرے تو اس وقت ان الفاظ کو کفر یہ سمجھا جائے گا ورنہ تو خود حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"بَلْ كَانَتْ عَادَةُ جَمِيعِ الْعَرَبِ".[3]

---

[1] دفاع، ج 1، 155۔

[2] شفا بتعریف حقوق المصطفی، ج 2 ص 537۔

[3] شفا بتعریف حقوق المصطفی، ج 2 ص 537۔

" بکریاں چرانا تمام عرب کی عادت تھی "۔ یعنی یہ لفظ "لِمَنْ ذَکَرَهُ عَلَى وَجْهِهِ"۔ یعنی مذاکرۂ اہل علم کے طور پر ہوتو کوئی حرج نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ مولانا محمد یُوسف عطاری کی عبارت میں بکریاں چرانے کا تعلق قصد بالغضاضۃ والتحقیر کے ساتھ ہے اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے جملے " اللہ کا محبوب اُمت کا راعی " میں کوئی بھی تحقیر شان کا پہلو نہیں ہے، اگر دیوبندیوں کو تحقیر شان کا کوئی پہلو نظر آتا ہے تو سب سے پہلے انہیں اشرفعلی تھانوی دیوبندی پر کفر کا فتویٰ لگانا چاہیے۔

"تقویۃ الایمان" کے رد

دیوبندی موصوف نے لکھا کہ:

" ترجمان رضا خانیت نے لکھا کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتب لکھی گئی ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اگر یہ سچ ہے تو بتایا جائے کہ وہ اڑھائی سو کتب کہاں ہیں؟ کدھر سے ملیں گی؟ ان کے لکھنے والوں کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے؟ "۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ سب کچھ تحریر کرنے سے پہلے اپنے ہی اکابرین کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا اس لئے دو پچاس کتب کے دعوے کو جھوٹ قرار دے دیا۔ چونکہ موصوف مطالعہ نہیں کرتے اس کے باعث ان کا لکھا ہوا ان کے کابرین کے گلے پڑ جاتا ہے۔ الغرض موصوف کی عقل ٹھکانے لگانے کے لئے انہی کے گھر کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، دیوبندی مذہب کے مناظر منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" اِن سطور کے اکثر ناظرین اِس حقیقت سے غالباً ناواقف نہ ہوں گے کہ ہندوستان میں مشرکانہ خیالات اور جاہلی رسوم و بدعات کے خلاف جہاد کرنے میں جس طرح حضرت شاہ

---

[1] دفاع، ج 1، 155۔

اسماعیل شہیدؒ کا ایک خاص مقام ہے جہاں صرف وہی کھڑے نظر آتے ہیں اسی طرح اِس ملک کے حامیانِ شرک و بدعت کی افتراء پردازیوں اور ظالمانہ زبان درازیوں کا نشانہ بھی سب سے زیادہ وہی بنے ہیں۔

مشرکانہ خیالات اور جاہلی رسوم وبدعات کی عالمانہ حمایت کرنے والے بریلی و بدایوں کے مولوی صاحبان اور ان کے ہمنواؤں کی ان سب چھوٹی بڑی کتابوں کا صرف ایک ایک نسخہ بھی جمع کیا جائے جن میں شاہ ولی اللہؒ کے اس مجاہد شہید پوتے کو کافر اور دشمن خدا ورسولؐ، دشمن اسلام اور دشمن اولیائے کرام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو بلا شبہ ایک اچھا خاصا کتب خانہ ہو جائے گا حد یہ ہے کہ تنہا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ان چھوٹے بڑے رسالوں کی تعداد دو تین سو سے کم نہ ہوگی جن میں شہید مظلوم پر تکفیر و تبرا بازی کی مشق کر کے اس فن میں اپنی بے نظیر مہارت اور ناخدا ترسی کا نمونہ دکھایا گیا ہے"۔ [1]

اس کے ساتھ ہی ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"امید ہے اس طویل داستان سرائی سے اس طوفان بدتمیزی کی ایک ادنی سی جھلک قارئین کے سامنے آگئی ہوگی جو" تقویۃ الایمان" اور اس کے جلیل القدر مصنف کے خلاف اہل بدعت نے برپا کیا ورنہ اس سلسلہ کی تمام کتابوں کے نام شمار کرانے کے لیے کئی دفاتر درکار ہیں۔ چالیس کتابوں کے نام تو قاضی فضل احمد نے بھی ذکر کیے ہیں، بلکہ مولوی احمد رضا کے بعض ہمنواؤں کے بقول انہوں نے" تقویۃ الایمان" کی تردید میں دوسو کتابیں لکھی ہیں، اس لیے اگر حضرت بھوجیانی دامت برکاتہم نے یہ فرمایا ہے تو بالکل بجا کہ:

"اس سارے قبیلے کے دماغوں پر مولانا شہیدؒ کا ہوا سوارا وران کو" تقویۃ الایمان خولیا" کا مرض لاحق رہا۔ شاید اس میں بالکل مبالغہ نہ ہو کہ ردوکد میں سینکڑوں کتابیں، رسالے اور

---

[1] شاہ اسماعیل شہیدؒ اور معاندین اہلِ بدعت کے الزامات، ص 5۔6، مکتبہ مدنیہ، باغبانپورہ جدیدہ، گوجرانوالہ، پاکستان۔و، ص 4، الفرقان بکڈپو، لکھنؤ۔

اشتہار لکھے گئے ہوں گے مگر وہی گھسے پٹے اعتراض، رٹے رٹائے الزام اور وہی "ٹکسالی گالیاں" مگر یہ حضرات تھے کہ شاید ان کو کوئی اور کام نہیں تھا کہ رہ رہ کر ان کو تقویۃ الایمان کا ہی ہول اٹھتا رہا"۔ [1]

ان دونوں حوالوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے رد میں لکھی گئی کتابوں کو اگر جمع کیا جائے تو اچھا خاصا کتب خانہ بن سکتا ہے اور" تذکرۂ شہید" میں اس خیال کو بجا قرار دیا گیا ہے کہ ردوکد میں تصنیف شدہ کتابوں رسالوں کی فہرست سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس سلسلے کی تمام کتابوں کے نام شمار کروانے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ اب موصوف ہی فیصلہ کریں کہ جس بات کو انہوں نے بالکل جھوٹ قرار دیا اُس کے معترف تو خود اس کے اکابرین بھی ہیں۔ پس اگر دیوبندی موصوف کی بات دُرست ہے تو بالکل جھوٹ بولنے والے دیوبندی موصوف کے اکابرین ہی قرار پائیں گے اور اُن کو جھوٹا قرار دینا پڑے گا،

اے جلانے والے ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

دیوبندی موصوف اپنے اکابرین جیسے منظور نعمانی وغیرہ کو بے شک جھوٹا قرار دیں ہمارا تو کوئی نقصان نہیں، اگر اُن کو جھوٹا نہیں قرار دے رہے تو موصوف کا خُود جھوٹا اور بے علم ہونا لازم آتا ہے۔ موصوف کے لئے دوگونہ مصیبتیں ہیں کہ خود جھوٹا قرار پائے جاتے ہیں یا پھر اس کے اکابرین جھوٹے قرار پاتے ہیں۔

الغرض یہ تو ثابت ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے رَد میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی تھیں، اگر مرور زمانہ کے باعث وہ کتابیں دستیاب نہیں ہو سکتیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ معرض

---

[1] تذکرۂ شہید، ص **244**، از خالد سیف، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

وجود میں ہی نہیں آئیں، بہت سی ایسے کتابیں ہیں جو مرورزمانہ کے باعث صفحہ ہستی سے غائب ہوگئیں، پھر اُن کے مصنفین کے لئے یہ گمان کرلیا جائے کہ انہوں نے یہ قلمبند ہی نہیں کیں، اگر ایسا ہے تو یہ بات بھی موصوف کے ہی گلے کا پھندا بنتی ہے، ملاحظہ فرمائیں سہ ماہی احوال وآثارِ کاندھلہ میں مرقوم ہے کہ:

"حضرت مولانا گنگوہی کے کتب خانہ کا بڑا اوراہم حصہ گنگوہ کے ایک مقامی مدرسہ کی تحویل میں دے دیا گیا تھا، راقم سطور نے کئی برس پہلے اس کی زیارت کی تھی، اس وقت تک اس میں حضرت کی مملوکہ کئی سو کتابیں، حضرت مولانا گنگوہی کی خودنوشت تحریرات وتالیفات، ان کے آباے کرام کی تحریرات وفوائد سے مزین کتابیں، اورحدیث وفقہ وغیرہ کا نادر ونایاب قلمی ومطبوعہ سرمایہ موجود تھا، مگر سال گزشتہ جب دوبارہ وہاں پہنچا تو وہ گراں مایہ ذخیرہ خرد برد ہو چکا تھا، سابقہ کتابوں میں سے دسواں حصہ بھی موجود نہ تھا"۔[1]

کیا موصوف اس حوالہ کو بھی رام کہانی قرار دیں گے اور ان باتوں کو بھی جھوٹ پر مبنی قرار دیں گے؟ جب نہیں تو وہ کتابیں جو حادثہ وقت کی نذر ہو گئیں اور اب دستیاب نہیں ہیں تو اُن کی حقیقت کو کیوں جھٹلایا جارہا ہے، کیا یہ تعصب وناانصافی کی بدترین مثال نہیں ہوگی کہ گنگوہی جی کی تو تسلیم ہوں اور اسماعیل دہلوی صاحب کے ردود کا انکار؟۔

حضرت شاہ مخصوص اللہ دھلوی کی تصنیف "مُعید الایمان" پر اعتراض اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں کہ مولانا مخصوص اللہ مرحوم صاحب نے تقویۃ الایمان کے رد میں "معید الایمان" نامی کوئی کتاب لکھی ہو اگر لکھی تھی تو کہاں ہے؟ کب چھپی؟ کس نے

---

[1] سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ، ص 80، شمارہ 20۔ 21، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی مولویان کاندھلہ ضلع مظفرنگر (یو، پی) انڈیا۔

چھاپی؟ اگر نہیں چھپی تو اس کا قلمی نسخہ کہاں کس لائبریری میں ہے؟" ۔[1]

الجواب : حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "معید الایمان" کا تذکرہ حضرت مفتی رضا علی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے اُن کا یہ مکتوب "سیف الجبار" کے ساتھ ملحق ہے۔ حضرت مفتی رضا علی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" مولوی مخصوص اللہ صاحب، پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی، برادر مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ انہوں نے بھی ردان کے مسائل اور عقائد کی لکھی ہے اور ردتقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی بھی لکھی ہے اور نام اُس کا "معید الایمان" رکھا ہے۔ مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب کی دہلی میں ملاقات ہوئی میں نے پوچھا کہ در باب مولوی اسماعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ اُس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا نہیں مانا" ۔[2]

حضرت مفتی رضا علی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت وامانت تو خُود مخالفین کو بھی مسلّم ہے، چنانچہ عبدالسلام نعمانی صاحب" تذکرہ مشائخ بنارس" میں اُن کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" عارف باللہ حضرت مولانا شاہ رضا علی قطب بنارس قدس سرہ ابن مولانا مفتی سخاوت علی ابن مولانا محمد ابراہیم ابن ملّا محمد عمر سابق بنارسیؒ ،سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ پر جاکر ختم ہوتا ہے ،جیسا کہ ملّا محمد عمر سابق کے تذکرہ میں نسب نامہ درج کیا جاچکا ہے،اس لئے آپ نسلاً فاروقی ہیں ،اور ملّا محمد عمر صاحب کے علمی خاندان کے آخری چشم وچراغ ،آپ تیرھویں صدی ہجری کے ایک زبردست عالم اور درویش کامل تھے، ملا صاحب کے خاندان میں آپ کے وجود سے بنارس کی مخلوق کو بڑا نفع پہونچا، اور اب تک یہ نفع جاری ہے، آپ کی ولادت ١٦ صفر ١٢٤٦ھ بروز یکشنبہ موضع پتھرا میں ہوئی جو آپ کا نانہال تھا ،١٢٦٢ھ

[1] دفاع، ج 1، ص 155۔

[2] سیف الجبار، ص 209۔ 210، مکتبہ رضویہ، مکان نمبر 111، محلہ چنت گڑھ، انجن شیڈ، لاہور۔

میں آپ نے لکھنؤ سے علوم وفنون کی تکمیل فرمائی، ۱۲٦٦ھ میں کلام پاک حفظ فرمایا، اور علم قرأت بھی پڑھا، ۱۲۷۵ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، بنارس میں آپ کا حلقہ فیض وارشاد بہت وسیع تھا، مسجد شاہی دہرارہ میں ہر جمعہ امامت وخطابت فرماتے تھے، ہندوستان کے دور دراز کے مقامات سے آپ کے پاس استفتاء آتے تھے، اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے، آپ کا مجموعہ فتاوی " فیوض الرضا " کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے، مولانا عبدالحی صاحب حنفی فرنگی محلی لکھنوی سے آپ کی علمی معاصرت تھی، ایک بار ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے، لکھنؤ کے اطراف میں آپ کے علمی فضل وکمال کا بڑا شہرہ تھا، مولانا سراج الیقین صاحب بلگرامی نے اپنی ایک کتاب " شمس العارفین " میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

" آپ بہت بڑے عالم و فاضل، حافظ وقاری، درویش کامل، صاحب نسبت اہل دل تھے، کاتب الحروف آپ کی زیارت سے اکثر مشرف ہوا ہے، آپ یہاں کرسی میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے، اور فقیر کو بھی شرف اندوز فرمایا ہے، آپ ہر وقت سر بگریبان حالت استغراق میں رہتے تھے، آپ کی قراءت اور خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ سننے والے بے خود اور محو ہو جاتے تھے، اور زمانہ سابق میں آپ کا قیام لکھنؤ میں رہتا تھا، آخر عمر میں اپنے وطن بنارس جا رہے تھے، ایک معتمد شاہ صاحب کا بیان ہے کہ بوقت ذکر شب کو آپ کے ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء علیحدہ ہو جاتے تھے۔ (ص ۷٤ شمس العارفین)۔

آپ کا کتب خانہ نایاب اور گراں قدر علمی کتابوں پر مشتمل تھا، اور اکثر کتابیں خود آپ ہی نے نقل کی ہیں، آپ خوش نویس بھی تھے، اور شاعر بھی، ہر صنف میں طبع آزمائی فرماتے تھے، عربی، فارسی اور اردو میں غزلیات اور دیوان کا بڑا ذخیرہ آپ نے چھوڑا تھا، اور چند کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں " مظاہر الحق " عربی میلاد شریف کے جواز میں اور

"زغایب الالباب" فارسی علم قراءت میں اور" سفرنامہ ہندوستان" قابل ذکر ہیں"۔ [1]
حضرت مفتی رضا علی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کی حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی سے ملاقات بھی تھی، انہوں نے بڑے جزم و وثوق کے ساتھ "معید الایمان" کا تذکرہ فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مخصوص اللہ دہلوی نے اسماعیل دہلوی کے رد میں یہ کتاب تحریر فرمائی تھی۔ باقی رہا یہ کہ کتاب اگر زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکی یا ہنگامہ وقت کی نذر ہوگئی تو اس سے کتاب مذکور کا وجود نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اور خاندانِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والی کتابوں کے متعلق مجلہ احوال وآثار کاندھلہ کے اندر مرقوم ہے کہ:

" حالانکہ ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کے حوادث میں شمالی اور وسطی ہندوستان لاکھوں قلمی کتابیں ہزارہا ہزار علمی ذخیرے ذاتی اور قومی کتب خانہ تباہ ضائع اور بے نام نشان ہو گئے تھے، خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان سے وابستہ علماء تحریک سید احمد شہید کے منتسبین کی تحریرات ومؤلفات کی، ان حادثات کی وجہ سے غیر معمولی بربادی ہوئی، کیونکہ وابستگان خاندان شاہ ولی اللّٰہی کی ایک بڑی تعداد ان ہی علاقوں سے تعلق رکھتی تھی جہاں ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء دونوں کے نقصانات بہت ہوئے، اس لئے بلاتردد کہا جاسکتا ہے اس طوفان وآفات میں خاندان ولی اللّٰہی کی تالیفات کے ذخیروں کے علاوہ" تقویۃ الایمان" کے بھی سینکڑوں نسخے ضائع اور برباد ہوئے ہوں گے۔

کتابوں کے ذخیروں کی یہ بربادی کوئی افسانہ نہیں ہے، ۱۸۵۷ء میں کتابوں کے ضیاع کے بے شمار واقعات صفحہ تاریخ پر ثبت ہیں، اور ۱۹۴۷ء کے بعد کی روداد بھی غیر متعارف نہیں، مجھے ذاتی طور پر متعدد ذخیروں کا علم ہے، جن کا خانوادۂ ولی اللّٰہی سے بطور خاص تعلق تھا اور

[1] تذکرہ مشائخ بنارس، از عبدالسلام نعمانی، ص 64۔ 65۔ 66، مکتبہ ندوۃ المعارف، بنارس۔

جو ۱۹۴۷ء کے بعد تک موجود تھے کتابوں سے بھرے ہوئے دو چار نہیں، دس دس، بیس بیس صندوق ردی میں بکے، اور چار چار سو مخطوطات تھے، جو چولہے کی نذر ہوئے، ایک ذخیرہ ایسا بھی نظر سے گذرا جس میں حضرت شاہ عبد العزیز اور ان کے بھائیوں کی ذاتی کتابیں موجود تھیں اور ان ہی میں بعض ایسی درسی کتابیں بھی شامل تھیں، جن میں شاہ عبد العزیز اور شاہ محمد اسماعیل کے علاوہ خود حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے اپنے بچپن اور زمانہ طالب علمی میں پڑھا تھا، ان پر ان حضرات کی تحریریں اور دستخط ثبت تھے، یقیناً یہ ایک انمول سرمایہ اور ملت کی متاع گرانمایہ تھی مگر یہ نادرۂ روزگار ملی ورثہ کس طرح ضائع ہوا ہے، کیوں کر زبان پر لاؤں !، میں نے جب اس کو کھولا تھا تو سنا کہ اس کو چودہ پندرہ سال بعد ہاتھ لگایا جا رہا ہے، مَیں نے دو دن اس کو ایک نظر دیکھنے میں صرف کئے، اور دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر ہاتھ بھر بھر کر مینگنیاں نکالیں، بلا مبالغہ دو ڈھائی سیر مینگنیاں ہوں گی، جو اس ذخیرہ میں پھلنے پھولنے والے چوہوں کا نشان تھیں، متعدد کتابوں کی جلدیں، کونے اور بعض پوری پوری کتابیں چوہے کتر چکے تھے، مگر اس قدر توجہ اور عزت افزائی کے باوجود، اس ذخیرہ کے محفوظ کرنے، کسی ادارہ کو دینے، یا فروخت کرنے کا سوال ناقابل توجہ اور خارج از بحث تھا، یہ تو ہماری خاندانی چیز ہے، فلان فلاں اعزہ پاکستان میں ہیں، فلان فلاں جگہ، فلاں فلاں مقام پر ہیں، جب سب جمع ہوں گے تو اس کی تقسیم عمل میں آئے گی، اس لئے اس کو کسی کو دیے جانے یا علیحدہ کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے حالانکہ ظاہر تھا کہ یہ سب افراد اور اعزہ نہ کبھی جمع ہوں گے، نہ اس ذخیرہ کی حفاظت ہو سکتی ہے، یہ بے مثال ذخیرہ اسی طرح پڑا پڑا تلف ہو جائیگا، اور کچھ دنوں کے بعد ان کتابوں کی موجودگی ایک خواب اور قصہ ماضی بن جائیگی۔

ایک یہی نہیں بلکہ تباہی کے منہ میں جاتے ایسے متعدد ذخیرے میری نظر سے گذرے ہیں، ایک ایک کر کے اس وقت ان کی یاد آرہی ہے اور اس اسلامی علمی ورثہ کی تباہی پر دل کے

زخم ہرے ہو رہے ہیں مگر اُف رے بے بسی"۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خاندان ولی اللّٰہی کی متعدد کتابیں ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کے حادثات کے موقعہ پر ضائع ہوئیں اور اگر کچھ محفوظ رہ گئیں تو وہ ان ہاتھوں میں ہیں جہاں ذخیرہ کتب سے دو ڈھائی سیر مینگنیاں نکالی گئیں، لہٰذا حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "معید الایمان" بھی اگر حادثہ وقت کی نذر ہو گئی ہو تو اِس میں کوئی استعجاب نہیں۔

حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کا جواب

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: "علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے تحریر وتقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ ان کا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے زمانہ گذرنے سے وہ نایاب ہو گئے بعض چھپے مگر بہت مختصر تھے اور اب میسر نہیں آتے" (اطیب البیان: ص ۶، مدینہ پبلشنگ کراچی) لو جی قصہ ختم رد لکھے تھے مگر شیعوں کے بارہویں امام کی طرح رد لکھ کر غار میں چھپا دیئے گئے اور جس طرح امام صاحب اب مفقود اور روافض کو میسر نہیں اسی طرح تقویۃ الایمان کا رد بھی اب میسر نہیں"۔[2]

الجواب: اسماعیل دہلوی کے رد میں جو کچھ لکھا گیا وہ بقول منظور نعمانی دیوبندی صاحب اِتنا ہے کہ اگر اُس کا ایک ایک نسخہ بھی جمع کیا جائے تو ایک اچھا خاصا کتب خانہ بن جاتا ہے،

---

[1] احوال وآثار کاندھلہ، ص 100۔ 101، شمارہ 20۔ 21، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی مولویان کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو، پی) انڈیا۔

[2] دفاع، ج 1، ص 155۔ 156۔

جس کا حوالہ سابقہ اَوراق میں گذر چکا ہے۔ یہ بات تو دیوبندیوں کو بھی مسلم ہے کہ علمائے اسلام ومفتیانِ ملتِ خیرالانام نے اسماعیل دہلوی صاحب کا خوب رد کیا، اور مجلہ احوال وآثار کے مطابق ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں اور ۱۹۴۷ء کے حادثوں میں بھی کتابیں ضائع ہوئیں، اگر وہ کتابیں اب میسر نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں یہ شیعوں کے بارھویں امام کی طرح ردلکھ کر غار میں چھپا دیئے گئے ہیں، یہ موصوف کی قلبی عداوت ہے کہ وہ ان کتب کو موھوم وفرضی امامِ غائب سے تشبیہ دے رہے ہیں (میری مراد وہ حقیقی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ نہیں جو قربِ قیامت ہوں گے) امام غائب کا عقیدہ اور غار میں چھپ جانے کا نظریہ ہمارا نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ وہ سیّد احمد رائے بریلی کو امام غائب تصور کرتے ہیں، اس لحاظ سے موصوف نے امام غائب کا قصہ چھیڑ دیا، کیونکہ کہتے ہیں

جب بھی کسی کا نام لوں لبوں پہ تیرا ہی نام آئے

موصوف چونکہ سیّد احمد رائے بریلی کو امامِ غائب سمجھنے والے مسلک سے متعلق ہیں اس لئے شیعوں کا امام غائب کا عقیدہ ان پر گراں گذرتا ہے

دیوبندیوں کا امام غائب

سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب جعفر تھانیسری صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"اور مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات وظہور کا ایسا یقین ہے، جیسے اپنی موت کا"۔[1]

سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب ہی مزید لکھتے ہیں کہ:

"ارمغان احباب" میں والد مرحوم نے بسند صحیح حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سیّد صاحبؒ سے دس باتیں سنیں تھیں، جن میں سے نو

[1] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 480، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

تاریخ دعوت وعزیمت، ابوالحسن ندوی، 6-2 ص 445 مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

پوری ہوچکیں، ایک باقی ہے یعنی آپ کی غیبوبت وظہور"۔ [1]

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر "سند صحیح" سے بطور حاشیہ سند یوں مرقوم ہے:

" والدؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ سے اور حافظ احمد صاحبؒ و مولانا حبیب الرحمنؒ صاحب سے اور وہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے روایت کرتے ہیں"۔ [2]

سند کے راویوں میں جو نام مرقوم ہیں یعنی محمود حسن، حافظ احمد، حبیب الرحمن اور رشید احمد گنگوہی، وہ سب مذہب دیوبندیت میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، پس اس لحاظ سے امامِ غائب کا عقیدہ دیوبندی مذہب کا مجموعی عقیدہ قرار پاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیوبندی موصوف کو امامِ غائب کی بات نہیں کرنے چاہئے تھی کیوں کہ اس مسئلہ پر بحث میں خود موصوف کے ہی زخم ہرے ہوں گے۔

لطیفہ! پس اگر موصوف کے بقول وہ کتابیں غار میں چھپا دی گئی ہیں تو بھی وہ اُن کے امامِ غائب کے ہاتھ میں ہوں گی، اس لحاظ سے بھی موصوف کا ہم سے شکوہ کرنا بے جا ہے، آخر وہ کتابیں ان کے ہی امام غائب کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔

حاصل کلام! ان تمام باتوں کا اصولی جواب یہ ہے کہ مرور زمانہ کے باعث کچھ کتابیں ناپید ہوگئیں اور کچھ کتابیں مالی وسائل نہ ہونے کی بناء پر منتظر اشاعتِ ثانیہ ہیں۔

"تقویۃ الایمان" کی بکثرت اشاعت کا سبب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مخالفین کی مسلمانوں میں مقبولیت بالکل صفر

---

[1] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 480، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔
تاریخ دعوت وعزیمت، ابوالحسن ندوی، 6-2 ص 445 مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

[2] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 480، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔
تاریخ دعوت وعزیمت، ابوالحسن ندوی، 6-2 ص 445 مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

تھی دوسری طرف تقویۃ الایمان کو رب تعالیٰ نے کیسی مقبولیت عطا فرمائی سخت ترین مخالف مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

" تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے" ۔(اطیب البیان: ص ٥)الحمدللہ تقویۃ الایمان اب تک کروڑوں کی تعداد میں کئی بار چھپ چکی ہے" ۔ [1]

الجواب :"تقویۃ الایمان" کی بکثرت اشاعت کی دیگر وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حامیین تقویۃ الایمان کو سامراجی قوتوں کی اشیر باد حاصل رہی اس لئے مالی وسائل کی ان لوگوں کے پاس کوئی کمی نہیں رہی، اور اغیار بھی اُمت مسلمہ میں تفرقہ و انتشار پیدا کرنے کی خاطر اس کتاب کی اشاعت میں گہری دلچسپی لیتے رہے ہیں اور اسی طرح غیر مقلدین نے بھی اس کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا، حتّٰی کہ اشاعۃ السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان، ادارہ اشاعۃ السنۃ، جمعیت دعوت و تبلیغ اور اہل حدیث اکادمی نے بھی اس میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔

پس اس طرح موصوف کی پسندیدہ کتاب کی بکثرت اشاعت ہوئی۔ موصوف اُمت مسلمہ کی وحدت و ملی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والی سازش کے پس منظر شائع ہونے والی کتاب" تقویۃ الایمان" کی بکثرت اشاعت کو مقبولیت عامہ سمجھ رہے ہیں۔ یہ مقبولیت عامہ نہیں بلکہ اغیار کی سازش ہے۔ جس طرح رُشدی ملعون کی کتاب کو بکثرت شائع کیا گیا اسی طرح" تقویۃ الایمان" کی اشاعت میں بھی خفیہ ہاتھوں کی پشت پناہی حاصل رہی اس کے پس پردہ وہ برصغیر میں اختلاف اور انتشار کو ہوا دیتے رہے۔ اغیار کی یہی سازش " تقویۃ الایمان" کی بکثرت اشاعت کا باعث بنی۔

[1] دفاع، ج 1، ص 156۔

"تقویة الایمان" کا لا جواب رد "اطیب البیان"

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب کا اطیب البیان کی صورت میں مطبوعہ آیا ہے جس کا جواب الحمد للہ اسی وقت اکمل البیان کے نام سے ۸۸۰ صفحات پر دے دیا گیا تھا جواب تک لا جواب ہے اور ابھی حال ہی میں پوری آب وتاب کے ساتھ دوبارہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے"۔ [1]

الجواب: نمبر (1) موصوف کا یہ کہنا کہ "اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب کا اطیب البیان کی صورت میں مطبوعہ آیا ہے" موصوف کی کم علمی اور جہالت کی دلیل ہے، کیوں کہ تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی جانے والی کتب میں سے چند کے نام، مصنف اور مطبع مندرجہ ذیل ہیں

(1) "شرح الصدور فی دفع الشرور"، از مولانا شاہ مخلص الرحمن الملقب بہ جہانگیر شاہ (متوفی 1302ھ) (فارسی) مترجم بنام "تنقید تقویت الایمان" خلاصہ ترجمہ شرح الصدور، مترجم: حافظ مقبول احمد کوکب بنارسی، نیولیتھو آرٹ پریس دہلی جو کہ 1949ء میں پہلی بار، 1965ء میں دوسری بار اور 1986ء میں تیسری بار شائع ہوئی، جس کے صفحات 366، اور اس کے آخر میں مزید 49 صفحات پر مترجم کی طرف سے خاتمۃ الکتاب کے نام سے مضمون ہے، جس میں پیرو مرید یعنی اسماعیل دہلوی صاحب اور سیّد احمد صاحب کے متعلق کچھ حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

(2) "ازالۃ الشکوک والاوہام فی العقائد الحقۃ لاہل الاسلام"، از حکیم فخر الدین بن محمد زمان بن رفیع الزمان القادری النقشبندی الہ آبادی (متوفی

---

[1] دفاع، ج 1، ص 156۔

1303ھ)، درمطبع قیصری الہ آباد، باہتمام عبد اللطیف، 1297ھ، صفحات 160، قطعہ تاریخ ریختہ محمد علی متخلص بہ اُلفت الہ آبادی۔

(3) "انوار محمدی" ازمولانا محمد امیر صاحب اکبر آبادی، مطبع نامی منشی نول کشور، مارچ 1889ء، صفحات 132، کتاب کے آخر میں تین صفحات کا ضمیمہ بشکل نظم موجود ہے۔

بقیہ تفصیل اِن شاء اللہ آگے ذکر ہوگی۔

نمبر(2) "اطیب البیان" میں حضرت صدرالافاضل سیّدی مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا رُوئے سخن" تفویۃ الایمان" کو ماننے والے اس گروہ کی جانب ہے جو اپنے آپ کو مقلد حنفی کہتے ہیں، اس لحاظ سے آپ نے "تفویۃ الایمان" کی تردید میں ان اقوال ودلائل کو اپنا مستدل بنایا جوایک حنفی مقلد کے لئے قابل قبول ہونے چاہئیں، مگر تقلید امام ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ کرنے والے اس گروہ یعنی دیوبندیوں کی جانب سے "اطیب البیان" کا کوئی ردمنظر عام پرنہیں آیا کیونکہ یہ لوگ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل و براہین کے سامنے بے بس وعاجز ہو چکے تھے اس لئے ان لوگوں سے "اطیب البیان" کا کوئی ردنہ بن پڑا۔

دیوبندیوں نے داغِ بدنامی کو مٹانے کے لئے غیر مقلدین کی منت وسماجت کر کے ان کو آگے کردیا، اور "اکمل البیان" لکھنے والے غیر مقلد نے سب سے پہلے مسئلہ تقلید کو ہی ہدف طعن بنایا اورتقلید کا ہی انکار کیا، کیونکہ دائرہ تقلید میں رہتے ہوئے "اطیب البیان" کے زبردست دلائل کا انکار ممکن نہ تھا اس لئے پہلے تقلید کو ہی موردطعن بنایا گیا۔

پس چونکہ "اطیب البیان" کے مخالفین وہ لوگ تھے جو تقلید کے دعویدار تھے اس لئے" بیگانہ کی شادی میں عبد اللہ دیونہ" کے مصداق درمیان میں آنے والے غیر مقلد کومنہ نہ لگایا گیا۔ یہ حقیقت تھی" اکمل البیان" کی۔ الغرض" اطیب البیان" کی تصنیف کے بعد ایوان دیوبندیت میں کھلبلی مچ گئی اور دیوبندی مصنفین کے ہاتھ شل، پاؤں معذور اورزبانیں

گنگ ہوگئیں اور کوئی بھی دیوبندی "اطیب البیان" کا رد نہ لکھ سکا۔ پس اس لحاظ سے دیوبندیوں کے حق میں یہ کتاب ابھی بھی لا جواب ہی ہے۔

"تفویۃ الایمان" کے رد میں فہرستِ کتب کا مقصد

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"پھر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان موہوم کتب کی فہرست دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے حق باطل اور باطل حق بن جاتا ہے؟"۔ [1]

الجواب: ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے باطل حق بن جائیگا یا حق باطل ہو جائیگا، ان کتب کی فہرست ذکر کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ" تفویۃ الایمان کے" مندرجات عقائد اہل سنت سے متصادم تھے اس لئے برصغیر کے علمائے اہل سنّت نے " تفویۃ الایمان" کے مندرجات کا خوب رد کیا اور اس کتاب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، علمائے اہل سنّت کی روش احتجاج نے یہ ثابت کر دیا کہ برصغیر کے جمہور علمائے اہل سنّت تفویۃ الایمان کے حامی ومؤیدنہ تھے اور" تفویۃ الایمان" کے نظریات قابل قبول نہ تھے اس لئے ان کتابوں کا ذکر ہوتا ہے تا کہ دیوبندیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ وہ جس کتاب کی حمایت کر رہے ہیں اس کتاب کو علمائے اہل سنّت رد کر چکے ہیں، اس لئے" تفویۃ الایمان" کی حمایت کا مطلب جمہور علمائے اہلِ سنّت کی مخالفت ہے۔ اب جن کی مرضی" تفویۃ الایمان" کی حمایت کریں یا جمہور علمائے اہلِ سنّت کی مخالفت۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج 1، ص 156۔

"اگر یہی اصول ہے تو آج تک خود احمد رضا خان بریلوی کے رد میں سینکڑوں کتب منظر عام پر آچکی ہیں مفتی مجاہد صاحب نے اپنی لاجواب کتاب" ہدیہ بریلویت" کے آخر میں ان میں سے کئی مطبوعہ کتب کی فہرست دی ہے علمائے دیوبند میں سے صرف مولانا مرتضی حسن چاند پوری علیہ الرحمۃ نے احمد رضا خان صاحب کی زندگی ہی میں ان کے رد میں ۳۰ /رسائل لکھ کر شائع کیے جو آج تک لاجواب ہیں"۔ [1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَد میں لکھنے والوں کی تعداد زیادہ ان لوگوں کی ہے جو کہ فرقہ دیوبند سے تعلق رکھتے تھے اور اکابرین دیو بند کے منتسبین ومتوسلین تھے ،جبکہ" تفویۃ الایمان" کی تردید میں لکھنے والوں کی اکثریتی تعداد ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جو نہ تو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ ہیں اور نہ ہی اُن کا شمار سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں ہوتا ہے۔اس لحاظ سے ان رَدود کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جو گنگوہ،سہارنپور اور دیوبند سے نسبتِ عقیدت وارادت رکھنے والے افراد نے لکھا کیونکہ ان کی حیثیت ایک فریق کی ہے،اور تمام لوگ جانتے ہیں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکابرین دیوبند کی کھل کر مخالفت کی تھی اور ان کو ان کی گُمراہیوں اور کفریہ عبارات پر متنبہ کیا تھا،اس کے بعد اہلِ سنّت وجماعت بریلوی اور فرقہ دیوبند کے درمیان حد فاصل قائم ہو گئی اور جانبین کی طرف سے کتابیں شائع ہوئیں۔

یہاں معاملہ بعد از تشخصات کا نہیں بلکہ قبل از تشخصات کا ہے یعنی جب یہ تشخصات قائم نہ تھے اور عقیدۂ اہل سنّت رکھنے والوں اور عقیدۂ وہابیت رکھنے والوں کو ان کے مخصوص امتیازی ناموں سے موسوم نہیں کیا گیا تھا اور مخصوص نظریات نے کسی ایک گروہ کی شکل اختیار نہ کی تھی اس وقت" تفویۃ الایمان" کے خلاف صدائے احتجاج بُلند ہونا ظاہر کر رہا

[1] دفاع، ج 1،ص 156۔

ہے کہ یہ کتابِ علمائے اہلِ سنّت کے لئے قابل قبول نہ تھی۔ باقی اگر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں مرتضی حسن دربھنگی نے کتابیں لکھیں تو اُن کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اشرفعلی تھانوی صاحب کی طرف رجسٹریاں بھیجیں جس میں اُن سے پُوچھا گیا کہ دربھنگی صاحب آپ کی طرف سے وکیل ہیں اور کیا آپ نے ان کو اپنا وکیل نامزد کیا ہے مگر تھانوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی ان کے وکیل ہونے کا اعلان کیا، جس کی کچھ تفصیل سابقہ جلد میں گذر چکی ہے۔

اشرفعلی تھانوی صاحب کے ساتھ اصل بحث اُن کی کفریہ عبارات پر تھی اور وہ اپنی کفریہ عبارات پر بحث کرنے سے پہلوتہی اے کام لے رہے تھے اور گریز کر رہے تھے، اس داغِ رُسوائی کو مٹانے کے لئے مرتضی حسن دربھنگی صاحب نے کچھ رسائل لکھے جس کا حضرت مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تعاقب کیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" جو آج تک لاجواب ہیں تو جو کچھ بریلوی ان کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہ رہے ہیں وہی کچھ اگر ہم مولانا احمد رضا خان صاحب کے خلاف ان کے رد میں لکھی گئی کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہیں تو کیا رضاخانیوں کو تسلیم ہوگا؟ جواب کا منتظر"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کے اس انتظار کو ہم ابھی ختم کر دیتے ہیں، انہیں منتظر رہنے کی ضرورت نہیں، اگر بروقت وہ کسی سُنّی عالم دین سے پُوچھ لیتے تو بھی انہیں انتظار کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی، دوسرا، اگر عقل ہوتی تو نہ یہ اعتراض کرتے اور نہ ہی انتظار کی مشقت برداشت کرتے، ہم نے ردِتفویۃ الایمان میں ذکر کردہ کتب کا مقصد واضح کر دیا ہے کہ جب تک بریلوی و دیوبندی کے تشخصات قائم نہ ہوئے تھے اس وقت تک مندرجاتِ تفویۃ

---

[1] دفاع، ج 1، ص 156۔ 157۔

الا یمان کا رد یہ ثابت کر رہا ہے کہ برصغیر کے سُنّی علماء "تقویۃ الایمان" کو پسند نہ کرتے تھے اور برصغیر میں مسلمان کے درمیان شورش کا باعث سمجھتے تھے، جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَد میں لکھی گئیں کتابوں کی حیثیت ایسی نہیں، کیوں کہ یہ کتابیں اس وقت لکھی گئیں جبکہ امتیازات قائم ہو چکے تھے۔ امتیازات کے بعد طرف داری کا شُبہ موجود ہے اور امتیازات سے پہلے یہ شبہ مفقود ہے، پس مفقود کو موجود پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

لہذا دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض ہی باطل ہے اور اس کی جہالت اور بے عقلی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور شاید موصوف کو اپنے اس استدلال پر بے حد ناز ہے اس لئے موصوف نے ساتھ یہ بھی لکھا " جواب کا منتظر" موصوف کی ایسی جہالت پر اظہار تأسف کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے، لہذا بریں عقل و دانش بباید گریست (ایسی عقل اور سمجھ پر رونا چاہئے)

بے ادب وھابی

" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں" الافاضات الیومیہ" وغیرہ کے حوالے سے وہابی کا مطلب بے ادب لکھا گیا، دیوبندی موصوف نے مولانا مدنی صاحب پر الزام سرقہ لگانے کے بعد لکھا ہے کہ:

" رضا خانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت نامکمل سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:" ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا شیخ محمد صاحب علیہ الرحمۃ کیا کرتے تھے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائیے! یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں

آ تا ہے جس کو چاہتے ہیں بد نام کر نا شروع کر دیتے ہیں خود تو بد دین ہیں دوسروں کو بد دین بتلاتے ہیں ، میں تو مولانا فیض الحسن کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی " (الاضافات الیومیہ:ج ٤ ص ٣٢ ـ ٣٣ ملفوظ نمبر ٥٥ ، طبع قدیم تالیفات اشرفیہ کراچی)

اس کے بعد موصوف نے اسی طرح کا تھانوی صاحب کا الکلام الحسن سے ملفوظ نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ :" ترجمان رضا خانیت ہاتھ کا کرتب دکھاتے ہوئے پوری عبارت نقل نہیں کرتا۔ بات بالکل واضح ہے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب علیہ الرحمۃ ، حضرت فیض الحسن صاحب جو مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ کے ہم عصر تھے کا ایک ظریفانہ قول بطور لطیفہ نقل کر رہے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام " ادب " ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ہے " ۔[1]

الجواب : اولاً:موصوف نے جو" الاضافات الیومیہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، کراچی" کا حوالہ دیا ہے ہمارے علم کے مطابق نہ تو تھانوی صاحب کی اس نام کی کوئی کتاب ہے، اور نہ ہی ادارہ تالیفات اشرفیہ نام کا کراچی میں کوئی ادارہ جس نے یہ کتاب شائع کی ہو۔ اگر تو یہ کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں تو ایسا ہونا ناممکنات میں سے نہیں مگر موصوف نے مدنی صاحب کے" افاضات الیومیہ" کے حوالہ کو" اضافات الیومیہ" ہی لکھا ہے اور خود جو حوالہ نقل کیا ہے اس کو بھی کسی" الاضافات الیومیہ، مطبع کراچی" کا ہی ذکر کیا ہے، بلکہ آگے صفحہ 160 پر بھی جس کتاب کا حوالہ نقل کیا ہے اس کا نام و مطبع بھی یہی ذکر کیا ہے، اگر کوئی ایسی کتاب ہے تو موصوف ہمارے علم کے اضافہ کے لئے اُس کی نشاندھی کر دیں۔

ثانیاً: مولانا مدنی صاحب کے مذکورہ حوالہ کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ دو چیزوں کو

---

[1] دفاع، ج 1، ص 157 ـ 158 ـ

ثابت کرنا چاہتے تھے (1) وہابی بے ادب ہیں (2) وہابی ایمان سے خالی ہیں۔
ان دونوں اجزاء کو انہوں نے دو طریق سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے جزء کے اثبات کے لئے انہوں نے مذکورہ بالا حوالہ کو پیش کیا ہے، جس میں وہابی کے معنی مخالفین کی کتاب میں بے ادب مرقوم ہے، اور دُوسرے جزء یعنی وہابی ایمان سے خالی ہیں کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے وہابیوں کی گستاخانہ عبارات کو پیش کیا ہے، الغرض مدنی صاحب نے ارادہ کیا تھا اجزاء کی صورت میں مُدعا کو ثابت کرنے کا تاکہ عوام آسانی سے سمجھ سکیں اِس لئے اُنہوں نے کتاب میں اِس روش کو اختیار کیا، بہرحال مُدعا کا پہلا جزء یعنی وہابی بے ادب ہیں خُود وہابیوں کے اکابر کی ہی تصریحات سے ثابت ہوا کہ وہابی لفظ کے معنی میں ہی بے ادبی موجود ہے۔ اور ان کی گستاخانہ عبارات سے دُوسرا جزء ثابت ہوا کہ ایمان سے خالی ہیں۔

دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ یہ ایک ظریفانہ قول ہے جسے بطور لطیفہ نقل کیا جارہا ہے، یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ تھانوی صاحب اس حکایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ کیا لُطف کی تفسیر ہے اور موقعہ بموقعہ تھانوی صاحب اس تفسیر کو (جوکہ مبنی بر لطف ہے) بیان کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کی تعریف یہ کرے کہ مسلمان کا معنی ہے بے ادب، تو کیا پُوری دُنیا میں بطورِ مزاح بھی کوئی اسے قبول کرنے والا ہوگا؟ کوئی بھی بطورِ مزاح اس کو قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کی غیرت گوارہ کرے گی کہ مسلمان کی تعریف کے بارے میں ایک بے ہودہ مذاق سے لطف حاصل کیا جائے، لیکن تھانوی صاحب کا وہابیت کے معنی میں بے ادبی کو قبول کرنا اور اُس سے لطف اندوز ہونا اِس بات کو ثابت کرر ہا ہے کہ انہوں نے وہابیت کے اندر بے ادبی کے معنی کو قبول کیا تھا۔ پھر دیوبندیوں سے میرا سوال ہے کہ کیا فیض الحسن صاحب نے بطور ظرافت جھوٹ بولا تھا؟ اگر جھوٹ بولا تھا تو تھانوی صاحب اُن کے جھوٹ کو کیوں مشتہر کرر ہے ہیں؟ اگر مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے جھوٹ نہیں بولا تو

ثابت ہوا کہ دیو بندیوں کے نزدیک ان کی بات کہ وہابی بے ادب مبنی بر حقیقت ہے۔
دیو بندیوں نے تھانوی صاحب کے لئے لکھا ہے کہ:
"ایک دیہاتی شخص نے آ کر عرض کیا کہ اجی بخار کا ایک اور تعویذ دے دو جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ ایک تو مل چکا ہے دوسرا اور چاہیے، فرمایا کہ دودھ تو دیا مگر مینگنیوں بھرا یعنی درخواست تو صاف لفظوں میں کی مگر اس میں ایک لفظ اور رملا دیا جس سے پریشانی ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ سیدھی بات نہ ہوا فراط تفریط کلام میں ضرور ہو۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اور سے کیا مراد ہے اس پر تاویلیں کرنے لگا، کلام کو کچھ بدلنے لگا، فرمایا کہ بندہ خدا چپ رہ تو مت بول میں نے تو اپنے کانوں سے سنا ہے عرض کیا کہ میں نے تو یہ ہی کہا تھا کہ بخار کا ایک اور تعویذ دے دو، فرمایا بس اس اور ہی کا تو مطلب پوچھ رہا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ عرض کیا کہ خطا ہوئی خطا کو معاف بھی تو کر دیا کرتے ہیں، فرمایا کہ معاف کرتا ہوں انتقام نہ لوں گا بد دعا نہ کروں گا، لوگوں میں تمہاری بدگوئی برائی نہ کروں گا مگر دل کو تو رنج ہو گیا اور رنج میں کام نہیں ہوا کرتا اور اگر دل کے رنج کے ساتھ کام کر بھی دیا تو اثر نہ ہو گا کیونکہ تعویذ وغیرہ کے اثر میں زیادہ تر دخل توجہ اور نشاط کو ہے، پھر فرمایا معافی کے معنی یہ ہیں کہ انتقام نہ لے یہ معنی تھوڑا ہی ہیں کہ کام بھی کر دے اب دل سے جب اس رنج کا اثر جاتا رہے گا اس وقت کہنا تب کام ہو گا۔
عرض کیا کہ اب کبھی ایسی بات نہ کہوں گا دریافت فرمایا اور کس طرح کہے گا عرض کیا کہ یوں کہوں گا کہ بخار کے لیے تعویذ دے دو۔ فرمایا اچھا اس وقت یوں کیوں نہیں کہا تھا۔ عرض کیا کہ اس وقت طبیعت نے یوں ہی کہا کہ یوں کہنا چاہیے فرمایا اب میری طبیعت یوں کہتی ہے کہ جو شخص پریشان کرے اس کا کام مت کر جب تو نے اپنی طبیعت کا چاہا کیا اب میری طبیعت کا چاہا ہو لینے دے جا، ایک گھنٹہ کے بعد آنا اور ٹھیک بات کہنا، اس وقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا مجھے اس وقت کی بات یاد نہ رہے گی اور یہ بھی کہہ دینا کہ مجھ سے فلاں

غلطی ہوگئی تھی ایک گھنٹہ کے بعد آیا ہوں وہ شخص چلا گیا"۔ [1]

قارئین کرام! آپ نے مندرجہ بالا واقعہ ملاحظہ فرمایا کہ تھانوی صاحب نے صرف ایک لفظ بڑھانے پر کتنا مؤاخذہ کیا اور مخاطب شخص کو خوب سنائیں۔ کیا وہ تھانوی صاحب جو ایک مہمل لفظ کو برداشت نہیں کر رہے وہ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا وہ قول جو ان کے نزدیک درست نہ ہو کس طرح پھیلائیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک بھی لفظ وہابیت میں بے ادبی کا معنی پایا جاتا ہے، اقرار بھی انکار بھی۔

دیوبندی موصوف ایک طرف تو اس کو لطیفہ اور ظریفانہ قول قرار دے رہے ہیں اور دوسری جانب یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام ادب ہے، اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ؟۔ اب موصوف ہی بتائیں کہ یہ بات لطیفہ یا ظریفانہ قول ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ کے نزدیک آپ کی اس مذکورہ بات میں بھی صداقت نہ ہوگی کیونکہ آپ اس کو لطیفہ اور ظریفانہ قول قرار دے رہے ہیں اور اس کا مفہوم بھی مذکورہ بالا بیان کر رہے ہیں، پس آپ کے نزدیک سہارنپوری صاحب کا قول خلاف حقیقت صرف ایک لطیفہ کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر مذکورہ مطلب بھی اسی لطیفہ کا ہے تو وہ بھی خلاف حقیقت ہی ہوگا، پس اس طرح تو جناب کے اپنی بات ہی جناب کی اپنے قلم سے غلط قرار پائے گی، اس سے بڑھ کر دیوبندی موصوف کی شکست کی اور کون سی دلیل ہوسکتی ہے۔

اعتراض: اگر کوئی آدمی کہے کہ وہابی کے معنی میں بے ادب کے ساتھ باایمان بھی تو موجود ہے پھر آپ وہابیوں کو باایمان کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

الجواب: اولاً: تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دیوبندیوں کی کتاب کا حوالہ ہے جو کہ ان کے لئے حجت ہوسکتا ہے ہمارے لئے نہیں، اس لئے ہم تو استدلال کر سکتے ہیں کہ وہابیت کے

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، (الافاضات الیومیہ)، ج 2 ص 116۔ 117، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔

معنی میں بے ادب ہونا پایا جاتا ہے لیکن وہابی اپنی کتاب سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ با ایمان ہیں۔ وہابیت کے معنی میں بے ادب کا ملحوظ ہونا دیوبندیوں کا اقرار ہے اور اقرار مقر کے لئے حجت ہوتا ہے جبکہ با ایمان ہونا دعویٰ ہے اور دعویٰ محتاج دلیل ہوتا ہے، لہٰذا بے دلیل بات کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اس بحث کو آسان کرنے کے لئے عوام کے اذہان کے مطابق ہم ایک آسان سی مثال پیش کرتے ہیں۔

اگر ایک شخص پر دو چیزیں مثلاً جوتا اور پرس چُرانے کا الزام ہو اور وہ ایک چیز کا اقرار کرے کہ پرس اس نے چرایا ہے لیکن جُوتا نہیں چُرایا تو اس کا اقرار پرس کے بارے میں حجت ہوگا لیکن جوتے کی چوری کی محض نفی کرنے سے بری نہ ہوگا، لہٰذا بے ادب ہونے کا جو انہوں نے اقرار کیا وہ ان کے لئے حجت ہے اور جو دعویٰ ہے وہ محتاجِ دلیل ہے، پھر کیا " بے ادب با ایمان ہوسکتا ہے" ؟

دیوبندیوں نے بے ادب کے لئے با ایمان ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے ہم یہاں اُس کا بھی مختصر جائزہ لیتے ہیں

دیوبندیوں نے ایک کتاب " بے ادب بے نصیب " کے نام سے مکتبۃ الحسن رامپور سے شائع کی ہے پس کتاب کا عنوان ہی بتا رہا ہے کہ بے ادب بے نصیب ہوتا ہے، لہٰذا بے ادب شخص کو با ایمان کہنا یہ کوئی ربط نہیں بنتا، اور اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ:

" برادران اسلام! کائنات کے اندر سب سے پہلا اور سب سے بڑا گناہ بے ادبی کرنے کا ہوا جو خالق اور مخلوق دونوں کے سب سے بڑے دشمن شیطان نے کیا اور پھر خالق ومخلوق دونوں کی بے ادبی کرنے کے نتیجے میں وہ دنیا کا سب سے بڑا لعنتی بھی بنا اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بھی"۔ [1]

---

[1] بے ادب بے نصیب، ص 31، مکتبۃ الحسن، رامپور۔

اس حوالے سے بھی معلوم ہوا کہ بے ادب کے ساتھ باایمان کا ربط درست نہیں، پس جو بے ادب ہے وہ سعادت ولذت ایمان سے بھی نا آشنا ہے، جبکہ دیو بندیوں کے اکابرین کو یہ تسلیم ہے کہ وہابیت میں بے ادبی کا معنی موجود ہے تو پھر وہ کسی طرح بھی باایمان قرار نہیں پا تے، ہاں ایک صورت ربط کی بن سکتی ہے کہ آل دیوبند میں جو شخص جتنا بڑا بے ادب ہوتا ہے وہ ان کے نزدیک اتنا ہی باایمان قرار پاتا ہے۔

با ادب با نصیب

"افاضات یومیہ" کے مذکورہ حوالہ میں وہابیت کے مقابلہ میں ایک لفظ بدعتی لایا گیا ہے جس سے ان کی مراد برصغیر کے غیور سُنّی مسلمان ہیں، پھر اس کی تعریف "باادب بے ایمان" سے کی گئی ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا باادب شخص بے ایمان ہوسکتا ہے؟ آیئے ہم اس سوال کی تحقیق کے لئے دیوبندی کتب کی طرف مراجعت کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے پیر ذُوالفقار نقشبندی صاحب نے "با ادب بانصیب" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو کہ مکتبۃ الفقیر فیصل آباد سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا عنوان ہی بتارہا ہے کہ باادب بانصیب ہے، اور اس کتاب میں موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:

"ایک روایت میں ہے **الدین کلہ ادب** (دین سراسر ادب ہے) یہ بات اظہر من الشمش ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی اسے سعادت ملی، اور جو ادب سے محروم ہوا اسے شقاوت ملی گویا باادب بانصیب اور بے ادب بےنصیب۔ علماءِ اُمت نے اہمیت ادب کے عنوان پر اس قدر خوبصورت باتیں کہی ہیں کہ ان میں بعض تو ضرب الامثال کا درجہ پا چکی ہیں، مثلاً الادب جنۃ للناس ادب انسانوں کے لئے ڈھال ہے۔ لا میراث فی الادب ادب جیسی کوئی میراث نہیں۔

ادب اکابرین کے نظر میں !ادب کی اہمیت کے متعلق اکابرینِ اُمت کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہر شی کی کوئی قیمت ہوتی ہے انسان کی قیمت اس کا علم و ادب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے پاس اس شخص کا ذکر آئے جسے اولین و آخرین کا علم ہو مگر وہ آداب نفس سے کورا ہو تو مجھے اس کی ملاقات میسر نہ ہونے پر کبھی افسوس نہیں ہوتا اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص آداب نفس کا حامل ہے تو اس کی ملاقات نصیب نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

حضرت مخلد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم کثرت حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسلام کے پانچ قلعے ہیں پہلا یقین، دوسرا اخلاص، تیسرا فرائض، چوتھا تکمیل سنن، پانچواں حفظ آداب جب تک آدمی آداب کی حفاظت و نگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر میں لگ جاتا ہے حتیٰ کہ پھر فرائض، اخلاص اور یقین تک نوبت جا پہنچتی ہے"۔ [1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ادب دین ہی کا نام ہے اور علمائے اُمت اور صلحائے ملّت نے علم و عمل سے بھی زیادہ ادب پر زور دیا ہے، پس جو شخص با ادب ہے وہ سعادت ایمان سے بھی بہرہ ور ہے، با ادب شخص کو بے ایمان قرار دینا اہل سنّت و جماعت سے عداوت کی بنا پر ہے ورنہ خود ان کے مسلک کے پیر و مرشد خود ادب کو سراسر دین قرار دے چکے ہیں، پس اس لحاظ سے با ادب بے ایمان ہو ہی نہیں سکتا، ہاں البتہ اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ مفہوم ہو کہ جو جتنا با ادب ہے وہ ان کے نزدیک اتنا ہی بے ایمان قرار پاتا ہے تو دیوبندیوں کے اس نظریہ کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں، فیا للعجب۔

---

[1] با ادب با نصیب، ص 19۔ 20۔

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام" ادب" ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ہے"۔ [1]

الجواب: یہ بھی دیو بندی موصوف کی دھوکہ دہی ہے ورنہ خود کتبِ دیو بند میں وہابیہ کی بے ادبیوں کے بارے میں مرقوم ہے، چنانچہ دیو بندی مسلک کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" شان نبوت اور حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے (ہیں) کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے رہبر (راہ پر) لا رہے ہیں"۔ [2]

یہ تو دیو بندیوں کے شیخ الحدیث کی گواہی ہے کہ وہابیہ شان نبوت میں نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں، اب تو دیو بندی موصوف کو مان لینا چاہئے کہ علمائے اہلِ سنّت نے وہابیوں کو بے ادب گستاخیوں کی بنا پر قرار دیا ہے، رسومات و بدعات کی مخالفت کی بنا پر نہیں، جیسا کہ دیو بندی موصوف کا دعوی ہے یہ تو ان کے گھر کی گواہی ہے جس میں عقائد وہابیہ کی تصریح موجود ہے اور مزید ان کی ایسی گستاخیاں بھی" الشہاب الثاقب" میں مرقوم ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے بھی قلم لرز جاتا ہے، لہٰذا دیو بندی موصوف نے دیو بندی عوام کو جو رد بدعات ورسومات کے نام پر لولی پاپ دینے کی کوشش کی وہ ناکام قرار پائی اور ثابت ہوا کہ وہابی گستاخیوں کی بنا پر بے ادب قرار پائے گئے ہیں نہ کہ رسومات کی مخالفت کی وجہ

---

[1] دفاع، ج 1، 158۔

[2] الشھاب الثاقب، ص 47، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیو بند، ومیر محمد کتب خانہ، کراچی، وص 226، دارالکتاب لاہور۔

سے، جیسا کہ موصوف کا خام خیال ہے۔

بریلوی با ادب ہیں علماءِ دیوبند کی گواہی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" تم لاکھ ادب کا دعویٰ کرو مگر اسی نام نہاد ادب نے تمہیں بے ایمان بنا دیا"۔ [1]

الجواب: ادب کے متعلق ہمارا دعویٰ ہی نہیں بلکہ یہ وہ مسلم حقیقت ہے جس کی گواہی خود دیوبندیوں نے بھی دی ہے، چنانچہ دیوبندیوں کی کتاب "بے ادب بے نصیب" کے اندر مرقوم ہے کہ:

" ہمارے حضرتِ اقدس مولانا وسیدنا محمد عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ غیر مقلد باعلم بے ادب اور بریلوی بے علم باادب اور اہل السنۃ والجماعۃ دیوبندی باعلم بھی باادب بھی ہیں"۔ [2]

اس حوالہ میں بہرحال یہ تو تسلیم کیا گیا ہے کہ بریلوی با ادب ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا مذکورہ اعتراض غلط ثابت ہوا اور اس نے نام نہاد ادب کا جو الزام لگایا وہ خود ان کے اکابر کے اقوال سے باطل ثابت ہوا اب موصوف کے اس عقدہ کی گرہ کشائی کریں گے کہ وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے غیر مقلدین کو بے ادب قرار دیا گیا جب کہ وہ ان چیزوں کی مخالفت میں (جن کو دیوبندی موصوف رسومات و بدعات قرار دے رہے ہیں) دیوبندیوں کے ہم مشرب و ہم پیالہ ہیں اور عبداللہ بہلوی صاحب نے بریلویوں کو اسی طرح باادب قرار دیا جس طرح اس نے اپنے دیوبندیوں کو صرف بے علم اور باعلم ہونے کا فرق کیا اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ ادب نام نہاد ہے تو وہ خود بھی اسی نام نہاد ادب کی وجہ سے اپنے اکابرین کے بقول بے ادب قرار پائیں گے اور عبد اللہ بہلوی صاحب نے اہل سنّت

---

[1] دفاع، ج 1، 158۔

[2] بے ادب بے نصیب، ص 44، تقریظ اسماعیل شجاع آبادی۔

و جماعت بریلوی سے ایمان کی نفی نہیں کی (جیسا کہ موصوف نے لکھا کہ تمہیں بے ایمان بنا دیا) بلکہ علم کی نفی کی ہے اور علم کی نفی سے ایمان کی نفی لازم نہیں آتی اور پھر جہاں تک علم کی بات ہے تو اکابرین دیو بند بھی علمائے اہل سنّت کے سامنے صف نعل میں بیٹھنے کے لائق نہیں اور خود عمائدین دیو بند کی جو علمی کسمپرسی ہے اس کے متعلق حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

حکیم سید عبدالحیٔ صاحب لکھتے ہیں کہ:

" جس وقت گاڑی پر سوار ہونے کو چلا تو ایک صاحب گاڑی پر بیٹھے تھے اُنہوں نے آواز دی کہ یہاں آکر بیٹھیے۔ مَیں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی طالب علم ہیں۔ اس رفاقت سے میری طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ وہیں جا کر بیٹھا اور راستہ نہایت لطف کے ساتھ کٹا۔ یہ مدرسہ دیو بند میں پڑھتے ہیں، اس مرتبہ صحاح ختم کر کے جاتے ہیں، نام ان کا مولوی مشیت اللہ رام پُور کے سوا میں رہتے ہیں، ان سے بھی میں نے دیو بند کی کیفیت پُوچھی (دیو بند کے مدرسین) پہلا میرا سوال یہ تھا کہ اب اساتذہ کون کون کس کس استعداد کے ہیں اور کتابیں کیسی پڑھاتے ہیں؟ ان کے جواب میں انہوں نے کہا کہ سب میرے اُستاد ہیں اور آدمی اپنے اُستاد کی تعریف کرتا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ سارے مدرسین میں ایک مولوی محمود حسن شیخ الہند صاحب تو ایسے ہیں کہ سب کتابیں اچھی طرح پڑھا سکتے ہیں، خصوصاً دینیات میں تو اُن کا ایسا پایہ عالی ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں کم لوگ ہوں گے، باقی مدرسین برائے نام ہیں، مجبوراً طلباء اُن کے سامنے کتاب کھولتے ہیں۔ پھر میں نے خاص مولوی خلیل احمد (سہارنپوری) کے نسبت سوال کیا۔ انہوں نے کہا: مَیں کیا کہوں وہ کیسے ہیں، بڑے متقی بڑے زاھد ہیں۔

مَیں نے کہا: یہ سب صحیح پڑھانے میں کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مَیں نے کہہ دیا کہ مولوی محمود حسن صاحب کے سوا وہاں اس کام کا کوئی نہیں، تاہم مولوی خلیل احمد ہوں یا حافظ احمد (ابن مولانا قاسم) دینیات پڑھا لیتے ہیں، معقولات سے بالکل واسطہ نہیں،

مولوی غلام رسول ولایتی معقولات پڑھاتے ہیں لیکن اجنبیت زبان کی وجہ سے طلبہ کو معتد بہ فائدہ نہیں ہوتا، میرے خیال میں معقولات اس مدرسہ میں پڑھنا بے کار ہے، اکثر یہی ہوتا ہے کہ دوبارہ پڑھنی پڑتی ہیں۔ میں نے کہا کہ علم ادب میں کس کو مہارت ہے؟ کہنے لگے مدرسہ سے باہر مولانا ذُوالفقار علی صاحب بڑے ماہر ادیب ہیں اور مولوی حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کو بھی بہت شوق ہے کہ اکثر خارج از مدرسہ ادب ہی پڑھایا کرتے ہیں، اور مدرسہ میں جو کچھ ہیں مولوی محمود حسن صاحب ہیں، محدث ہیں تو وہ ہیں، فقیہ ہیں تو وہ ہیں، بہرحال اب آج مدرسہ کی کائنات وہی ہیں"۔ [1]

اس حوالے میں محمود الحسن کے علاوہ تمام مدرسین دیوبند کو برائے نام اور اس کام کا کوئی نہیں قرار دیا گیا ہے، اور یہ اُس وقت کی بات ہے جس کے متعلق دیوبندیوں کا خیال ہے مدرسہ دیوبند بامِ عُروج پر پہنچا ہوا تھا اور اِس کا ہر ایک مدرس دیوبندیوں کے نزدیک آفتاب وماہتاب سے کم نہ تھا، خلیل احمد انبیٹھوی، حافظ احمد، مفتی عزیز الرحمن وہ نام ہیں جن کی تعریف کرتے ہوئے دیوبندیوں کی زُبان نہیں تھکتی اور اُن کا راگ الاپتے ہوئے کوئی اُکتاہٹ اور تنگی محسوس نہیں ہوتی ان مدرسین کی علمی قابلیت یہ تھی کہ طلبہ بھی مجبوراً ان کے سامنے کتاب کھولتے تھے، آپ باقی دیوبندیوں کی قابلیت کا خُود اندازہ لگا لیں، باقی دیوبندی تو ان کے شاگرد اِن شاگرد ہیں۔

اساتذہ کی علمی قابلیت یہ ہو تو ان سے نسبت علمی رکھنے والے دیگر شاگردوں کی کیفیت و حالت کیا ہو گی!

ایک سعید پالن پُوری کی علمی حیثیت کا تذکرہ ابُوبکر غازی پُوری کے حوالے سے پہلی جلد میں کچھ بیان ہو چکا ہے کہ ایک معمولی مسئلہ کا جواب بھی صحیح نہیں دے سکے۔

[1] دھلی اور اس کے اطراف، ص 110، اردو اکادمی دھلی، 1988ء۔

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ ہم یوں فریاد کرتے
نہ سربستہ راز کھلتے نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

حضرت عیسیٰ، وعزیر علیہما الصلاۃ والسلام اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہود ونصاریٰ اور روافض کا دعویٰ الوھیت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ :" دیکھیں عیسائی و یہودی رافضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وعزیر علیہ السلام وعلی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ادب وتعظیم ہی کی وجہ سے تو انہیں " الوہیت" کے درجے پر فائز کرتے ہیں مگر اس ادب نے ان کو ایمان سے محروم کر دیا۔ اور جو ان کے اس ادب کو نہ مانے اس کو ان مقدس ہستیوں کا بے ادب منکر اور توہین کرنے والا بتاتے ہیں مگر اسی بے ادبی میں ایمان ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض اُس وقت دُرست ہوتا جب ان مقربین بارگاہِ الٰہی کے ادب کا اقتضا یہ ہوتا کہ ان کو درجہ اُلوہیت پر فائز مانا جائے مگر ایسا نہیں کیوں کہ ان کے ادب کا اقتضا یہ نہیں، اگر فرقِ باطلہ میں سے کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ با ادب شمار نہیں ہوگا اور نہ ہی اُسے با ادب کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، مگر نہ جانے کہاں سے دیوبندی موصوف کو یہود و نصاری اور روافض میں ادب کی بُو سُونگھنے کو مل گئی اور اُن کو تمثیل کے طَور پر پیش کر دیا۔

اگر بالفرض یہود ونصاریٰ اور روافض حضرت عیسیٰ وعزیر علیہما الصلاۃ والسلام و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوجہ ادب درجہ اُلوہیت پر فائز کرتے ہیں تو یہ ان کی دانست ہے اور ان کی دانست ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتی ہے۔

اگر کوئی ان ہستیوں کو درجہ اُلوہیت پر فائز نہ مانے تو وہ بے ادب ہے یہ بھی ان کا اپنا زُعم

[1] دفاع، ج 1، ص 158۔ 159۔

ہے ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتا ہے، نہ ہم نے ان کو ان اُمور کی بنا پر با ادب شمار کیا ہے اور نہ ہی با ادب سمجھتے ہیں، لہٰذا ان کی دانست ہمارے لئے حجت نہیں۔ یہاں پر بات یہ ہو رہی ہے کہ اکابرینِ دیوبند نے اہلِ سنّت و جماعت کے با ادب ہونے کی گواہی دی ہے اور وہابیت کے معنی میں بے ادب ہونے کا اقرار کیا ہے۔ان کا اقرار ان کے لئے دلیل، ان کی گواہی ان پر حجت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا کہ:"حضرت خواجہ ابو طالب نبی کریم ﷺ کا کتنا ادب کرتے حد درجہ محبت وتعظیم کا اظہار کرتے مگر اس کے باوجود ایمان سے محروم رہے تو ضروری نہیں کہ جس کے پاس ادب ہو اس کے پاس ایمان بھی ہو"۔ [1]

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض بھی خلطِ مبحث پر مبنی ہے اِس لئے کہ بحث کلمہ گو کے بارے میں ہے۔ دیوبندی موصوف کوئی ایسی مثال پیش کریں جس میں کوئی کلمہ گو ادب کی وجہ سے بے ایمان بن گیا ہو اور کوئی بے ادب با ایمان مر گیا ہو۔

ہاں! ہم ضرور اس کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس میں ایک کلمہ پڑھنے والا بے ادبی کی وجہ سے قادیانی بن گیا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

"مفتی محمد شفیع صاحب نے مولانا داؤد غزنویؒ اور مفتی محمد حسنؒ دونوں کی وفات کے بعد ایک محفل میں فرمایا تھا اب میرا کراچی سے لاہور آنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ مجھے مولانا داؤد غزنویؒ اور مفتی محمد حسنؒ نظر نہیں آتے اور میں اُن دونوں کی علمی گفتگوؤں سے محظوظ نہیں ہوسکتا مفتی محمد حسنؒ نے ایک بار مولانا عبد الجبار غزنویؒ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا، جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلے کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبد العلی نامی

[1] دفاع، ج 1، ص 159۔

ایک مولوی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی ؒ سے پڑھا کرتے تھےایک بار مولوی عبد العلی نے کہاابُوحنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑاہُوں کیونکہ اُنہیں صرف سترہ حدیثیں یادتھیں اور مجھےاُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔
اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار غزنوی ؒ کو پہنچی،وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے۔اُنہوں نے یہ بات سُنی تو اُن کا چہرۂ مُبارک غُصّے سے سُرخ ہوگیا۔اُنہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسے سے نکال دو۔وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیاتومولانا عبدالجبارغزنوی ؒ نے فرمایا:" مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا" مفتی محمد حسن ؒ راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیااور لوگوں نے اُسے ذلیل کرکے مسجد سے نکال دیا۔اس واقعہ کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبد الجبارغزنوی ؒ سے سوال کیا:
" حضرت آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا" فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کا اطلاع ملی، اُسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی کہ "من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب" (حدیث قدسی)
(جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)
میری نظر میں امام ابو حنیفہؒ ولی اللہ تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا،تو جنگ میں ہرفریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہےاللہ کی نظر میں ایمان سے اعلی کوئی چیز نہیں، اس لیےاس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا"۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا داؤدغزنوی، حضرت مولانا محمد داؤدغزنوی اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے باہمی تعلقات، از حافظ عبدالرحمن خلف الرشید مفتی محمد حسن، ص 190 ۔ 191 ۔ 192 ،فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور۔

اس کے علاوہ دیوبندیوں کے امام سرفراز خان صفدر گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مشہور غیر مقلد عالم حافظ محمد عبدالمنان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۳۴ھ) وزیرآبادی کے حالات میں مولانا میر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

"آپ آئمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اُس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا"۔ (بلفظہ تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷) مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی جو مشہور غیر مقلد عالم اور جامع مسجد چینیاں والی لاہور کے خطیب تھے، وہ بعض دیگر ائمہ دین اور اولیاء اللہ کی توہین کے علاوہ خصوصاً یہ کہا کرتے تھے کہ امام ابُوحنیفہؒ ان تمام فتنوں کا دروازہ ہے جس کی اندھی تقلید نے عوام کو گمراہ کر دیا ہے مگر اس پر ایسی رجعت پڑی کہ وہ سرے سے علم حدیث ہی کا منکر ہو گیا اور اُمّت مسلمہ کے لیے ایک جدید مگر مہلک اور تباہ کن مذہب ایجاد کر گیا۔ غالباً ایسے موقع کے لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ "ولی کے منہ سے جو نکلی تھی بات ہو کے رہی"۔ [۱]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ بے ادبوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا، بے ادبی کے نتیجہ میں وہ متاعِ دین و اِیمان گنوا بیٹھتے ہیں۔ پس وہابیت کے معنی میں بے ادب کے ساتھ با ایمان کی پیوند بے سُود ہے کیونکہ عندالوہابیہ اگر وہ با ایمان ہو بھی تو بھی اِن کی تصریحات کے مطابق اُس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوگا اور بے دین ہو کر مرے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے ایک رسالہ لکھا" باادب کتے بے ادب انسان" غور فرمائیں کتے جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب"۔ [۲]

---

[۱] مقام ابی حنیفہؒ ص 148، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

[۲] دفاع، ج 1، ص 159۔

الجواب: حضرت مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے اس لئے کہ بے ادبی کی وجہ سے ایک آدمی درجہ آدمیت سے بھی گر جاتا ہے اور ایک کُتا بھی ادب کی وجہ سے بے ادب انسانوں سے بہتر ہو جاتا ہے، دیوبندی موصوف بوجہ جہالت اتنا بھی سمجھ نہ پائے اور بطور اعتراض لکھا کہ کتے جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب، یہاں پر مطلق اِنسان کے بے ادب ہونے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بے ادب انسانوں کی بات ہو رہی ہے یعنی کہ مخصوص انسانوں کا تذکرہ ہے جو بے ادب ہیں، دیوبندی موصوف نے اسے علی الاطلاق انسان پر محمول کر لیا ہے اور اسی بنیاد پر آگے ایسا گُستاخی والا اعتراض کیا ہے کہ اس کو نقل کرتے ہوئے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہمیں بڑا دُکھ ہوتا ہے کہ دیوبندی موصوف کی سوچ ایسی گھٹیا ہوگئی ہے کہ اسے ایسے گستاخانہ اعتراضات ذہن نشین ہو رہے ہیں جن کی جانب ایک عام دعویٰ اُمتی رکھنے والے کا وہم وگمان بھی نہیں جا سکتا۔ الغرض قرآنِ مجید میں بھی بے ایمان لوگوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے، اِرشادِ ربانی ہے کہ:

"أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ..الآية". [1]

پس اگر حضرت اویسی صاحب علیہ الرحمہ نے باادب کتوں کو بے ادب انسانوں پر فضیلت کی بات کی ہے تو کون سا غلط کیا ہے؟

اسماعیل دھلوی کا مزید شورش و فتنہ برپا کرنا اور دیوبندی موصوف کی بے جا وکالت

دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ: "یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت نے الاضافات الیومیہ اور ارواح ثلاثہ سے ۳ عدد واقعات نقل کیے جن میں صرف اتنا ہے کہ حضرت شاہ محمد

---

[1] [الأَعْرَافِ: 179]

اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ نے آمین بالجہر ورفع الیدین شروع کر دیا تھا حضرت شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اس سے ان کو منع کیا۔ کاشف اقبال صاحب کی الٹی عقل پر رضا خانیوں کو ماتم کرنا چاہیے کہ اس میں فتنہ اور شورش برپا کرنے والی کونسی بات ہے؟ ترجمان رضا خانیت نے جو پہلا واقعہ نقل کیا وہ اس طرح ہے

"مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید علیہ الرحمۃ کو انہوں نے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لیے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا"۔

(الاضافات الیومیہ: ج۲ ص۳۰۳، ۳۰۴ ملفوظ نمبر ۴۹۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ کراچی)

خط کشیدہ عبارت کا بار بار مطالعہ فرمائیں اگر حضرت مولانا شاہ شہید علیہ الرحمۃ کا اس عمل سے مقصود فتنہ وفساد ہوتا تو اشکال کا جواب ملنے کے بعد بھی بجائے خاموشی کے جواب دیتے یہی تو وقت تھا شور شرابا کرنے کا مگر شاہ شہید چونکہ نواب احمد رضا خان صاحب کی طرح فتنہ پرور منہ پھٹ اور متکبر نہ تھے ان کا یہ عمل ایک علمی اشکال اور محض للّٰہیت کے لیے تھا جب اس کا جواب مل گیا اور اشکال دور ہو گیا تو خاموشی اختیار کر لی"۔ [1]

الجواب: اس واقعہ کے متعلق تین حوالے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں موجود ہیں۔ حوالوں کی نوعیت کچھ اِس طرح ہے کہ کہیں پر اجمال ہے تو کہیں پر تفصیل۔ دیوبندی موصوف نے اُن تین حوالوں میں سے اُس حوالے کو جواب کے لئے چُنا جو اِختصار کے ساتھ مروی ہے اور باقی دو تفصیلی حوالوں کے متعلق سکوت اختیار کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے

[1] دفاع، ج 1، ص 159 ۔ 160 ۔

کہ دیوبندی موصوف کے پاس بقیہ دوحوالوں کا کوئی جواب نہیں، بہرحال دیوبندی موصوف کے جواب کا تجزیہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں

اسماعیل دہلوی صاحب نے ہندوستان میں شورش پیدا کرنے کے لئے تین طرح کے اقدامات اُٹھائے (1) تقریری (2) تحریری (3) عملی۔

تقریری اور تحریری طور پر اسماعیل دہلوی صاحب نے "تفویۃ الایمان" کے مسائل کو بیان کرنا اور لوگوں میں پھیلانا شروع کیا اور عملی طور پر نماز میں رفع یدین اور آمین بالجہر کہنا شروع کیا۔ چونکہ اُس زمانہ میں ہندوستان کی سرزمین میں غیر مقلدیت کے آثار خال خال تھے، عام لوگوں کو صرف اتنا معلوم تھا کہ شیعہ نمازمیں اس طرح ہاتھ اُٹھاتے ہیں، اسماعیل دہلوی کے رفع یدین کرنے سے شیعوں کو تقویت مل رہی تھی اور عوامِ اہلِ سنت میں تشویش واضطراب کی لہر دوڑ رہی تھی کیونکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا پُوری دہلی میں طوطی بولتا تھا، ایسی صورت میں اس خاندان سے تعلق رکھنے والے فرد سے رفع یدین کا وقوع عجیب سا معلوم ہوا، اس بنیاد پر لوگوں نے شکایتیں بھی کیں، چنانچہ "ارواحِ ثلاثہ" میں مَرقُوم ہے کہ

نمبر (1) "جب مولوی اسماعیل صاحب نے رفع الیدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب ومولوی احمد علی صاحب نے جوشاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے اوران کے کاتب تھے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسماعیل صاحب نے رفع الیدین شروع کیا ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجئے۔۔۔۔اور جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ رفع الیدین نہ کیا کریں کیا فائدہ خواہ مخواہ عوام میں شورش پیدا ہوگی۔شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ دوں گا مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔۔اور شاہ عبد القادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب کو کہلایا کہ تم

رفع الیدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔

جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے" من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید" کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا، عوام میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔ بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور" ما نحن فیه " میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع الیدین سنت ہے یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔

جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب بھی مولوی اسماعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا"۔ [1]

نمبر (2)" ایک مرتبہ دہلی میں آمین بالجہر پر کسی مسجد میں کسی مسافر شخص پر سختی کی گئی۔ حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیکھ کر آمین بالجہر کہنا شروع کر دیا کہ مجھ کو کوئی رو کے میرے ساتھ سختی کرے

(پھر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر صاحبان سے شکایت کا تذکرہ ہے، آگے لکھا ہے کہ)

شاہ عبدالقادرؒ نے حضرت مولانا شہیدؒ سے کہا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے، عوام میں شورش ہوتی ہے (اسماعیل دہلوی نے مُردہ سنّت کو زندہ کرنے والا جواب دیا) حضرت شاہ صاحب (عبدالقادر) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو جواب

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 73، صفحہ 77۔78، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

دیا ہے میں (تھانوی) اس جواب پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد معتقد ہو گیا۔ عجیب ہی جواب ہے یہ فرمایا کہ اسماعیل ہم تو سمجھے تھے کہ تم مولوی ہو گئے مگر معلوم ہوا کہ سمجھ کچھ نہیں آئی"۔ [1]

نمبر (3) " فرمایا کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلویؒ نے بعض حنفیوں کے غلو کو دیکھ کر خود جہر آمین اور رفع یدین شروع کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ان سے فرمایا کہ جہر آمین اور رفع یدین بلاشبہ سنت سے ثابت ہیں اور بہت سے آئمہ مجتہدین کا اس پر عمل ہے اگر اس پر کوئی عمل کرے فی نفسہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن جہاں سب لوگ حنفی ہیں وہاں اس عمل سے لوگوں کو خواہ مخواہ تشویش ہوتی ہے جس سے بچنا بہتر ہے۔۔۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ میاں اسماعیل ہم تو سمجھتے تھے کہ تم بڑے فاضل عالم ہو گئے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ سنت کا مردہ ہونا وہاں صادق آتا ہے جہاں سنّت کے خلاف کسی بدعت نے جگہ لے لی ہو"۔ [2]

ان حوالوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتیں ہیں

(1) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بھانپ لیا تھا کہ اسماعیل دہلوی کے اس عمل سے شورش پیدا ہو گی۔

(2) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی یہ جانچ لیا کہ اسماعیل دہلوی کی وجہ سے فتنہ ہو گا

(3) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب کے شاگرد مولوی محمد علی اور مولوی احمد علی صاحبان نے بھی یہ شکایت کی کہ شورش ہو گی۔

(4) حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ اندازہ تھا کہ اسماعیل دہلوی ان کی بات کو

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، (الافاضات الیومیہ) ج 9 ص 23، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] مجالس حکیم الامت، تحریر و ترتیب مفتی محمد شفیع صاحب، ص 67۔68، دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

مانے گا نہیں (کیونکہ وہ اسماعیل دہلوی صاحب کی ضدی طبیعت سے آگاہ تھے)

(5) بالآخر حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ دیا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔ جس آدمی کے متعلق اکابرین خانوادۂ ولی اللّٰہی کا یہ فیصلہ ہو کہ وہ ایک حدیث کے معنی سمجھنے سے بھی قاصر ہے دیوبندیوں نے اسے اپنے مذہب کا محدث و عالم بنا رکھا ہے اور اُس کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔

بہرحال ہمارا مُدعا یہ تھا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی وجہ سے شورش وفتنہ پیدا ہوا وہ خُود دیوبندی کتب سے بھی ثابت ہے۔

باقی دیوبندی موصوف کا یہ لکھنا کہ اسماعیل دہلوی صاحب" کا اس عمل سے مقصود فتنہ وفساد ہوتا تو اشکال کا جواب ملنے کے بعد بھی بجائے خاموشی کے جواب دیتے" ،دُرست نہیں اِس لئے کہ جب اسماعیل دہلوی کا (بقول دیوبندی موصوف) علمی اشکال حل ہو گیا اور وہ لا جواب ہو گیا تھا تو پھر کیا اُس نے رفع الیدین کو چھوڑ دیا تھا؟ وہ عملی طور پر تو رفع الیدین پر عمل کرتا رہا، اس عمل کی وجہ سے شورش پیدا ہو رہی تھی۔

اسماعیل دہلوی کی بقولِ دیوبندی صاحب سلامت طبع تو اُس وقت مانی جاتی جب وہ لا جواب ہو کر سر تسلیم خم کر لیتا اور رفع الیدین کو ترک کر دیتا لیکن (اُس کے بقول اُس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہو رہا تھا) شاہ عبدالقادر صاحب نے اِس روایت کا محل بھی اُس کو بتا دیا کہ یہ حکم اُس وقت ہے جب سنّت کے مقابل خلافِ سنّت ہو، جب اسماعیل دہلوی صاحب پر اس روایت کا محل واضح ہو گیا تو اُس نے عملی طور پر اُس وقت رفع الیدین کو ترک کیوں نہیں کیا؟

بہرحال اس نے لاجواب ہونے کے بعد بھی اپنی روش کو جاری رکھا، جیسا کہ" الافاضات الیومیہ" میں تھانوی صاحب کا قول ہے کہ:" گو عمل کا تبدیل کرنا تو نہیں سنا مگر جواب کچھ

نہیں دیا"۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے رُفقاءِ جہاد کے بارے میں جب بعض لوگوں نے یہ افتراء کیا کہ:

"ایں جماعت مسافرین ہیچ مذہب ندارند و ہیچ مسلک مقید نیستند"

ترجمہ: یہ مسافر کوئی فقہی مسلک نہیں رکھتے اور کسی طریقہ کے پابند نہیں۔

تو جواباً مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کے سیّد احمد شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ۱۲٤٥ھ میں ایک خط علماء پشاور کے نام لکھا، آپ کی تصریح تمام زُمرہ مجاہدین کو بھی شامل ہے کیونکہ اعتراض سب کے بارے میں تھا اِس سے حضرت مولانا شہید کے مسلک کی پُوری وضاحت ہوجاتی ہے: (خط کا ترجمہ) " یہ فقیر اور اُس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں، عام وخواص لاکھوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مسلک باپ دادا سے حنفی چلا آرہا ہے، اور عملاً بھی اس عاجز کے تمام افعال واقوال حنفی قوانین اور ان کے طریقے کے مطابق ہیں"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف اِس خط کو سیّد احمد کی جانب منسوب کرتے ہیں جبکہ دیوبندی موصوف کے رہبر و پیشوا خالد محمود صاحب نے اسماعیل دہلوی صاحب کو حنفی ثابت کرنے کی غرض سے اس خط کو اسماعیل دہلوی صاحب کی جانب منسوب کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" مولانا اسماعیل شہیدؒ آخر دم تک اپنے آپ کو اس خاندان کا رکن رکین اور ایک ذمّہ دار فرد سمجھتے تھے۔ آپ نے ۱۹ ربیع الثانی ۱۲٤٥ھ کو یہ خط علماءِ پشاور کے نام اپنے شیخ

---

[1] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ) ج 9 ص 23، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] دفاع، ج 1، ص 160 ۔ 161 ۔

کے حکم سے لکھا"۔ [۱]

(2) سیّد احمد بریلوی کے رُفقاء میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو کہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے تھے۔ [۲]

لہٰذا دیوبندی موصوف کا یہ ثابت کرنا کہ سیّد احمد رائے بریلی کے تمام رُفقاء کا مذہب حنفی تھا سفید جھوٹ ہے۔ دیوبندی موصوف نے سیّد احمد رائے بریلی کی تحریک کے متعلق اپنی کتب کو بھی پڑھا ہی نہیں ورنہ انہیں معلوم ہوجاتا کہ اُن کے قافلہ میں شامل افراد حنفیت سے بیزار تھے۔

موصوف نے چونکہ رسالے دیکھے ہیں اس لئے موصوف یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس طرح غلط بیانی کرکے عوام کی آنکھ میں دُھول جھونکنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

(3) علمائے پشاور نے سیّد احمد رائے بریلی کے اِس بیان کو قبول نہیں کیا، اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"از محمد اسماعیل بعد از سلام محبت التیام واضح آنکه کاغذیکه مشتملبر سوال و جواب مردمان پیشاور بود بسمع اقدس اسانیدم آنجناب در جواب آن بس تحقیقاتی لطیف و تدقیقاتی بغائیت نظیف ارشاد فرمودند اما ایں فقیر را از ملاحظه کاغذ مذکور چنان واضه گردید که مردمان مذکور یا اصلاً از زمرئه علماء آنیستند که قابلیت خطاب دارند یا مکابرین اند که مقصود ایشان تحقیق نیست بلکه محض فتنه انگیزی است

---

[۱] شاہ اسماعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ، ص 29، مکتبہ دارالمعارف، اردو بازار، لاہور۔

[۲] المیہ تاریخ، ص 117، تاریخ پبلی کیشنز، بک سٹریٹ ۳۹، مزنگ روڈ لاہور۔

بناءً علیہ نوشتن تحقیقات مذکورہ بظاہر ضائع میخود"۔[1]

"محمد اسماعیل کی جانب سے سلام محبت التیام کے بعد واضح ہو جانا چاہئے کہ وہ کاغذ جو علمائے پیشاور کے سوال و جواب پر مشتمل تھا سید احمد کے کانوں تک پہنچا دیا اور آنجناب نے اس کے جواب میں بے انتہاء لطیف و پاکیزہ تحقیقات و تدقیقات ارشاد فرمائیں بہرحال میں فقیر کو وہ سوال و جواب والا کاغذ ملاحظہ کرنے کے بعد وہم ہوا کہ مذکورہ لوگ یا اصلاً زمرۂ علماء میں سے نہیں جو قابلیت خطاب رکھیں یا مکابرہ کرنے والے ہیں جن کا مقصود تحقیق نہیں بلکہ محض فتنہ انگیزی کرنا ہے، بناءً علیہ مذکورہ تحقیقات بظاہر ضائع ہوتی دکھائی جارہی ہیں"۔

یہ وہ علمائے پشاور تھے جنہوں نے سید احمد رائے بریلی، اسماعیل دہلوی اور اُن کے متبعین کے مذہب و مسلک کو شک کی نظر سے دیکھا اور سیّد احمد مع اسماعیل دہلوی نے کمال چالا کی اور ہوشیاری سے ان علماء کو شیشے میں اُتارنے کی کوشش کی اور حنفیت کا ظاہری ڈھونگ بھی رچایا مگر انہوں نے سیّد احمد اور اسماعیل دہلوی کے ان بیانات کو مسترد کر دیا۔

اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنے اس خط میں اسی غصے کا اظہار کیا کہ مذکورہ علماء زمرۂ علماء میں شمار نہیں ہوتے یا مکابرہ کرنے والے ہیں اور ان کا مقصود فتنہ انگیزی ہے، حالانکہ علمائے پشاور میں حافظ دراز پشاوری جیسے علماء بھی تھے (اور سیّد احمد نے ان علماء کو اپنے خط میں نام لے کر مخاطب کیا) خُود وہابیوں نے بھی ان علماء کے علمی دبدبہ کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان علماء کا علمی شہرہ حدودِ پشاور سے نکل کر ثمرقند و بخارا تک پہنچ چکا تھا، شاہانِ وقت شرعی مسائل کے حل کے لئے مذکُورہ علماء کی جانب رُجوع کیا کرتے تھے، اس کی تفصیل اور علماء کا تعارف آنیوالے صفحات میں ملاحظہ کریں (ان شاء اللہ العزیز)

[1] مکاتیب سید احمد شہید، ص 124، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور

الغرض ان علماء کا سیّد احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کے مذہب و مسلک کو شک کی نظر سے دیکھنا اور اس سلسلے میں سیّد احمد صاحب و اسماعیل دہلوی صاحب کی توجیہات کو ردّی کی ٹوکری میں پھینکنا بتا رہا ہے کہ سیّد احمد صاحب مع متبعین وہابی تھے، ان کے افکار و نظریات اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف تھے اور جہاں بھی علمائے اہلِ سنّت کو سیّد احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کے اصل عقائد سے آگاہی حاصل ہوئی تو انہوں نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ الغرض دیوبندی موصوف نے سیّد احمد رائے بریلی صاحب کے اس خط کے ذریعے اپنے دامن پہ لگے داغِ وہابیت کو دھونے کی کوشش کی مگر دیوبندی موصوف اس میں ناکام ثابت ہوئے۔

خود دیوبندی موصوف کے گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"مولانا اسماعیل صاحب شہید اور سیّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلہ میں کسی کے قول پر عمل نہ کرتے اور جہاں حدیث صحیح غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں"۔ [1]

گنگوہی صاحب کے اس حوالے سے بھی سیّد احمد صاحب و اسماعیل دہلوی صاحب کی تقلید بیزاری ثابت ہو رہی ہے اور سابقہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے چچا حضرت عبد القادر شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کے متعلق یہ انکشاف فرمایا کہ اس میں ایک حدیث سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں اور جہاں تک بات ہے سیّد احمد رائے بریلی صاحب کی تو حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو شرفاء کے دستور کے مطابق آپ مکتب میں بٹھائے گئے، لیکن لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ آپ کی طبیعت خاندان کے اور لڑکوں اور

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج 2 ص 274، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

اپنے ہم عمروں کے برخلاف علم کی طرف راغب نہیں اور آپ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔تین سال مکتب میں گزر گئے اور باوجود استاد کی توجہ وشفقت اور بزرگوں کی تاکید وفہمائش کے صرف قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوسکیں" ۔ [1]

اس حوالے کے مطابق سیّد احمد رائے بریلی صاحب چند سورتوں کے علاوہ کچھ پڑھے ہوئے بھی نہیں تھے اور یہ تو ابوالحسن ندوی ہے جو سیّد احمد رائے بریلی کی تعلیم کو چند سورتوں تک لے گیا ہے ورنہ سیّد احمد کے کچھ معتقدین کے مطابق سیّد احمد نے کریما بخشا برحال یاد کرنے میں بھی کئی دن لگائے تھے۔

پس وہ لوگ جن کی علمی قابلیت بھی کوئی خاص نہ ہو بلکہ کریما سے بھی زیادہ نہ ہو وہ لوگ فقہاءِ احناف پر عدم اعتماد کرتے ہوئے خُود حدیث منسوخ وغیر منسوخ کی تحقیق میں لگ جائیں یہ حنفیت بیزاری نہیں تو اور کیا ہے ۔

غیر مقلدینِ زمانہ کی حالت بھی تو یہی ہے وہ بھی تو اپنے لئے تحقیق کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اہلیت ایک حدیث سمجھنے کی بھی نہیں ہوتی ،لہٰذا دیوبندی موصوف کا اسماعیل دہلوی صاحب اورسیّد احمد رائے بریلوی صاحب کو حنفی قرار دینا بھی دیوبندی مسلّمات کی روشنی میں درست نہیں ۔یہ لوگ وہابی تھے اور تقلید وحنفیت سے بیزار تھے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے ملفوظات جس کے مرتب شاہ محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ ہیں اس میں ہے :اعمال میں ان چاروں مذاہب کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں بہت عمدہ ہے" ۔صراط مستقیم :ص ۹۷)" ۔ [2]

الجواب: اس عبارت میں بھی تعینِ مذہب کی بات نہیں کر رہے بڑی چالاکی کے ساتھ

---

[1] سیرت سیّد احمد شہید ،ج 1 ص 110 مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

[2] دفاع ،ج 1 ،ص 161 ۔

عبارت کو لکھا گیا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی اِتباع کی دعوت دی جارہی ہے، مگر ایسا نہیں، " صراط مستقیم" کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کبھی کسی مذہب پر تو کبھی کسی مذہب مذہب پر فتویٰ دیدے، مذہب کو متعین نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب بقول جعفر تھانیسری تقلیدِ شخصی پر کابل، قندھار، سمرقند اور ماوراءالنہر کے علماء سے مناظرہ بھی کرتے رہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" صدہا مولوی اور عالم کابل اور قندھار اور سمرقند اور ماوراءالنہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں آپ سے بحث کرنے کو آئے تھے چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی آخر کو وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن وحدیث کا حافظ اور محقق اور اُس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے"۔ [1]

اسماعیل دہلوی صاحب کے مناظروں اور ترکِ تقلید کو دیکھ کر حالات وواقعات کو مدّنظر رکھتے ہوئے سیّد احمد رائے بریلی صاحب کو بھی یہ کہنا پڑ گیا تھا جس کو تھانیسری صاحب نے یُوں بیان کیا ہے کہ: " سیّد صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے"۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب تقلیدِ شخصی کے قائل نہیں تھے لہٰذا " صراطِ مستقیم " کی عبارت کا یہی مقصد ہوسکتا ہے کہ چاروں مذاہب میں کسی بھی مذہب پر فتویٰ دیدے کسی معین مذہب کی اِتباع نہ کرے۔ اسماعیل دہلوی صاحب کے حالات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفیت سے بیزار اور تقلیدِ شخصی کے قائل نہیں تھے بلکہ ترکِ تقلید کے داعی وحامی تھے۔ اگر " صراطِ مستقیم" کی عبارت کا مقصد یہ ہوتا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے

---

[1] تاریخ عجیبہ، سوانح احمدی، ص 194، در مطبع فاروقی دہلی۔ باہتمام محمد معظم طبع شد۔

[2] تاریخ عجیبہ، سوانح احمدی، ص 194، در مطبع فاروقی دہلی۔ باہتمام محمد معظم طبع شد۔

نزدیک چاروں مذاہب حق ہیں اور اُن میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع کر لینی چاہئے تو وہ ترکِ تقلید پر مناظرہ کیوں کرتے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ تقلید کے قائل نہ تھے اور غیر مقلدین کی طرح وہابی تھے اور خود اسماعیل دہلوی صاحب کی "تفویۃ الایمان" سے بھی عدمِ تقلید مترشح ہوتی ہے، چنانچہ اسماعیل دہلوی صاحب کے شاگرد عبداللہ خان علوی صاحب نے "تفویۃ الایمان" کی شرح "المنہج السدید فی رد التقلید" کے نام سے لکھی ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"المنہج السدید فی رد التقلید" یہ امام صاحبؒ کے تلمیذ مولانا عبد اللہ خان علویؒ کی "تقویۃ الایمان" کے متن کی شرح ہے، جیسا کہ اس کے متن میں مذکور ہے، اس کا ایک مخطوطہ امیر الملک حضرت نواب صدیق خان صاحبؒ کے خزانۃ الکتب میں تھا"۔[1]

یہ عبداللہ خان علوی وہ شخص ہے جس کے متعلق "ارواحِ ثلاثہ" میں لکھا ہوا ہے کہ جب اسماعیل دہلوی صاحب نے "تفویۃ الایمان" لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا اور یہ عبداللہ خان علوی انہی خاص لوگوں میں سے ایک تھا، مفصل حوالہ گذر چکا ہے، گویا کہ عبداللہ خان علوی کا شمار "ارواحِ ثلاثہ" کے بقول اسماعیل دہلوی صاحب کے خاص لوگوں میں ہوتا تھا۔ اسماعیل دہلوی صاحب کے اس خاص آدمی نے اپنے اُستاد و محسن اسماعیل دہلوی صاحب کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے "تفویۃ الایمان" کی شرح ردِ تقلید سے کی ہے۔

اب دیوبندی موصوف ہی فیصلہ کریں کہ اسماعیل دہلوی صاحب ان حقائق کی روشنی میں تقلید کے قائل تھے یا منکر؟۔

[1] تذکرہ شہید، از خالد سیف، ص 253، مکتبہ غزنویہ، لاہور۔

اعتراض: دیو بندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" مزید تفصیل کے لئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب" شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ" کے صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۲ مطبوعہ دار المعارف لاہور کا مطالعہ کریں" ۔[1]

الجواب: اُس وقت ہمیں بہت زیادہ خُوشی ہوتی ہے جب دیو بندی موصوف اپنے کسی دیو بندی مولوی کی کتاب کی جانب مراجعت کا لکھتے ہیں ،اس طرح ہمیں دیو بندی موصوف کے ساتھ ساتھ اُس دیو بندی مولوی کی" چھترول" کا بھی موقعہ مل جاتا ہے جس کی جانب مراجعت کرنے کا دیو بندی موصوف نے لکھا ہوتا ہے ،اس طرح ایک تیر سے دو شکار ہو جاتے ہیں۔

اب اگر خالد محمود مانچسٹروی کی ہمارے دلائل کے ہاتھوں" چھترول" مقدر ہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں اور نہ ہی خالد محمود مانچسٹروی صاحب راقم الحروف پر ناراض ہوں کیونکہ یہ موقعہ ان کے ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے بیوقوف نے فراہم کیا ہے۔ الغرض دیو بندی موصوف کی گذارش کے مطابق خالد محمود مانچسٹروی کی مذکورہ کتاب کی جانب مراجعت کرتے ہیں اور ان دلائل کا جائزہ لیتے ہیں جو مانچسٹروی صاحب نے ذکر کئے ہیں ۔

نمبر (1) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 116 پر اُسی خط کا ذکر کیا ہے جو علمائے پشاور کے نام تھا۔ دیو بندی موصوف نے بھی اپنی دفاع کے صفحہ 160 پر اسی خط والی دلیل کو ذکر کیا ہے جس کا جواب ہم سابقہ صفحات میں لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ سیّد احمد رائے بریلی صاحب کے قافلہ میں ہونے کے باوجود اسماعیل دہلوی صاحب کے ترکِ تقلید پر مناظرے جاری تھے، لہٰذا مانچسٹروی صاحب کی یہ دلیل موصوف کی جہالت کی طرح ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

[1] دفاع، ج 1 ص 161، مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

نمبر (2) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 117 پر اسماعیل دہلوی صاحب کے مقلد حنفی ہونے کے متعلق دُوسری دلیل مولوی عبدالحیٔ بُڈھانوی کی تحریر سے دی ہے، جس میں بڈھانوی صاحب اپنے لئے حنفی مقلد ہونے کا اقرار کررہے ہیں، جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ: "اجتہادی امور میں حنفی مذہب کا مقلد ہوں"۔

قارئین کرام! بحث ہے اسماعیل دہلوی صاحب کے مقلد وغیر مقلد ہونے کی اور دلیل دی جا رہی ہے عبدالحیٔ بُڈھانوی کے مقلد ہونے کی، پھر لطف کی بات یہ کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے عبدالحیٔ بڈھانوی صاحب کے ان جوابات پر دستخط بھی نہیں کئے، جیسا کہ دیوبندی موصوف نے اپنی اسی کتاب "دفاع" میں لکھا ہے کہ:

" جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے ان سے کہا کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیے، آپ کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں، تو یہ کہہ کر وہ چلے گئے میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں"۔ [1]

یعنی اسماعیل دہلوی صاحب نے مناظرۂ دہلی میں راہ فرار اختیار کی اور دیوبندیوں کی روئیداد کے مطابق عبدالحیٔ بڈھانوی کی تحریر پر دستخط بھی نہیں کئے بلکہ بغیر دستخط کئے ہی مناظرہ سے بھاگ گئے۔ یعنی مانچسٹروی صاحب عبدالحیٔ بڈھانوی کا اپنے متعلق حنفی مذہب ہونے کا دعویٰ کرنے کو اسماعیل دہلوی صاحب کا مذہب سمجھ رہے ہیں، جس سے یہ واضح ہورہا ہے کہ دیوبندیوں کے پاس اسماعیل دہلوی صاحب کے مقلد حنفی ہونے کی ان کی اپنی ایک بھی تحریر موجود نہیں ہے، بلکہ اگر دیکھا جائے تو اسماعیل دہلوی صاحب کی تحریر وتقریر سے تقلید بیزاری عیاں ہے، پھر اُس کے مناظرے نے اس بات پر مُہر ثبت کردی کہ وہ تقلید سے بیزار تھا۔

[1] دفاع، ج 1، ص 106، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

الغرض مانچسٹروی صاحب کی یہ دُوسری دلیل تھی جس کا حشر آپ کے سامنے ہے، اور اس دلیل سے مانچسٹروی صاحب کی جہالت وحماقت بھی عیاں ہوگئی کہ سوال اسماعیل دہلوی صاحب کے حنفی ہونے کے متعلق ہے اور جواب عبدالحیؒ بڈھانوی کے مقلد ہونے سے دیا جارہا ہے۔ مانچسٹروی صاحب کی یہ جہالت اور حماقت" سوال گندم جواب چنا " کے مصداق ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ایسے جاہل واحمق اور بیوقوف و نالائق لوگوں کو دیوبندیوں نے اپنے مذہب کا مقتدا ور رہنما بنایا ہوا ہے۔

نمبر (3) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 118 پر تیسری دلیل" صراطِ مستقیم " سے چاروں مذاہب کی اعمال میں متابعت کے حوالے سے پیش کی ہے یہ وہی دلیل ہے۔ جس کو سرقہ کرتے ہوئے موصوف نے اپنی کتاب کا حجم بڑھایا تھا اور اس کا جواب ہم سابق اوراق میں ذکر کر چکے ہیں، وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر (4) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 118 پر چوتھی دلیل" تذکیر الاخوان، ص 184" سے ذکر کی ہے، ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

" مولانا اسماعیل شہیدؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

" جو مسئلہ کہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت نہ ہو یعنی صحابہؓ کے وقت میں ایسا واقع نہ ہُوا جو اُس پر حکم ٹھہرا کر وہ اجماع کرتے تو ایسی بات پر مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے پھر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد اُمّت کے اکثر عالموں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظمؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو"۔ [1]

الجواب: مانچسٹروی صاحب کی اس دلیل کو خُود انہی کے چیلے دیوبندی موصوف نے رد کر کے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے، چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

[1] شاہ اسماعیل محدث دہلوی شہید بالاکوٹ، ص 118، مکتبہ دارالمعارف، لاہور، بحوالہ" تذکیر الاخوان" ص 184۔

" کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکیر الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقویۃ الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے یہ کتاب مولانا محمد سلطان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی ہے"۔ [1]

یعنی گروجی اس کتاب کو اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف شمار کر رہے ہیں اور اس سے دلیل پیش کر رہے ہیں اور چیلا جی اس بات کے منکر ہیں کہ یہ اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف ہیں بلکہ وہ اس کتاب کو محمد سلطان شاہ کی تصنیف قرار دے رہے ہیں۔ چیلا صاحب بڑا عجیب کرتب دکھا رہا ہے کہ" اوروں کو نصیحت اپنے تئیں فضیحت" خُود کو گروجی کی تحقیق پر اعتماد نہیں ہے اور دوسروں کو اپنے گروجی کی تحقیق کی طرف مراجعت کی دعوت دے رہا ہے۔

پس گرو کی تحقیق اتنی ہی عمدہ تھی تو چیلا جی خُود عمل پیرا کیوں نہیں ہوئے؟

اگر گروجی کی تحقیق دُرست نہیں تو دُوسروں کو مراجعت کی دعوت دینا مبنی بر فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

یہاں راقم الحروف کو ایک کہاوت یاد آرہی ہے جو موصوف کی عکاسی کرتی ہے کہ

" نصیبوں کے ہَلیا پکائی کھیر ہو گیا دلیا"

(قسمت کی بدنصیبی، کیا کچھ اور ہو گیا کچھ)

بہرحال یہ تو گرو چیلے کے اعتماد کی بات تھی مگر ہم چونکہ یہاں مانچسٹروی صاحب کے دلائل کا جائزہ لے رہے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ کہہ دیں مَیں ان کا گروہوں چیلے کی بات میرے لئے حجت نہیں ہوسکتی، لہٰذا مَیں اپنے چیلا جی کی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتا اور میں اس بات پر مصر ہوں کہ یہ اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف ہے، لہٰذا اس حوالے سے وہ مقلد

---

[1] دفاع، ج 1، ص 197 ، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ثابت ہوتے ہیں تو اُن کی اس غلط فہمی کو ختم کرنے کے لئے گذارش ہے کہ جس کتاب کو وہ بطورِ دلیل پیش کر رہے ہیں اُسی کتاب میں ایک باب تقلید کے رد میں موجود ہے۔ پس اگر یہ اسماعیل دہلوی صاحب کی تصنیف ہے تو خُود انہی کے قلم سے ان کا تقلید بیزار غیر مقلد ہونا ثابت ہوا، ملاحظہ فرمائیں" تذکیر الاخوان"۔

جب آگ دی صیاد نے آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

نمبر (5) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 118 پر پانچویں دلیل یوں نقل کی ہے کہ:" حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

" فنون عربیہ کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں اور علم کلام کے داناؤں اور تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوششوں سے باریک علم ظاہر ہوئے اور بزرگوں کو اسی کوشش کی وجہ سے **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** کے زمرے میں جگہ ملی ہے"۔

الجواب: مانچسٹروی صاحب نے بھی حسبِ عادت اس حوالے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور دیوبندی جب تک خیانت نہ کریں ان کو شاید کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

اگر مانچسٹروی صاحب کی بینائی کم نہ ہوئی ہو تو وہ مذکورہ صفحہ کو ہی غور سے پڑھ لیں اس میں آگے مقلدین کا رد موجود ہے جس کو مانچسٹروی صاحب نے شاید شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر لیا ہے، باقی اگر آنکھوں کی بینائی کے ساتھ ذہنی معذور ہو گئے ہوں تو اس پاگل پن کا علاج ہم کیا کر سکتے ہیں،" صراط مستقیم" کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"بعد انقراض زمان برکت نشان این بزرگواران قومے از مقلدان بے معنی که بر حب وجاہت وطلب ریاست مجبول بودند برروئے کا آمدند پس ہمین قیل وقال و مکابرہ وجدال را فضل وکمال پنداشتہ و کتاب وسنت را پس پشت خود انداختہ ہمہ عصر خود

را در تحصیل امثال این امور بے حاصلہ برباددادند"۔ [1]

"ان بزرگوں کے اس برکت والے زمانہ کے گذرنے کے بعد بے معنی مقلدوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس میں حب جاہ اور طلب ریاست طبعی طور پر بھری ہوئی تھی پس انہوں نے اسی گفتگو اور جھگڑے کو بزرگی اور کمال سمجھ کر قرآن مجید اور حدیث شریف کو پس پشت ڈال کر اپنی تمام عمر کو ایسے ہی فضول امور کو حاصل کرنے میں ضائع کر دیا"۔ [2]

اس حوالہ میں تو مقلدین پر تنقید کی گئی ہے کہ ائمہ مجتہدین کا زمانہ گذرنے کے بعد بے معنی مقلدین کی جماعت پیدا ہوئی جن میں حُبّ جاہ اور طلبِ ریاست طبعی طور پر بھری ہوئی تھی، اور انہوں نے قرآن مجید اور حدیث کو پسِ پشت ڈال دیا، غیر مقلدینِ زمانہ بھی تو یہی کہتے ہیں، چونکہ مانچسٹروی صاحب جانتے تھے کہ یہ عبارت اُن کے مدعا کے خلاف ہے اِس لئے اس کو ہضم کرنے میں ہی انہوں نے اپنی عافیت سمجھی۔

نمبر (6) مانچسٹری صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 118۔ 119 پر مجتہدین کی کوششوں کے ثمرات اور دورہ فقہاء ایک الٰہی ہدایت کے عنوان سے "صراطِ مستقیم" کی دو عبارتیں نقل کی ہیں اُن میں وہی بات مرقوم ہے جس کا خلاصہ سوال کی صورت میں مانچسٹروی صاحب نے نقل کیا ہے۔

الجواب: مانچسٹروی صاحب کی یہ دو دلیلیں بھی اسماعیل دہلوی کو حنفی مقلد ثابت کرنے میں سراسر ناکارہ اور غیر متعلقہ ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسی بات مرقوم نہیں جس سے مذکورہ بات ثابت ہوتی ہو۔ لگتا ہے کہ مانچسٹروی صاحب ایسی غیر متعلقہ باتیں لکھ کر صرف حجمِ کتاب بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ بھول گئے کہ کوئی ٹھوس حوالہ پیش نہ کرنا بھی شکست پر دلالت کرتا ہے، بہر حال ان دلیلوں سے وہ اسماعیل دہلوی کو حنفی مقلد ثابت کرنے میں

[1] صراط مستقیم، فارسی، ص 49، درمطبع ضیائی، واقع میرٹھ طبع شد۔

[2] صراط مستقیم، مترجم، ص 60، ادارۃ الرشید، دیوبند، ضلع سہارنپور۔ وص 73، دارالکتاب، دیوبند، یوپی

بالکل نا کام ونا مراد ٹھہرتے ہیں۔

نمبر (7) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 120 پر" صراطِ مستقیم" کے حوالے سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے کہ" جب تک مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو تب تک مجتہد کی پیروی اور تقلید کرے"۔

الجواب: یہ عبارت مانچسٹروی صاحب کی خُود ساختہ ہے اور" صراطِ مستقیم" میں اس طرح اِس عبارت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہمارے سامنے دارالکتاب دیوبند کی شائع شُدہ" صراط مستقیم" کا نسخہ موجود ہے جس کے صفحہ نمبر ۱۱۸ پر کچھ اس طرح لکھا ہوا ہے، ملاحظہ کریں:

" پس جس مسئلہ میں کہ صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اُس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہلحدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے"۔

اس عبارت میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اسماعیل دہلوی صاحب حنفی مقلد تھے بلکہ اُن کی اِس تحریر سے ترک تقلید ہی مترشح ہے اور ائمہ مجتہدین پر عدم اعتماد ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہر عامی اس کا اہل نہیں کہ وہ احادیث کی تحقیق کما حقہ کر سکے اور ائمہ مجتہدین کے مقابلے میں احادیث کا ناسخ یا منسوخ ہونا متعین کر سکے۔

پس اگر یہ راہ ہر عامی کی لئے کھول دی جائے تو اس سے مذہب بیزاری اور ترک تقلید کا دروازہ ہی کھلے گا اور اسماعیل دہلوی صاحب اس عبارت کے ذریعے ترکِ تقلید کا دروازہ ہی کھولنا چاہتے ہیں۔ الغرض مانچسٹروی صاحب اس مقام پر بھی اسماعیل دہلوی صاحب کے حنفی مقلد ہونے کے متعلق کوئی ٹھوس دلیل پیش نہ کر سکے۔

نمبر (8) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 120 پر اسماعیل دہلوی کے مقلد ہونے کے متعلق درج ذیل دلیل ذکر کی ہے، ملاحظہ کریں:

" حضرت سید احمد شہید اپنی پوری جماعت کے ساتھ آخر دم تک تقلید پر قائم رہے آپ نے

فرمایا: یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے، ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے۔ تقلید کا جھگڑا اٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں"۔
(مانچسٹروی صاحب نے یہ حوالہ سوانح احمدی صفحہ ۱۹٤ از جعفر تھانیسری مطبوعہ ۱۳۰۹ھ سے نقل کیا ہے)۔

الجواب: مانچسٹروی صاحب نے پرلے درجے کی بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے، اگر مانچسٹروی صاحب اس حوالے کو مکمل ذکر کرتے تو آشکار ہو جاتا کہ اسماعیل دہلوی صاحب ترکِ تقلید کے حامی تھے اور ترکِ تقلید کے موضوع پر سمرقند و بُخارا وغیرہ کے علماء سے مناظرے تک کیا کرتے تھے۔

چونکہ مکمل حوالہ مانچسٹروی صاحب کے خلاف تھا اور انہوں نے اپنے چیلوں کو خُوش کرنے کے لئے جو رام کہانی گھڑی تھی وہ باطل اور غلط ثابت ہوتی اس لئے مانچسٹروی صاحب نے ادھورا حوالہ نقل کر کے اپنے چیلوں کو خوش کرنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دیوبندی مذہب میں سب کے سب لکیر کے فقیر ہیں اور ایک وہی اندھوں میں کانا راجہ اور جھوٹوں میں مہاراجہ شمار ہوتے ہیں، کوئی ان سے پُوچھنے والا تو ہوتا نہیں اور ذریتِ دیوبندیت کی عقل پر ویسے ہی تالے پڑے ہیں اور اکابر پرستی میں غلو کی اُس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ حق وصداقت کا آفتابِ نیمروز بھی ان لوگوں کو نظر نہیں آتا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین بینائی قلب سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری بصارت سے بھی محروم ہیں، دن کے اُجالے میں بھی انہیں واضح حقائق نظر نہیں آتے۔ بہرحال ہم آپ کو اس حوالے کی حقیقت کی جانب لے چلتے ہیں۔ پہلے مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" صدہا مولوی اور عالم کابل اور قندھار اور سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں آپ سے بحث کرنے کو آئے تھے چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ

بحث رہی آخر کو وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن وحدیث کا حافظ اور محقق اور اُس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے"۔ [1]

قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ اسماعیل دہلوی صاحب کو ترکِ تقلید میں اس قدر غلو تھا کہ صدہا علماء کابل، قندہار، سمرقند اور ماوراء النہر سے بھی مناظرہ کر ڈالا، اور ان علماء کا نہ تو کوئی پاس ولحاظ ملحوظِ خاطر رکھا اور نہ ہی اپنے اکابرین کے مسلک کا کوئی لحاظ۔ اس حوالے میں اسماعیل دہلوی صاحب کا ترکِ تقلید کا حامی ومؤید ہونا بلکہ مناظر از جانب غیر مقلدین ہونا صاف واضح اور ظاہر ہے، اور وہ بھی اس حوالے سے جس کی نشاندھی خود دیوبندیوں نے کی، اس کو کہتے ہیں

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

سیّد احمد رائے بریلی صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب لوگوں کو دھوکہ دے رہے تھے اور عوام الناس کی نظروں سے اپنے مذہب کو چھپا رکھا تھا لیکن اسماعیل دہلوی صاحب اپنی تُندی طبع کے تحت مجبور تھے اور کسی بھی وقت اُن کی رگِ وہابیت وغیر مقلدیت پھڑک اُٹھتی اور اپنے وہابی مذہب کو ظاہر کر دیتے تھے مگر سیّد احمد رائے بریلی اس معاملہ میں بڑے محتاط تھے اور وقت سے پہلے اپنے مذہب کو ظاہر کرنا دُرست نہ سمجھتے تھے اِس لئے انہوں نے اسماعیل دہلوی صاحب کو بعد از مناظرہ ٹوکا کہ:

"سیّد صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے، ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے تقلید کا جھگڑا اُٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں ہے"۔ [2]

---

[1] تاریخ عجیبہ، سوانح احمدی، ص 194، در مطبع فاروقی دہلی۔ باہتمام محمد معظم طبع شد۔

[2] تاریخ عجیبہ، سوانح احمدی، ص 194، در مطبع فاروقی دہلی۔ باہتمام محمد معظم طبع شد۔

چونکہ سیّد احمد رائے بریلی صاحب جانتے تھے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی ان حرکتوں سے بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا اور ان کی وہابیت آشکار ہو جائے گی اس لئے انہوں نے اسماعیل دہلوی صاحب کو مندرجہ بالا مشورہ دیا۔ الغرض اس حوالے سے اسماعیل دہلوی صاحب کا ترکِ تقلید کا حامی و مؤید ہونا واضح ولائح ہے۔

مانچسٹروی صاحب نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ادھورا حوالہ نقل کیا اور اُس کے جاہل چیلے" دیوبندی موصوف" نے بلا مراجعت مانچسٹروی کی کتاب کی طرف دعوتِ مراجعت دے ڈالی، یعنی خود تو موصوف نے کوئی تحقیق کی نہیں اور دوسروں کو دعوتِ تحقیق دے رہے ہیں، موصوف کی اس حماقت کو کیا نام دیا جائے؟۔

نمبر (9) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 120 پر" خیر التقتید" کے حوالے سے مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی کا قول نقل کیا ہے۔

الجواب: سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب ترکِ تقلید پر مناظرے کرتے رہے اور وہ بھی اُس وقت جب کہ وہ دہلی کو چھوڑ کر سرحد کی جانب روانہ ہو چکے تھے، لہٰذا مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی کی جانب منسوب شُدہ قول بعد کے معاملات پر دلالت نہیں کر رہا کیونکہ مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی صاحب اسماعیل دہلوی صاحب کے رفیقِ سفر نہ تھے اور اسماعیل دہلوی صاحب کے نظریہ میں جو تبدیلیاں آتی رہیں اُن سے بھی وہ آگاہ نہ تھے، لہٰذا اسماعیل دہلوی صاحب کے مناظروں اور تحریروں کو سامنے رکھتے ہوئے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ ترکِ تقلید کے حامی و مؤید تھے۔ چنانچہ پٹنہ یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر قیام الدین احمد نے لکھا ہے کہ:

" شاہ اسماعیل مذہبی عقائد میں انتہاء پسندی کا رجحان رکھتے اور ایک غیر مقلد تھے"۔ [1]

---

[1] ہندوستان میں وہابی تحریک، ص 62، مترجم محمد مسلم عظیم آبادی، نفیس اکیڈمی۔

نمبر (10) مانچسٹروی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 121 پر اسماعیل دہلوی صاحب کے مقلد حنفی ہونے کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے: "بل هم بيت علم الحنفية " یہ حضرات دہلویہ حنفی مذہب کے علم کا گھر ہے"

الجواب: مانچسٹروی صاحب کی حالت" سوال از آسمان جواب از ریسمان" کے مانند ہے کہ بحث تو اسماعیل دہلوی صاحب کے ترکِ تقلید پر چل رہی ہے مگر موصوف دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ان کا گھرانہ حنفی تھا، ارے عقل کے اندھے اُن کے گھرانے کا حنفی ہونے کا کس نے انکار کیا ہے؟ بات تو اسماعیل دہلوی صاحب کی ہے۔

اگر کسی شخص کا پُورا گھرانہ اہلِ سنّت سے تعلق رکھتا ہو اور شومیٔ قسمت سے کوئی اس گھرانے میں سے بگڑ جائے تو اس کی وجہ سے پورا گھرانہ تو اہل سنت سے خارج نہ ہوگا اِسی طرح اسماعیل دہلوی صاحب کے خروج عن اہل السنۃ کی وجہ سے اُن کا پُورا گھرانہ تو حنفیت سے خارج نہ ہوگا ،پس ان کے گھرانے کی بات کر کے اسماعیل دہلوی صاحب کے مذہب پر دلیل دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔

نمبر (2) اس کے علاوہ یہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی صاحب کا قول ہے ،لہٰذا لائقِ اعتماد بھی نہیں ، کیونکہ اس نے آگے چل کے ان احباب کو تارکِ تقلید قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

"بل هم كانوا على نمط من تقدمهم من السلف الصالح فى هجر التقليد وعدم الاعتداد به كما يشهد بذلك تحقيق العلماء الراسخين و كتبهم كالقول المفيد والانصاف وعقد الجيد وايقاظ الهمم واعلام الموقعين"۔ [1]

---

[1] الحطة فی ذکر صحاح ستة ،ص 72, در مطبع نظامی واقع کانپور۔

"تقلید کو چھوڑنے اور اس پر بھروسہ نہ کرنے میں یہ لوگ اپنے سے ماقبل سلف صالحین کے طریقہ پر گامزن تھے، جیسا کہ اس بات کی گواہی اُن علماء راسخین کی تحقیقات اور" القول المفید" ، " الانصاف" ، " عقد الجید" ، " ایقاظ الھمم " اور" اعلام الموقعین" جیسی ان کی کتب سے ثابت ہوتی ہے"۔

کیا مانچسٹروی صاحب اور اُن کا چیلا" دیوبندی موصوف" نواب صدیق حسن خان صاحب کے اس قول کو ماننے کے لئے تیار ہیں؟ جس میں اس نے خانوادۂ دہلویہ کو تارکِ تقلید میں شمار کیا ہے؟۔الغرض مانچسٹروی صاحب کی یہ دلیل بھی باطل و نا قابلِ استدلال قرار پائی، اور وہ بسیار کوشش کے باوجود اسماعیل دہلوی صاحب کو حنفی مقلد ثابت نہ کر سکے۔ اسماعیل دہلوی کا وہابی اور تقلید بیزار ہونا ثابت ہوا۔

دیوبندی موصوف نے اس سلسلے میں مانچسٹروی صاحب سے سرقہ کر کے جو دلائل نقل کئے تھے اُن کا حشر تو آپ پہلے دیکھ چکے ہیں اور پھر بے بسی کے عالم میں مانچسٹروی کی کتاب کی جانب مراجعت کی جو دعوت دیوبندی موصوف نے پیش کی اُس کا حشر بھی آپ کے سامنے ہے۔ بہرحال ہمیں یہ خوشی ہے کہ دیو بندی موصوف نے مانچسٹروی کی کتاب کی جانب مراجعت کی دعوت پیش کی اور اس بہانے ہمیں مانچسٹروی کی بھی کچھ دُرگت بنانے کا موقع ملا، اور شاید دیوبندی موصوف کے دل میں بھی یہ بات ہو کہ مانچسٹروی صاحب کی خاطر مدارت بھی کی جائے اور اس ذلت میں سے جو دیوبندیوں کے لئے مقدر ہے کچھ حصہ مانچسٹروی کے حصے میں بھی رکھا جائے تاکہ ذلت و رُسوائی میں دیوبندی موصوف تنہا نہ رہ جائیں اور وہ مانچسٹروی کی کتاب کو پڑھتے ہوئے زُبانِ حال سے یُوں بھی کہہ رہے ہوں گے

ہم تو ڈوبے ہیں صنم
تجھے بھی لے ڈوبیں گے

اس کے بعد مانچسٹروی صاحب اپنے چیلے کی کرم فرمائی کو ملاحظہ کرتے ہوئے شاید یُوں کہیں کہ

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی بہت کم تھا

مانچسٹروی صاحب نے ایک دو غیر ضروری باتیں بھی لکھی ہیں جن کا مدعا سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ہم تلک عشرۃ کاملۃ پر اکتفا کرتے ہیں۔

کھنے سے ضد بڑھ جائے

دیوبندی موصوف اسماعیل دہلوی صاحب کا مقلد ہونا اپنے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی سے نقل کرتے ہیں کہ:

"شاہ عبدالعزیز کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں باقی اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہوسکتا ہے؟۔ [1]

الجواب: تھانوی صاحب کے اس حوالہ کو غور سے پڑھا جائے تو سمجھ میں آجائے گا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے مقلد ہونے کے متعلق یہ کوئی مستحکم دلیل نہیں اس لئے کہ تھانوی صاحب کے اُستاد نے جس آدمی سے اسماعیل دہلوی صاحب کے مذہب کے متعلق پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اب اگر اسماعیل دہلوی صاحب خالص پکے حنفی ہوتے تو عوام

[1] دفاع، ج 1، ص 161 ۔

الناس تک اس کی شہرت ضرور ہوتی ،لیکن اُس آدمی کا لاعلمی کا اظہار کرنا بھی ثابت کر رہا ہے کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔

یہ بات تو خود تھانوی صاحب کو بھی مسلم ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا غیر مقلد ہونا مشہور تھا ،چنانچہ لکھا ہے کہ:

" مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلے میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے" ۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا غیر مقلد ہونا مشہور تھا۔

جس طرح تھانوی صاحب کے حوالے میں سیّد احمد رائے بریلی کے فاقلے میں غیر مقلدین کا چھوٹا رافضی ہونا مشہور تھا ایسے ہی تھانوی صاحب کے نزدیک اسماعیل دہلوی کا بھی غیر مقلد ہونا مشہور تھا۔ دونوں مشہور باتیں ہیں، اب دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کی ایک مشہور بات کو قبول کر رہے ہیں تو دُوسری مشہور بات سے گریز کیوں؟

حالانکہ باتیں تو دونوں ہی مشہور ہیں۔ پس اگر دیوبندی موصوف کی بات کو قبول کیا جائے تو ترجیح بِلا مرجح لازم آئے گی۔

اس کے علاوہ اسماعیل دہلوی صاحب نے رفع یدین اور آمین بالجہر احناف کی ضد میں اختیار کئے تھے ،چنانچہ اسی "قصص الاکابر" میں مرقوم ہے کہ:

" اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی ،شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ان کو سمجھایئے ،فرمایا: وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں ، کہنے سے ضد بڑھ جائے گی ،خاموش رہو" ۔[2]

معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا زور سے آمین کہنا یا رفع یدین کرنا بوجہ ضد

[1] قصص الاکابر ،ص 27، المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروزپور روڈ، لاہور۔

[2] قصص الاکابر ،ص 27، المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروزپور روڈ، لاہور۔

تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس میں عنصرِ ضد کو موجود پا رہے تھے، لہٰذا انہوں نے بھی کہا کہ کہنے سے ضد بڑھ جائے گی، یعنی اسماعیل دہلوی صاحب بوجہ ضد اِن اُمور کے مرتکب ہو رہے ہیں، علاوہ ازیں احناف وغیر مقلدین کے درمیان آمین بالجہر و رفع یدین پر اختلاف ضرور موجود ہے لیکن بیس مرتبہ آمین کہنا کسی بھی فریق کا مؤقف نہیں ہے۔

اسماعیل دہلوی صاحب کا بیس مرتبہ آمین کہنا حدود سے تجاوز اور اِتباع ھوا کی کھلی دلیل ہے کہ دہلوی صاحب اپنی تسکینِ ضد کے لئے بیس مرتبہ آمین کہتے تھے۔

ذخیرہ کرامات سے کرامت علی جونپوری کا حوالہ

دیوبندی موصوف بحوالہ" ذخیرہ کرامات" جلد۲ ص۲۲۱ عبدالحیٔ بڑھانوی صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" یہ دونوں بزرگ حنفی مذہب (رکھتے) تھے"۔[1]

الجواب: اسی" ذخیرہ کرامت" میں لکھا ہے کہ:

" ان مکاروں کے حنفی نہ ہونے کی بڑی پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی لوگوں سے ایک مجتہد معین کی تقلید کے واجب ہونے کے باب میں، اور رفع یدین اور آمین بلند کہنے کے مسئلہ میں، اور غیر مسئلوں میں بحث کرتے ہیں، اور حالانکہ بنی آدم کے کسی فرقے کا، اہل سنت و جماعت اور معتزلہ اور خارجی اور شیعہ وغیرہ فرقوں کا، یہاں تک کہ یہود اور نصاریٰ اور آتش پرست وغیرہ فرقوں کا، یہاں تک کہ چماروں کا بھی دستور نہیں ہے کہ اپنے فرقے کے لوگوں سے اپنے دین کے معاملہ میں بحث کرے، تو یہ گمراہ فرقے جو اپنی تئیں حنفی کہتے ہیں اور پھر ہم حنفی لوگوں سے بحث کرتے ہیں تو ان کو حنفی کون عاقل جانے گا، بلکہ یہ لوگ تو

---

[1] دفاع، ج1، ص162۔

آدمیت سے بھی گذر گئے اور چمار برابر بھی نہ رہے"۔ [1]

اس حوالے کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک نظر ان حوالوں کی جانب بھی مرکوز کریں جن میں اسماعیل دہلوی صاحب کا مسئلہ تقلید پر مناظرہ کرنا، رفع یدین کرنا اور اِس پر کتاب لکھنا، اور آمین بلند آواز سے کہنا اور بحث و تقرار کرنا مروی ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اسماعیل دہلوی صاحب مکار حنفی تھے۔ اور یہود و نصاریٰ، معتزلہ، خارجی، شیعہ بلکہ آتش پرستوں سے بھی گئے گذرے تھے کہ اپنے آپ کو حنفی کہنے کے باوجود حنفیوں سے بحث کرتے تھے، اس لحاظ سے یہ آدمیت سے بھی گذر گئے اور چمار برابر بھی نہ رہے۔

اسماعیل دہلوی کے غیر مقلدانہ اُمور کے متعلق مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"اگر تقلید کا مقدمہ مولانا شہید کے ہاتھ سے لکھا جاتا تو عجب گُل کھلتا اور پھر معتقدان سید صاحب کو تقلید شخصی واجب اور فرض کہنے کا حوصلہ باقی نہ رہتا... "تنویر العینین کے خاتمے پر آپ (اسماعیل دہلوی) نے لکھا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں دونو (دونوں) طرف دلائل قوی ہیں لیکن طرفین کے دلائل میں تامل کرنے سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اس کی ترک سے، اور پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اسی طرح آمین پکار کر کہنا آہستہ کہنے سے اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ جہر کی روایتیں بہت آئی ہیں"۔ [2]

نوٹ: کتاب کا نام "ذخیرہ کرامات" نہیں بلکہ "ذخیرہ کرامت" ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے بحوالہ "ذخیرہ کرامت" لکھا ہے کہ:

"مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سیّد احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رُجوع کیا یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا"۔ [3]

---

[1] ذخیرہ کرامت، حصہ دوم، ص 48، رسالہ قول ثابت، در مطبع قیومی، کانپور۔

[2] تاریخ عجیبہ، موسوم بہ، سوانح احمدی، ص 195 ۔ 196، در مطبع فاروقی، دہلی۔

[3] دفاع، ج 1، ص 162۔

الجواب: اسماعیل دہلوی صاحب کو جب حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما سمجھاتے رہے اُس وقت تو اسماعیل دہلوی صاحب بضد تھے اور بیسوں مرتبہ آمین بالجہر کہا کرتے تھے اور رفع یدین سے بھی باز نہ آئے، آخر سیّد احمد رائے بریلی صاحب نے کون سی حدیث دکھلا دی (جو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ صاحبان نہ دِکھلا سکے) اور اسماعیل دہلوی صاحب نے رفع یدین کو ترک کر دیا یعنی اسماعیل دہلوی صاحب کا عمل برفع یدین مبنی بر ہوائے نفسانی تھا، باقی رہا رفع یدین کے ترک کرنے کی بات تو اس کے متعلق خُود تھانوی صاحب اِرشاد فرماتے ہیں: "گوعمل کا تبدیل کرنا تو نہیں سنا"۔ [1]

اسماعیل دہلوی کا مسلک شاہ ولی اللہ سے انحراف

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: " اس کے بعد مولوی کاشف اقبال صاحب عنوان دے کر لکھتے ہیں:

" اسماعیل دہلوی اپنے اکابر کا سخت مخالف تھا" خُود دیوبندی اکابر نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب مذہبی طور پر اپنے اکابر، اپنے جدّ امجد سمیت سب کا مخالف تھا، چنانچہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل ۔۔۔۔چونکہ محقق تھے، چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلکِ پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا"۔(شمائم امدادیہ ص ۶۲ طبع ملتان۔ امداد المشتاق: ص ۹۷ طبع لاہور) (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۴۔۳۵) یہ اعتراض بھی رضا خانی معترض کی جہالت کا شاخسانہ ہے اس میں تو صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بعض حضرات سے چند

---

[1] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ) ج 9 ص 23، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

مسائل میں اختلاف کیا، چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود حاشیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہیں:" قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا یعنی بعض مسائل پر" (امداد المشتاق:ص ۱۸۲ اسلامی کتب خانہ لاہور)"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی یہ بھی جہالت ہے کیونکہ" امداد المشتاق" میں یہ الفاظ صاف موجود ہیں کہ مسلکِ پیران خُود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا(امداد المشتاق،ص ۷۸،)لفظ مسلک سے ظاہر ہورہا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوعقائدونظریات تھے اُن سے اسماعیل دہلوی صاحب نے انحراف کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک" انفاس العارفین"، " فیوض الحرمین"،" الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ"،" القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" سے واضح ولائح ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قبورِ اولیاء اللہ سے حصول فیوض وبرکات کے قائل ہیں اوران کے تصرفات کو برحق سمجھتے ہیں،لیکن اسماعیل دہلوی صاحب اِن اُمورکوشرک وبدعت گردانتے ہیں۔

باقی جو دیوبندی موصوف نے بعض مسائل کی قید عائد کی ہے اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے کہ ان چند مسائل کی بناپر اسماعیل دہلوی صاحب نے پُوری اُمت مسلمہ کو کافر ومشرک بناڈالا ہے اوراس سے زیادہ کون ساسخت مؤقف ہوسکتا ہے جو دیو بندی موصوف یہ رونا رورہے ہیں کہ کسی رضاخانی میں جرأت ہے تو بتائے کہ حوالہ بالا میں" سخت مخالف تھا" کے الفاظ کہاں ہیں تو شاید دیوبندی موصوف یہ بھول گئے کہ شرک وبدعت کے فتوؤں کے بعدکون ساسخت مؤقف باقی رہ جاتا ہے جس کا مطالبہ موصوف کررہے ہیں۔

موصوف کے اضافہ معلومات کے لئے عرض ہے کہ مسلکِ شاہ ولی اللہ میں سے جن چیزوں

[1] دفاع، ج 1،ص 163

کا اسماعیل دہلوی صاحب نے انکار کیا اُن میں سے ایک گیارہویں شریف کا مسئلہ بھی ہے، چنانچہ ابوالحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"شاہ عبد الرحیمؒ صاحب کے وقت سے یقیناً قرآن وحدیث ان لوگوں کا وظیفہ تھا سنّت وشریعت کی نہریں ہندوستان سے اور ہندوستان سے باہر یہیں سے جاری ہوئیں لیکن اس کے باوجود آپ کے وقت تک حضرت شاہ عبد العزیزؒ صاحب وشاہ عبد القادرؒ صاحب کی موجودگی میں اس خاندان میں بہت سی بدعات ورسوم رسما جاری تھیں، بیوہ کا نکاح ثانی اس طرح غیر مروج تھا جس طرح دوسرے خاندانوں میں بی بی کی صحنک ہوتی تھی، گیارھویں کا کھانا آتا تھا، شاہ صاحب نے قولا وعملا اس کی مخالفت کی اور یہ چیزیں موقوف ہوئیں"۔ [1]

قارئین کرام! اس حوالہ کو ملاحظہ کریں کہ کس طرح خاندانِ شاہ ولی اللہ میں بدعات کا رائج ہونا لکھا جارہا ہے جب کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وشاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ بھی زندہ تھے اور اُن کے ہوتے ہوئے شاہ ولی اللہ کے خاندان میں "گیارھویں شریف" کا کھانا آتا تھا جس کو اِن اکابرین نے تو ناجائز وحرام قرار نہیں دیا، مگر اسماعیل دہلوی صاحب نے مسلکِ شاہ ولی اللہ پر انکار کرتے ہوئے معمولاتِ اہلِ سنّت کی خُوب تردید کی اور یہ حال تو مرید (اسماعیل دہلوی صاحب) کا ہے اب پیر (سیّد احمد رائے بریلی صاحب) کا حال بھی سنتے چلیں۔

جعفر احمد تھانیسری لکھتا ہے کہ:

" آپ دہلی سے روانہ ہوکر سب سے پہلے قصبہ پھلت میں کہ جہاں خویش وا قارب شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ اہل اللہ صاحب کے رہتے تھے تشریف لے گئے اُس خاندان کے سب

---

[1] کاروان ایمان وعزیمت، ص 22 مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

لوگ چھوٹے بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ہر قسم کی شرک و بدعات سے توبہ کر کے موحد متبع سنت بن گئے"۔ [۱]

اس حوالے میں خویش و اقارب شاہ ولی اللہ و شاہ اہل اللہ کو مرتکبِ شرک و بدعت قرار دیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبان کے خاندان کے لوگ اُن اُمور کے قائل و عامل ہوں گے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اُس وقت تک اُس خاندان میں رائج تھے اور اسی بنا پر انہیں شرک و بدعت قرار دیا جا رہا تھا۔

کیا یہ مسلک شاہ ولی اللہ سے کھلی انحرافی نہیں تھی جس کا ارتکاب یہ دونوں پیر و مرید مل کر کر رہے تھے۔ مزید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی جھلک دیکھنی ہو تو وہ ان کے لائق و فائق فرزند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں دیکھی جا سکتی ہے، چنانچہ دیوبندی مسلک کی ہی ایک معتبر ترین کتاب "ارواحِ ثلاثہ" میں مرقوم ہے کہ:

" خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب اور میاں جی محمدی فرماتے تھے کہ شاہ عبد العزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لے جاتے، آپ کے متعلقین بھی آپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے۔ فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرما دیتے"۔ [۲]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین تھے آپ ہر سال اپنے بزرگوں کا عرس منعقد کیا کرتے تھے جس کا آج کل دیوبندی انکار کرتے ہیں اور یہ اسماعیل دہلوی صاحب کے انکار مسلک

---

[۱] تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی، ص 28، در مطبع فاروقی، دہلی۔

[۲] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 29، صفحہ 40 - 41، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

شاہ ولی اللہ کا ثمرہ ونتیجہ ہے، حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق کتبِ دیوبند میں مرقُوم ہے کہ:

" ہندوستانی علماء میں شاہ عبد العزیزؒ اس ممتاز حیثیت کے مالک ہیں کہ آنکھ بند کرکے اگر ان کی تقلید کی جائے تو آدمی مقصود تک پہنچ جائے گا"۔ [1]

مگر دیوبندی بجائے اس کے کہ وہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے انہوں نے اسماعیل دہلوی صاحب کی ایسی تقلید کی کہ منزلِ مقصود کو ہی پس پشت ڈال دیا۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی عرس شریف کا جواز سابقہ صفحات میں تحریر کیا جاچکا ہے (میری مراد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف والا حوالہ ہے) الغرض اسماعیل دہلوی صاحب کا مسلک شاہ ولی اللہ اور خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انحراف روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہوا اور" تقویۃ الایمان" کے تناظر میں اسے بدترین مخالفت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا اختلاف اور دیوبندی موصوف کا قلبی عناد

دیوبندی موصوف نے اسماعیل دہلوی صاحب کے انکار کی وکالت کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دو تین حوالے ذکر کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں دفاع صفحہ ۱۶۳ سے ۱۶۵ تک۔

الجواب: اس کا تفصیلی جواب تو" تحفظ اہلِ سنّت وجماعت" کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۵۴ میں گزر چکا ہے، لہٰذا مزید تفصیل کی تو کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ہمیں صرف صفحات بڑھانے کا شوق نہیں جیسا کہ موصوف کا طریقہ کار ہے) دیوبندی موصوف کے ان اعتراضات سے لگتا ہے کہ موصوف کی حالت اُس حاملہ عورت کی سی ہے جس کو بوقتِ وضعِ

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص 20، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حمل رہ رہ کر درد اُٹھتا ہے۔موصوف کے اس حمل کی مثل بارگراں کو ہلکا کرنے کے لئے ہم یہاں چندلائنیں رقم کرتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے قارئین سے بھی معذرت خواہ ہیں کہ ہمیں بوجہ مجبوری ان باتوں کا جواب تحریر کرنا پڑ رہا ہے جس کو ملیہ میٹ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافات فقہی تحقیقی ہیں، اُن کی نوعیت شرک و بدعت کی نہیں اور نہ ہی حنفی مسلک سے انحراف کی ہے، بلکہ آپ نے اختلافات کے بارے میں جو طرز اختیار کی ہے وہ پہلے بھی علماء اہل سنّت میں معمول بہ ہے۔فقہ حنفی کی کتب متون وشروحات کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ بے شمار مسائل میں صاحبین (یعنی امام ابُویُوسف اور امام محمد) کا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم سے اختلاف ہے، مگر کسی نے بھی اس اختلاف کو بغاوت قرار نہیں دیا، اسی طرح "بحر الرائق" اور "فتاوی شامی" ودیگر فقہی کتب کو دیکھا جائے تو اُن میں بھی ممتاز فقہاء سے بے شمار اختلافات نظر آئیں گے، تمثیلاً ایک مسئلہ کی نشاندہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام ابُوالحسین قدروی صاحبِ مختصر قدوری، و امام مرغینانی صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہما کا "التسمیہ عند الوضوء" کے مسئلہ پر اختلاف ہے۔صاحبِ قدوری "تسمیہ" کو سنن وضو میں شمار کرتے ہیں، جبکہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: "والأصح أنها مستحبة"۔دیکھیں اس مسئلہ میں صاحبِ ہدایہ نے اپنے سے متقدم عالم صاحبِ قدوری سے اختلاف کیا ہے، لیکن یہ اختلاف شرک و بدعت والا اختلاف نہیں اور نہ ہی فتنہ وفساد والا اختلاف ہے، بلکہ یہ تو ازقبیل رحمت ہے۔ اسی طرح سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فقہی اختلافات میں طرز اختیار فرمائی ہے وہ بھی علماءِ متقدمین کے تتبع و پیروی میں ہے اور وہ بھی رحمت کے قبیل سے ہے۔باقی اسماعیل دہلوی صاحب کا اہلِ سنّت و جماعت کے عقیدے سے انحراف ازقبیل رحمت نہیں بلکہ ازقبیل شرارت ہے جس کی وجہ سے ہندوستان میں مذہبی بگاڑ پیدا ہوا، فتنہ وفساد نے جنم لیا، شورش ومفسدہ نے جڑیں مضبوط کیں۔

پس اس سلسلہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماءِ متقدمین کے اختلافات کو بطورِ نظیر پیش کرنا دُرست نہیں اور ان کی نوعیت کے متعلق بھی ہم بتا چکے کہ ان کے اختلافات روایات فقہیہ میں راجح و مرجُوح، صحیح و اصح اور اِس طرح کے دیگر فقہی اختلافات پر مبنی ہیں نہ کہ شرک وکفر کے مسائل پر۔

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (تثنیہ کی طرف واحد اور پھر جمع کی ضمیر کا لوٹانا حضرت کے تفوق علمی کا پتہ دے رہی ہے: ازناقل) کے نظریات وہی تھے جو آج کل کے اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام۔۔۔احمد رضا خان بریلوی۔۔۔نے فرمائی"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۵)"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی اُن کی جہالت کا پتہ دے رہا ہے کیونکہ "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" کی مذکُورہ عبارت میں "علیہ الرحمۃ" کی ضمیر کا مرجع تثنیہ نہیں بلکہ واحد یعنی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے، دیوبندی موصوف نے بوجہ جہالت اس ضمیر کا مرجع دونوں افراد کو سمجھ لیا اور اپنے زُعم میں اعتراض کر ڈالا ،مگر وہ ارجع ضمیر کو بھی سمجھ نہ سکے اس سے بڑی اور کون سے جہالت ہوگی، اگر واحد کی ضمیر کا تثنیہ کی جانب ارجع مان بھی لیں تو یہ "بشرط تصاحبهما وتشابههما حتى كأنّهما شخص واحد" کے تناظر میں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں باپ بیٹے ہیں اور بمنزلہ شے واحد کے ہیں۔

باقی رہی بات" وغیرہم" کی تو" الف" کمپوزنگ کی غلطی سے رہ گیا ہے، اصل میں

[1] دفاع، ج 1، ص 165۔

یہ" وغیرھما" تھا، اگر دیوبندی موصوف کے پاس علمی صلاحیتوں کو پرکھنے کا پیمانہ یہی ہے تو یہ سودا ابھی ہمارے لئے مہنگا نہیں کیونکہ خود موصوف نے بھی ایسی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے ، چنانچہ خود انہی کی اس کتاب میں صفحہ نمبر (18) پر موجود تقریظ، جس کو موصوف نے اپنی اس کتاب پر بڑے شوق سے لگایا ہے، میں اس کے نام کے ساتھ" زید مجدہم" میں جمع کی ضمیر موجود ہے اب دیو بندی موصوف اپنے مذہب کے سلطان المناظرین اور خود اپنے لئے کیا حکم فرمائیں گے؟۔اسے کہتے ہیں کہ

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اعتراض:" کاشف اقبال صاحب محض عوام کو دھوکہ دے کر شاہ صاحبان کے نام پر چندہ بٹورنے کے لئے ان کا نام لے رہے ہیں اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے نزدیک پکا وہابی تھا اور ہندوستان میں وہابیت کا پودا اسی نے لگایا تھا"۔[1]

جواب : حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہم پہلے بھی تفصیل سے جلد اوّل میں گفتگو کر چکے ہیں اور اس نوعیت کے کچھ حوالے سابقہ صفحات میں بھی ہیں دیوبندی موصوف کو جن باتوں کا جواب دیا جا چکا ہے اُن ہی باتوں کا تکرار ہمارے اور قارئین کے قیمتی وقت کے ضیاع کا سبب بن رہا ہے، پھر موصوف کسی خوش فہمی میں نہ رہیں کہ اگر شاہ صاحبان کے نام پر چندہ ملتا تو دیوبندی اور اکابرین دیوبند مسلک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغاوت اختیار نہ کرتے، باقی" مکالمۃ الصدرین" میں دیکھا جا سکتا ہے کہ انگریزوں کے چندے کو کون ہولی کی پُوریاں سمجھ کر کھاتا رہا۔

اعتراض: بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

" اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں

---

[1] دفاع، ج 1، ص 165۔

نمبر ۱ شاہ ولی اللہ صاحب، نمبر ۲ شاہ عبد العزیز صاحب، نمبر ۳ خواجہ حسن نظامی، نمبر ٤ تفسیر روح البیان یہ کبھی وہابیوں کی تائید میں کبھی شیعوں کی تائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ"۔ تنقیدات علی مطبوعات: ص۷۲، نعیمی کتب خانہ گجرات)"۔ [1]

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر مختلف کتابیں منسوب تھیں جو کہ خالصتاً گھڑی ہوئی کتابیں ہیں جیسا کہ "تحفۃ الموحدین" اور البلاغ المبین" وغیرہما، ان کتابوں میں وہابیت و لامذہبیت کی جھلک نمایاں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے کذاب ومفتری لوگوں نے مشہور کی ہیں۔ ان لوگوں نے جو اس حقیقت سے نا آشنا تھے اِن کتابوں کو پڑھا تو اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ پس اس صورت میں تمام تر ذمہ داری اُن لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے یہ کارروائی کی تھی۔ بجائے اِس کے کہ دیوبندی اُن لوگوں پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتے جو اِس جُرم کے مرتکب تھے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنا چاہتے تھے یوبندیوں نے اُن مجرموں کو چھوڑ کر اپنے طعن واعتراضات کا نشانہ اُن احباب کو بنایا جن کو ان کتابوں کی وجہ سے غلطی لاحق ہوئی۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: یہ اعتراض شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ اس مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے"۔ (جاء الحق: ص۳۱۹، شوکت بک ڈپو، گجرات) ترجمان رضا خانیت کے نزدیک تو کسی سے اختلاف کرنا بھی اسلاف واکابر کی بغاوت وشورش پر محمول ہوتا ہے یہاں تو اکابر کو سخت غلطی کرنے والا کہا جا رہا ہے تو تم لوگوں

[1] دفاع، ج 1، ص 165۔ 166۔

سے بڑا شاہ صاحب کا باغی کون ہوگا؟۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کو غلط فہمی لاحق ہوئی ہے، یہ نظریہ نہ تو مولانا مدنی صاحب کا ہےاور نہ ہی ہمارا، ہم نے کبھی بھی جزوی وفروعی اختلاف کو بغاوت وشورش قرار نہیں دیا، ہم تو اُس اختلاف کو جو تحقیق صواب کے لئے ہواُسے رحمت شمار کرتے ہیں اور ایسے تمام علمائے حق جنہوں نے ایسا اختلاف کیا ہے انہیں ماجُور و مصاب سمجھتے ہیں، مگر دیوبندی موصوف الزام دَرالزام لگائے جارہے ہیں کہ کسی سے بھی اختلاف ہو ہم نے بغاوت و شورش قرار دیا ہے، مگر حقیقت وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہو کی نشاندہی فرمائی ہےتو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اگر دیوبندی موصوف کے نزدیک یہ قابلِ اعتراض اور باعث طعن ہےتو وہ اپنے گھر کی خبر لیں، ان کے مذہب کے شیخ الحدیث انورشاہ کشمیری نے بھی حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی غلطیاں نکالی ہیں، حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر (1)" کہیں مجھ ہی سے آپ سن چکے ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی " لمعات"، واشعۃ اللمعات" دونوں کی تعریف کرنے کے باوجود شاہ صاحبؒ یہ فرماتے کہ مجھے شیخ عبدالحق محدث کی تمام تالیفات میں بجزایک بات کے اور کوئی نئی تحقیق نہیں ملی۔ ساتھ ہی الدہلوی مرحوم کے سہو پر بھی اطلاع تھی چنانچہ ایک موقعہ پرفرمایا کہ شیخ عبدالحق نے بریدہ اسلمی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھی۔ فرمایا کہ یہ " شیخ " کی غلطی ہے، کیونکہ بریدہ اسلمی سے مغرب کا استثناء مسند بزار میں موجود ہے۔ جس روایت کو شیخ عبدالحق ذکر کررہے ہیں وہ در

[1] دفاع، ج 1، ص 166۔

حقیقت ابراہیم سے مرسل شرح معانی الآثار میں مذکور ہے"۔ [1]

حوالہ نمبر (2) " عبد الرحمن بن اسحاق کو رجال کی کتابوں میں ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے، فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔اس نام کے بھی دو شخص ہیں۔ ایک تو یہی عبد الرحمن جو واسطی ہیں، دوسرے عبدالرحمن بن اسحاق مدنی۔ مسلمؒ کی روایت سے قطع نظر خود امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً ان سے دو جگہ روایت کی ہے۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں بعض محققین نے فرق بھی کیا ہے اور زیلعی کی روایت اس سلسلہ میں پیش کی ہے، حالانکہ اس عبارت میں یا کاتب کو سہو ہوا یا خود ذیلعی کو۔زیلعی اس حقیقت سے ناواقف ہوں کہ یہ دو شخصیتیں ہیں ہیں سمجھ میں نہیں آتا"۔ [2]

حوالہ نمبر (3)" حافظ ابن حجر عسقلانی جن کی حدیث میں وسعت نظر اور تام مہارت سے ایک جانب آپ کے تاثر کا یہ عالم تھا کہ حافظ الدنیا وجبل العلم سے یہی حافظ مراد تھے اور بدر عینیؒ کو ان کے مقابل کی شخصیت نہیں گردانتے تھے۔ دوسری جانب حافظ ابن حجرؒ کی ارادی چیرہ دستیوں اور بشری تسامحات پر ناقدانہ نظر بھی تھی اور تنقید کی جرأت بھی۔

فرمایا کہ ابن حجر نے فجر کی سنتوں کے بارے میں حدیث کی مراد نہیں سمجھی حالاکنہ (حالانکہ)ان سنتوں کے بارے میں ترمذی میں ہے"من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس " یہ حدیث مسند احمد اور دارقطنی میں پانچ طریقوں سے مروی ہے اور تین طریقوں سے سنن بیہقی میں اور دو طریق سے سنن ابن حبان ومستدرک حاکم میں اور ایک طریقہ سے ذہبی کے طبقات اور نسائی کے سنن کبری میں بلکہ طحاوی میں بھی ہے اور ان سب کا مدار حضرت قتادہ کی حدیث ہے جس کی تخریج ابوداؤد نے کی ہے ابن حجر وصاحب مشکوۃ دونوں نے اس کو ضعیف قرار دیا حالانکہ براء بن عازب کی

[1] نقش دوام ،ص 403 ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۔

[2] نقش دوام ،ص 402 ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۔

حدیث پرتو کلام کیا گیا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث قطعاً محفوظ ہے"۔ [۱]

حوالہ نمبر (4) اب اسی محدث کشمیری کی زُبان اور اُن کے شاگردِ خاص احمد رضا بجنوری کے قلم کی تیزی بھی ملاحظہ فرمائیں:

"سرخی:" بخاری کی حدیث الباب میں دوغلطیاں" حضرت شاہ صاحبؒ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا: امام بخاری اپنی صحیح میں تو کف لسان کرتے ہیں، لیکن باہرخو تیز لسانی کرتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ دیکھوان کی تالیف جزء القراءۃ اور جزء رفع الیدین، پھر فرمایا کہ امام بخاری نے حدیث الباب کی روایت مالک بن بحینہ سے کی ہے حالانکہ وہ تو مسلمان بھی نہیں ہوا تھا۔ صحیح یہ ہے کہ روایت ان کے صاحبزادے عبداللہ نے کی ہے، جو صحابی تھے، دوسری غلطی یہ ہے کہ بحینہ کو مالک کی ماں ذکر کیا گیا، جبکہ وہ مالک کی بیوی اور عبداللہ کی ماں ہے"۔ [۲]

حوالہ نمبر (5)

" میں کہتا ہوں کہ کستلیؒ کی یہ تحقیق غلط ہے"۔ [۳]

قارئین کرام! ان حوالوں کوغور سے پڑھیں اور خُود ملاحظہ کریں کہ کس طرح امام بخاری، کستلی، ابن حجر، زیلعی، شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہم کی غلطیاں نکالی گئی ہیں اور یہ تو چند نام مشتے نمونہ ازخروارے کے طَور پر پیش کئے گئے ہیں ورنہ کتب دیوبندیت میں ایسے سینکڑوں نام موجود ہیں جن کی تحقیقات کو غلط قرار دے کر ٹھکرایا گیا ہے اور اُن کے حق میں ایسے جملے لکھے گئے جن سے توہین کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے جس کی چند مثالیں ہماری کتاب" دافع ازالۃ الوسواس" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، مگر اس کے باوجود ہم نے صرف نظر سے کام لیا

---

[۱] نقش دوام، ص 403 ۔ 404، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[۲] انوارالباری شرح صحیح البخاری، ج 15 ص 241۔242، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] نوادرات امام کشمیری، ص 77، میمن اسلامک بکس، لیاقت آباد، کراچی۔

اوران موضوعات کوالزامی جوابات کے علاوہ تفرق وافتراق کا سبب نہیں بنایا اور نہ یہ باتیں دیوبندی بریلوی اختلاف میں اُصولی نزاع کا موجب سمجھی جاتی ہیں، قطع نظراس کے کہ جن علماء کی تغلیط کی گئی اُن میں دیوبندیوں کا مؤقف کہاں تک درست ہے یہ ایک علیٰحدہ بحث ہے، اوراس جانب ہم اپنے پڑھنے والے عام اردو دان حضرات کونہیں لے جانا چاہتے ، ورنہ علماءِ اُمت وصلحاءِ ملت کی تحقیقات کوغلط قراردے کرٹھکرایا گیاہے ،اس پر اگرہم عادلانہ محاکمہ قائم کریں توبھی کئی ضخیم جلدیں تیارہوسکتی ہیں۔

الغرض! دیوبندی موصوف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یارخان نعیمی نوراللہ مرقدہ کی اس نشاندہی پر جوانہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہو کی متعلق اِرشادفرمائی ہے اُس کے باعث قبلہ مفتی صاحب کومطعون قراردیتے ہیں اور اس ضمن میں انہیں اسلاف واکابرکا باغی قراردیتے ہیں توپھران کےاصول کے مطابق انور شاہ کشمیری توکٹر باغی قرار پائیں گے کیونکہ انورشاہ کشمیری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کرمعززومکرم بزرگ شخصیات کی تغلیط کی ہے۔

دیوبندی مذھب کے متعلق بحث

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولوی کاشف اقبال صاحب فیصل آبادی پے درپے الزام تراشی ،دجل وفریب اور جہالت کے سلسلے کوجاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالاعنوان قائم کرنے کے بعدلکھتے ہیں:

" دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمدزکریا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابرحضرت گنگوہی اورحضرت نانوتوی نے جودین قائم کیا تھااس کومضبوطی سے تھام لواب قاسم ورشید پیدا ہونے سے رہے بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ۔(صحبتے اولیاء:ص ۱۲۵، طبع کراچی)معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں

۔۔۔۔ایک اور حوالہ دیکھیں (جن کو) مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا۔۔۔۔واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے ۔ (المھند علی المفند :ص٦ ٩،طبع لاہور)اس عبارت میں اسلامی شریعت کو مذہب قرار دینے کا نہیں کہا گیا بلکہ واضح اقرار ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی تحریر کو مذہب قرار دیا جاوے اور ہدایت و نجات رشید احمد گنگوہی کی اتباع پر موقوف قرار دی گئی ہے۔۔۔ان دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریز منحوس کا مرہون منت ہے" ۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص٦ ٣ ۔ ٣٧)

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی فتوے کی زد میں : کاشف اقبال صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض ذہن میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک نظر ادھر بھی متوجہ ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی بدنام زمانہ وصایا میں اپنے متعلقین کو وصیت کرتے ہیں:

" میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" ۔(وصایا:ص١٠،ابوالعلائی پریس آگرہ)

اب مولوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی کے اصول کے تحت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے قرآن و حدیث دین اسلام یا مذہب حنفیت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے بجائے اپنے دین و مذہب پر اور وہ بھی وہ جو قرآن و حدیث میں نہیں بلکہ نواب صاحب کی کتب میں ہے پر قائم رہنے کو فرض سے بھی اہم فرض کے درجے میں وصیت کی ،معلوم ہوا کہ مولانا رضا خان صاحب بریلوی کا دین ،اسلام سے جدا ہے جس کا وجود انگریز و روافض کا مرہون منت ہے۔

کاشف اقبال صاحب نے یہ اعتراض دراصل مولوی غلام مہر چشتیاں کی کتاب" دیوبندی مذہب صفحہ ٨٣ ،طبع جدید کراچی" سے سرقہ کیا ہے۔ سابق بریلوی عالم مولانا سعید احمد قادری چشتیاں مولوی غلام مہر علی چشتیاں کو اس اعتراض کا تفصیلی منہ توڑ جواب دیا ہے

ملاحظہ ہو" بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ جلد ۲ صفحہ ۱٦۵ تا۱۹۲" ۔[1]

الجواب: اس اعتراض کی حقیقت یہ ہے کہ جب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی " وصایا شریف" شائع ہوکر منظرِ عام پر آئی تو دیوبندیوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہوگیا اور" وصایا شریف" ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی کیونکہ وصایا شریف میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یُوں وصیت فرمائی کہ:" میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" ۔[2]

دیوبندیوں سے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت برداشت نہ ہوسکی اور انہوں نے مندرجہ بالا عبارت میں مستعمل الفاظ" میرا دین و مذہب" پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور ایسا طوفانِ بدتمیزی برپا کیا کہ جیسے کوئی بہت بڑی دلیل اِن کے ہاتھ لگ گئی ہو اور ان الفاظ کے بنیاد پر لوگوں کے اذہان میں یہ تأثر پیدا کیا جارہا تھا کہ" میرا دین و مذہب" سے مراد معاذ اللہ نیا تراشیدہ مذہب ہے، اور اس بات کو دیوبند کے اصاغر و اکابر نے خُوب اُچھالا، حالانکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کا مقصد یہ تھا کہ وہ جس دین و مذہب یعنی اسلام و فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا بہت اہم اور ضروری ہے، لیکن مخالفین نے ان الفاظ کو غلط معنی پہنائے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔

مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے دیوبندیوں کو آئینہ دکھانے کے لئے یہ چند حوالے نقل کئے جن میں اکابرینِ دیوبند کی جانب دین قائم کرنے کی نسبت موجود تھی اور وہ بھی ان الفاظ میں" ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو" ۔ کہ دیوبندی ان الفاظ پر کون سا فتوی لگاتے ہیں جب کہ وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں مستعمل الفاظ کے متعلق یُوں گوہر افشاں ہیں ،

---

[1] دفاع، ج 1، ص 166 ۔ 167 ۔

[2] وصایا شریف، ص 10 ۔

ملاحظہ فرمائیں:

" یہاں دین و مذہب سے شریعت مراد نہیں آپ اس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں کہ حتی الوسع اس پر بھی عمل کریں، لیکن اپنے دین و مذہب پر قائم رہنے کو آپ نے جملہ فرائض سے اہم فرض بتلایا ہے اعلیٰ حضرت کا وہ خاص دین و مذہب کیا ہے جس کی اس آخری وقت میں تلقین کی جا رہی ہے اگر یہ کتاب وسنّت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہو رہا ہے تو وہ کیا چیز تھی جس کا اس آخری وقت میں ذکر کیا جا رہا ہے جہاں تک ہمارے مطالعہ کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خان کے اس خاص دین و مذہب کے دو حصے ہیں، ایک سیاسی اور دوسرا مذہبی ۔ آپ کا سیاسی عقیدہ کیا رہا ہے انگریزوں کی غیر متزلزل حمایت اور آزادی پسند جماعتوں کی مخالفت ۔ اور مذہبی دائرہ میں آپ کا طریقہ کیا رہا ہے اسے آپ کی ہی زبان سے سن لیں ان کے ہاں یہ دین کی اصل اصیل ہے اور بریلویوں کا سارا کاروبار اب اسی پر چل رہا ہے"۔ [1]

قارئین اس حوالہ کو بغور پڑھیں کہ کس طرح سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت مبارکہ میں موجود الفاظ " میرا دین و مذہب" کو کن معنوں پر محمول کیا گیا اور پھر کس طرح سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سیاسی طور پر انگریزوں کے ساتھ پیوستہ کر دیا گیا، حالانکہ اس طرح کے الفاظ کتبِ دیوبندیت میں جا بجا موجود ہیں ۔ جب مولانا کاشف مدنی صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر انہی الفاظ کو (جو کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھے تھے)دیوبندیوں کی جانب لوٹایا تو دیوبندی موصوف کو مرچیں لگ گئیں اور دوبارہ وہی اعتراض شروع کر دیا اور وہی " وصایا شریف" کی عبارت نقل کر دی جس کے متعلق مولانا کاشف مدنی صاحب نے دیوبندیوں کو آئینہ دکھایا،

[1] مطالعہ بریلویت، ج3 ص 222۔ 223، دارالمعارف اردو بازار، لاہور۔

لیکن چونکہ دیوبندی موصوف نہ تو اتنا مطالعہ رکھتے ہیں کہ انہیں حقائق کا علم ہو اور نہ ہی اتنی عقل اِن کے بھیجے میں پائی جاتی ہے کہ وہ اصل مبحث کا تعین کر سکیں، جدل اور برہان کے مناظرانہ داوٴ پیچ سے آگاہ نہیں، مولانا کاشف مدنی صاحب نے تو شکار کے لئے جھینگا پھینکا تھا مگر ہمیں کیا معلوم کہ مچھلی کی بجائے چالاک مگر مچھ بھی پھنس جائیں گے، بہر حال دیوبندی موصوف بُری طرح پھنسے ہیں، اگر وہ اعتراض سے دست بردار ہوتے ہیں تو انہیں خالد محمود مانچسٹروی سے کنارہ کشی کرنی پڑتی ہے اور اگر اعتراض کو برقرار رکھتے ہیں تو پھر انہیں اپنے اکابرین کے لئے وہ الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں جو مانچسٹروی دیوبندی نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے استعمال کئے ہیں۔

سعید قادری کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے تقریباً اڑھائی صفحات سعید قادری کو دیوبندی ثابت کرنے کے لئے اپنے نامہ اعمال کی طرح کالے کئے ہیں، حالانکہ سعید قادری کا دیوبندی ہوجانا کوئی اتنی بڑی بات نہیں اس لئے کہ مسلک اہلِ سنّت و جماعت چمکتے سُورج کے مانند ہے، سعید قادری جیسے سینکڑوں لوگ بھی اگر دیوبندیت سے تائب ہوکر اس میں شامل ہوں اور واپس انہی کی طرف لوٹ جائیں تو بھی اس چمکتے سورج کی تابناکی پر کوئی حرف نہیں آتا، ہاں تقاضائے اخوتِ اسلامی کے بموجب دُنیا کی کسی کونے میں بھی کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو دل وجگر کو قرار وسکون پہنچتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اور اگر کوئی بدبخت دامنِ اسلام چھوڑ دیتا ہے تو اُس کا غم واندوہ بھی ضرور لاحق ہوتا ہے، یہ اسلام سے فطری محبت کی وجہ سے ہے۔

پس دیوبندیت سے کچھ اشخاص کا اہلِ سنّت و جماعت میں دُخول وخروج مضر و مفید حقانیتِ اہل سنّت و جماعت نہیں ہے اگرچہ پُوری دُنیا میں اہلِ سنّت و جماعت عقیدہ کا حامل ایک ہی شخص ہو وہ بھی ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہے اور اُس کے اکیلے سُنّی ہونے کی

وجہ سے اہل سنّت وجماعت کی حقانیت مشکوک نہیں ہوگی، لہٰذا دیوبندی موصوف کا افراد واشخاص کو پیش کرنا وہ بھی غیر متیقن انداز میں کس طرح مضر اہل سنّت ہوسکتا ہے۔اُمید واثق ہے کہ ہمارے یہ چند جملے اس معاملہ میں دیوبندی موصوف کی ہرزہ سرائی کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ووافی وشافی ثابت ہوں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

دیوبندیت خالص ولی اللّٰھی فکر نھیں علماءِ دیوبند کا اقرار

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف صفحہ ۳۷ پر دیوبندیوں کے ماہنامہ البلاغ کا حوالہ نقل کیا گیا، جس میں دیوبندی مذہب کے پیشوا ومقتدا انظر شاہ کشمیری نے اقرار کیا کہ میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللّٰہی فکر بھی نہیں۔ [۱]

دیوبندی موصوف اس حوالہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"پہلے بات تو یہ ہے کہ مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مضمون کے شروع میں یہ لکھا ہوا ہے" ادارہ البلاغ" کا مضمون کے ہر ہر جزسے مکمل اتفاق ضروری نہیں۔(ماہنامہ البلاغ، ص ۴۷ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ) لہٰذا ہمارا بھی نہ تو اس مضمون سے اتفاق ضروری ہے اور نہ بالفعل ہے"۔ [۲]

الجواب: اَنظر شاہ کشمیری صاحب دیوبندیوں کے رئیس المحدثین انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے ہیں اور مذہب دیوبندیت میں ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی پُوری زندگی دیوبند سے وابستگی کے ساتھ گزری، ان کا اُٹھنا بیٹھنا، اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، بولنا سننا، سوچنا سمجھنا، لکھنا پڑھنا سب کچھ مدرسہ دیوبند کے مرہون منت تھا، دیوبند کے ماحول کو انظر شاہ نے بڑے قریب سے دیکھا اور عمائدین دیوبند کے ساتھ قربت کا وقت گزارا، انور

[۱] (ماہنامہ البلاغ)

[۲] دفاع، ج1، ص170۔ 171۔

شاہ کشمیری کا بیٹا ہونے کے ناطے اسے تمام اکابرینِ دیوبند (جو کہ اس کی زندگی میں موجود تھے) سے ملنے کا موقع ملا، اِتنا ہی نہیں بلکہ یہ دیوبند کا استاد تفسیر بھی رہا اور دیوبند کی مدرسین کی فہرست میں ایک نمایاں نام اِس کا بھی ہے، پس اس کا دیوبندیت کے متعلق تجزیہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے پیچھے اکابرینِ دیوبند کی ملاقاتوں، رفاقتوں کا اثر بھی موجود ہے۔

پس انظر شاہ کشمیری نے ولی اللّٰہی فکر سے دیوبندیت کی لاتعلقی ظاہر کر کے تمام دیوبندیوں کے دل کی ترجمانی کرڈالی۔

باقی ادارہ" البلاغ " کا یہ کہنا کہ مضمون کے ہر ہر جز سے مکمل اِتفاق ضروری نہیں کسی اہمیت کا حامل نہیں اس لئے کہ انظر شاہ کی حیثیت اراکین البلاغ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، لہٰذا اگر وہ کسی جز سے اتفاق نہیں کرتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ انظر شاہ کشمیری کوئی غیر معروف شخصیت نہیں اور نہ ہی اس کا تعارف ادارہ البلاغ کا محتاج ہے اور نہ ہی عدمِ اتفاق کی وجہ سے انظر شاہ کشمیری دیوبندیت کی نظر میں مختلف فیہ بن جاتا ہے اس لئے کہ دیوبندیوں کی نظر میں انظر شاہ کشمیری کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ مندرجہ ذیل حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث والتفسیر، مفتی زَرولی خان لکھتے ہیں کہ:

" حضرت شاہ صاحب کے فرزندِ اصغر اور علوم وفنون کے جبل اکبر دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث ہمارے بزرگ اور محسن حضرت مولانا انظر شاہ صاحب" ۔[1]

یہ دیوبندیوں کے علوم وفنون کے جبل اکبر کی گواہی ہے اور ظاہر ہے کہ جبلِ اکبر کی گواہی جبل جیسی حیثیت تو رکھتی ہوگی اور اس کا وزن بھی جبل جیسا ہی ہوگا، اب دیوبندی موصوف

---

[1] انوار انوری، ص 8، ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم، گلشن اقبال، کراچی۔

اِس سے اِتفاق کریں یا نہ کریں لیکن دیوبندیوں کے جبل اکبر نے دیوبندیت کو خالص ولی اللّٰہی فکر سے لاتعلق کر کے ایک کوہِ گراں دیوبندی مذہب پر گرادیا ہے اور کوئی بھی دیوبندی اِس بارِگراں سے سبکدوش نہیں ہوسکتا اور ویسے بھی دیوبندی موصوف کی حیثیت تو کنویں کے مینڈک جیسی ہی ہے، وہ اتفاق کریں یا نہ کریں تو کیا، البتہ ان کے عدم اتفاق پر ایک کہاوت یاد آتی ہے کہ ایک بدکردار عورت کی شادی ہوئی اور وہ پہلے ہی سے حاملہ تھی، اس نے سسرال جاکر ساس سے کہا: ساسوماں! آپ کے ہاں بچہ کتنے عرصہ میں پیدا ہوتا ہے؟

ساس بولی: اس میں عرصہ کی کیا بات، تمام عورتیں نو (۹) ماہ میں ہی وضع حمل کرتی ہیں۔

بہو بولی: اماں جی! آپ کچھ سال مجھ سے بڑی ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کی ہر بات حرفِ آخر ہو، کچھ مجھے بھی کہنے کا حق ہے، میرا ارادہ تین ماہ میں بچہ جننے کا ہے، نو (۹) ماہ والی بات سے میرا اتفاق نہیں۔ ساس نے کہا: بیٹی! ایسا مت کرنا، ناک کٹ جائے گی۔

بہو بولی: اماں جی! ناک کٹے یا رہے اس مرتبہ تو میرا آپ سے اتفاق نہیں، باقی آئندہ دیکھوں گی۔

کچھ ایسی ہی حالت موصوف کی ہے کہ اِسے پُورے دیوبندی مذہب میں کوئی صاحبِ علم مُنہ لگانے والا نہیں اور موصوف دیوبندی مذہب کے علوم وفنون کے جبل اکبر سے عدم اتفاق کر کے سر ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں، بہرحال موصوف کا عدم اتفاق بدکردار عورت کے تین ماہ میں بچہ جننے والی ضد کی طرح ہے، اور اس عدم اتفاق سے دیوبندیت کی ہی ناک کٹے گی اور ران کا ہی دامن داغدار ہوگا۔

انظر شاہ کشمیری صاحب علماء دیوبند کے نزدیک فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ دیابنہ کے نزدیک وہ بیشمار علماء دیوبند کے افکار ونظریات کا مجموعہ ہے، نسیم اختر شاہ قیصر استاذ دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ:

"اپنے بڑوں اور اساتذہ سے سنا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، امیر

شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ سحبان الہند مولانا حمد سعید دہلویؒ کی شان جامعیت اور زبان نے انظر شاہ کے قالب میں ڈھل کر ایک نیا اسلوب اور لہجہ اختیار کرلیا تھا"۔ [1]

معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف کا انظر شاہ کی مذکورہ تحریر کے متعلق تفرد کا دعویٰ درست نہیں کیونکہ اگرچہ یہ تحریر انظر شاہ نے لکھی مگر انظر شاہ کے قالب میں شبیر احمد عثمانی، عطاء اللہ شاہ بخاری، حبیب الرحمن لدھیانوی، حفظ الرحمن سیوہاروی، احمد سعید دہلوی کے افکار و نظریات موجود ہیں، اس لحاظ سے انظر شاہ کو ان تمام اکابرین دیوبند کا مجموعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

دیوبندی موصوف کا دُوسرا بہانہ

دیوبندی موصوف شرم وحیاء کے دو پٹے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

"علی سبیل التسلیم شاہ صاحب کی بات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج واشاعت جو دیوبند کا خاصہ ہے وہ جس وقت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پایا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ قوت ہمیں نظر نہیں آتی، اس اعتبار سے خالص ولی اللٰہی فکر نہیں کہا جاسکتا"۔ [2]

الجواب: فکر ولی اللٰہی میں قبور ومزارات سے حصول فیوض و برکات، استمداد از اولیاء اللہ آداب تصوف اور معمولاتِ اہلِ سنّت کی تقریباً تمام باتیں پائی جاتی ہیں جیسے کہ سابقہ صفحات میں متعلقہ مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے، جبکہ دیوبندیت خالصۃً وہابی فکر ہے، اس لحاظ سے فکرِ دیوبندیت اور فکرِ ولی اللٰہی کا کوئی ربط وتعلق نہیں۔ ان معمولاتِ اہلِ سنّت کے جواز کے حضرت شاہ صاحب قائل ہیں جن کو علمائے دیوبند شرک وبدعت قرار دیتے ہیں۔

---

[1] شیخ انظر تأثرات مشاہدات، ص28، از ہرا کیڈمی، شاہ منزل محلہ خانقاہ، دیوبند۔

[2] دفاع، ج1، ص171۔

اُن کی کتب میں قضائے حاجات ودفعِ مصائب وحلِ شدائد کے لئے اولیاء اللہ کے حضور میں متوجہ ہونا پایا جاتا ہے مگر فکرِ دیوبند اِسے شرک قرار دیتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں مختلف شعر ایسے موجود ہیں جن میں استغاثہ ببارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پایا جاتا ہے، جبکہ دیوبندی اسے شرک سمجھتے ہیں۔

پس ان اُمور کو مدّنظر رکھتے ہوئے انظر شاہ کشمیری نے فکر دیوبند کا فکرولی اللّٰہی سے بے ربط ہونے کا اعلان کیا، مگر دیوبندی موصوف اسے فقہ حنفی کی ترویج واشاعت تک محدود کر رہے ہیں، حالانکہ دیوبندی موصوف کو علم ہونا چاہیے کہ شاہ صاحبان کے دَور میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت نہیں ہوئی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک مختصر فتاویٰ ملتا ہے جس کو بھی اکابرین دیوبند شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور پھر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کم عمری میں ہی بینائی سے معذور ہو گئے تھے اور وہ، بقول بعضے، اپنی تفسیر بھی مکمل نہ کر پائے۔ پھر دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ وہ کون سے فقہ حنفی کی ترویج واشاعت ہے جسے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کر رہے ہیں؟

اگر درس وتدریس مراد ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی کمی تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نہیں بنتی (کیونکہ وہ معمولاتِ اہلِ سنّت کے قائل تھے) اور فقہ حنفی کے حوالے سے دیوبندی موصوف نے جو ڈھکی چھپی بات لکھی ہے وہ اصل میں یُوں ہے کہ وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ حنفی کا باغی سمجھتے ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں:

" مگر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تقریبا اسّی (۸۰) فیصد مسائل میں امام ابُو حنیفہؒ سے اختلاف کرتے ہیں اور ان میں سے ستّر (۷۰) فیصد سے زائد مسائل میں اُن کا رُجحان امام شافعی کی جانب ہے اسی طرح وہ عام اصول جو احناف وشوافع کے درمیان مختلف فیہ ہیں ان میں بھی ان کا میلان تمام تر امام شافعی کی جانب ہے، اور جب صورت حال یہ ہے تو اس سے

اگر یہ نتیجہ نکالا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ شاہ صاحب اپنے عمل کے اعتبار سے گو حنفی سہی لیکن فکر کے اعتبار سے شافعی ہیں"۔ [۱]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"معلوم ہو چکا کہ شاہ صاحب کو امام ابوحنیفہؒ سے صرف بعض مسائل و احکام میں اختلاف نہیں بلکہ تقریباً اسی (۸۰) فیصد مسائل و احکام میں اختلاف ہے اس تعداد کو بعضے کی بجائے اکثر بلکہ اکثریت غالبہ سے تعبیر کیا جا تا ہے"۔ [۲]

مزید آگے لکھا ہے کہ:

"اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب ان تمام مسائل میں جن میں انہیں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف ہے اگر حنفی مسلک کے مطابق عمل کرتے تو صرف عوامِ بلد کے فتنے کے خوف سے، اس لئے کہ ہندوستان کے عوام عموماً حنفی مسلک کے پابند تھے اور اگر شاہ صاحب عمل میں اس مسلک سے انحراف کرتے تو عوام ان سے برگشتہ ہو جاتے"۔ [۳]

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

"شاہ صاحب کے فکر و عمل میں جو یہ تضاد پایا جاتا ہے اس کی وجہ خُود اُن کی تحریرات میں مل جاتی ہے"۔ [۴]

مزید لکھا ہے کہ:

"ان قرائن کی رُو سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستان میں شاہ صاحب کا عملاً حنفی ہونا مصلحت تجدید کی وجہ سے عمل بالمرجوح پر مبنی تھا ورنہ ان کے پس پردہ حقیقت کچھ

---

[۱] اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص 110، بقا پبلی کیشنز، گلشن اقبال، کراچی۔

[۲] ایضاً۔

[۳] اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص 111، بقا پبلی کیشنز، گلشن اقبال، کراچی۔

[۴] اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص 113، بقا پبلی کیشنز، گلشن اقبال، کراچی۔

اورتھی"۔ [1]

"اُصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد مظہر بقا فاضل دیوبند ہیں اور ان کا شمار حسین احمد ٹانڈوی کے تلامذہ میں ہوتا ہے، مدرسہ دیوبند سے جو سند (ڈگری) مظہر بقا صاحب کو ملی اس پر اکابرینِ دیوبند کے دستخط ثبت ہیں ،اُن میں سے کچھ نام ذکر کئے جاتے ہیں: قاری محمد طیب صاحب، شبیر احمد عثمانی صاحب، ننگِ اسلاف حسین احمد ٹانڈوی صاحب، مولوی محمد شفیع صاحب، مولوی اعزاز علی صاحب، مولوی اصغر حسین صاحب اور ان کے علاوہ دیگر مدرسین دیوبند کے دستخط بھی موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں: [2]

یہ مظہر بقا صاحب دیوبندی احمد علی لاہوری سے تفسیر قرآن کا درس بھی حاصل کرتے رہے ہیں"۔ [3]

اور یہ صاحب ٹونک میں مفتی بھی رہے"۔ [4]

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح دیوبندیوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ حنفی کا باغی قرار دیا ہے اور جو چند مسائل جن پر حنفی مذہب کے مطابق شاہ صاحب اُن کے بقول عمل پیرا تھے انہیں بھی مصلحتِ وقت اور خوف عوامِ بلد کا نتیجہ قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کا فکرِ ولی اللّٰہی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انظر شاہ صاحب یہ بات کرنے میں منفرد ہیں۔

کیونکہ اسی طرح کا ایک اور حوالہ" انوار الباری" میں بھی پایا جاتا ہے، ملاحظہ کریں:

" یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک زمانے تک عدم تقلید کی طرف

---

[1] اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص 113، بقا پبلی کیشنز، گلشن اقبال، کراچی۔

[2] حیات بقا اور کچھ یادیں، ص 91، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔

[3] حیات بقا اور کچھ یادیں، ص 95، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔

[4] حیات بقا اور کچھ یادیں، ص 96، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔

بھی رجحان رہا ہے اور انہوں نے رفع یدین کو بھی ترجیح دی تھی، مگر آخر میں وہ حنفیت کی طرف زیادہ مائل ہو گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نہایت درجہ مسلک حنفی کے پابند تھے اس لیے میں نے لکھا تھا کہ ہمارے اکابر دیوبند کے فکرو مسلکی امام بکل معنی معنی الکل شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے"۔ [1]

اور یہ بھی دیوبندیوں کا بڑا دعویٰ ہے کہ وہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو امام سمجھتے ہیں ورنہ ان کی کتب میں جو واقعات نقل ہوئے ہیں اُن سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حق وسچ کو چھپانے کا تأثر پیدا ہوتا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

دیوبندی مذہب کے قطبِ عالم رشید احمد گنگوہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک دن مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا، حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں اور مانتے ہیں، مگر اسی خاندان کے دُوسرے حضرات کو بُرا کہتے ہیں؟ حضرت امام ربانی نے اِرشاد فرمایا: میاں کہوں گا تو تمہیں بھی بری لگے گی اور مجھے بھی، بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب ان کے دفع کرنا چاہتے تھے اس وجہ سے بات لگا کر کہتے تھے، ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے شاہ صاحب نے فرمایا بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے، ہاں! فعل مشائخ ہے، میر محبوب علی صاحب وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ حضرت سائل حدیث اور فعل مشائخ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز اور عدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا اس پر میر محبوب علی صاحب نے کہا صاف فرما دیجئے کہ جائز ہے یا ناجائز ہے تب تو سائل بھی کہنے لگا جی ہاں میری بھی یہی غرض ہے

[1] انوار الباری شرح صحیح بخاری، ج 15 ص 322، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی صاحب کو ڈانٹ کر کہا تو مجھے لوگوں سے گالیاں سنوانی چاہتا ہے۔

ایک مرتبہ ما اھل کا مسئلہ لکھا تو اب تک گالیاں سن رہا ہوں اس وقت میر محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا سن لو حضرت اس نماز کو نا جائز فرما رہے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں دے سکتے، اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بری بات چھوٹتی نہیں، شاہ اسحاق اور مولانا اسماعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا، مگر شاہ اسحاق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہوا، مولوی اسماعیل صاحب نے صاف صاف منع کیا بہتیرے مان گئے"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بات لگا کر کہتے تھے اور جواز وعدم جواز کے مسائل میں گول مول جواب دے کر لوگوں کو ٹال دیتے تھے اور محض گالیوں کے خوف سے صراحتاً حق بیان نہیں کرتے تھے، یعنی دیوبندیوں کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روش سے بھی اختلاف ہے، اور آپ کے علمی وفقہی جوابات کو بات لگا کر کہنا قرار دیتے ہیں، گویا کہ ان کے نزدیک حضرت شاہ صاحب کا اُسلوب جوابِ مسائل میں غیر معتمد ہے۔ تو اس لحاظ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما دونوں کی چھٹی ہوگئی، اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو امام تسلیم کرنے کا جو دعوی کیا جا رہا تھا وہ ڈھونگ ثابت ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کے مسلکی امام شاہ صاحبان نہیں بلکہ نانوتوی صاحب ہیں، چنانچہ انظر شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

" حضرت نانوتوی از ہر الہند دار العلوم دیوبند بانی نہیں بلکہ فکر کے امام ہیں"۔ [2]

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج2 ص 247، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

[2] شیخ انظر تاثرات مشاہدات، ص13، از ہر اکیڈمی، شاہ منزل محلہ خانقاہ، دیوبند۔

لہٰذا دیوبندیت کو کسی بھی طرح فکر ولی اللّٰہی کا سنگم قرار نہیں دیا جا سکتا، ہاں! دیوبندیت میں اسماعیل دہلوی، عبدالحیی بڈھانوی، سید احمد رائے بریلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرفعلی تھانوی کے عقائد ونظریات کلی طور پر پائے جاتے ہیں اس لحاظ سے یہ ایک نئی تحریک کا نام ہے، جس کا اہل سنّت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ: "اگر انظر شاہ صاحب دیوبند کو چودھویں صدی کی پیداوار سمجھتے تو اسی مضمون میں یہ کیوں لکھتے: " دیوبند کی اصابت اور مکمل حدیث وقرآن یا سنّت ودین سے موافقت پر شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے، ہر تعصب سے بالا تر ہو کر جس قدر غور میں نے کیا یا فکر ونظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو مکہ اور مدینہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما سے اپنی ابتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل میں چلا تھا۔(البلاغ،ص ٤٨)"۔ [1]

موصوف مزید لکھتے ہیں: شاہ صاحب کو دیوبند کو مکہ ومدینہ سے جوڑ رہے ہیں اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ چودھویں صدی سے جوڑ رہا ہے۔ [2]

الجواب: انظر شاہ کشمیری نے دیوبند کو مکہ مدینہ سے جوڑا نہیں بلکہ توڑا ہے اور اس نے اپنے مخصوص تکنیکی انداز میں اس امر کا اظہار کیا ہے، دیوبندی موصوف بوجہ جہالت اس کو سمجھ نہ پائے، انظر شاہ نے دیوبندیت میں مکہ اور مدینہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما سے چلنے والے دین کی اِبتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل کی مکمل تصویر پائی، اس سے بھی ثابت ہوا کہ دیوبندیت اہلِ سنّت و جماعت سے ایک علیحدہ تحریک کا نام ہے وہ اس طرح کہ اسلام کی ابتدائی تصویر یُوں ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لوگ آہستہ آہستہ مسلمان ہونا شروع ہوئے، اسلام کے ابتدائی دَور میں مسلمان انتہائی قلیل

[1] دفاع، ج 1، ص 171۔

[2] دفاع، ج 1، ص 171۔

تھے ،انظر شاہ کشمیری کا ابتدائی دور کی مکمل تصویر کو دیوبندیت میں پانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ جس وقت تحریکِ دیوبند کا آغاز ہوا اُس وقت پُورے برصغیر میں کوئی بھی دیوبندی عقائد ونظریات رکھنے والا موجود نہ تھا (حالانکہ برصغیر کثرت سے عوامِ اہلِ سنّت اور علماءِ اہلِ سنّت سے بھرا ہوا تھا۔

ایسی صورت میں انظر شاہ کو دیوبندیت میں دینِ اسلام کے ابتدائی دَور کی تصویر نظر آنا ظاہر کر رہا ہے) کہ دیوبندیت کلیتہً ایک نئی تحریک تھی ،ماسوا ان لوگوں کے جو فکر دیوبندیت سے وابستہ تھے کوئی بھی فکر دیوبندیت کا ہمنوا و مؤید نہیں تھا۔

پس جس تحریک کے عقائد ونظریات کا علماءِ اہلِ سنّت میں سے کوئی حامی ومؤید نہ ہو تو اُسے لازماً تیرھویں چودھویں صدی ہجری کی پیداوار ہی کہا جائے گا۔

حاصل کلام: دیوبندی موصوف نے جو حوالہ پیش کیا وہ خود انہی کے خلاف ثابت ہوا اور وہ اس حوالہ کی بنیاد پر بھی اپنا تعلق مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً سے ثابت نہ کر سکے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف بحوالہ انظر شاہ لکھتے ہیں کہ: "اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ہی منتہی ہوتا ہے اور آج ہند و پاک میں حدیث وقرآن کے جوزمزمے سنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللّٰہی کا براہ راست دخل ہے اس لیے ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہوسکتا" ۔[1]

الجواب: اگرچہ انظر شاہ کشمیری نے خانوادۂ ولی اللّٰہی کی خدماتِ جلیلہ کو تسلیم کیا اور ہندو پاک میں قرآن وحدیث کے زَمزمے سننے کا سہرا بھی خانوادۂ ولی اللّٰہی کو دیا لیکن اس عبارت میں کوئی ایک فقرہ بھی ایسا موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ انظر شاہ کی نظر میں

[1] دفاع، ج 1،ص 171۔

دیوبندیت ولی اللّٰہی فکر ہے۔ انہوں نے تو صاف تصریح کر دی کہ دیوبندیت خالص ولی اللّٰہی فکر بھی نہیں۔

ایک طرف تو ہندوپاک میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا محور خانوادۂ ولی اللّٰہی کو قرار دیا جا رہا ہے اور دُوسری جانب فکری طور پر اُن سے تعلق توڑا بھی جا رہا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندیت قرآن وحدیث کے نظریات کا نام بھی نہیں ورنہ قرآن وحدیث بیان کرنے والے خانوادے سے تعلق کیوں توڑا جاتا۔ اس لحاظ سے بھی یہ بات واضح وعیاں ہو جاتی ہے کہ دیوبندیت ایک عجمی فکر ہے جو سامراجی قوتوں کی پشت پناہی سے معرضِ وُجود میں آئی، اور اس کے معرضِ وجود میں آنے میں چھ سو روپے ماہانہ کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ

مسلکِ حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ

دیوبندی موصوف نے حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ سنّت کے نظریات سے منحرف ثابت کرنے کے لئے تقریبا چار صفحات اپنے مذہب کے نام نہاد مناظر ابُوایوب قادری کے تحریر کردہ نقل کئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی موصوف اپنے ساتھ ساتھ دوسرے دیوبندیوں کو بھی ذلیل وبے عزت کروانا چاہتے ہیں، اور ہمیں خوشی ہوئی کہ دیوبندی موصوف نے اپنے ہم مذہب ابوایوب قادری کا مضمون اپنی کتاب میں لگایا اِس طرح اُس کی علمی حیثیت کو ظاہر کرنے کا موقع ہمیں مل جائے گا، اور عقلمند کہتے ہیں کہ ایک تیر سے دو شکار کہ جب اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے اس مضمون کے دلائل کا رد لکھا جائے گا تو دیوبندی موصوف کے ساتھ اس کے ہم مذہب ابُو ایوب قادری کی بھی دلائل سے "چھترول" ہو جائے گی۔

موصوف اپنی ان احمقانہ حرکتوں کی بنا پر ابُو ایوب سے پہلے اپنے مسلک کے بزرگ مناظر منظور نعمانی صاحب اور خالد محمود مانچسٹروی دیوبندی کو بھی ذلیل ورُسوا کروا

چکے ہیں ۔اب کوئی شخص اپنے لئے سامان رُسوائی فراہم کرے اور زُبانِ حال سے رُسوا ہونے کی دعوت دے تو بھلا ہم ایسے شخص کا کیا کر سکتے ہیں۔

بہرحال جو ذلت ورُسوائی موصوف کے لئے اپنی تحریروں سے مقدر ہے اُسے کسی بھی صُورت نہیں ٹالا جا سکتا، یہ قضا کے فیصلے ہیں، من وشما اس میں کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔آیئے قارئین کرام موصوف اور موصوف کے مناظر اسلام ابُو ایوب قادری کو ذِلّت آمیز شکست جو ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے، دینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔

شکست نمبر (1)

مسئلہ ذنب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ :" بریلوی حضرات لیغفرلك الله کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی ہے۔(اشعۃ اللمعات، ج۱ص ۱۳۷)" [1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر اسلام نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کتب کو نہیں پڑھا اور خود موصوف نے اپنے مشورے پر بھی عمل نہیں کیا جس میں وہ راقم الحروف کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" محدث عصر سے گزارش ہے کہ آئندہ کسی کتاب یا عالم کا حوالہ دو تو پہلے اس کتاب کو مکمل اور اس کی تمام کتب خود پڑھ لو اس کے بعد کسی کے خلاف اس کے اقوال کو پیش کرو" ۔[2]

موصوف نے اپنے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور وہ " اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت " اپنے ہی اصول کے مطابق قرار پائے ،اس لئے کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری

---

[1] دفاع، ج1،ص172۔

[2] ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس ،ص73،ناشر: جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

کتاب "مدارج النبوۃ" میں "﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ کے متعلق تفصیلی کلام فرمایا ہے، جس میں آپ کا مختار و پسندیدہ قول وہ ہے جس میں ذنب کی نسبت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب نہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"وصل واتم وانعم واکمل کمال ازجاه وجلال وکرامات و برکات که از درگاه عزت دارد وفائض است برآنحضرت چیزے است که متضمن است آنرا سورئه فتح که پروردگار تعالی و تقدس دران خطبه وثناے رسول خود خوانده است ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (1) لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (2) وَيَنْصُرَكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيزًا (3)﴾ بدانكه فتوح وفيوض صورى ومعنوى وكرامات وبركات ظاہر وباطن كه از جناب عزت وكبريا برآنحضرت(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)فائض است غير متناہى است ويكے از آن فتح بلاد وتسخير عباد وحصول غنائم وتقويت دين وتكثير امت وشيوع احكام اسلام است واعظم فتوحات فتح مكه است كه بعد از حصول آنتمامه قبائل عرب وطوائف انام فوج فوج در دين خدا درآمدند ورسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم متوجه عالم قدس شد ودرين سوره وعده است بحصول آن فتح كه از جہت تحقق وقوع آن تعبير بماضى كرده شد وفتح مبين بمعنى پيدا وہويدا كه ظاہر وباہراست عزت وشوكت او در دين وحصول مزيد يقين وبمعنى پيدا وہويدا كننده نيز آمده است يعنى ظاہر كننده عزت وشوكت وغلبه دين اسلام را ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾

واقوال درينجا بسيار است يعنى گفته اند مراد چيزيست كه واقع شده در جاہليت پيش از نبوت او وامام سبكى گفته اين قول مردود است زيرا كه نبودپيغمبر خدارا صلى اللّٰه عليه وآله وسلم جاہليت وى صلى اللّٰه عليه وآله وسلم معصوم است پيش از نبوت وبعد از وى ومجاہده گفته ﴿مَا تَقَدَّمَ﴾ درقضيه ماريه و﴿وَمَا تَأَخَّرَ﴾ ارادت امراءة زيد گفت سبكى اين قول باطل ست زيراكه نبود وقضيه ماريه وامرأة زيد ذنب اصلا وہر كه اعتقاد كرد آنرا خطا كردد زمخشرى در كشاف گفته وبيضاوى نيز درينجا تبعيت وى كرده كه مراد جميع آنچه گذشته از فرطات كه تواند كه محل عتاب گردد۔

امام سبكى رحمة (اللّٰه) عليه گفته كه اين قول نيز مردود است بجہت ثبوت عصمت انبياء صلوات اللّٰه وسلامه عليہم اجمعين و بتحقيق اجماع كرده اند امت در عصمت ايشان درآنچه متعلق است به تبليغ دران از غير صغائر وكبائر از رذيله كه حط نكند مرتبه ايشانرا او از مداومت بر صغائر اين چہار قسم مجمع عليه است واختلاف كرده اند در صغائرے كه حط نكند مرتبه ايشانرا معتزله وبسيارى از غير معتزله بجواز آن رفته ومختار بعضى منع است زيراكه ماموريم باقتدا بايشان درہرچه صادر شود از ايشان از قول وفعل پس چگونه واقع شود از ايشان چيزے كه نا شائسته ونا سزا باشد وامر كرده شويم ما باقتداد ران وحشويه بے خرد رانجا سر ست بر حضرات انبياء در تجويز آن بر

ایشان مطلقاً اگر نسبت این قول بایشان صحیح است محجوج اند بآنچه ذکر کردیم از اجماع وانہاے که تجویز صغائر کردند ونصے ودلیلے ندارند برآن بلکه از ہمین آیت وامثال آن گرفته اند وبتحقیق ظاہر شد جواب ازان وآن جماعت که تجویز کرده اند صغائر غیر رذیلرا ابن عطیه گفته که اختلاف کرده اند آیا واقع شده از آنحضرت چیزے از انہاواقع نشده وصحیح آنست که واقع نشده۔

وسبکی رحمة اللّٰه علیه گفته ہیچ شک وشبه ندارم من دران که واقع نشده وچگونه تخیل کرده شود خلاف این درقول وحال آنکه ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ صفت اواست واما فعل اجماع صحابه است که معلوم است از ایشان قطعاً اتباع وے صلی اللّٰه علیه وآله وسلم واقتدا بوے ہرچه بکند از قلیل وکثیر یا صغیر یا کبیر ونبود صحابه را رضوان اللّٰه علیہم توقف وبحث تا آنکه حرص داشتند برعلم بانچه میکرد آنحضرت در سر وخلوت وبر اتباع آن داند یا نداند وکسیکه تامل کند احوال صحابه را رضی اللّٰه عنہم بآنحضرت صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وآنچه می شناختند ومشاہده میکردند از وے در جمیع احوال وے از اول تا آخر شرم دارد از خداے عزوجل که تکلم کند بمثل این کلام یا خطور کند مثل این اوہام در دل وے۔

وگفت سبکی رحمة اللّٰه علیه واگر نمی بود که گفته شده است این

قول وصادر شده است از بعضے مردم حکایت نمیکردم آنرا وتعرض نمی کردم بدان ومابیزاریم وداد خواہیم بسوی خدا از زمخشری که گفته است این قول را در تفسیر آیه واگر تسلیم کنیم این قول را حاشا لله پس نیست مگر دریکید وچیز احیانا در امر حقیر پس مناسب نیست ذکر آن در آیة که مشیر ست بتعظیم وامتنان دگردانیدن آن غایت فتح مبین ومقرون بتعظیم وحمل برین مخلست بلاغت این کلام را این کلام سبکی است در رس مقاله زمخشری که ذکر کرده است علامه سیوطی در رسائل خود وذکر کرده است اقوال دیگر نیز تا رسیده است بیازده وزیاده برآن وگفته است سبکی در تفسیر خود که به تحقیق تامل کردم درین کلام یعنی آیة ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ وما قبل وما بعد وے پس یافتم او را که احتمال ندارد مگر یک وجه را وآن تشریف وتکریم پیغمبر است صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بے آنکه درینجا گناہی باشد۔

وگفت سبکی وبعد از آنکه درافتادم من برنه معنی یافتم ابن عطیه را نیز که افتاده است براین وگفته است که معنی آیت تشریف است باینحکم ونیست در اینجا گناہی وتحقیق توفیق یافته است ابن عطیه را در آنچه گفت انتہی ۔ واین کلام مجملست ببانش آنست که خواجگان گاہی تشریف میدہند بعضے خواص او بندگان خود را ومینوازند ایشانرا ومیگویند که بخشیدم ترا و درگد مشیم از ہر گناہی که پیش وپس کرده وموخذه نیست بر تو

وحال آنکه آن بنده ہیچ گناہی ندارد وخواجه ہم میداند که ہیچ گناہی از وے صادر نشده نه پیش ونه پس ولیکن این کلام مفید تشریف وتکریم است مربندگانرا، فافہم و باللہ التوفیق۔

وبعضے محققین گفته اند که مغفرت اینجا کنایه است از عصمت پس معنی ﴿ لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ لیعصمك الله فیما تقدم من عمرك وفیما تاخر منه ،واین قول درغایت حسن وقبول است"۔[1]

" یعنی اللہ عزّوجل کی طرف سے کمال وتمام نعمت ،اکمل کمال جاہ جلال، کرامات وبرکات اور بُلندمراتب رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو عطا ہوئے ہیں۔سورۂ فتح اُن کے بیان سے پُر ہے کیونکہ پروردگار تبارک وتعالی نے اس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدح وثنا میں خطبہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (1) لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (2) وَيَنْصُرَكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيزًا (3) ﴾ یہ معلوم ہے کہ جنابِ کبریا کی طرف سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پرفتوحات اور فیوضات خواہ صوری ہوں یا معنوی اور کرامات اور برکات خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں وہ غیر متناہی ہیں اور بے حدوحساب ہیں ان میں ایک ہے شہروں کی فتح، اللہ کے بندوں کی تسخیر، غنائم کا حصول، دین کی تقویت ، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت کی کثرت اور اسلامی احکام کی عام نشرو اشاعت اور عظیم ترین فتح، تو فتح مکہ ہے۔وجہ یہ کہ فتح مکہ کے بعد جملہ عرب قبیلے اور عام لوگ جماعت درجماعت اور فوج درفوج اللہ تعالی کے دین میں یعنی اسلام میں داخل ہونے شروع ہوگئے اور اس کے بعد آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عالم قدس کی جانب متوجہ ہوئے ،سورۂ میں

---

[1] مدارج النبوۃ،ج 1 ص 71۔ 72،مرکز اھل سنت برکات رضا ،گجرات ،ہند

چونکہ فتح کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس کا یقینی طور پر واقع ہونا بصیغہ معروف فتح مبین کے ساتھ کیا گیا ہے اور یہ سب ظاہری و باطنی طور پر دین کے لئے عزت وشوکت اور یقین کے حصول میں اضافہ کا سبب ہے، فتح مبین کا معنی عزت وشوکت کو ظاہر کرنے والی اور دین اسلام کو غلبہ عطا کرنے والی فتح بھی مروی ہے۔ آیہ کریمہ ﴿ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ کی تفسیر وتشریح میں کثرت سے اقوال موجود ہیں من جملہ اُن کے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ امور ہیں جو آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں واقع ہوئے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول مردود ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امور جاہلیت کی ہوا تک نہ لگی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نبوت کے اعلان سے پہلے اور بعض از اعلان نبوت بھی معصوم ہیں۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴿ما تقدم﴾ بی بی ماریہ قبطیہ کا واقعہ اور ﴿وما تأخر﴾ سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے عقد فرمانے والا واقعہ مراد ہے۔

امام سبکی فرماتے ہیں یہ قول بھی باطل ہے، اس لئے کہ ماریہ قبطیہ اور حضرت زید کی زوجہ کے بارے میں اصلاً ذنب متصور ہی نہیں، جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔ زمخشری نے کشاف میں اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے بیضاوی نے بھی اس کو نقل فرمایا کہ اس سے مراد وہ تمام لغزشیں ہیں جو محل عتاب میں ہیں۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی مردود ہے، اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی عصمت ثابت شدہ امر ہے، البتہ ایسے صغائر جن سے اُن کے مرتبہ وشان میں کمی نہ آتی ہو اُس میں اختلاف ہے۔ معتزلہ اور بہت سے غیر معتزلہ اس کے جواز کی طرف گئے ہیں اور بعض کے نزدیک مسلک مختار ممانعت ہے، اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اقوال وافعال کی پیروی کے ہم مامور ہیں، لہذا ان سے ایسا فعل کیسے سرزد ہوسکتا ہے جو

ناشائستہ اور ناسزا ہو۔

حشویہ انبیاء کرام علیہم السلام پر جسارت وجرأت کرتے ہیں اور ان امور کو مطلقاً بغیر کسی قید کے جائز رکھتے ہیں۔ اگر ان حشویوں کی جانب اس قول کی نسبت صحیح ہے تو یہ لائق التفات اور درست ماننے کے قابل نہیں۔ اُمت کا اجماع اس کے خلاف ہے۔ **اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر صغائر کو جائز رکھتے ہیں ان کے پاس نہ کوئی نص ہے اور نہ کوئی دلیل، بلکہ وہ صرف اسی آیت کو اور اس قسم کی دوسری آیتوں کو اپنا ماخذ قرار دیتے ہیں، اور ان کا جواب بخوبی ظاہر کر دیا گیا ہے۔** صغائر غیر رذیلہ کے بارے میں ابن عطیہ فرماتے ہیں کیا ان صغائر رذیلہ میں سے کچھ حضور اکرم ﷺ سے صادر ہوئے یا نہیں؟ اس میں اختلاف بیان کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ان چیزوں میں سے کچھ بھی واقع نہ ہوا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بات میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں کہ آپ ﷺ سے ان امور میں سے کوئی چیز واقع نہ ہوئی، اور آپ ﷺ کے اس قول وحال کے برخلاف کوئی گمان بھی کیسے کرسکتا ہے جبکہ آپ ﷺ کی صفت میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ رہا معاملہ آپ ﷺ کے **افعال مبارک کا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معلوم ہے کہ وہ آپ** ﷺ کی قطعیت کے ساتھ پیروی کرتے تھے اور آپ ﷺ سے جو کچھ بھی قلیل و کثیر یا صغیر و کبیر عمل ظاہر ہوتا وہ ہر ایک میں آپ ﷺ کی اقتداء کرتے تھے، یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے پوشیدگی وخلوت میں جو امور فرمائے اس کے علم کی بھی وہ تمنا وخواہش رکھتے اور اس کی پیروی کرتے تھے، چاہے وہ حضور اکرم ﷺ کے علم آئے یا (بظاہر) نہ آئے جو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان احوال پر جو اتباع رسول کریم ﷺ کے سلسلے میں واقع ہوئے غور وفکر کرے گا بخوبی جان لے گا، اور جو شخص بھی حضور اکرم ﷺ کے احوال مبارکہ کو اول سے آخر تک جانے گا اور مشاہدہ کرے گا وہ اس قسم کی بات (صغائر

رذیلہ کا صدور) اپنے منہ سے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں نکالنے یا اپنے دل میں اس قسم کا وہم وخیال لانے سے بھی شرم محسوس کرے گا، اعاذنا اللہ منہا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی نے ایسی بات ذکر نہ کی ہوتی تو میں بھی اس کا ذکر نہ کرتا۔ علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں جو قول نقل کیا ہے ہم نہ صرف اس سے بیزار ہیں بلکہ اللہ تعالی سے انصاف چاہتے ہیں۔ امام سبکی کا کلام زمخشری کے مقالہ کے رد میں ہے جسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے، اس کے سوا اور بھی اقوال بیان کئے گئے ہیں جن کی تعداد گیارہ تک پہنچتی ہے۔ ان کو امام سبکی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں جب آیہ کریمہ ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ پر تأمل اور اس کے ماقبل و مابعد پر غور وفکر کرتا ہوں تو ایک وجہ کے سوا کوئی دوسری وجہ واحتمال کی گنجائش نہیں پاتا اور وہ وجہ آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے بغیر اس کے کہ **اس جگہ کوئی گناہ مقصود ہو۔**

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں اس معنی ووجہ کے ماخذ کے درپے ہوا تو ابن عطیہ کو بھی اس کا قائل پایا، چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ آیت کے معنی میں حضور اکرم ﷺ کی شرافت وبزرگی کا اظہار ہے اور اس میں کوئی گناہ متصور نہیں ہے۔ ابن عطیہ نے ایسا اللہ عزوجل کی توفیق پانے سے کہا، انتہی۔ یہ کلام مجمل ہے اس کی تشریح وتفسیر یہ ہے کہ آقا کبھی اپنے غلاموں کو اپنے خواص ومقربوں کے ذریعے نوازتا اور بزرگی بخشتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تمہیں بخشا اور تمہارے اگلے پچھلے گناہوں سے درگزر کیا، حالانکہ آقا خوب جانتا ہے کہ ان سے آگے پیچھے کسی بھی وقت کوئی گناہ اور غلطی سرزد نہیں ہوئی لیکن اس کا یہ کلام غلاموں کے لئے باعث عزت وافتخار ہے، فافہم وباللہ التوفیق۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جگہ مغفرت عصمت سے کنایہ ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوئے، ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ أی لیعصمك اللہ فی ما تقدم من عمرك وفیما تأخر منه۔ یہ قول انتہائی حُسنِ قبول میں ہے۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کی اس تحریر میں ان اقوال کو کس طرح رد کیا گیا اور مرجوع قرار دیا گیا ہے جو شانِ رسالت کے لائق نہ تھے، سب سے آخر میں آپ نے اسی قول کو پسند فرمایا جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت ثابت ہوتی ہے، سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں بھی عصمت والے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

پس اس لحاظ سے دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظر اسلام کی جو کوشش تھی کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کو مسلک اہل سنّت و جماعت (بریلوی) کے مخالف قرار دیا جائے وہ غلط وباطل قرار پائی اور دونوں دیوبندیوں کو ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (2)

بِدعتِ حسنہ کے متعلق شیخِ محقق علیہ الرحمۃ کا نظریہ اور دیوبندیوں کا اعتراض

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

"بریلوی حضرات بدعات پر حسنہ کا لیبل لگا کر قبول کر لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ہر بدعت ضلالت ہے یا ضلالت کا سبب"۔ (اشعۃ اللمعات، ج 1 ص 150)

مزید لکھتے ہیں کہ:" سنت کو مضبوطی سے تھامنا اگرچہ وہ چھوٹی ہو بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگرچہ وہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ سنت کا اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت"۔ (اشعۃ اللمعات، ج 1 ص 158)"۔ [1]

الجواب: موصوف کی جہالت اس حوالہ سے بھی واضح وآشکار ہو جاتی ہے کہ موصوف نے بلا تحقیق اپنے مناظرِ اسلام کا مضمون نقل کر دیا اور حوالوں کی تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی

---

[1] دفاع، ج 1، ص 172۔

ایسی روش کوئی غالی عقیدت مند ہی اختیار کرسکتا ہے، اہلِ علم کی شان سے تو یہ بعید ہی ہے، موصوف کی اس غالی عقیدت سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے اپنی چڑھتی جوانی کا کچھ عرصہ اپنے مناظرِ اسلام کے ساتھ گزارا ہے جو اس کے غلط و بے محل حوالوں کو بھی آنکھیں بند کر کے قبول کر رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف اور اس کے مناظرِ اسلام مسلکِ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سے آگاہ نہیں ہیں بدعت کے مسئلہ پر حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ونظریہ وہی ہے جو جمہور اہلِ سنّت وجماعت کا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"بعض بدعتها است که واجب است چانچه تعلم وتعلیم صرف ونحو بداں معرفت آیات واحادیث حاصل گردد وحفظ غرائب کتاب وسنت ودیگر چیز ہائیکه حفظ دین وملت برآں موقوف بود بعض مستحسن ومستحب مثل بناے رباطہا ومدرسہا وبعض مکروہ مانند نقش ونگار کردن مساجد ومصاحف بقول بعض وبعض مباح مثل فراخی در طعامہاے لذیذہ ولباسہاے فاخرہ بشرطیکه حلال باشند وباعث طغیان وتکبر ومفاخرت نوشوند ومباحات دیگر که در زمان آنحضرت صلی اللّٰه علیه وسلم بنودند چنانکه بیری وغربال ومانند آن وبعض حرام چنانکه مذاہب اہل بدع واہواء برخلاف سنت وجماعت وآنچه خلفاے راشدین کردہ باشند"۔ [1]

" بعض بدعتیں ایسی ہیں جو کہ واجب ہیں، جس طرح علم صرف ونحو کا پڑھنا پڑھانا، کیونکہ

---

[1] اشعة اللمعات ،کتاب الایمان ،باب الاعتصام والسنة ،ج1 ص69، طبع در کاخانه محمدی، بمبئ۔

ان کے ذریعے آیات واحادیث کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور اسی طرح کتاب وسنّت کے غرائب کا یاد کرنا، اور اس کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن پر دین وملّت کا تحفظ موقوف ہے، اور بعض بدعتیں مستحسن ومستحب ہیں، جیسا کہ مسافر خانے ومدرسے بنانا، اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسا کہ مساجد ومصاحف کو نقش ونگار کرنا، بعض علماء کے بقول، اور کچھ بدعتیں مباح ہیں، جیسا کہ لذیذ طعام اور لباسِ فاخرہ میں فراوانی بشرطیکہ حلال ہوں اور سرکشی، تکبر اور رعونت کا باعث نہ ہوں، اور دوسری وہ مباحات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں جیسے کہ چھلنی اور اُس کے مثل اشیاء، اور بعض بدعتیں حرام ہیں، اُن میں اہلِ بدعت کے مذاہب اور اہلِ ہوا کے مذاہب جو اہلِ سنّت وجماعت کی مخالفت کرتے ہیں، اور وہ سب کچھ جو خلفائے راشدین نے کیا ہے اُن کی مخالفت میں بنائے گئے مذاہب"۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے "مشکوۃ المصابیح" کی اپنی عربی شرح "لمعات التنقیح" میں اسی بات کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"وقسموها إلى ما هو واجب كعلم النحو، وحفظ غريب الكتاب والسنة، وسائر ما يتوقف عليه حفظ الدين، ومندوب كبناء الربط والمدارس، ومكروه كزخرفة المساجد وترويق المصحف على قول البعض، ومباح كالتبسط في أنواع الأطعمة والمباحات التي لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومحرم كمذاهب سائر أهل البدع والأهواء مما يخالف السنة ويغيرها، والبدعة أكثر ما يستعمل عرفًا في مقام الذم والتهجين، فتدبر".[1]

اس حوالے میں حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے تمام بدعات کو گُمراہی قرار نہیں دیا، بلکہ

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، ج1 ص 446، مکتبہ علوم اسلامیہ، اردو بازار، لاہور۔

آپ کے نزدیک بدعت کی ایسی قسمیں بھی ہیں جو درجہ وجوب تک پہنچتی ہیں، یعنی جن کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے، اور بعض بدعتوں کو آپ نے مستحسن و مستحب قرار دیا ہے، اور دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظرِ اسلام نے اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۵۰ اور اشعۃ اللمعات ج۱ص ۱۵۸ سے جو حوالے نقل کئے ہیں اُن میں انہوں نے یہ چالا کی کی کہ درمیان سے صفحہ نمبر ۱۵۲ کے حوالے کو شیرِ مادر کی طرح ہڑپ کر گئے وہ بھی بغیر ڈکار کے کیونکہ اگر اُس حوالہ کو لکھا جاتا تو ان لوگوں کا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، آیئے "اشعۃ اللمعات" سے وہ حوالہ ملاحظہ کرتے ہیں:

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ "من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاه الله ورسوله" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

"وکسے کہ بدعتے پیدا کنند بدعت ضلالت کہ راضی نیست ازاں وخدا ورسول خدا بخلاف بدعتے حسنہ کہ دروے مصلحت دین وتقویت وترویج آن باشد"۔[1]

مذکورہ حدیث کا مصداق ایسا شخص ہے جو بدعت ضلالت کو پیدا کرتا ہے جس سے اللہ اور اُس کا رسول راضی نہیں، بخلاف بدعتِ حسنہ کے کہ اُس میں دین کی مصلحت اور تقویت اور ترویج پائی جاتی ہے"۔

قارئین کرام! ان حوالہ جات کو غور سے پڑھیں، ان حوالہ جات میں حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بدعتِ حسنہ کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور بدعتِ ضلالہ سے جُدا قرار دیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ بدعت حسنہ کے اندر دین کی تقویت وترویج اور مصلحت پائی جاتی ہے آپ تو بدعتِ حسنہ کو دین کی تقویت کا باعث قرار دے رہے ہیں، پس ثابت ہوا کہ وہ

---

[1] اشعۃ اللمعات، ج 1 ص 152، مطبع نول کشور۔

معمولاتِ اہلِ سنّت جن پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت عقیدت وا یرادت رکھنے والے عمل پیرا ہیں وہ اُمورِ دین کی تقویت وترویج ومصالح دینیہ کا باعث وموجب ہیں اوران کو بدعتِ ضلالہ قرار دینا اور انگشتِ اعتراض رکھنا دین کی ترقی وترویج میں سدّ راہ بننے کے مترادف ہے۔

خلاصہ کلام: دیوبندی موصوف اوراُس کے مناظر نے بدعتِ حسنہ کے مسئلہ پر حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ سنّت کے نظریہ سے مخالفت ثابت کرنے کی جو کوشش کی تھی وہ غلط ثابت ہوئی اور دیوبندی موصوف اوراس کا مناظرِ اسلام مذکورہ حوالوں کی بنا پر ذلّت آمیز شکست سے دوچار ہوئے۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

شکست نمبر (3)

سوادِ اعظم کے متعلق حضرت شیخِ محقق علیہ الرحمۃ کا حوالہ اور دیوبندیوں کا اعتراض

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ سواد اعظم کیت پیروی کرو۔ بریلوی حضرات سواد اعظم سے مراد عوام کی اکثریت لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس کی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں"۔ بریلوی زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ علماء" (اشعۃ اللمعات، ج۱ ص ۱۵٤)"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظرِ اسلام نے اس حوالہ میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے، حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا مکمل حوالہ نقل نہیں کیا، حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ بھی

[1] دفاع، ج 1، ص 172۔

سوادِ اعظم کا مطلب "عوام کی اکثریت" لیتے ہیں، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"پیروی کنید سواد اعظم را، سواد دراصل بمعنی سیاہی است وبمعنی جمہور واکثر از مردم، نیز بیاید چنانکه سیاہی لشکر گویند کثرت وزیادت آں را، ومراد حث و ترغیب است بر اتباع آنچه اکثر علماء دراں جانب اند"۔[1]

" پیروی کرو سوادِ اعظم کی، سواد اصل میں سیاہی کو کہتے ہیں اور یہ جمہور اور لوگوں کی کثرت کے معنی میں آتا ہے، اور لشکر کی سیاہی کو بھی کہا جاتا ہے، مراد اس سے لشکر کی کثرت اور زیادت ہوتی ہے، اور اس حدیث کا مقصد لوگوں کو برانگیختہ کرنا اور ترغیب دینا ہے اُس مسئلہ کی اِتباع کرنے کی جانب جس طرف علماء کی اکثریت ہو"۔

الحمدللہ! ہم حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل حوالے کو تسلیم کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سواد اعظم کا معنی لوگوں کی اکثریت ہے اور ساتھ ہی اس بات کا اقرار کہ مختلف فیہ مسئلے میں جس جانب علماء کی اکثریت ہو اُس کی اتباع کرنی چاہئے۔

باقی رہا جو موصوف نے یہ کہا کہ اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے تو موصوف شاید یہ بھول گئے کہ اس روایت کا تعلق آثار قربِ قیامت سے نہیں کیونکہ دُنیا میں ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ ایک تنکے کے بارے میں فیصلہ کرنے والا بھی موجود نہ ہوگا چونکہ قرب قیامت کے آثار کی وجہ سے اہلِ سنّت کی کثرت قلت میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے اور ہر طرف سے مذاہبِ باطلہ کی یلغار ہے اور اہلِ سنّت کسمپرسی کا شکار ہیں، لہٰذا اگر افرادی طور پر دیوبندی مولوی کثیر ہو جاتے ہیں تو بھی وہ جانوروں کے ریوڑ کی مانند ہیں گو پوری دنیا ان سے بھر جائے اور ان کا بچہ بچہ مولوی بن جائے تو بھی سواد اعظم نہیں بن سکتے، اس لئے کہ

[1] اشعة اللمعات، ج 1 ص 154، نول کشور۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں علماء کی اکثریت سے مراد علماءِ حق کی اکثریت ہے نہ کہ علماءِ سُوء کی ، لہٰذا دیوبندی مسلک وفکر رکھنے والے قطعاً سواد اعظم کا مصداق ومترادف نہیں اور جہاں تک مدارس کے قیام کی بات ہے تو برصغیر میں سامراجی قوتوں کے اشارے پر شورش وفتنہ کرنے کی وجہ سے دیوبندیوں کو مراعاتیں مل گئیں اس بنا پر اغیار کے تعاون سے کثیر تعداد میں مدارس معرضِ وجود میں آئے مگر یہ بھی دیوبندیت کے حق ہونے کی نشانی نہیں ،اور شاید دیوبندی موصوف برصغیر کی سرحدوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے کثرت مدارس کا چیلنج کررہے ہیں ورنہ الحمدللہ پُوری دُنیا میں سُنّی بکثرت پائے جاتے ہیں اور اُن کے مدارس بھی دیوبندیوں کے مدارس کے مقابل بہت زیادہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی ایک خطے تک محدود نہیں بلکہ پُوری اُمت مسلمہ کے لئے ہے، پس اہل سنت کی قِلّت وکثرت کو پوری دُنیا کے اعتبار سے شمار کیا جائے گا،وگرنہ ایران میں شیعہ ملّاؤں کی کثرت ہے اور وہاں پرسُنّی آٹے میں نمک کے برابر ہیں،ان کے مدارس تو درکنار مساجد بھی شاذونادر پائی جاتی ہیں،پس شیعہ مُلاؤں کی ایران میں کثرت اور ان کے مدارس کی کثرت نہ حق ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی وہ سوادِاعظم قرار پا سکتے ہیں،لہٰذا دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر اسلام کا نظریہ غلط ثابت ہوا اور وہ اس مسئلہ میں بھی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے۔

شکست نمبر (4)

مصافحہ کے متعلق حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا حوالہ اور دیوبندیوں کا اعتراض

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ" بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز

نہیں ۔ یہ بدعت ہے وقت کو خاص کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے پس یہ ایک وجہ سے سنت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت"۔(اشعۃ اللمعات ، ج ٤ ص ٢٢)"۔ [1]

الجواب: راقم الحروف دیوبندی موصوف کی جانب سے پیش کردہ حوالوں کو جب بھی ایک نظر دیکھتا ہے تو اس میں دیوبندی موصوف کی جہالت وحماقت ضرور عیاں ہوتی ہے، کچھ یہی صورت حال اس مسئلہ میں بھی موصوف کے ساتھ در پیش ہے ، اور نہ صرف دیوبندی موصوف جہالت وحماقت کا شکار ہے بلکہ اس کے مذہب کا مناظرِ اسلام تو کئی گُنا اس سے آگے نظر آتا ہے، اور جہالت کی جو داستانیں اِن دونوں جاہلوں نے مرتب کی ہیں، ماضی قریب میں اُس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

الغرض ہم چلتے ہیں حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کی طرف ،حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں" چیزے نیست" (کوئی چیز نہیں) عربی الفاظ "لیس بشیٔ "کا ترجمہ ہے، اور کلامِ فقہاء میں اکثر علماء کے نزدیک "لیس بشیٔ " جواز واباحت کا فائدہ دیتا ہے گو استحباب کا قول بھی موجود ہے ،چنانچہ صاحب درمختار حضرت علامہ شیخ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"هُوَ نَكِرَةٌ فِي مَوْضِعِ النَّفْيِ فَتَعُمُّ أَنْوَاعَ الْعِبَادَةِ مِنْ فَرْضٍ وَوَاجِبٍ وَمُسْتَحَبٍّ فَيُفِيدُ الْإِبَاحَةَ. وَقِيلَ يُسْتَحَبُّ ذَلِكَ كَذَا فِي مِسْكِينٍ"۔ [2]

" یہ نکرہ ہے جو کہ موضع نفی میں واقع ہوا ہے،فرض ،واجب ،مستحب میں سے انواع عبادات کو عام ہے، پس یہ اباحت کا فائدہ دے گا ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ استحبابِ شے کا بھی فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ مسکین میں ہے"۔

---

[1] دفاع ج 1 ،ص 172 ۔ 172 ۔

[2] الدر المختار معه الرد المحتار، باب العيدين،، ج 2ص 177، دار الفكر، بيروت ۔

لہٰذا حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے قول" چیزے نیست" سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا اور بکلامِ فقہاء بعد از نماز مصافحہ کرنے کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے۔

اور پھر حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا بعد از نماز مصافحہ کو ایک وجہ سے سنّت اور دُوسری وجہ سے بِدعت قرار دینا بھی مانع جواز نہیں کیونکہ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختلاف فقہاء کی جانب مشیر ہے۔

میری مُراد اِس سے یہ ہے کہ کچھ فقہاء بعد از نماز مصافحہ کو سنّت قرار دیتے ہیں، اور فقہاء اسے بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہیں۔

اور جو فقہاء سنّت کے قائل ہیں وہ مصافحہ کی عمومی روایات کے تحت اسی مسئلہ کو مندرج کرتے ہیں اور کچھ فقہاء تخصیص کی وجہ سے بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہیں، حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں اِن ہر دو مسالک کی طرف اشارہ کیا ہے اور آپ کے کلام میں بدعت سے مراد بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہے کیونکہ علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے بعد از نماز مصافحہ پر بِدعت کا اطلاق کیا ہے ان کی مراد بِدعتِ مباحہ حسنہ ہے، چنانچہ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَقَوْلُهُمْ إِنَّهُ بِدْعَةٌ أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ فِي أَذْكَارِهِ".[1]

"اور فقہاء کا مصافحہ کو"بدعت قرار دینا" سے مُراد بِدعتِ مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اذکار میں اس کے متعلق اِرشاد فرمایا ہے"۔

خلاصہ بحث: ان تمام تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اباحت کا فائدہ دے رہا ہے نہ کہ عدم جواز کا، جیسا کہ دیوبندی موصوف اور اِس کے مذہب کے مناظرِ اسلام نے سمجھا ہے۔

---

[1] الدر المختار معه الرد المحتار، باب الاستبراء وغیرہ، ج 6 ص 381، دار الفکر بیروت

شکست نمبر (5)

جب معاملہ سنت وبدعت میں متردد ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

"اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سنت و بدعت میں متردد ہو جائے تو اُس کا ترک بہتر ہے"۔ (شامی: ج۱ص۶۰۰)"۔[۱]

الجواب: موصوف بوجہ جہالت اس کلیہ و قاعدہ کو سمجھ نہ پائے کیونکہ فقہاءِ احناف نے گردن کے مسح کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے، جیسا کہ بحرالرائق میں مرقوم ہے:

"وَقَدْ اُخْتُلِفَ فِيهِ فَقِيلَ بِدْعَةٌ وَقِيلَ سُنَّةٌ"۔[۲]

یعنی گردن کے مسئلہ میں اختلاف کیا گیا ہے، پس کچھ نے اُسے بدعت اور کچھ نے سنّت قرار دیا ہے"۔

مگر اس کے باوجود فقہاءِ احناف کی کتابوں میں مسحِ رقبہ کا استحباب مرقوم ہے، اگر ایسا ہوتا جیسا کہ موصوف نے سمجھا ہے تو سنت اور بدعت کے درمیان تَرَدُّد کی وجہ سے گردن کے مسح کو بھی فقہاءِ احناف بدعت قرار دیتے ہوئے اس کے عدم جواز کا فتویٰ لگادیتے، مگر فقہاءِ احناف کا طرز اور اُسلوب بتارہا ہے کہ مذکُورہ کلیہ کا مقصد وہ نہیں جو موصوف نے اور اس کے مذہب کے مناظرِ اسلام نے بوجہ جہالت سمجھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کلیہ کا تعلق بدعت مکروہہ اور سیئہ سے ہے نہ کہ بِدعتِ حسنہ ومباحہ سے جیسا کہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

---

[۱] دفاع، ج1، ص173۔

[۲] بحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج1 ص56، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

"وَمَا تَرَدَّدَ بَيْنَ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ يَتْرُكُهُ إِلَّا أَنْ يُقَالَ الْمُرَادُ بِالْبِدْعَةِ الْمَكْرُوهُ تَحْرِيمًا". [1]

"اور جس مسئلہ میں سنّت اور بِدعت ہونے میں تردد ہو اس بدعت کو ترک کیا جائے گا، مگر یہ کلیہ اُس وقت ہے جب بدعت سے مراد بدعتِ مکروہ تحریمہ ہو"۔

پس معلوم ہوا کہ اس کلیہ کا مفاد بدعتِ مطلقہ نہیں بلکہ بدعتِ مکروہ وتحریمہ ہے، لہٰذا اس کلیہ کا تعلق مسئلہ مجوث فیہا سے نہیں اور ما نحن فیہ کا تعلق بدعتِ اباحہ سے ہے۔ الغرض! دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظرِ اسلام نے جو کلیہ پیش کیا وہ بے محل ثابت ہوا، اور ساتھ ہی ان دونوں دیوبندیوں کی جہالت آشکار ہوئی ، اور اس مسئلہ میں بھی دونوں دیوبندی زبردست شکست کا شکار ہوئے۔

شکست نمبر (6)

کوا دیکھتے ہی دیوبندی للچانے لگتے ہیں، موصوف کا حوالہ اور اس کی تحقیق

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی غراب ابقع سے شہری کوا مراد لیتے ہیں اور عقعق سے جنگلی کوا مراد لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی نے غراب ابقع کو جنگلی کوا کہا ہے۔(اشعۃ اللمعات، ج۲ ص۳۹۹)یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف کے اس اعتراض پر ہمیں ایک شعر کا مصرعہ یاد آتا ہے

جب بھی کسی کا نام لوں لبوں پر تیرا ہی نام آئے

مسئلہ خواہ کوئی بھی ہو اور بات خواہ کیسی ہی چل رہی ہو مگر دیوبندی کوّے کا تذکرہ ضرور

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار، ج2ص 441، دار الفکر، بیروت۔

[2] دفاع، ج1، ص173۔

کرتے نظر آتے ہیں، گویا کہ دیوبندی محافل میں کوّے نے تذکرۂ یار کی جگہ لے لی ہے اور مقامِ دلدار حاصل کرلیا ہے، بہر حال وہ جانیں اور اِن کا کوّا جانے، کوّا کڑاھی گوشت بنے یا کوّا بریانی، ہمارا کیا ہے ہم چلتے ہیں موصوف کے اعتراض کی جانب۔

ہم غراب ابقع کو حرام قرار دیتے ہیں اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غراب ابقع کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ خود موصوف لکھتے ہیں کہ:" شیخ دہلوی نے غرابِ ابقع کو جنگلی کوّا کہا ہے، یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے"۔

پس دیوبندی موصوف کی تحریر سے ہی ثابت ہوا کہ غراب ابقع حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرام ہے، اور ہم بھی غرابِ ابقع کو حرام قرار دیتے ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف اور اس کے مذہب کے مناظر اسلام نے جو مغالطہ دینے کی کوشش کی وہ غلط ثابت ہوئی اور ان کوان کے فاسق کوّے سمیت شکستِ فاش ہوئی۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:" دانہ خُور کوا کہ صرف دانہ کھاتا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا، جسے غرابِ زرع جسے کھیتی کا کوّا کہتے ہیں، چھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے، اور چُونچ اور پنجے غالباً سُرخ، وہ بِالاتفاق جائز ہے، اور مُردار خور کوّا جسے غرابِ ابقع بھی کہتے ہیں کہ اُس کے رنگ میں سپیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور اسی حکم میں پہاڑی کوا بھی داخل کہ بڑا اور یک رنگ سیاہ ہوتا ہے اور موسم گرما میں آتا ہے، اور خلط کرنیوالا جسے عقعق کہتے ہیں کہ اس کے بولنے میں آواز عق عق پیدا ہوتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے، اور اصح حل مگر کراہت تنزیہہ میں کلام نہیں"۔ [1]

اور" بہارِ شریعت" میں ہے کہ

" غراب ابقع یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے"۔ [2]

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جدید، مسئلہ 155، جلد 20، ص 319 ۔ 320، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

[2] بہار شریعت، حصہ 15، ص 518، شبیر برادرز، لاہور۔

شکست نمبر (7)

اولیاء اللہ کے مزارات پر قبے بنانے کا جواز ، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات بڑی شدومد سے قبروں پر قبوں کے جواز کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: " قبر کے اوپر عمارت اور قبے نہ بناؤ کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ ومخالف طریقہ رسول اللہ ہیں" ۔ (شرح سفرالسعادۃ: ص ۴۹ ۳)" ۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظرِ اسلام نے لوگوں کو سخت مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارات نقل نہیں کیں تا کہ عوام الناس کو دھوکہ دیا جا سکے ۔حقیقت یہ ہے کہ قبور علماء کرام و مشائخ عظام پر قبے بنانے کے جواز کے قائل ہیں اور آپ اس امر کو مستحسن و بہتر سمجھتے ہیں ،چنانچہ آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر وترویج مشاہد ومقابر مشائخ وعظماء دیده چیز ہا افزودند تا از آنجا ابہت وشوکت اہل اسلام وارباب اصلاح پیدا آید خصوصًا در دیارہند وستان که اعدائے دین از ہنود وکفار بسیار اند وترویج واعلائے شان ایں مقامات باعث رعب وانقیادایشاں است وبسا اعمال وافعال واوضاع که در زمان سلف ازمکروہات بوده درآخرزمان ازمستحسنات گشته"۔[2]

---

[1] دفاع ،ج 1 ،ص 173۔

[2] شرح سفر السعادۃ ،ص 272 ،باب زیارۃ القبور ،مطبوعہ نوریہ رضویہ ،لاہور۔

"اس آخری زمانہ میں جبکہ عوام کی نظر صرف ظاہر پر ہی ہوتی ہے حضراتِ مشائخ عظام اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات تعمیر کرنا اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا، ایسی اور بہت سی باتیں علماءِ کرام نے بڑھائیں تاکہ اس سے مسلمانوں اور دین داروں کی ہیبت اور اُن کا رُعب دکھائی دے۔

حضوصاً متحدہ ہندوستان کے شہروں میں کہ جہاں ہندو اور دُوسرے کافر بہت سے بستے ہیں ان کے درمیان اللہ کے نیک بندوں کی شان بلند کرنا اور ان کے مزارات باعث رعب و امتیاز ہیں، اور بہت سے کام اور تعمیرات جو سلف صالحین کے زمانہ میں مکروہات کے قبیلہ میں شمار ہوتی تھیں ان کے بعد والے زمانے میں وہی کام مستحسن ہو گئے ہیں"۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے علماء وصلحاء کے مزارات پر قبے کو بنظر استحسان دیکھا ہے، پس دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کا حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی جانب عدم جواز کی نسبت کرنا سراسر دھوکہ وفریب ہے

شکست نمبر (8)

میت کے لیے بصورت قرآن خوانی ایصال ثواب کا جواز، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ :" بریلوی حضرات تیسرے دن کی قل خوانی کے بڑی شدت سے قائل وفاعل اور اِس پر عمل کرنے والے ہیں لیکن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے تکلفات کرنا (جیسے آج کل دیگیں پکائی جاتی ہیں یا بقول اعلیٰ حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں) اور یتیموں کا مال بغیر وصیت استعمال کرنا بدعت وحرام ہے۔(شرح سفرالسعادۃ:ص ۳۵۲)" [1]

---

[1] دفاع، ج 1، ص 173۔

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظرِ اسلام نے حسبِ معمول مغالطہ دہی سے کام لیا ہے اِس لیے کہ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں" صرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یتیموں کے مال میں سے بے وصیت طعام تیار کرنا بدعت وحرام ہے، نفس ایصالِ ثواب کے حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ منکر نہیں، اور اس سلسلے میں خُود سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِرشاد فرمایا ہے کہ:

" ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے، یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ اُن سے اِس کا اِذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[النِّسَاءِ: 10]

" بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بِلا شبہہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں، اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے"۔

مالِ غیر میں بے اِذن غیر تصرف خُود نا جائز ہے، قال تعالیٰ:

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[النِّسَاءِ: 29]

" اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ"۔

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خُود اُسے ہے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لاللضرر علی الخصوص (اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لیے۔ ت) اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین"۔ [1]

---

[1] فتاوی رضویہ، جدید، ج9، ص 664۔ 665، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

پس جو حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے مالِ یتامیٰ سے طعام تیار کرنے کا عدم جواز لکھا ہے ہمارا بھی وہی مؤقف ونظریہ ہے، باقی رہ گئی بات قرآن خوانی کی صُورت میں ایصالِ ثواب کی تو خُود حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"علماء بیان کرتے ہیں کہ شیخ عزّ الدین بن عبد السلام کے اس جہان سے رُخصت ہونے کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا، اس باب میں اُن سے پُوچھا کہ ہم مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے قرآن پڑھتے ہیں، کیا حال ہے، کیا تمھیں پہنچتا ہے؟ فرمایا: ہم دُنیا میں اس کے خلاف فتوی دیتے تھے، اب معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے"۔[1]

اور اس کے علاوہ "شرح سفر السعادہ" جس کے متعلق دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے حوالہ دیا ہے اسی میں مرقوم ہے کہ:

"شیخ ابن الھمام در شرح ھدایہ گفتہ اختلاف کردہ اند در نشاندن قاریاں تا بخوانند نزد قبر و مختار عدم کراہت است"۔[2]

" شیخ ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح میں اِرشاد فرمایا ہے کہ قبر کے نزدیک قاریوں کو بٹھا کر قُرآن خوانی کروانے کے مسئلہ پر اختلاف ہے لیکن مختار قول عدم کراہت کا ہے"۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ میت کے لئے قرآن خوانی کے قائل ہیں، دیوبندی موصوف نے اَدھوری عبارت کا حوالہ دیا ہے اور پُوری عبارت سے گُریز کیا ہے کیونکہ اگر وہ پُوری عبارت کا مفہوم ومطلب نقل کرتے تو لوگوں پر حقیقت آشکار ہو جاتی اور ان دونوں کو مغالطہ دینے کا موقعہ نہ ملتا، ہر دو مسائل کی تفصیل کے لئے ہماری کتب "جامع ایصال ثواب" اور "القول المنصور فی القرأۃ علی القبور" ملاحظہ فرمائیں۔

تلاوتِ قرآن کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ:

---

[1] مدارج النبوۃ، غزوۃ دومۃ الجندل، جلد 2 ص 272، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

[2] شرح سفر السعادۃ، ص 273، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی۔

"واختلاف کردہ اند در گردانیدن ثواب قرآن برائے میت ووصول ثواب آن بدو وصحیح وصول او ست"۔[1]

"یعنی اور میت کے لئے قرآن کی تلاوت کا ثواب کرنے اور پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ پہنچتا ہے"۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہی اپنی دوسری عربی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

"وقال الشیخ ابن الھمام فی (شرح الھدایۃ) : واختلفوا فی إجلاس القراء لیقرؤا القرآن عند القبر، والمختار عدم الکراھۃ"۔[2]

خلاصہ بحث ! دیوبندی موصوف نے حوالہ میں بد دیانتی کی اور ہم نے خود حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے ایصال ثواب بصورت قرآن خونی کا جواز ثابت کیا، پس اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو شکست فاش ہوئی۔

شکست نمبر (9)

تعزیت کے لئے بیٹھنے کا جواز اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

بریلوی حضرات تعزیت کے لیے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" تعزیت کے لیے دروازے پر یا راستے پر بیٹھنا بہت سخت مکروہ ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے" (شرح سفر السعادۃ: ص ۳۵۲)"۔[3]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے حسبِ عادت اس مسئلہ میں بھی دھوکہ

---

[1] اشعة اللمعات ،باب دفن المیت،ج 1 ص 348۔

[2] لمعات التنقیح ، باب إثبات عذاب القبر، ج 1 ص 437۔

[3] دفاع، ج 1، ص 173۔

دہی سے کام لیا ہے اور حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اگلی عبارت کو نقل نہیں کیا جس میں تعزیت کے لئے بیٹھنے کا جواز موجود ہے۔ موصوف نے جس عبارت کی جانب اشارہ کیا ہے اس میں دروازے یا راستے پر بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے مگر گھر میں بیٹھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"در نشتن بخانه یا مسجد رخصت است زیرا که آنحضرت صلی اللّٰه علیه وسلم بقتل جعفر وزید وابن رواحه در مسجد محزون نشت ومردم می آمدنند"۔ [1]

" یعنی گھر میں یا مسجد میں تعزیت کے لئے بیٹھنے کی رُخصت ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر و زید اور ابن رواحہ کی شہادت کے موقعہ پر مسجد میں بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محزون تھے اور لوگ بھی (تعزیت کے لئے آرہے تھے)"۔

دیو بندی موصوف اور اس کے مناظر کا چونکہ گُزارا حوالہ جاتی رسالوں پر ہے اس لئے ان دونوں کو اصل کتب کی جانب مراجعت کی توفیق نہیں ملتی اور نہ ہی یہ لوگ "شرح سفر السعادہ" کے اُسلوب سے واقف ہیں۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مجد الدین فیروز آبادی کا قول نقل کرتے ہیں اور جہاں پر ان سے اختلاف ہوتا ہے اس مقام پر احسن طریقہ سے اس کا رد کرتے ہیں۔ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں یا مسجد میں جلوس برائے تعزیت کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ رخصت دی ہے۔ الغرض دیو بندی موصوف اور اس کے مناظر نے جو مغالطہ دہی کی کوشش کی وہ ناکام قرار پائی اور اس مسئلہ میں بھی ان کو زبردست شکست نصیب ہوئی، وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

[1] شرح سفر السعادۃ، ص 273، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی۔

شکست نمبر (10)

مسئلہ ایصال ثواب اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

"آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکھٹے (اکٹھے) ہوجاتے ہیں اور بیٹھ کر ختم کرتے ہیں لیکن شیخ دہلوی فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر یا اس کے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔(شرح سفر السعادۃ: ص۳۵۱-۳۵۲)"۔ [1]

الجواب: جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر" شرح سفر السعادہ" کے اُسلوب سے واقف نہیں، یہاں بھی انہوں نے جہالت کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ دیوبندی موصوف نے" شرح سفرالسعادہ" کی جس عبارت کی جانب اشارہ کیا ہے وہ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے نہ کہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان، لہٰذا موصوف کا اس قول کو حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرنا دُرست نہیں (کیونکہ دیوبندی موصوف بار بار لکھ رہے ہیں کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں) اور ان حوالوں پر مسلک شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرخی بھی قائم کی ہے، ان دونوں بے وقوفوں سے کوئی پُوچھے کہ حضرت فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ونظریہ مسلکِ شیخِ محقق کیسے بن سکتا ہے؟۔

جبکہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ تو جابجا اپنا اختلافی نظریہ رقم فرماتے ہیں اور آپ نے اِس عبارت کے بعد بھی نعم لکھ کر عبارت سے پیدا شُدہ اشکالات کو رفع کیا ہے۔ ایسی صورت میں

---

[1] دفاع ج1، ص 173۔

دیوبندی موصوف اوراس کے مناظر کا صاحبِ متن کی بات کو مسلکِ شارح یعنی مسلکِ شیخِ محقق قرار دینا بہت بڑی بد دیانتی ہے، الغرض دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو اس مسئلہ میں بھی شکست فاش نصیب ہوئی۔

شاہ عبد الحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ اور سات دن تک میت کی طرف سے صدقہ کرنا

"و مستحب اس که تصدق کرده شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز وتصدق از میت نفع میکند او را بے خلاف میان اہل علم وو ارد شده است دراں حدیث صحیحه خصوصاآب وبعضے از علماء گفته اند که نمی رسد به میت مگر صدقه ودعا ودر بعض روایات آمد است که روح میت می آید خانه خود را شب جمعه پس نظر میکند که تصدق میکند از وے یانه"۔ [1]

"اور مستحب ہے کہ میّت کے اِس دُنیا سے جانے کے بعد سات (7) دن تک اُس کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا اُسے نفع دیتا ہے، اس میں اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں خصوصاً احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔بعض علماء نے کہا کہ میت کو صرف صدقہ اور دُعا کا ثواب پہنچتا ہے۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میّت کی رُوح شبِ جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں"۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہی اپنی دُوسری عربی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

"وفیه دلیل علی أن الدعاء نافع للمیت، وفی عقائد أهل السنة والجماعة فی

[1] اشعة اللمعات، باب زیارة القبور، ج 1 ص 361۔

دعاء الأحياء للأموات نفع لهم"۔[1]

" یعنی اس میں دلیل ہے کہ بے شک دُعا میت کے لئے نافع ہے، اور عقائد اہلِ سنّت و جماعت میں یہ بات ہے کہ زندوں کی دُعاؤں سے مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے"۔

شکست نمبر (11)

اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اختیارات دیئے گئے تھے اسی وجہ سے آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کرا سے فرمایا کہ یہ کھجوریں خود ہی کھالو کفارہ دینے کی ضرورت نہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کھالو بعد میں کفارہ ادا کر دینا"۔ (مدارج النبوۃ: ج۲ ص ۳ ۲۳)"۔[2]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے اس مسئلہ میں بھی جہالت کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ ہماری طرف سے جو روایت پیش کی گئی ہے وہ واقعہ اعرابی پر مشتمل ہے اور دیوبندی موصوف نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا جو حوالہ نقل کیا وہ واقعہ اعرابی کے متعلق نہیں، قارئین کی با آسانی تفہیم کے لئے ہم دونوں واقعات کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

ہماری طرف سے جو روایت بیان کی جاتی ہے اُسے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب" الامن والعلی" میں یُوں ذکر فرماتے ہیں:

" صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔

---

[1] لمعات التنقیح، باب إثبات عذاب القبر، ج 1 ص 437۔

[2] دفاع، ص 173۔ 174۔

فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لگا تار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ اتنے میں خرمے خدمتِ اقدس میں لائے گئے۔

حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کردے۔ عرض کی: اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

"فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ". (لفظ بخاری 1936)

" رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سُن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے"۔

مسلمانو! گُناہ کا ایسا کفّارہ کسی نے کبھی نہ سنا ہوگا، سوا دو من خُرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھا لو، کفّارہ ہوگیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو اِنعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ

﴿فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾[الفرقان: 70]

(تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی خلافتِ کبریٰ ہے، اُن کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کردیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گناہگاروں خطاواروں، تباہ کاروں کو ان کا دروازہ بتایا کہ:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ... الآية﴾[النساء: 64]

" گناہگار تیرے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔ والحمد للہ رب العلمین۔

یہی مضمون حدیث ۲۱: مسلم میں اُمُّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

اور حدیث ۲۲: مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔
حدیث ۲۳: دارقطنی میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:
"فَكُلْهُ أَنْتَ وَعِيَالُكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللهُ عَنْكَ" (لفظ الدارقطنی 2370)
" تو اور تیرے اہل وعیال یہ خُرمے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفّارہ ادا کر دیا"۔ ہدایہ میں ہے، فرمایا:
"كل أَنْت وَعِيَالك تجزئك وَلَا تجزىء أحدا بعدك"۔
" تُو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا"۔ سنن ابی داود میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:
"إِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيرِ"۔ (لفظ أبی داود 2391)
" یہ خاص اسی شخص کے لئے رحمت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں"۔
امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا وفی الحدیث وجوہ اخر"۔ [1]

یہ وہ واقعہ ہے جس کو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب میں بیان کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات کو ثابت کرتے ہیں، جبکہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے جو واقعہ ذکر کیا ہے وہ اس واقعہ سے علیحدہ اور مختلف ہے جس کا تعلق حضرت اوس بن اخرم اور خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہے جو کہ میاں بیوی تھے، ان کا واقعہ" مدارج النبوۃ " میں بیان کیا گیا ہے جس کا فقط ترجمہ بخوف طوالت ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

[1] الامن والعلی، ص 359۔363، بتحقیقی، مونال پبلی کیشنز، راولپنڈی، بتصرف۔

" ایک روز اوس بن اخرم رضی اللہ عنہ نے خولہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بستر پر طلب کیا۔ خولہ نے اُن کا کہانہ مانا۔ اَوس رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے ۔ اور کہا: "أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي "، " تم مجھ پر میری ماں کی کمر کی مانند ہو"، یہ کہا اور گھر سے باہر چلے گئے ،غصہ فرو ہوا تو پچھتائے اور صلح کرنا چاہی ۔خولہ کہنے لگی کہ صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے تا آنکہ تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار نہ کی جائے ۔اِس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایام جاہلیت میں ظہار طلاق سمجھی جاتی تھی ،لیکن ابھی تک اس سلسلہ میں مجھے وحی سے نہیں نوازا گیا۔ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !میرے لئے نہایت دُشواری پیدا ہوگئی ہے ،اگر مَیں اِس کے بچوں کو چھوڑوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے،اور اگر اُنہیں اپنے ساتھ رکھوں تو اُنہیں بھوک کا سامنا ہوگا۔ یہ مشکل تو اللہ تعالیٰ ہی آسان فرمائے گا۔

منقول ہے کہ اپنا حال بیان کرنے کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جا کر ایک کونے میں اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا اور رونے لگیں، اور اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات کی بارگاہ میں اپنی حاجت عرض کیا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَشْكُوْا اِلَيْكَ وَوَحْدَتِي وَوَحْشَتِي وَفِرَاقَ زَوْجِي وَوَجْدِي".

"اے خدا تعالیٰ! مَیں تیری بارگاہ میں اپنی بے کسی و درماندگی اور اپنے خاوند کی علیحدگی اور بے چینی کی شکایت عرض کرتی ہوں"۔

حضرت خولہ نے ابھی اپنا سر سجدہ سے نہ اُٹھایا تھا جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام آ گئے ،اور سورہ مجادلہ کی پہلی آیتیں لائے ۔اُن میں ظہار کا حکم اور کفّارہ کا بیان تھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ الآیۃ۔

بِلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی بات کو سن لیا جو تمہارے ساتھ اپنے شوہر کے متعلق جھگڑتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی باتیں سنتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی سماعت کے کمال پر حیرانگی ہوئی اس لئے کہ خولہ نے اپنا واقعہ پوشیدہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کسی اور نے اُس کی بات نہ سنی تھی۔ مَیں خُود باوجود گھر میں حاضر ہونے کے اُس کی بات کا کوئی حصہ بھی سن نہ سکی تھی، اور حق تعالیٰ نے سب سن لیا، اور فوراً ہی آیت نازل فرمادی، اور فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ الآیۃ۔

حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات عرف اور عادت کے لحاظ سے فرمائی، ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم اور سماعت میں برابر ہے خواہ آواز بُلند ہو اور خواہ پست ہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی قدر اور زیادہ ہوگئی، کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہوا۔ اُن کو دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُن کی بڑی عزت کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے۔ قد سمع اللہ بہا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشرافِ قریش کے ہمراہ جاتے تھے، اُس وقت حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آئیں، اور اُنہوں نے اپنی کوئی ضرورت بیان کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے رہے، اور رہمراہی بھی کھڑے رہے، اور وہ سب حیران تھے کہ اِس عمر رسیدہ عورت کے لئے اتنے اشراف کو کھڑا رکھنا چہ معنی دارد۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکایت ساتوں آسمان کے اوپر سے سنتا ہے۔

ظہار کے کفارہ کے بارے میں حکم کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اور فرمایا کہ تم ایک غلام آزاد کرو، پھر تم خولہ سے صحبت کر سکتے ہو۔ اَوس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مَیں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھو۔ اُنہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی میری طاقت سے

باہر ہے۔ ایک روایت اِس طرح ہے کہ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! میرا حال تو یہ ہے کہ اگر ایک دن کے دوران میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کیا مجھے اس کی بھی قدرت حاصل نہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص مجلس شریف میں حاضر ہوا، وہ ایک تھیلا کھجوروں کا بھی لایا، اُس میں کم وبیش پندرہ صاع کھجوریں ہوں گی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ کھجوریں حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں، اور حکم دیا کہ ان کو لے جا کر فقیروں میں تقسیم کر دو، تمہارے ظہار کا کفّارہ ہو جائے گا۔ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! میرے علم میں مجھ سے زیادہ فقیر کوئی نہیں ہے، اگر آپ اِرشاد فرمائیں تو اپنے اور اپنے اہل وعیال پر ان کو تقسیم کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اسی طرح کرلو۔

اس مقام پر علماء کی رائے مختلف ہے کہ اگر صاحبِ کفارہ خُود ہی فقیر ہو تو کیا وہ اپنے آپ پر صرف کر لے۔ ائمہ کی اکثریت ظاہر کو دیکھتے ہوئے اسے جائز قرار دیتی ہے ۔لیکن ہم اسے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد تو یہ تھا کہ تم اب یہ کھجوریں کھا لو لیکن بعد میں کفارہ بھی ادا کر دینا"۔ [1]

قارئین کرام ! آپ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعہ اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ پر دونوں واقعات میں فرق واضح وظاہر ہو جائے گا ، کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو واقعہ ذکر کیا ہے وہ اعرابی (دیہاتی) کا ہے ، جبکہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے جو واقعہ ذکر کیا وہ حضرت اوس بن اخرم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھتا ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعہ میں روزے کے کفارہ کا تذکرہ ہے

[1] مدارج النبوۃ ، ج2 ص 322۔ 324، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، لاہور، بتصرف۔

جبکہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ واقعہ کفارۂ ظہار سے تعلق رکھتا ہے یعنی یہ دو علیٰحدہ واقعات ہیں اور ہم جس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں وہ اعرابی کا واقعہ ہے جس کا اقرار خُود دیوبندی موصوف کی کتاب میں بھی موجود ہے کہ:

" بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اختیارات دیئے گئے تھے اسی وجہ سے آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر"۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا ایک واقعہ کے حکم کو دوسرے واقعہ کے حکم پر منطبق کرنا دریں صورت دھوکہ دہی و بددیانتی ہے اور دیوبندی موصوف کی جہالت وحماقت کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے کہ دو واقعات کو ایک قرار دیا جبکہ یہ دو علیٰحدہ اور مختلف واقعات ہیں جو کہ علیٰحدہ طور پر کتبِ احادیث وسیر میں موجود ہیں، موصوف کی اِن حرکات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ موصوف اور اس کے مناظر بالکل جاہل اور احمق ہونے کے ساتھ ساتھ بددیانت بھی ہیں، باقی رہا مسئلہ اختیاراتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو اس معاملہ میں حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ جمہور اہلِ سنّت وجماعت کے ساتھ ہیں، چنانچہ آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"(سرخی)" شرح کے احکام میں آنحضرت مالک اور مختار ہیں": صحیح اور مختار مذہب یُوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام تفویض فرمائے گئے ہیں۔ آپ جسے چاہیں جو چاہیں فرمائیں۔ ایک فعل ایک کے حق میں حرام قرار دے دیں اور دُوسرے کے حق میں وہی فعل مباح فرما دیں۔ ایسی مثالیں بہت موجود ہیں جیسے کہ حق کی اتباع کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہ ہے"۔ [1]

خلاصہ بحث! دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اہل سنّت وجماعت کے مسلک کے مخالف ثابت کرنے کی جو کوشش کی وہ

---

[1] مدارج النبوۃ، ج 2 ص 260، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔

ناکام و ناکامیاب ٹھہری اور موصوف کو سابقہ ابحاث کی طرح اس مسئلہ میں بھی زبردست شکست نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (12)

قبر کو سجدہ کرنے کی حرمت، دیوبندی موصوف کا جھوٹا الزام اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:" ہمارے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں سجدے بھی کرتے ہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" بوسہ اور سجدہ وغیرہ قبر کو حرام وممنوع ہے۔(مدارج النبوۃ، ج۲ ص ۴۲۴)"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے ہمارے اُوپر جھوٹا الزام لگایا ہے کیونکہ قبر کو بوسہ نہ دینے کے متعلق خُود سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

" مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہئے، اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کنند قبر را بدست وبوسہ نہ دہد آں را۔

قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے"۔۔مدارج النبوۃ میں ہے:

دربوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز است، واللہ تعالیٰ اعلم،

" قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے"۔ [۲]

پھر آپ سجدۂ قبر کے متعلق اِرشاد فرماتے ہیں:

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 174۔

[۲] فتاوی رضویہ، جدید، جلد 9، ص 526۔ 527، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

" بلا شبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیرِ خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزاراتِ طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر تقبیل کیونکر متصور ہے۔ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے" ۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ مزاراتِ اولیاء سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہوا ور قبر کو بوسہ نہ دے اور سجدۂ قبر کی حرمت ہمارے نزدیک متحقق ہے، پس حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں، دیوبندی موصوف نے اپنی جہالت وحماقت کے باعث اسے ہمارے خلاف سمجھا ہے اور فعلِ جہال کو محلِ استدلال میں پیش کیا ہے حالانکہ جہال کا عمل کبھی بھی دلیل نہیں بن سکتا اور نہ ہی الزامِ خصم کا باعث، لہٰذا دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کا یہ طرز استدلال بفعل جہال ان کی شکست بین کی واضح دلیل ہے۔

خلاصہ بحث ! دیوبندی موصوف کی یہ سازش بھی ناکام قرار پائی اور سابقہ ابحاث کی طرح موصوف اور اس کے مناظر کو اصولی شکست نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (13)

باجماعت نفل نماز کا مسئلہ ، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے" ۔ (ماثبت بالسنہ شہر رمضان)" ۔ [2]

---

[1] فتاوی رضویہ، جدید، جلد 22،ص 381، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور۔

[2] دفاع، ج 1، ص 174۔

الجواب :دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے بے محل اعتراض کیا ہے ،معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اور اس کے مناظر کو معمولاتِ اہل سنّت اور اُن کے احکامات کا علم نہیں ہے ، خُود سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تداعی کے ساتھ باجماعت نفل کو مکروہ قرار دیا ہے ، چنانچہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

" ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔اسی حکم میں نماز خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امامِ جمعہ حاضر ہوا، کمافی الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمٰعیل سے اور انہوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ت)" [1]

خلاصہ کلام ! حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں دیوبندی موصوف نے خلط مبحث کرکے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے، یہ بھی دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کی واضح شکست کی دلیل ہے۔

شکست نمبر (14)

عدمِ فعل حرمت کو مستلزم نہیں ،دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ :

" بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے یا جائز ہے۔اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہارا دیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نفل با جماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی فضیلت

---

[1] فتاوی رضویہ، جدید، جلد 7،ص 416 ۔ 417 ،رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

وبرتری نہیں (معلوم ہو گیا کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل با جماعت کا رد کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا ثبوت نہیں"۔(ما ثبت بالسنہ شہر رمضان)"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے حسب معمول جہالت وحماقت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ دونوں بیوقوف فقہی اُصول اور قواعد وضوابط کو سمجھ نہ پائے اِس لئے کہ فقہاء ومحدثین کے نزدیک بھی یہ طے شدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا تحریم کو مستلزم نہیں (جیسا کہ دیوبندی اسے بدعت قرار دیکر حرام ونا جائز ہونے کا فتوی لگاتے ہیں)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلَى أَنَّ فِعْلَ الرَّسُولِ إِذَا تَجَرَّدَ عَنِ الْقَرَائِنِ وَكَذَا تَرْكُهُ لَا يَدُلُّ عَلَى وُجُوبٍ وَلَا تَحْرِيمٍ انْتَهَى" [2]

اور یہ بات اس پر دلالت کررہی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل سرانجام دینا جب کہ وہ قرائن سے خالی ہو اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل سرانجام نہ دینا وجوب اور تحریم پر دلالت نہیں کرتا"۔

مزید حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں کہ:

"وَقَدْ فَهِمَ عُمَرُ أَنَّ تَرْكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْعَهُ لَا دَلَالَةَ فِيهِ على المنع"۔ [3]

" حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سمجھ لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن مجید کے جمع

---

[1] دفاع، ج 1، ص 174۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 9 ص 14۔

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 9 ص 14۔

کوترک کرنا منع پر دلالت نہیں کر رہا"۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا عدم جواز کی دلیل نہیں، اور اسی اصول کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا ثبوتِ حرمت نہیں، پس وہ تمام امور جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں اور قوانین قرآن وسنّت کے متصادم بھی نہیں اور قواعد شرعیہ سے ٹکراؤ میں بھی نہیں آتے وہ امور جائز ہیں۔

باقی رہا حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو دیوبندی موصوف اور اس کا مناظر اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں، حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نوافل مکروہ ہیں، اور اگر مستحب ہوتے تو افضل بھی ہوتے جیسا کہ فرائض جماعت سے افضل ہوتے ہیں، پس اگر افضل بھی ہوتے تو راتوں کو نوافل پڑھنے والے اور تہجد گزار جمع ہوتے اور با جماعت نماز ادا کرتے فضیلت طلب کرنے کے لیے۔

پس جب کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ چیز مروی نہیں تو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ مفاد اس عبارت کا یہ ہوا کہ جماعت کے ساتھ نفل پڑھنے میں فضیلتِ استحباب نہیں، پس صحابہ اور آپ ﷺ سے کسی چیز کا مروی نہ ہونا احیاناً عدم استحباب پر دلالت کرتا ہے نہ کہ جواز پر، حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے **"لا فضل فی ذالک"** کہہ کر فضیلت مستلزم باستحباب کی نفی کی ہے نہ کہ جواز کی۔ اور پھر نوافل کو با جماعت مکروہ قرار دینے کی وجہ روایات فقہاء احناف ہیں ان کی وجہ سے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کو مکروہ قرار دیا نہ کہ سابقہ کلیہ کی وجہ سے، کلیہ کو آپ استحباب کی نفی میں لائے ہیں اور کراہت کا اثبات فقہ حنفی کی روشنی میں کیا ہے اور دونوں معاملات کا فرق سمجھنے سے دونوں موصوف قاصر ہیں۔

خلاصہ کلام! دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے جو قاعدہ پیش کر کے دھوکہ دہی

کی کوشش کی وہ ناکام اور غلط قرار پائی اور موصوف اور اس کے مناظر کو سابقہ مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی شکست فاش نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (15)

لفظ "مکر" کے متعلق دیوبندیوں کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:"بریلوی حضرات لفظ" مکر" کا اللہ کے لیے استعمال کرنا الحاد و بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو معصیت میں رکھے اور اس پر ناز و نعمت کے دروازے کھول دے تاکہ وہ مغرور و غافل ہو جائے" مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت عربی سے ہٹ کر فارسی میں اللہ تعالی کے لیے کی ہے"۔(تکمیل الایمان:ص ۱۸۸)" [1]

الجواب: اُردو زبان میں لفظ" مکر" بُرے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی لیے شانِ اُلوہیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو زبان میں اس لفظ کی نسبت اللہ تعالی کی جانب مناسب نہیں ،دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظر نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا جو حوالہ پیش کیا ہے اُس میں سخت دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اس لیے کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کے استعمال کے جواز کا فتوی نہیں دیا بلکہ آپ کی عبارت کا آسان اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے قرآن حکیم کی آیت لکھی

﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ [2]

اور پھر اس آیت میں موجود لفظ" مکر" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی بندے کو معصیت میں چھوڑ دے اور ناز و نعمت کے دروازے اس پر کھول دے

---

[1] دفاع، ج 1،ص 174۔

[2] [الْأَعْرَافِ: 97-99]

تا کہ وہ مغرور و غافل ہو جائے اور پھر اس کو اچانک اس جگہ سے پکڑے جہاں سے بندے کا گمان بھی نہ ہو"۔

یہ تو قرآنِ مجید میں موجود لفظ" مکر" کی تشریح فرما رہے ہیں اور اس پیرایہ کو بیان فرما رہے ہیں جس اعتبار سے قرآنِ حکیم میں یہ لفظ اللہ تعالی کے لیے منسوب ہے، پس حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا تعلق آج کل اُردو زبان میں مستعمل معنی مکر کے لیے نہیں، فافھم ولا تکن من الغافلین۔

خلاصہ کلام!مذکورہ تشریح سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ حکیم کی آیت میں موجود لفظ" مکر" کی تشریح بیان کی ہے نہ کہ عمومی اعتبار سے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو اس مسئلہ میں بھی زبردست شکست نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (16)

کفنی لکھنا کا جواز اور دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات زور شور سے اس کے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اس کے کفن پر کچھ لکھنا چاہیے جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں گزری جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا"۔ (مکتوباتِ شیخ: مکتوب نمبر ٤٦)"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے میں خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا ہے اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اگلی

[1] دفاع، ج 1، ص 174۔

عبارت کو نقل نہیں کیا، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"در حدیث خود بیہیچ جا مارا نظر نیامده ولیکن در بعضے کتب که جامع روایات قوی وضعیف اند مثل مفتاح الجنان وغیره روایتی ہست که در کنز العباد نقل از کفایه شعبی چیزے گفته که مناسبت باین عالم دارد قال حکی عن بعض المتقدمین انه اوصی الی ابنه وقال اذا مت غسلت فاکتب علی جبہتے وصدری بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم قال فعلت ذلک ورأیته فی المنام وسألته عن حاله فقال لماء ضعتنے فی القبر جاءنی ملائکة العذاب فلما راءوا مکتوبا علی جبہتی وصدری بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم قالوا آمنت من العذاب"۔[1]

"حدیث میں تو مجھے کسی جگہ نظر نہیں آیا لیکن بعض کتابوں میں جن میں قوی وضعیف روایات پائی جاتی ہیں جیسا کہ "مفتاح الجنان" وغیرہ اُس میں ایک روایت ہے کہ "کنز العباد" میں شعبی کی "کفایہ" سے ایک ایسی بات منقول ہے جو اس معاملہ سے مناسبت رکھتی ہے، فرمایا کہ "بعض متقدمین سے حکایت مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی جب مَیں مرجاؤں تو غسل دینے کے بعد میرے سینے اور پیشانی پر لکھنا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہا (بیٹے نے) مَیں نے ایسا ہی کیا اور مَیں نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا اور ان سے اُن کے حال کے متعلق پُوچھا انہوں نے فرمایا کہ جب تم نے مجھے قبر میں رکھا اور عذاب کے ملائکہ آئے، پس انہوں نے میرے سینے اور پیشانی پر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا دیکھا کہنے لگے تو عذاب سے مامون ہو گیا"۔

[1] مکتوبات شیخ، مکتوب 64، ص 395،

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کا مقصد

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کسی روایت یا حدیث میں کفنی لکھنے کا تذکرہ موجود ہے؟ تو آپ نے در ایں باب روایات اور احادیث مروی ہونے کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی ان کتب کی جانب اشارہ فرمایا جو کہ جامع ضعیف وقوی ہیں کیونکہ یہ مسئلہ فضائل سے تعلق رکھتا ہے ، لہٰذا آپ کے ان الفاظ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ عدم جواز کی بات کر رہے ہیں، ایسا نہیں کیونکہ در باب فضائل اعمال ضعیف روایات بھی مقبول ہیں اور ساتھ ہی آپ نے ایک واقعہ ذکر فرمایا جس میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھے ہونے کی وجہ سے بخشش کا پروانہ عطا ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ فعل مشائخ ہے اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ جواز کے قائل ہیں۔ الغرض دیوبندی موصوف کو سابقہ مسائل کی طرح شکست فاش نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (17)

درود ابراھیمی کی فضیلت دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات درود ابراہیمی پڑھنے کو(نماز سے باہر) ناقص مکروہ، ناجائز، گناہ بتاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں" اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضل درود شریف بھیجے گا اگر وہ تشہد والا درود (درود ابراہیمی) پڑھ لے تو عمدا اس قسم سے بری ہوگا (تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب: ص ۲۸٤) مزید لکھتے ہیں" جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بے شک اس نے اس طرح درود بھیجا

جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے"۔(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب: ص٤٢٨)"۔[1]

الجواب: ہمارے نزدیک درود ابراہیمی پڑھنا ثواب کا موجب ہے اور درود ابراہیمی پڑھنے سے قلب وروح کو سکون وقرار ملتا ہے، ہم اس درود کو ذریعہ نجات اور باعث خوشنودی سرور کائنات ﷺ سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک تو درود وسلام کے وہ صیغے جو آپ ﷺ کی زبان مبارکہ سے ادا ہوئے دُنیا میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا، چنانچہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال ہوا جس کا جواب آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا، ہم یہاں پرسوال مع جواب نقل کرتے ہیں، ملاحظہ کریں:

"مسئلہ نمبر: ۱۳۴، از امرتسر دفتر پولیس، مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹیبل، ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کی یا کسی دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے، خدا حضور کو اجر دے گا، عام طور پر راستہ چلتا ہوا و دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں، مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں مَیں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دُوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا اور رسول کی پُورے طور پر حاصل ہوجائے، جناب مہربانی کرکے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کردیں، درود شریف یا کلمہ شریف اور استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ تحریرِ حضور پر عملدرآمد ہوگا۔

الجواب: سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں

---

[1] دفاع، ج1، ص174 ۔ 175، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔ طبع اول۔

مقرر کیا گیا ہے ۔درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔ جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رُک جائے۔بہتر یہ ہے ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے اُس قدر باوضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے،جس کی مقدار سَو بار سے کم نہ ہو،زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے ،علاوہ اس اُٹھتے بیٹھتے ،چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے ،اوراس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب ومطلوب ہے ،کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزّوجل تک اُس کے پہنچنے میں روک نہیں ،اور استغفار کے لئے فرمایا کہ شادمانی ہے اُسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے ،اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔واللہ تعالٰی اعلم۔ [1]

اسی لئے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم درود ابراہیمی کی فضیلت کے قائل ہیں ،باقی دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظر نے جن اقوال کی جانب اشارہ کیا ہے اہلِ سنّت پہلے ہی اُس کے قائل سے لاتعلقی کا اظہار کر چکے ہیں ،لہٰذا یہ باتیں ہمارے لئے حجت نہیں اور نہ ہی ان باتوں کو اہل سنّت وجماعت کا نظریہ سمجھا جاسکتا ہے۔

یہاں دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو آئینہ دکھانے کے لئے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ دیوبندیوں کے فخر الاماثل ،محدث العصر عبدالمجید صاحب لدھیانوی شیخ الحدیث واول صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ باب العلوم ،امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت فرماتے ہیں :

---

[1] فتاوی رضویہ، ج 6 ص 182 ۔ 183 ،رضافاؤنڈیشن ،جامعہ نظامیہ ،لاہور۔

" دوران سفر بندہ نے سوال کیا کہ افضل درو د پاک کونسا ہے؟ درود ابراہیمی یا کوئی اور؟
فرمایا: اکثر لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ درود ابراہیمی افضل ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ جب قران کریم میں

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الْأَحْزَاب: 56]"

آیت اتری ہے تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا تھا کہ یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے کہ جب حاضر خدمت ہوں تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں، لیکن صلوۃ کا طریقہ آپ فرما دیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو" اللهم صلى على محمد الخ "یعنی درود ابراہیمی، لیکن یہ ہے نماز کے اندر کیلئے، کیونکہ التحیات میں" السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته" میں پہلے سلام کا تذکرہ آچکا ہے اور درود میں" صلاۃ" اور" بارک" یعنی برکت کے الفاظ آ گئے، تو اس طرح" صلوا" اور" سلموا" دونوں پہ عمل ہو گیا لیکن غیر نماز میں جب صرف درود ابراہیمی پڑھا جائیگا تو اس میں" صلوۃ" پر عمل ہو جائیگا لیکن" سلموا" پر عمل نہیں ہو سکے گا۔

اسی لئے ہمارے اکثر بزرگ صوفیاء ومشائخ اپنے مریدین کو جب بطور ذکر کے درود بتلاتے ہیں تو ایسا درود بتلاتے ہیں جسمیں" صلوۃ اور سلام دونوں صیغے موجود ہوں مثلاً" اللهم صلى على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه وبارك وسلم " یا ان جیسے الفاظ سے ملتے جلتے وہ درود پاک جسمیں" صلوۃ "، سلام" اور برکت تینوں لفظ موجود ہیں اور اسی طرح درود ابراہیمی میں" آل" کا لفظ تو ہے جبکہ اصحاب کا لفظ نہیں ہے اگر چہ" آل" میں بھی صحابہ کرام داخل تو ہو جاتے ہیں لیکن بالتاویل۔

جبکہ اس درود میں" آل" اور اصحاب دونوں صراحتاً موجود ہیں کوئی تاویل کرنیکی ضرورت نہیں اسی لئے میرے خیال میں تو یہ درود پاک افضل ہے بمقابلہ درود ابراہیمی کے میں نے بہت سارے علماء سے دلیل پوچھی کہ تم جو درود ابراہیمی کو افضل کہتے ہو اس کی کوئی دلیل اور

وجہ بھی ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا باقی اپنے اپنے ذوق کی بات ہے"۔[1]

خلاصہ بحث! حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بھی اہل سنّت وجماعت کے خلاف نہیں دیوبندی موصوف کا ان مندرجات کی جانب اشارہ کرنا جو عند الخصم مسلم نہیں دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کی شکست بین کی دلیل ہے اور سابقہ مسائل کی طرح دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو اس مسئلہ میں بھی شکست فاش نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (18)

وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے نہ اخبار، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات کہتے ہیں جو اللہ تعالی نے خبر دی ہے اس کے خلاف کرنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں" اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دیتا ہوں اور عاصیوں کو عتاب کرتا ہوں اس طرح ہوگا جو اس نے فرما دیا ہے لیکن اس کے اوپر واجب نہیں ہے اگر بالفرض اس کے خلاف کرے تو کسی کو مجال نہیں کہ کہے کہ ایسا کس واسطے کیا"۔(تکمیل الایمان: ص 60)"۔[2]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر بوجہ جہالت حضرت شیخِ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھ نہ پائے، اس لحاظ سے انہوں نے اپنے زُعمِ باطل کی بنا پر اس عبارت کو اپنے لئے مفید سمجھ لیا حالانکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسی ابحاث کے متعلق پہلے ہی وضاحت فرما چکے ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں:

---

[1] ملفوظات حکیم العصر، ص 19۔20 مکتبہ الجنہ، جامع مسجد تالاب والی چوک بخاری کہروڑ پکا۔

[2] دفاع، ج 1، ص 175۔

" وجہ ا: وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، تو سرے سے احتمالِ کذب کا محل ہی نہ رہا، مسلم الثبوت اور اُس کی شرح" فواتح الرحموت" میں ہے:

الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلاء لا نقصا دون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ ورد بان ایعاد اللہ تعالیٰ خبر فھو صادق قطعا لاستحالہ الکذب ھناك و اعتذر بان کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس ح فی الخلف۔ (ملخصاً)

یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خُوبی گنتی ہیں، نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقیناً سچی باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ (ملخصاً)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں سے استحالہ کذب الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے بہزار زُبان اجتناب وانکار کیا، اور اپنے مذہب کی وہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر معاذ اللہ امکانِ کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیات عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو ووعید دونوں میں وارد، تو ان کے ملانے سے آیات وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خُود قرآنِ عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا، امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی، اور جب خُود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرما دیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو، ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی، انوار التنزیل وتفسیر عمادی، ارشاد العقل السلیم وتفسیر حقی، روح البیان وشرح مقاصد وغیرہا میں

اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خُود ہی رد المحتار جس سے مُدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے مسئلہ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی رد المحتار میں اسی جگہ اسی قولِ جواز کے بیان میں فرمایا:

"حاصل هذا القول جواز التخصیص لما دل علیه اللفظ بوضعه اللغوی من العموم فی نصوص الوعید" ۔ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنھیں مولٰی تعالٰی عذاب فرمانا چاہے، ایمان سے کہنا اسی رد المحتار میں یہیں یہ تصریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث وقبیح کی صاف بیخ کنی کردی، آج تک کسی عاقل نے عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآنِ عظیم میں اس وقت بکثرت موجود، پھر امکان کذب کیوں مانو! صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاکِ بدہن گستاخان) جابجا کذب موجود ہے، واہ شاباش!

رد المحتار کی عبارت سے اچھا اسناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی عقل، پھر بھی دعوی رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی سے تو حیا کرے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خلاصہ کلام! دیوبندی موصوف اور اس کا مناظر انشائے تخویف وتہدید اور اخبار میں بوجہ جہالت فرق نہ کر سکے اسی بنا پر جاہلانہ اعتراض قائم کیا اور الحمد للہ اس مسئلہ میں بھی دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو سابقہ مسائل کی طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

شکست نمبر (19)

معجزہ کے متعلق بحث، دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:

" بریلوی حضرات معجزہ کو نبی ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں:

"معجزہ خدا کا فعل ہے نہ کہ فعل رسول"۔ (تکمیل الایمان: ص ۱۱٦)"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی موصوف اور اس کا مناظر حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو سمجھ نہ سکے اس لئے عجلت میں اعتراض کرڈالا اِس لئے کہ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں معجزے کا فعل خدا ہونا جہتِ خلق کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ شرح عقائد میں مرقوم ہے:

"بأن الله خالق والعبد كاسب. وتحقيقه أن صرف العبد قدرته وإرادته إلى الفعل كسب، وإيجاد الله تعالى الفعل عقيب ذلك خلق، والمقدور الواحد داخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفتين، فالفعل مقدور الله بجهة الإيجاد ومقدور العبد بجهة الكسب"۔ [۲]

"اللہ خالق اور بندہ کاسب ہے، اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قُدرت و اِرادہ کو فعل کی جانب صرف کرنا کسب ہے، اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اُس فعل کا ایجاد کردینا خلق ہے اور مقدورِ واحد دو قدرتوں کے تحت داخل ہے لیکن دو مختلف جہتوں کے اعتبار سے، بس فعل مقدور اللہ ہے اِیجاد کی جہت سے، اور بندہ کا مقدور ہے کسب کی جہت سے"۔ [۳]

پھر خُود حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت موجود ہے جس میں آپ کرامات کی بحث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حق جواز وقوع است بقصد واختیار وبے قصد واز جنس معجزہ وغیر معجزہ وتمام کلام در اثبات کرامت بدلائل ورفع شبہ مخالفاں در کتب کلام مذکور است ولا حاجة الی البیان بعد

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 175۔

[۲] شرح العقائد للنسفیۃ، ص 154، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

[۳] جواهر الفرائد، ص 375، زمزم پبلیشرز، محمد یوسف تاؤلوی، استاد دار العلوم دیوبند۔

العیان"۔[1]

"یعنی گوکرامات کے قصد وارادہ کے ساتھ اولیاء کرام سے سرزَد ہونے میں بعض نے اختلاف کیا ہے لیکن ثواب اور برحق مذہب یہی ہے کہ ان کا قصد وارادہ کے ساتھ وقوع پذیر ہونا صحیح ودُرست ہے اور بغیر قصد وارادہ کے سرزَد ہونا بھی، خواہ معجزات کی قسم سے ہو یا نہیں، اور اس کی مکمل بحث یعنی دلائل کے ساتھ اثبات کرامات اور مخالفین کے شبہات کا جواب اور رَدوقدح کتب کلام میں مذکُور ہے اور مشاہدہ کے بعد بیان اور بحث وتمحیص کی ضرورت ہی نہیں رہتی"۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ میں کرامات ومعجزات کا وقوع بقصد واختیار تسلیم کیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ معجزات وکرامات کے اختیاری ہونے کے قائل ہیں، بس آپ کی وہ عبارت جس کا حوالہ دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظر نے دیا ہے اُس میں جہت خِلق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے۔پس اس صورت میں حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں اور خُود دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کی حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے عدم آگاہی ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام! دیوبندی موصوف اور اس کے مناظر کو سابقہ مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی زبردست شکست نصیب ہوئی۔

شکست نمبر (20)

علم قیامت ،دیوبندی موصوف کا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف اپنے مسلک کے مناظر سے نقل کرتے ہیں کہ:" بریلوی حضرات کہتے

---

[1] اشعۃ اللمعات ، ج4 ص 327، باب الکرامات، درکارخانہ محمدی بمبئی۔

ہیں کہ نبی کو قیامت کا مقررہ وقت بتادیا گیا۔
جبکہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں" قیامت کا مقررہ وقت اللہ علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا" (اشعۃ اللمعات: ج ٤ ص ٣٢٢)"۔ [1]

پھر اسی طرح دیوبندی موصوف نے" اشعۃ اللمعات" کا دُوسرا حوالہ بھی دربارہ علم غیب نقل کیا ہے کیونکہ دونوں حوالوں کا مدعا ایک ہی ہے، لہٰذا اسے ایک ہی بحث قرار دیتے ہوئے یہاں پر اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

الجواب: حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی موصوف اور اُس کے مناظر مسلک شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہیں اس لئے عجلت میں یہ اعتراض کرڈالا، حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے علم غیب یا امورخمسہ کی جونفی کی ہے وہ مقید بحساب عقل ہے یا بغیراز تعلیم الٰہی، چنانچہ آپ" اشعۃ اللمعات" میں ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"مراد آن است که بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس اینہا را نداند وآں ہا از امور غیب اند که جز خدا کسے آن راندانند مگر آنکه وے تعالی از نزد خود کسے را بدانانند بوحی والہام"۔ [2]

" مراد یہ ہے کہ ان اُمورِغیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ یہ اُمورِغیب ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ (جان سکتا ہے) جس کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے وحی یا الہام کے ذریعے آگاہ فرمادے"۔

کیونکہ دیوبندی موصوف نے اپنے مناظر سے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سے دوحوالے نقل کئے ہیں ہم بھی قصہ زمین برزمین پر عمل کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا دُوسرا حوالہ بھی نقل کرتے ہیں، اور" اینٹ کا جواب پتھر سے" پر عمل کرتے ہوئے تیسرا

[1] دفاع، ج 1، ص 175۔
[2] اشعۃ اللمعات، ج 1 ص 26، کتاب الایمان، درکارخانہ محمدی بمبئی۔

حوالہ بھی نقل کریں گے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"والمراد لا يعلم بدون تعليم الله منه، وتحقيق معنى هذه الآية وبيان إفادتها الحصر، يطلب من كتب التفسير".[1]

"یعنی اُمورِ خمسہ کے علم کی نفی سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے سوا ان امور کو نہیں جانتا، اور اس آیت کے معنی کی تحقیق، اور افادہ حصر کا بیان کتبِ تفاسیر میں دیکھا جائے"۔

حوالہ نمبر (3)

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمام جزی وکلی علوم کے حصول کے قائل ہیں، چنانچہ آپ " فعلمت ما فی السماوات والارض" کی تشریح میں اِرشاد فرماتے ہیں:

"پس دانستم ہر چہ درآسمانہا وہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطہ آں"۔[2]

" پس مَیں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اِس سے مُراد تمام جزوی وکلی علوم کا حصول اور احاطہ ہے"۔

خلاصہ کلام! حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمام کلی و جزوی علوم کے حصول کے قائل ہیں اور امورِ خمسہ کی جہاں پر آپ نے نفی فرمائی وہ مقید بدون تعلیم اللہ ہے لہٰذا شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے ہمارے خلاف نہیں اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک در مسئلہ علم غیب اہل سنّت وجماعت (بریلوی) کے مطابق ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کو سابقہ مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی زبردست شکست نصیب ہوئی۔

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، ج 1 ص 217۔

[2] اشعۃ اللمعات، ج 1 ص 172، کتاب الصلاۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ، بمبئی۔

دیوبندی موصوف کی کھلی شکست

قارئین کرام ! بحث یہ چل رہی تھی کہ دیوبندیت کا فکر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسلک شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں ،جس کا اعتراف انظر شاہ کشمیری نے ان الفاظ سے کیا " حضرت شاہ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا " ۔(ماہنامہ البلاغ)

دیوبندی موصوف نے فکر ولی اللّٰہی کے متعلق تو یہ لکھ دیا کہ " ان کا انظر شاہ کشمیری سے اتفاق نہیں " یعنی اس سلسلے میں انظر شاہ کو متفرد قرار دیا ،جس کا جواب ہم نے سابقہ صفحات میں دیوبندی کتب سے پیش کر دیا ، باقی دیوبندی موصوف نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے حوالے سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا کہ دیوبندیت کا مسلک شیخ محقق سے کلیۃً جوڑ ہے یا نہیں۔

معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف کو انظر شاہ کشمیری کے حوالے نے عاجز و مبہوت کر دیا ہے کہ موصوف اقرار وانکار بھی نہ کر سکے اس سے بڑھ کر اِن کی اور کون سی کھلی شکست ہوسکتی ہے ، اِس بحث کو دیوبندیوں کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب کے بیٹے انظر شاہ صاحب کے ایک حوالے پر ختم کرتے ہیں ،جس میں انہوں نے گنگوہی و نانوتوی کو فکر دیوبند کا امام قرار دیا ہے، حوالہ ملاحظہ کریں :

" دیوبند کی تاریخ پر انصاف اور احتیاط کے ساتھ جب کبھی غور کیا تو اس جدو جہد کا امام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کو تسلیم کرنا پڑا " ۔[1]

وھابیت و دیوبندیت

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[1] نقش دوام ،ص 154 ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۔

" دراصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بد مذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لئے وضع کیا گیا" ۔[1]

الجواب: نجد کے رہنے والے شخص محمد بن عبدالوہاب نجدی نے نئے خیالات وعقائد کو تشکیل دے کر ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی ۔محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اُس کے ماننے والوں کے عقائد ونظریات عقائدِ اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف تھے اور عقائدِ نجدیہ کے مطابق اہلِ سنّت کا عقیدہ ونظریہ رکھنے والے مؤمن ومسلمان مشرک وبدعتی تھے ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ان نئے عقائد ونظریات کی بنا پر علماءِ اہلِ سنّت نے بھرپُور مجاہدانہ کردار ادا کیا اور ان نئے عقائدونظریات کی بنیاد پر انہیں ایک نیا فرقہ قرار دیا اور وہ نیا فرقہ" وہابیت" کے نام سے مَوسَوم ہوا ۔اس فرقہ کے عقائد ونظریات برصغیر تک بھی آ پہنچے اور عقائد وافکار کی مماثلت کی بنیاد پر برصغیر میں نجدیانہ خیالات رکھنے والے لوگوں کو فکر ابن عبدالوہاب کے ساتھ منسلک کیا گیا ۔

بہرحال دیوبندی موصوف کی یہ بھول ہے کہ برصغیر کے علماء اہلِ سنّت نے لفظ" وہابی" وضع کیا تھا، ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اگر تاریخی اَوراق پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں لفظ" وہابی" برصغیر کی سرحدوں سے باہر بھی شائع وضائع ملتا ہے،مثال کے طور پر ابن عبدالوہاب نجدی کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب "الصواعق الإلهية في الرد على الوهابية "میں بھی لفظ" وہابی مستعمل ہے ،حالانکہ سلیمان بن عبدالوہاب کا تعلق برصغیر سے نہیں ،اور یاد رہے کہ سلیمان بن عبدالوہاب کی یہ کتاب وہابیانہ نظریات کے رد میں لکھی گئی ہے،اور اسی طرح بیشمار کتابیں موجود ہیں جو کہ علماءِ اہلِ سنّت نے نجدیانہ نظریات کے رَد میں لکھیں اور ان نجدیانہ نظریات کے حامل افراد کو وہابی قرار دیا اور اُن علماء کا تعلق برصغیر سے بھی نہیں، لہٰذا

---

[1] دفاع، ج1،ص176 ۔

دیوبندی موصوف کا یہ الزام غلط قرار پایا کہ" وہابی" کا لفظ ہندوستان کے علماء اہل سنّت وجماعت نے اپنے مخالفین کے لئے وضع کیا تھا، اس سلسلہ میں علماءِ اہلِ سنت ان علماء کے پیروکار ہیں جن کا تعلق برصغیر سے نہیں اور انہوں نے نجدیانہ عقائدونظریات کے حامل افرادکو" وہابی" قرار دیا۔ الغرض دیوبندی موصوف کا الزام جھوٹا اور غلط قرار پایااور تاریخ سے موصوف کی جہالت ثابت ہوئی۔

یہاں پر چندکتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جن میں نجدیانہ عقائدونظریات کے حامل افرادکووہابی قرار دیا گیاہے۔

(1)"المشكاة المضيئة في الرد على الوهابية"،علي بن عبد الله البغدادي، السويدي. (حوالى 1170هـ) (1756م)

(2) "الرسالة المرضية في الرد على الوهابية"،محمّد بن عبد الله بن محمّدبن فيروز، التّميميّ، الأحسائيّ، (1142 - 1216هـ)

(3)"الرسالة الردية على طائفة الوهابية"،محمد عطاء الله بن محمد شرف بن ابي اسحاق الرومي، المعروف بعطا. (...- 1226هـ)

(4)"تاريخ عجائب الآثار في التراجم والأخبار"، عبد الرحمن بن حسن الجبرتي المؤرخ(المتوفى: 1237هـ)

(5)"المنح الإلهية في طمس الضلالة الوهابية" ۔إسماعيل بن محمد التميمي، (1164 - 1248هـ)

(6)"المنحة الوهبية في الرد على الوهابية۔داود بن سليمان البغدادي، النقشبندي الخالدي، الحنفي. عالم، اديب. (1231 - 1299هـ)

(7)تاريخ الوهابية،ايوب صبري الرومي، الحنفي، امير اللواء، ورئيس المحاسبات في وزارة البحريةتوفي في صفر. (000 - 1308هـ)

(8)الکتاب: حلیة البشر في تاریخ القرن الثالث عشر

المؤلف: عبد الرزاق بن حسن بن إبراهيم البيطار الميداني الدمشقي (المتوفی:1335ھ)

موصوف کومزید طلب ہو گی تو ان شاء اللہ العزیز ہم اور بھی ذکر کر دیں گے۔

اعتراض:" ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا اور بدعات وخرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا" وہابی" کہلاتا ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ بھی جھوٹا الزام ہے کہ ہم نے کسی بھی متبع سنت ومتدین ودیندار کو وہابی کہا ہو، ہم بھلا اس شخص کو" وہابی" کیسے کہہ سکتے ہیں جس کے سینے میں عشقِ رسول کی شمع فروزاں ہو اور حضور سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتا ہو۔ علماءِ اہلِ سنت نے تو ان لوگوں کو وہابی قرار دیا ہے جو توحید کے نام پر توہین کی فکر پھیلا رہے تھے، جن کی جانب سے اِتباعِ سنّت کے نام پر تنقیص انبیاء واولیاء کا پیغام پھیلایا جارہا تھا اور پُوری اُمت مسلمہ کو کافر ومشرک قرار دیا جارہا تھا۔ ہم بھلا اُن چالیس چوروں کو کیسے معاف کر سکتے ہیں جو دن دھاڑے اُمت مسلمہ کا ایمان لُوٹ رہے ہیں۔ ایسے لٹیروں کو برصغیر اور برصغیر سے باہر رہنے والے علماءِ اہلِ سنت نے وہابی قرار دیا۔ پس وہابی لقب نجدیانہ عقائد ونظریات رکھنے والے دین کے لٹیروں کا ہے، نہ کہ کسی متبع سنّت دیندار عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

دیوبندی موصوف میں ذرا سی بھی شرم وغیرت ہے تو اِس نے جو الزام لگایا ہے اُس پر کوئی مستند حوالہ پیش کرے، مگر ان شاء اللہ العزیز تا صبح قیامت ایسا حوالہ پیش نہ کر سکے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے" فتاوی رضویہ شریف" سے سائل کا ایک سوال بطور

---

[1] دفاع، ص 176۔

حوالہ نقل کیا، اور اس پہ یوں عمارت قائم کی کہ" اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آجاتی ہے"۔[1]

الجواب: (1) دیوبندیوں کا یہ طریقہ واردات ہے کہ وہ شادی بیاہ ودیگر رسُوماتِ زندگی کے موقع پر بعض ایسے مسائل کو علامتِ دیوبندیت بنا کر پیش کرتے ہیں کہ گویا اسی مسئلہ میں دیوبندیت منحصر ہے اور اپنے اصلی عقائد سے لوگوں کو آگاہ نہیں کرتے۔ ایسا ہی کچھ معاملہ مذکورہ سائل کے ساتھ بھی ہوا، سائل سادہ لوح تھا اور اس نے یہ جانا کہ تاشہ بجانے میں دیوبندیت منحصر ہے اور اسی بنیاد پر وہ دیوبندی اپنے سازشی ذہن سے جڑیں پختہ کرے گا اور اس نے اپنی دانست میں تاشہ بجانے کی اجازت چاہی۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک الفاظ میں یہ واضح فرمادیا کہ ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے تو اُسے جائز نہیں کہا جاسکتا، کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اسے بھی جائز کردینا ہوگا یعنی ناچ گانا مابہا النزاع مسائل میں سے نہیں۔

پس اگر کوئی دیوبندی یا وہابی ایسے مسائل سے فائدہ لینے کی کوشش کررہا ہے تو اس کی بنیاد پر ان مسائل کے لئے فتوی جواز مرحمت نہیں ہوگا، بلکہ اس کی دُوسرے طریقہ سے سرکوبی کی جائے گی۔

(2) دیوبندی موصوف کی یہ بھی بیوقوفانہ سوچ ہے کہ ایک سادہ لوح بے خبر سائل کے سوال کو اس نے پُوری اہلِ سنّت وجماعت کا نظریہ سمجھ لیا، پُوری دُنیا میں کہیں یہ اُصول بھی پایا جاتا ہے کہ علمی مسائل کا تصفیہ بے علم سادہ لوح لوگوں کے اقوال سے کیا جائے۔

(3) جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ دیوبندیوں کا یہ طریقہ واردات ہے کہ وہ شادی بیاہ کے موقع پر ان مسائل کو اہلِ سنت اور وہابیت کے نزاعی مسائل قرار دیتے ہیں، حالانکہ حقیقت

---

[1] دفاع، ج 1، ص 176۔ 177

یہ ہے کہ یہ لوگ بھی غیر شرعی کاموں میں پہلے نمبر کے متحقق ہیں، عوام تو عوام خواص بھی کسی سے کم نہیں، چنانچہ ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں، مگر ایک رنڈی نہیں آئی، میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو، اس نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں، میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں میاں صاحب نے کہا، نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں، جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا: بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں، میاں صاحب بولے بی تم شرماتی کیوں ہو، کرنے والا کون اور کرانے والا کون، وہ تو وہی ہے، رنڈی یہ سن کر آگ (بگولہ) ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولاقوۃ اگرچہ میں روسیاہ وگنگاہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی، میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی"۔ [۱]

اس حوالہ کو غور سے پڑھیں، رنڈی کو فعل بد پر تنبیہ کرنے کی بجائے اسے بدکاری و گناہ پر شہہ دی جارہی ہے اور وہابیانہ توحید کے نغمے سنائے جارہے ہیں" بی تم شرماتی کیوں ہو، کرنے والا کون اور کرانے والا کون، وہ تو وہی ہے"۔

یادر ہے کہ دیوبندیوں کے مقتدا گنگوہی صاحب نے ضامن علی جلال آبادی کے متعلق یُوں گوہرافشانی کی ہے کہ: "ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے"۔ [۲]

[۱] تذکرۃ الرشید، ج 2 ص 242، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

[۲] تذکرۃ الرشید، ج 2 ص 242، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

بہرحال دیوبندی موصوف نے سائل کے سوال سے جو نظریہ اخذ کرنے کی کوشش کی وہ غلط قرار پایا اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے خفیہ و پوشیدہ معاملات بھی آشکار ہو گئے ،جن کو دیوبندی توحید میں غرق قرار دیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اب ہمارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے مقابلے میں انہی معنوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم و رواج سے منع کرنے والے کو یہ لوگ وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی ہی صحیح"۔ [1]

الجواب: نجدیانہ عقائد کی وجہ سے لفظ وہابی برصغیر میں گالی بن چکا تھا، کوئی بھی متدین ودیندار شخص اپنے لئے تو دُور کی بات کسی دُوسرے مؤمن مسلمان کے لئے اس لفظ کے استعمال کو قابل تعزیر گناہ سمجھتا تھا، جیسا کہ علامہ عبدالحئ لکھنوی نے" شرح الوقایہ" کے حاشیہ" عمدۃ الرعایہ" میں اس کی وضاحت کی ہے۔آپ نے الفاظ موجبِ تعزیر میں لفظ وہابی کو شمار کیا ہے،

"ونحو ذالك على ما وردت به الأخبار وأنت رافضی وأنت خارجی وأنت مبتدع وأنت وهابی أی منسوب الى محمد بن عبد الوهاب النجدی صاحب الفتاوى الزائغه وأنت يهودی وأنت نصرانی وأنت كافر وأنت ساحر"۔ [2]

اس حوالہ میں یہودی ونصرانی وکافر ورافضی کی طرح لفظ" وہابی" کو بھی بُرا وقبیح قرار دیا گیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کی یہ ٹُک سمجھنے سے بالاتر ہے کہ ایک بُرے لفظ کے ساتھ اکابرین دیوبند اپنے رشتہ کیوں جوڑ رہے تھے۔پس ظاہر ہوا کہ اکابرینِ دیوبند بخوبی آگاہ تھے کہ ان کے عقائد ونظریات وہابیانہ ہیں اور نجدیوں کے عقائد سے عشق میں وہ ہر بُرے

---

[1] دفاع، ج،ص 177۔

[2] عمدۃ الرعایۃ شرح الوقایۃ ،ج 2 ص 312، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

سے بُرے لفظ کو بھی اپنے لئے قبول کرنے کو تیار ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کی وکالت غلط قرار پائی کیونکہ اگر کوئی کل کو دیوبندیوں کو حرام خور کہنا شروع کردے تو کیا دیوبندی اسی دانست میں اپنے لئے حرام خور کے لفظ کو قبول کرلیں گے؟۔ پس معلوم ہوا کہ لفظ وہابی کے ساتھ اکابرین دیوبند کا دلی ربط تھا اور اس لفظ کی قباحت وشناعت کے باوجود اس سے ملقب ہونا اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف خلیل احمد انبیٹھوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

" ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لئے تھا جو آئمہ رضی اللہ عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں"

اور پھر اسی طرح دیوبندی موصوف نے گنگوہی سے بھی نقل کیا ہے کہ

" وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں"۔ [1]

الجواب: یہ دیوبندی اکابرین کا سفید جھوٹ ہے اور خُود اِن کے مذہب سے تعلق رکھنے والے تلامذہ و مُریدین نے بھی اِن کے اِن اقوال کو قبول نہیں کیا، چنانچہ حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں:

" شان نبوت اور حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شفاعت (شقاوتِ) قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کرکے رہبر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعاء میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات

---

[1] دفاع ج 1 ص 177۔

نا جائز کہتے ہیں ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے"۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل ہواء کے نزدیک اسی لفظ" وہابی" کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا نہیں یہ وہابی نہیں ہیں میں نے ان کو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی"۔ (ملفوظات: ج ۳ ص ۱۰۱ ملفوظ نمبر ۱۶۸)" [2]

الجواب: دیوبندیوں کے حکیم الامت بڑی دُور کی کوڑی لائے ہیں، ہمیں اِن کی اِس بات پر مجبوراً یہی کہنا پڑتا ہے کہ" اندھے کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجھی"۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب اپنے مریدوں کے مجمع میں بیٹھ کر یُوں جھوٹی حکایتیں سنا رہے ہیں کہ گویا کہ دُنیا کے کسی دُوسرے بّرِ اعظم کی بات کر رہے ہیں اور لوگوں کی معلومات ورسائی وہاں تک نہیں اور جو بھی وہ جھُوٹ بولیں گے لوگ بسر وچشم تسلیم کر لیں گے۔

---

[1] الشہاب الثاقب،ص 47، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی دیوبند، سہارنپور، یوپی۔

[2] دفاع، ج 1، ص 177 ۔ 178 ۔

دیوبندی جی! یہ اکیسویں صدی ہے، لوگ ثبوت مانگتے ہیں، اس دَور میں الف لیلی کی ان کہانیوں سے کام نہیں چلتا گو وہ وقت پُرانا تھا، لوگ سادہ تھے، ہر داڑھی والے کو نیک خیال کرکے اُس کے جھوٹ کو بھی سچ سمجھ لیتے تھے، مگر آج کل ایسا نہیں، آج تو بال کی بھی کھال نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، لہٰذا ان جھوٹوں سے آپ کا کام نہیں چل سکتا، یہ ڈھکوسلے آپ کی کتابوں میں مدفون تھے، ان مُردہ قبروں کو کھول کر کیوں دیوبندیت کا جنازہ نکالنے پر تُلے ہوئے ہیں، برصغیر کے عوام سادھ ہی سہی لیکن اتنے سادہ بھی نہ تھے کہ محض نماز وقرآن پڑھنے پر کسی کے اُوپر تہمت "وہابیت" لگادیں اور رنڈیوں کے مُجرے کو بطور صفائی پیش کریں، یہ جھوٹی اور بناوٹی باتیں ہیں جو کہ خود دیوبندیوں نے لفظ "وہابی" کو پارسا بنانے کے لئے گھڑی ہیں، مگر لفظ وہابی اتنا گھناؤنا اور گندہ ہو چکا ہے کہ چاہے کتنے بھی جھوٹ گھڑے جائیں پیشانی وہابیت سے سیاہئ ظلمت رفع نہیں ہوسکتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اپنے حکیم الامت سے نقل کرتے ہیں کہ: "میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں"۔ (ملفوظات: ج ٤ ص ١٢٣ ملفوظ نمبر ١٧٨)"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہ ادھورا حوالہ نقل کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ: "اسی بنا پر مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم نے وہابی بدعتی کی عجیب تفسیر کی تھی کہ وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان اور بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان"۔

مگر دیوبندی موصوف نہ جانے کیوں اس عبارت کو نقل کرنے سے گھبرا گئے، مطلب صاف ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک جتنا بڑا بے ادب ہوتا ہے اُتنا ہی اُن کے نزدیک وہ بڑا باایمان ہوتا ہے، اور جتنا ہی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ادب کرنے والا اور دینی احکام کے

[1] دفاع ج 1، ص 178۔

ادب کو برقرار رکھنے والا ہوتا ہے وہ ان کے نزدیک اتنا ہی بے ایمان ہوتا ہے، پس اس لحاظ سے اہلِ سنّت کو بدعتی قرار دے کر دین کی نفی کرنا باادب ہونے کے تناظر میں ہے اور دین کی باتوں کو وہابیت قرار دینا بےادب ہونے کے تناظر میں ہے یعنی جتنا بڑا بےادب اُتنا باایمان اور جتنا بڑا باادب دیوبندیوں کے نزدیک اُتنا بڑا بے ایمان۔

دیوبندیوں کے نزدیک یہ حقیقت ہے دین کی اور یہ معنی ہیں وہابیت کے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" ظاہر ہے کہ اگر وہابیت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہابیت پر فخر ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اپنے حکیم الامت کا مذکورہ آدھا حوالہ نقل کیا اور اُس کے بعد لکھا کہ ہمیں اِس وہابیت پر فخر ہے، مگر دیوبندی موصوف یہ بات بھول گئے کہ جس وہابیت پر وہ فخر کر رہے ہیں اُس وہابیت کے معنی میں بےادب کا لفظ صراحت سے مذکُور ہے اور بےادبی کے بعد ایمان کہاں باقی رہتا ہے؟ بےادبی تو ایسی نحوست ہے کہ آدمی اپنی اس بدعادت سے باز نہ آئے تو دولت ایمان گنوا بیٹھتا ہے۔ الغرض موصوف جس وہابیت پر فخر کر رہے ہیں بےادبی اس کا جزوِ لا ینفک ہے۔

پس اگر انہیں اپنی بےادبیوں پر فخر ہے اور بجائے آنسو بہانے کے اور گریہ زاری کرنے کے اور شومئ قسمت پہ رونے کے وہ فخر کر رہے ہیں تو ہم اس پاگل پن کا کیا علاج کر سکتے ہیں۔ دیوبندیوں کی ان بےادبیوں نے انہیں اِتنا جَری وبیباک کر دیا ہے کہ عظیم المرتبت شخصیات اور خُود سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی شانِ مقدس میں بھی بےادبی کرنے سے نہیں گھبراتے، یہی وجہ ہے کہ خود دیوبندی موصوف نے بھی اختیاراتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بےادبی وگستاخی کا

[1] دفاع، ج 1، ص 178۔

ارتکاب کیا ہے، ہم اس عبارت کا اعادہ مناسب نہیں سمجھتے، البتہ موصوف کی کتاب کی جلد اول صفحہ ۱۳۷ پر" اللہ اکبر سے از ناقل" تک کے الفاظ ملاحظہ کرلیں جن پر ہم بھی پچھلے اوراق میں گفتگو کر چکے ہیں۔

اعتراض:" البتہ اگر وہابیت سے مراد محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جائیں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے ہاں اب جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پشاور وافغانستان کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی ہی کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنے وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی ہم کرتے ہیں"۔ [1]

الجواب :نمبر(1) ابن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار ہوں یا برصغیر کے وہابی ہوں، عقیدۃً ونظریۃً دونوں ایک ہی ہیں، اور پھر برصغیر میں وہابیت کی جو زیریں شاخیں ہیں وہ اسماعیل دہلوی کو اپنا مقتدا و پیشوا سمجھتے ہیں، یعنی برصغیر کے وہابیوں کا فکری امام ایک ہی ہے اور سب ہی اس کے اصولی عقائد ونظریات سے وابستہ ہیں۔ مطلب یہ کہ سب کا سلسلہ عقیدت وارادت اسماعیل دہلوی پر منتہی ہوتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے اور دیوبندی اس سے بَری الذمہ ہیں تو یہ بات دُرست نہیں اِس لئے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں کو یا برصغیر کے غیر مقلدین کو ان کے فروعی اعمال کی وجہ سے وہابی نہیں کہا گیا بلکہ ان کے عقائد ونظریات کی وجہ سے وہابی قرار دیا گیا ہے، اور چونکہ وہی عقائد ونظریات دیوبندیوں کے بھی ہیں اس لئے دیوبندیوں پر کوئی وجہ مانع اطلاقِ وہابیت موجود نہیں۔

پس دیوبندی موصوف کا یہ کہنا اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا

---

[1] دفاع، ج1، ص178۔

اور اب بھی ہم کرتے ہیں درست نہیں، کیونکہ تمام وہابی چاہے ان کی کتنی ہی شاخیں ہوں کتنے ہی چہرے ہوں، کتنے بہروپ بدلے ہوں اور کتنے ہی لباس تبدیل کیے ہوں، اور امتیازی ناموں کے فاصلے قائم کئے ہوں مگر پھر بھی وہ تھالی کے ایک ہی بینگن کے حیثیت رکھتے ہیں، اور ان سب میں جراثیم وہابیت پائے جاتے ہیں کوئی بھی شاخ جرثومہ وہابیت سے خالی نہیں۔

نمبر (2) ابن عبدالوہاب نجدی سے پہلے بھی حنبلی اور شافعی موجود تھے مگر رفع الیدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر وغیرہ کی وجہ سے کسی نے بھی انہیں وہابی قرار نہیں دیا، بلکہ حنبلی اور شافعی مسلک کے لوگوں کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا اور انہیں اہل سنت ہی شمار کیا جاتا تھا، مگر ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کو وہابی اور اہلِ سنّت سے خارج اس لئے قرار دیا گیا کہ ان کے عقائد ونظریات اہلِ سنّت وجماعت کے عقائد ونظریات کے خلاف تھے۔

پس جن عقائد ونظریات کی بنیاد پر انہیں علیحدہ فرقہ تصور کیا گیا وہی عقائد ونظریات تھوڑے سے فرق کے ساتھ برصغیر کے وہابیوں میں بھی پائے جاتے ہیں، لہٰذا پشاور وافغانستان کے علاقوں کے لوگ علماء دیوبند کے اصل عقائد ونظریات سے آگاہ نہیں ورنہ وہ دیوبندیوں کو بھی غیر مقلدین کی طرح وہابی ہی تصور کرتے۔

نمبر (3) دیوبندی موصوف نے پشاور وافغانستان کی بات کی تو موصوف سے ہماری گزارش ہے کہ پشاور وافغانستان کے وہ لوگ جو غیر مقلدین کو وہابی قرار دیتے ہیں کس مکتب فکر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر قائلین اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ عقائدِ دیوبندیت سے آگاہ نہیں، اگر قائلین دیوبندی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کا غیر مقلدین کو وہابی قرار دینا بھی اپنی جگہ پر سوالیہ نشان ہے۔ اس کے علاوہ اگر قائلینِ اہلِ سنّت نے پشاور وافغانستان کے دیوبندیوں کو وہابی قرار نہیں دیا تو اس کی وجہ

عقائد دیوبندیت سے عدم آگاہی ہے ورنہ وہ بھی دیوبندیوں کو وہابی قرار دیتے۔ اگر علاقائی طور پر دیکھا جائے تو اندرونِ سندھ کے تقریباً تمام علاقوں میں دیوبندیوں کو ہی وہابی کہا جاتا ہےاور دیوبندی جام شورو سے لے کر سندھ و پنجاب کے سرحدی علاقے اباوڑے تک دیوبندی لقبِ وہابیت سے موسوم ہیں اور اسی نام کے ساتھ جانے پہچانے جاتے ہیں۔
بہرحال یہ تو عوام کی آواز ہے دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے اصولی عقائد کی وجہ سے کہیں پر غیر مقلدین وہابیت سے زیادہ مشہور ہیں اور کہیں پر دیوبندی، بہرکیف اس خطے کے عوام ہر دو فریق کو وہابی ہی سمجھتے ہیں۔

نمبر (4) دیوبندیوں کا لقبِ وہابیت سے انکار واقرار حالات کے تناظر میں ہے۔ اگر اقرار میں منافع نظر آتا ہے تو ڈٹ کر وہابیت کا اقرار کیا جاتا ہے جیسا کہ دیوبندیوں کی مشہور شخصیت خالد محمود سومرو کے والد اور مولوی غلام خان راولپنڈی کے مشہور شاگرد اور علی شیر حیدری کے مشہور استاد مولوی علی محمد نے اپنی تصنیف" سیف حقانی ص ۳" میں کیا ہے۔ اس نے سندھی زبان میں لکھا ہے جس کا مفہوم ہے کہ" مجھے اپنے لقب وہابیت پر فخر ہے"۔
اور پھر اگر انکار میں فائدہ نظر آتا ہے تو وہابیوں کی بُرائی شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ حسین احمد ٹانڈوی نے" الشہاب الثاقب" میں وہابیوں کی خُوب مُذمت کی ہے جیسا کہ قریب ہی ایک حوالہ ذکر ہو چکا ، یہ سارا پیسوں کا کھیل ہےاور مفادات کی جنگ ہے۔ اقرار میں فائدہ سمجھا تو اقرار، انکار میں نفع نظر آیا تو انکار۔

دیوبندی موصوف ابھی کم عمر ہیں، کم عمری کی بنا پر دیوبندیانہ کاروباری اصولوں سے بے خبر ہیں اور وہ اقرار وانکار کی بھول بھلیوں کو نہیں سمجھ سکتے

ابھی وہ نادان ہیں کم سن بے خبر
کہ ناز کیا ہوتا ہے ادا کیا ہوتی ہے

دیوبندی موصوف نے جو وجوہات ذکر کی ہیں جن سے وہ غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے

درمیان فرق ثابت کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہم ان وجوہات کا جائزہ بھی پیش کرتے ہیں، لیکن اس سے پہلے گنگوہی صاحب کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس میں گنگوہی صاحب نے غیر مقلدین اور دیوبندیوں کو اُصول میں متحد قرار دیا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں" ۔ [۱]

یہی گنگوہی صاحب غیر مقلدین کے لئے مزید لکھتے ہیں کہ:

" وہ بھی عامل بالحدیث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا تو فعل توفی حد ذاتہ درست ہے" ۔ [۲]

گنگوہی صاحب کے مذکورہ حوالوں سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے مسلکی فکر کو غیر مقلدین کے ساتھ اصول میں متحد قرار دیتے ہیں اور یہی اُصولی مسائل تھے جن کی وجہ سے علماءِ اہلِ سنّت نے وہابیوں کو جُداگانہ فرقہ قرار دیا پس جب کہ دیوبندیوں کا غیر مقلدین کے ساتھ اُصولی مسائل میں اتحاد گنگوہی صاحب کے بقول ثابت ہوا تو وہابیت کی علّت ہر دو فریق میں مشترکہ طَور پر ثابت ہوئی، اب دونوں فریق وہابی قرار پائے، وھوالمطلوب۔

دیوبندی موصوف کی وجوہ تفریق کا جائزہ

نمبر (1) دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" تصوف اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توجہ کے سخت مخالف ومنکر ہیں جب کہ الحمدللہ علمائے دیوبندان پر کاربند ہیں" ۔ [۳]

الجواب: نمبر (1) دیوبندیوں کا یہ طریقہ واردات رہا ہے کہ وہ تصوف وطریقت کے مشہور رسلاسل کے ساتھ بظاہر وابستہ ہوجاتے ہیں اور کسی مشہور شیخِ طریقت کے ساتھ بظاہر نسبت بیعت وارادت بھی قائم کر لیتے ہیں لیکن درحقیقت سلسلے کی تعلیمات کو قبول نہیں

---

[۱] فتاوی رشیدیہ، مبوب، ص 92، عالمی مجلس تحفظ اسلام ۔

[۲] فتاوی رشیدیہ، مبوب، ص 93، عالمی مجلس تحفظ اسلام ۔

[۳] دفاع، ج 1، ص 178 ۔

کرتے اور اپنے شیخِ طریقت کے مسلک و مذہب سے انحراف کرتے ہیں، اس بنا پر سلسلہ کے فیوض و برکات سے بھی محروم رہتے ہیں۔ دیوبندیوں کی یہ روش اس لئے ہے کہ انہوں نے تصوف وطریقت کے سلسلوں کو تہہ دل سے قبول نہیں کیا اور سلسلے کی تعلیمات کو دل سے نہیں لگایا کیونکہ ان کے نزدیک طریقت کے سلسلوں کی تعلیمات شرک وبدعت ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"خان صاحب نے فرمایا کہ جس زمانہ میں سید صاحب شاہ عبد العزیز صاحب سے تعلیم سلوک حاصل کر رہے تھے اس زمانہ میں شاہ صاحب نے ان کو تصور شیخ کی تعلیم کی ، سید صاحب نے فرمایا کہ حضرت اگر تصور شیخ طریقت کا موقوف علیہ ہے تو میں اس طریقت ہی کو چھوڑتا ہوں اور اگر یہ اس کا موقوف علیہ نہیں ہے تو (اختیار طریق میں) کچھ مضائقہ نہیں مگر اس تصور کو حذف فرما دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ طریقت اس پر موقوف نہیں ہے تم تصور شیخ نہ کرو"۔ [۱]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

" فرمایا کہ سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو شغل رابطہ بتلایا تو سید صاحب نے اس شغل سے عذر فرمایا اس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزل ہا

تو سید صاحب نے جواب دیا، آپ کسی معصیت کا حکم دیجئے تو کرلوں گا، یہ تو معصیت نہیں بلکہ شرک ہے، یہ تو گوارا نہیں"۔ [۲]

---

[۱] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 112، ص 100 ۔ 101 ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

[۲] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 120، صفحہ 110۔

قارئین ان حوالوں کو غور سے پڑھیں کہ کس طرح سلسلے کی تعلیمات سے اعراض ورُوگردانی کی جارہی ہے۔ سید احمد رائے بریلی بظاہر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید ہوئے اور اپنی سلسلہ طریقت سے وابستگی ظاہر کی، لیکن جب حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلے کی تعلیمات یعنی تصورِ شیخ و شغل رابطہ تلقین کیا تو سیّد احمد رائے بریلی صاحب نے ان اُمور کو غیر مشروع بلکہ شرک تک قرار دیا، اب آپ خُود ہی انصاف کریں کہ یہ سلسلہ طریقت سے وابستگی ہے یا تعلیمات سلسلہ سے بغاوت؟ یہ اذکار واشغال پر پابندی ہے یا اذکار واشغال کرنے پر پابندی؟ کیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کی تعلیمات میں سے کوئی ایسی چیز تلقین کر سکتے تھے جو کہ شرک ومعصیت ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کوئی صوفی بے علم تو نہ تھے کہ وہ کوئی غلط تعلیم کرتے اور نہ ہی سیّد احمد رائے بریلی شاہ صاحب سے بڑے عالم تھے بلکہ بعض سوانح نگاروں کے مطابق تو سیّد احمد کچھ زیادہ پڑھے ہوئے بھی نہیں تھے۔

پس معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کی سلاسل طریقت سے وابستگی نرا ڈھونگ ہے اور اس میں کوئی سچائی نہیں پائی جاتی۔ محض لوگوں کو فریب دینے کے لئے اپنے آپ کو بظاہر سلاسل طریقت سے منسلک کر لیتے ہیں۔

نمبر (2) یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ رشید احمد گنگوہی صاحب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مُرید ہونے دعویٰ کیا کرتے تھے لیکن یہ صاحب بھی مسلک پیر کے منکر تھے، اور پیر ومرید کے مذہب ومسلک کے درمیان جو دُوری تھی اُس کے لئے شاید زمین وآسمان کا لفظ بھی ناکافی ہو، چنانچہ اس فرق کو بیان کرتے ہوئے "ارواحِ ثلاثہ" حکایت نمبر 318 میں ہے کہ:

" مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر

مکی) کے یہاں اور مولانا (گنگوہی) کے یہاں زمین وآسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی"۔ [1]

حوالہ نمبر (2) " آپ کے مُرشدِ برحق اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل مختلف فیہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ جو کچھ بھی ظاہر تخالف تھا وہ من جانب اللہ اس آزمائش کا معیار تھا جس پر سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے"۔ [2]

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھےاور دیگر سلاسل میں بھی مجاز تھے اور گنگوہی صاحب ان کے مرید ہوئے بجائے اس کے کہ گنگوہی صاحب سلسلے کی تعلیمات کو قبول کرتے اور مسلک مرشد پر نکیر نہ کرتے مگر گنگوہی صاحب نے مسلک شیخ سے کلی انحراف کیااور تخالف وتعارض کی زمین وآسمان سے بڑی وسیع خلیج حائل کر لی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی تھے اور گنگوہی صاحب بھی دعویدار حنفیت ، پھر یہ کیسا اختلاف تھا کہ تطبیق کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی ، بلکہ تطبیق ہو ہی نہیں سکتی تھی ۔ظاہر ہے کہ یہ وہابیانہ نظریات تھے جن کے حامل گنگوہی صاحب تھے،اب صاف ظاہر ہے کہ وہابیانہ نظریات اور سنّی نظریات کے درمیان تطبیق کیسے قائم ہو سکتی ہے ، یہ تو اجتماع ضدّین ہے،جو کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے ۔

حاصل کلام !اس پُوری بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی بظاہر سلسلہ طریقت سے وابستہ ہونے کے باوجود تعلیمات سلسلہ سے منحرف ہیں اور سلسلے کے اشغال واذ کار کو معصیت وشرک قرار دیتے ہیں ۔

پس یہ بھی سلاسلِ طریقت کی تعلیمات کے اسی طرح منکر ہیں جس طرح غیر مقلدین ہیں

---

[1] ارواحِ ثلاثہ،ص 221 ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[2] تذکرۃ الرشید،ج 2 ص 184 ،ادارہ اسلامیات، لاہور۔

اور برائے نام سلاسلِ طریقت سے وابستگی تو خُود غیر مقلدین کے ہاں بھی پائی جاتی ہے جس پر چند حوالے درج کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

" تذکرہ علمائے خانپور" میں قاضی عبدالصمد خانپوری کے متعلق لکھا ہے کہ:

نمبر (1) " آپ نے کہا کہ کوئی سمجھ دار آدمی ایسا ہو جو ہمارا پیغام ان مولوی صاحب کو پہنچا دے آپ کا ایک مرید شرف دین نامی تھا اس نے کہا جناب! اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں"۔ [1]

نمبر (2) (قاضی محمد حسن خانپوری) " آپ حضرت عارف باللہ سیّد عبد اللہ صاحب غزنوی ثم الامرتسری مرحوم کے مریدان باصفا میں شامل ہوئے اور مدت العمر اسی عقیدہ پر قائم رہے جس کی تلقین آپ کو عبد اللہ صاحب موصوف نے فرمائی تھی"۔ [2]

حوالہ نمبر (3) " زیرہ ضلع فیروز پور میں بعض اہلحدیث بھی مرزائیوں کے جھانسے میں آگئے جو خاندان غزنویہ کے مریدوں میں سے تھے"۔ [3]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین بھی برائے نام پیری مریدی سے وابستہ ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا دیوبندیوں اور غیر مقلدین میں تعلیمات تصوف کی وجہ سے امتیاز قائم کرنا درست قرار نہیں پایا۔

نمبر (2) تقلید شخصی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" تقلید شخصی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے واجب کہتے ہیں اور خود سراج الائمہ امام

---

[1] تذکرہ علمائے خانپور، ص 13، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور۔

[2] تذکرہ علمائے خانپور، ص 25، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور۔

[3] تذکرہ علمائے خانپور، ص 38۔ 39، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور۔

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں"۔ [۱]

الجواب: یہ بھی دیوبندیوں کا برائے نام دعویٰ ہے ورنہ اکابرینِ دیوبند بھی تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کے رد میں مستقل عنوان ان کی کتب میں پائے جاتے ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں: "تذکیرالاخوان بقیہ تقویۃ الایمان" میں باقاعدہ" الفصل السادس فی رد بدعۃ التقلید" کا عنوان قائم کیا گیا ہے، جس میں تقلید کا رد اور تقلید کی برائی کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں، [۲]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ اکابرین دیوبند بھی تقلید کے منکر ہیں اور حنفیت کا دعویٰ صرف دکھاوا ہے جس میں کوئی صداقت نہیں، محض اپنے او پر فریب کا لباس چڑھایا ہوا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کا مسئلہ تقلید کی وجہ سے دیوبندیوں کو غیر مقلدین سے ممتاز کرنا غلط قرار پایا، بعینہ ابن عبدالوھاب نجدی کے پیروکار بھی اپنے آپ کو حنبلی قرار دیتے ہیں لیکن ان کا مسلکِ حنبلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نمبر (3) تَوَسُّل

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں"۔ [۳]

الجواب: دیوبندی موصوف چونکہ کتابوں سے بے خبر ہیں اور انہیں اپنی مسلکی کتب کی معلومات بھی نہیں ورنہ انہیں پتہ چل جاتا کہ اکابرینِ دیوبند کا توسل کو ماننا بھی نہ ماننے کی طرح ہے، اور اس مسئلہ پر وہ اپنی حتمی جزمی رائے بھی نہ دے سکے ہیں، بلکہ تردد و شک وشبہ کا اظہار کیا ہے، چنانچہ دیوبندی مسلک کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری اس مسئلہ میں

---

[۱] دفاع، ج 1، ص 178۔

[۲] تقویۃ الایمان مع تذکیرالاخوان، ص 156، مکتبہ تھانوی، دیوبند۔

[۳] دفاع، ج 1، ص 178۔

کہتے ہیں کہ:

"أما التوسُّل بأسماء الصالحين، كما هو المتعارَف في زماننات، بحيث لا يكون للمتوسِّلين بهم عِلْم بتوسُّلنا، بل لا تُشتلرط فيه حياتُهم أيضًا، وإنما يُتوسل بِذِكر أسمائِهم فَحَسْب، زعمًا منهم أن لهم وجاهةً عند الله، وقبولا، فلا يضيِّعُهم بِذِكر أسماءِهم، فذلك أَمْرٌ لا أُحِبُّ أَنْ اقتحم فيه، فلا أَدَّعِي ثبوتَه عن السلف، ولا أُنْكِره، وراجع له الشَّامي. أما قوله تعالى: {وَٱبْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} [المائدة: 35]، فذلك. وان اقتضى ابتغاءَ واسطة، لكن لا حُجَّة فيه على التوسُّلِ المعروف بالأسماء فقط. وذهب ابنُ تيميةُ إلى تحريمه، وأجازه صاحبُ "الدر المختار"، ولكن لم يأت بِنَقْلٍ عن السَّلَف." [1]

دیکھیں اس حوالے میں بھی انور شاہ کشمیری صاحب تذبذب کا شکار نظر آ رہے ہیں۔ اس سے کھل کر رائے کا اظہار تو خود ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب میں پایا جاتا ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

"قولهم في الاستسقاء: لا بأس بالتوسل بالصالحين: وقول أحمد: يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم خاصة، مع قولهم إنه لا يستغاث بمخلوق، فالفرق ظاهر جداً، وليس الكلام مما نحن فيه، فكون بعضٍ يرخِّص بالتوسل بالصالحين وبعضهم يخصُّه بالنبي صلى الله عليه وسلم، وأكثر العلماء ينهى عن ذلك ويكرهه، فهذه المسألة من مسائل الفقه، ولو كان الصواب عندنا قول الجمهور إنه مكروه فلا ننكر على من فعله، ولا إنكار في مسائل الاجتهاد، لكن إنكارنا على من دعا لمخلوق أعظم مما يدعو الله تعالى

---

[1] فيض الباري على صحيح البخاري، ج4 ص 188،

، ويقصد القبر يتضرع عند ضريح الشيخ عبد القادر أو غيره يطلب فيه تفريج الكربات ، وإغاثة اللهفات، وإعطاء الرغبات فأين هذا ممن يدعو الله مخلصاً له الدين لا يدعو مع الله أحداً، ولكن يقول في دعائه : أسألك بنبيك، أو بالمرسلين ، أو بعبادك الصالحين ، أو يقصد قبر معروف أو غيره يدعو عنده، لكن لا يدعو (إلا) الله مخلصاً له الدين، فأين هذا مما نحن فيه ؟"۔ [1]

قارئین کرام ! جب تک دیوبندی اپنے آپ کو شکوک وشبہات کے تذبذب وتر ددات سے نہیں نکال لیتے تب تک ان کا دعویٰ مسئلہ توسل میں بھی محلِ نظر ہے ، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس مسئلہ میں بھی وزنی فرق قائم کرنا انتہائے یقین تک نہیں پہنچ پایا۔

نمبر (4) تبرکات

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" بزرگان دین ومحترم شخصیات سے تبرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل" ۔ [2]

الجواب : دیوبندیوں کا تبرکات کا قائل ہونا بھی ایک المناک داستان ہے اور وہ اس معاملہ میں جس طرح تبرکات کے قائل ہیں شاید ہی کوئی مسلمان اس طرح قائل ہوگا اس بارے میں دیوبندیوں کا نظریہ ملاحظہ کریں :

" بی امی کی عمر طویل ہوئی اورانہوں نے نواسوں کی اولاد کو بھی دیکھا اخیر عمر میں بصارت اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگئیں تھیں اور مرض الموت میں تین سال کامل صاحب فراش رہیں مگر نہ قلبی ولسانی ذکر اللہ میں فرق آیا اور نہ صبر ورضا برقضا میں کمی لاحق ہوئی جس مریض کو تین سال مرض اسہال میں اس طرح گذریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہو اس کے متعلق یہ

---

[1] فتاوى محمد بن عبد الوهاب النجدی، فی مجموعة المؤلفات القسم الثالث، ص 68، جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية۔

[2] دفاع، ج 1، ص 178۔

خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لئے چارپائی سے اُتارنے پر پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سُنگھاتا اور ہر مرد و عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دُھلوائے اُن کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا"۔ [۱]

قارئین کرام! آپ اس حوالہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور خود انصاف کریں کہ دیوبندیوں نے کس طرح نجاست آلودہ بستروں کو تبرک بنایا۔ تین سال کے پیچش و اسہال کے آلودہ بستر دیوبندیوں کے نزدیک تبرک کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ اسماعیل دہلوی صاحب نے تبرکات کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے کہ تبرکات میں تلبس کی وجہ سے شرف آتا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں جن میں کوئی شرفِ ذاتی نہیں بلکہ اُن میں محض تلبس سے شرف آیا ہے"۔ [۲]

وہ بستر جس کو دیوبندیوں نے متبرک سمجھ کر رکھ لیا اُس کا تلبس تو دست و اسہال اور پاخانہ کے ساتھ ہے، پس پاخانے اور دستوں کی غلاظت میں دیوبندیوں کو کون سا شرف نظر آ گیا جو اس غلاظت آلودہ بستر کو باعث تبرک سمجھ لیا۔ اگر دیوبندی کتب پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی اپنے اکابرین کی بُو اور پیشاب، پاخانہ کو صندل و گلاب کی طرح متبرک سمجھتے ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں:

"(رشید احمد گنگوہی صاحب کو دست لگ گئے تھے اور سخت خارش بھی شروع ہو گئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ) دست جاری ہوئے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی اور شمار دشوار ہو گئی ایسے حالت میں جب کہ آپ اور آپ کے تمام رفقاء آپ کی

---

[۱] تذکرۃ الخلیل، ص 96-97، مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی۔

[۲] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر (45) ص 52، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

زندگی سے مایوس ہو چکے تھے آپ کی تیمارداری آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابو النصر صاحب نے کی، مولانا ابو النصر کی وہ خدمت گزاری جو اس ہولناک مرض میں واقع ہوئی وہ مشہور خدمت و تیمارداری ہے جو صفحہ سوانح کی پیشانی پر مدتوں روشن اور چمکتے حروف میں قائم رہے گی بمقتضائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی زبانی اکثر سنا گیا کہ آپ فرماتے تھے ایسا حقیقی بھائی بھی نہیں کرسکتا جیسا ابو النصر نے میرے ساتھ کیا، مشفقہ اپنی گود میں لے کر پاخانہ پیشاب کراتے تھے مولوی ابو النصر صاحب کے کپڑے ہمیشہ خارش کی پیپ اور لہو میں بھر جاتے اور اکثر پاخانہ پیشاب میں بھی ملوث ہوتے تھے لیکن مولوی صاحب مردانہ وار اپنے کپڑے اور بدن اور نیز حضرت قدس سرہ کا بدن اور کپڑے روزانہ دھوتے اور کچھ کراہت نہ کرتے تھے گویا پاخانہ کو صندل اور پیشاب کو گلاب بنالیا تھا"۔ [1]

دیوبندیوں کو اپنے اکابرین کا پاخانہ و پیشاب شربتِ صندل و عرقِ گلاب نظر آتا ہے اور وہ ایسی ہی چیزوں کو تبرکات سمجھتے ہیں اور ایسے ہی تبرکات کے جواز کے وہ قائل ہیں مگر وہ پاک و پاکیزہ چیزیں جو اولیاء اللہ سے منسوب ہیں اُن کو متبرک سمجھنا اکابرینِ دیوبند کے نزدیک شرک فی العبادۃ ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ اُن کو عبادت کہتے ہیں جیسے (اسماعیل دہلوی صاحب نے انہی کاموں میں اولیاء اللہ کے کنوئیں کے پانی کو متبرک سمجھنا بھی شمار کیا ہے، از راقم الحروف)۔ اُس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا۔۔۔۔۔ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں"۔ [2]

ایک طرف دیوبندی اپنے اکابرین کے پاخانے اور دست اسہال کے مغلظات کو صندل

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 209، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

[2] تقویۃ الایمان، ص 52، ادارہ اشاعت السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان، لاہور۔

وگلاب سے تشبیہ دیتے ہیں اور اُن کو ادب واحترام کے ساتھ بطورِ کرامات اپنی کتابوں میں لکھنا باعث فخر سمجھتے ہیں جبکہ دُوسری جانب حضور سیّد عالم، امام الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کی عظمت ورفعت کی بات آتی ہے تو دیو بندیوں کے نزدیک یہ باتیں جگ (دُنیا) ہنسائی کا سبب بنتی ہیں نعوذ باللہ من ذالک ،حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"**السوال**: ایک وعظ صاحب یہاں تشریف لائے تھے انھوں نے حسب ذیل روایات بیان کیں جن کے متعلق یہاں اکثر اصحاب اختلاف کرتے ہیں حضور براہ کرم برائے اطمینان اہل اسلام ان روایات کے متعلق تحریر فرمادیں کہ وہ صحیح ہیں یا غلطا ور اگر تکلیف نہ ہوتو کسی کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمادیں۔

روایات نمبر ۱: انبیاء علیہم السلام کا بول و براز پاک ہوتا ہے اور خصوصاً ہمارے رسول اکرم کے فضلات بالکل پاک تھے کیونکہ آپ سراپا نور تھے۔نمبر ۲ انبیاء علیہم السلام کے بول وبراز کو زمین فوراً ہضم کرجاتی ہے۔؟

الجواب: خواہ مخواہ اُنھوں نے ایسی باتیں بیان کر کے مسلمانوں کو پریشان کیا جو عقائد ضروریہ میں سے ہیں نہ احکام میں سے بیان کرنے کی چیز عقائد واحکام ہیں نہ کہ ایسی روایات جن پر دوسری اقوام بھی ہنسیں۔

ایسی روایات بعض معتبر [1] کتابوں میں آئی ہیں جن کی نہ تصدیق واجب ہے، کیونکہ سند صحیح نہیں [2] اور نہ تکذیب واجب ہے،اس لئے کہ فی نفسہ ممکن ہیں اس لئے ایسے صور میں

---

[1] انظر :الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم ،ج6\ 121 (3342)،معجم لابن المقرئ (129)،المعجم الکبیر للطبرانی 24\189 (477)، معرفة الصحابة لأبی نعیم (7517)،السنن الکبری للبیهقی 7\106

[2] امام دارقطنی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشغول ہی نہ ہونا چاہئے نہ تصدیقاً نہ تکذیباً اور ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سُنا جاتا ہے اور اُن سے مطالبہ سند کا کیوں نہ کیا گیا اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ۔

اس کے بعد اس کے متعلق دوسرا خط آیا جو ذیل میں منقول ہے

السوال: جناب ماسٹر شریف خاں صاحب نے حال میں ایک استفتاء خدمت عالی میں پیش کیا تھا جو ہمرشتہ عریضہ ہذا ہے جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روایات مذکورہ ضعیف ہیں اور ان کی کوئی سند نہیں حسب اتفاق ایک صاحب کو نشر الطیب میں انہیں روایات کو دیکھنے کا اتفاق پیش آ گیا اُنھوں نے نشر الطیب کے صفحات ۱۳۵، ۱۳۶ مجھ کو دکھلائے اب وہ فتوی اور یہ تحریر معلوم ہوتی ہیں نشر الطیب میں روایت بقول عائشہ صدیقہ بیان کی گئی ہے جواب جلد عطا فرمایئے تاکہ تسکین ہو ۲۲ اگست ۱۳ء۔

الجواب: ضعیف بلا سند نہیں ہوتی بلکہ بسند ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں حجت نہیں فضائل میں کھپ جاتی ہے میں نے تحریر سابق میں یہی لکھا ہے کہ سند صحیح نہیں تو دونوں تحریروں میں تضاد نہیں کیونکہ ضعیف کی نفی نہیں کی اور اس ضعیف سند ہی سے ایسی کتابوں کو غیر [1] بتلایا تھا کیونکہ معتبر صحیح کو کہتے ہیں ضعیف کو نہیں کہتے باقی یہ کہ پھر کتاب میں کیوں لکھا سو کتاب تو فضائل میں ہے، عقائد واحکام میں نہیں اگر شاذ ونادر ایسی بھی کوئی روایت لکھی جائے کھپت ہو جاتی ہے بخلاف وعظ کے کہ وہ عقائد واحکام کی تعلیم کے لئے ہوتا ہے اُس میں ایسے مضامین نہیں کھپتے ۔ دوسرے وعظ سننے والے اکثر کم فہم ہوتے ہیں اور کتاب پڑھنے والے اکثر فہیم ۔۸ ربیع ۲ ۱۳۵۰ھ۔

اضافہ: بعد تحریر جواب ھذا شرح الشفا ملا علی القاری میں یہ بحث نظر سے گذری اُنھوں

[1] جیسا کہ اول میں نقل کیا گیا ہے راقم کے پیش نظر نسخہ میں "غیر معتبر" نہیں بلکہ "معتبر" ہی لکھا ہوا ہے۔

نے فضل نظافت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شاربین کا یہ قول مذکور ہے شربت وانا لا اعلم لا اشعر [۱] اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق نہی فرمانا مذکور ہے، اور وہ یہ ہے روی ابن عبد البر ان سالم بن ابی الحجاج حجمه صلی اللہ علیه وسلم ثم ازدرد ای ابتلغ فقال اما علمت ان الدم کله حرام وفی روایة لا تعد فان الدم کله حرام [۲] ۔ پس مسئلہ بالکل منقح ہوگیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ۸ ربیع ۲ ۰ ۱۳۵ھ"۔ [۳]

خلاصہ کلام! اس پوری بحث سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اولیاء اللہ سے منسوب پاکیزہ اشیاء کا تبرک اکابرین دیوبند کے نزدیک شرک میں شمار ہوتا ہے اور وہ خود نجاست آلود اشیاء کو تبرک سمجھتے ہیں اور اسی کے جواز کے قائل ہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اپنے متعلق یہ اظہار کرنا کہ وہ تبرکات کے قائل ہیں اس سے مراد یہ نجاست آمیز اشیاء ہیں نہ کہ اولیاء اللہ سے منسوب پاکیزہ اشیاء کا تبرک۔

نمبر (5) حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں جب کہ ہم زوروشور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس

---

[۱] شرح الشفا کے الفاظ یہ ہیں: "شربت ما فيها وأنا لا أشعر"۔

[۲] شرح الشفا کے الفاظ: "وروى ابن عبد البر أن سالم بن أبي الحجاج حجمه صلى الله تعالى عليه وسلم ثم ازدرد أي ابتلع دمه فقال أما علمت أن الدم كله حرام وفي رواية لا تعد فإن الدم كله حرام".

[۳] بوادر النوادر، اشرفعلی تھانوی، ص 391 ۔ 393، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں"۔ [1]

الجواب: اس مسئلہ پر خود دیوبندی فرقہ بندی کا شکار ہیں اور ایک پورا مستقل گروہ علماء دیوبند حیات النبی ﷺ کا منکر ہے اور وہی اپنے آپ کو صحیح معنی میں اصلی دیوبندی قرار دیتے ہیں اور ان کا سلسلہ تلمذ بھی اکابرینِ دیوبند تک منتہی ہوتا ہے اور اسی طرح مختلف فیہ نظریات غیر مقلدین کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

نظریہ (1): "برزخ میں زندہ ہیں، یہ زندگی برزخی ہے"۔

یہ نظریہ غیر مقلدین میں سے حافظ محمد گوندلوی کا ہے۔ وہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اِس کو بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، سوال مع جواب۔

سوال: میری ایک حنفی دیوبندی سے بحث چل رہی ہے اُس نے تین حدیثیں پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ اور نماز پڑھتے ہیں۔ پھر اس نے دعوے کیا ہے کہ کوئی اہلحدیث عالم ان تین حدیثوں کو اوران کے راویوں کو غلط ثابت نہیں کرسکتا۔ (احقر عبدالغفور بن اسماعیل گوجرانوالہ)

جواب: انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دُنیوی۔ انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لئے وہاں تعظیم وتعذیب کی صورت ہے، حدیث "الانبیاء احیاء في قبورهم لیصلون [یصلون]" حافظ ابنِ حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے والی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دُنیا سے۔ اور حدیثِ مسلم میں ہے۔ اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں۔ اس حدیث کو حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ اِس کی سند جیّد ہے مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے، مگر درود کے قبر کے پاس سننے میں بحث

---

[1] دفاع، ج 1، ص 178۔

نہیں۔مولانا حافظ گوندلوی۔الاعتصام جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۸۔ [1]

نظریہ (2): "قبر میں زندہ،لیکن کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔

مکمل عبارت یُوں ہے کہ:" حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصا آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور درد [دور سے] پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتبِ حدیث سے واضح ہے۔لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے،اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔سید محمد نذیر حسین۔فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۵۱۔۵۲"۔ [2]

نظریہ (3): "جنت میں زندہ ہیں"۔

یہ نظریہ غیر مقلدین کے عصر حاضر کے محقق و ذہبیٔ زمان زبیر علیزئی کا ہے۔حیات النبی ﷺ پر مضمون لکھتے ہوئے،علیزئی نے لکھا ہے کہ:

"**خلاصۃ التحقیق**: اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں،وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں،آپ کی یہ زندگی اُخروی ہے، جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے،یہ زندگی دُنیاوی زندگی نہیں ہے"۔ [3]

نظریہ (4): "قبر میں زندہ ہیں،نماز پڑھتے ہیں،اُمت کے لئے استغفار کرتے ہیں اور نیک اعمال سے خُوش ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ"۔

یاد رہے! یہ نظریہ علمائے غیر مقلدین کی ایک جماعت کا ہے جن میں نواب صدیق حسن بھوپالوی،شمس الحق عظیم آبادی،عطاء اللہ حنیف جیسے لوگ شامل ہیں، جو غیر مقلدین علماء

---

[1] فتاوی علماء حدیث،جلد 9 صفحہ 125.126۔

[2] فتاوی علمائے حدیث،مرتب: ابو الحسنات علی محمد سعیدی،جلد 9 صفحہ 282۔283، مکتبہ سعیدیہ خانیوال ۱۹۷۹ء،فتاوی نذیریہ 52\1، مکتبہ اصحاب الحدیث،لاہور۔

[3] تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد 1 صفحہ 26۔

میں ایسے مشہور ومعروف ہیں کہ ان کے تعارُف کی ضرورت نہیں۔ یہی نواب صاحب لکھتے ہیں کہ:

" آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوسکے اذان واقامت کے ساتھ و کذلک الأنبیاء (یعنی اسی طرح دُوسرے انبیاءکرام علیہم الصلوۃ والسلام) ولہٰذا یہ بات کہی ہے کہ آپکی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلاۃ مصلیین آپکو پہونچاتا ہے اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی الہ و بارک وسلم اعمال اُمت کے آپ پر عرض کئے جاتے ہیں، آپ اُمت کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ [1]

اور یہی نواب صاحب حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی القبر کے متعلق "السراج الوھاج، شرح مسلم 1\504" میں بھی لکھتے ہیں کہ:

"حی فی قبرہ بعد موتہ".

اورعطاءاللہ حنیف نے "التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی 1\237" میں لکھا ہے کہ:

"انھم احیاء فی قبورھم یصلون".

اور شمس الحق عظیم آبادی نے "عون المعبود شرح سنن ابی داود 1\405" میں لکھاہے کہ:

"وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی وفاتہ وأنہ یسر بطاعات أمتہ".

" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور میں زندگی پر غیر مقلدین کے اور کئی علماء کے اقوال بھی نقل کئے جاسکتے ہیں، لیکن اختصار کے پیشِ نظر اِنہی پر اِکتفا کرتے ہیں۔

[1] الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ صفحہ 52۔

نظریہ (5): "جسمانی زندگی"۔

محمد بن علی بن محمد شوکانی وہ شخصیت ہے جس کو غیر مقلدین امام، حجت جیسے القابات سے یاد کرتے اور پکارتے ہیں، یہی محمد بن علی شوکانی اپنی کتاب "نیل الأوطار" میں حدیث نبوی ﷺ "جمعہ کے روز کثرت سے مجھ پر درود پڑھو" کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"وَالْأَحَادِيثُ فِيهَا مَشْرُوعِيَّةُ الْإِكْثَارِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَأَنَّهَا تُعْرَضُ عَلَيْهِ ﷺ وَأَنَّهُ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ...وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يُبْلَوْنَ، مَعَ أَنَّ مُطْلَقَ الْإِدْرَاكِ كَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ ثَابِتٌ لِسَائِرِ الْمَوْتَى...وَوَرَدَ النَّصُّ فِي كِتَابِ اللَّهِ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاةَ فِيهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ "أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ". رَوَاهُ الْمُنْذِرِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ". [1]

"اور اِن احادیث میں نبی اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے، اور بے شک درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور بلا شک وشبہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔۔۔

اور بیشک محققین کی ایک جماعت اِس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی اُمت کے نیک کاموں سے خُوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے، جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لئے ثابت ہے۔۔۔

اور شہداء کے متعلق تو اللہ تعالی کی کتاب میں نص وارد ہوئی ہے کہ" وہ زندہ ہیں اور اُن کو

---

[1] نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار من أحادیث سید الأخیار ﷺ جلد 3 صفحہ 263۔ 264، انصار السنۃ المحمدیۃ، نواں کوٹ، لاھور، پاکستان۔

رزق ملتا ہے"، اور اُن کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے۔ پس حضراتِ انبیاءِ کرام اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی، اور حدیث میں ثابت ہے کہ " بے شک انبیاء اپنے قبور میں زندہ ہیں"۔ روایت کیا اس کو منذری نے اور اِس کی تصحیح کی امام بیہقی نے۔

نظریہ (6): " دُنیاوی زندگی کی صفات کے ساتھ زندہ ہیں"۔

ابُوعبد اللہ محمد بن ابُو بکر المعروف ابن قیم جوزیہ غیر مقلدین ان کو اپنا امام و پیشوا تسلیم کرتے اور کہتے ہیں، جس پر اکثر کتبِ غیر مقلدین شاہد ہیں۔

ابنِ قیم جوزیہ اپنی" کتاب الروح" میں امام قرطبی کے حوالہ سے بغیر تنقید کے لکھتے ہیں:

"قَالَ أَبُو عبد الله :وَقَالَ شَيخنَا أَحْمد بن عمر :و الَّذِي يزِيح هَذَا الاشكال إِن شَاءَ الله تَعَالَى ان الْمَوْت لَيْسَ بِعَدَمِ مَحْض، وَإِنَّمَا هُوَ انْتِقَال من حَال إِلَى حَال، وَيدل على ذَلِك أَن الشُّهَدَاء بعد قَتلهمْ وموتهم أَحيَاء عِنْد رَبهم يرْزقُونَ فرحين مستبشرين، وَهَذِه صفة الْأَحْيَاء فِي الدُّنْيَا وَإِذا كَانَ هَذَا فِي الشُّهَدَاء كَانَ الْأَنْبِيَاء بذلك أَحَق وَأولى---"۔ [1]

" یعنی ابُوعبداللہ [القرطبی] نے فرمایا: ہمارے شیخ احمد بن عمر نے فرمایا، اور یہ اشکال اِن شاء اللہ رفع ہوجاتا ہے، بے شک موت عدم محض نہیں ہے بلکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے، اور اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ شہداء قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، وہ رزق دیے جاتے ہیں، خُوش ہیں اور خُوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ ہی صفات دُنیا میں زندہ لوگوں کی ہیں۔ جب یہ دُنیوی صفات شہداء کو حاصل ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام اُس کے زیادہ حق دار ہیں اور اولی ہیں"۔ اس مسئلہ کے متعلق مزید تفصیل کے لئے راقم الحروف کے " علمی و تحقیقی مقالات، جلد اول، قسم اول" ملاحظہ فرمائیں

[1] کتاب الروح صفحہ 120، دار ابن کثیر دمشق، بیروت، ۱۹۹۸ء۔

نمبر (6) روضہ رسول ﷺ کے لئے سفر

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:" روضہ مبارک ﷺ کے لئے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جبکہ ہم اسے افضل المستحبات جانتے ہیں"۔ [1]

الجواب: دیوبندیوں کا یہ دعویٰ بھی نرا ڈھونگ ہے ورنہ ان کی کتبِ فتاویٰ میں جو فتوے موجود ہیں وہ دیوبندی موصوف کے دعویٰ کی تائید نہیں کرتے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"**سوال**: اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد یا گنگوہ کو یا اجمیر کو یا پیران کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کرے زیارت شریف کا قصد کر کے نہ جاوے آیا یہ بات اس کی سچ ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذاہب اور کس دین کے ہیں اور علماء سنت والجماعت کا اس میں کیا حکم ہے (از احمد سعید خان صاحب مرادآبادی)

جواب: زیارت بزرگان کے واسطے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے، فقط"۔ [2]

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کریں کہ گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو زیارت شریف کے قصد سے جانا دُرست ہے یا نہیں؟

گنگوہی صاحب نے اس مسئلہ کو مختلف فیہ قرار دیا اور اس میں جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرنے کو محال قرار دیا۔ اگر اکابرینِ دیوبند کے نزدیک روضہ رسول ﷺ کی زیارت کو چل کر جانا افضل المستحبات ہوتا تو گنگوہی صاحب اس کا کھل کر اظہار کرتے نہ کہ شکوک و شبہات کا اظہار کرتے، پھر اگر دیوبندیوں کے نظریات کو دیکھا جائے تو ان کو تو روضہ رسول

---

[1] دفاع، ج،1 ص 178۔

[2] فتاوی رشیدیہ مبوب، ص 553، عالمی مجلس تحفظ اسلام۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور کر کے وظیفہ کرنا پسند نہیں ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"اگر کوئی شخص جس نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو اور سبب ایک مرتبہ دیکھ لینے کے آپ کے روضہ منورہ کا تصور صحیح طور پر کر سکتا ہو، اگر یہ خیال کر کے کہ میں روضہ منورہ کے سامنے موجود ہوں درود شریف پڑھا کرے اور اس طرح خیال کر کے پڑھنے سے اس کے قلب میں رقت اور آنحضرت روحی فدا کی محبت زیادہ ہوتی ہو تو ایسا خیال کر کے درود پڑھنا کیا بت پرستی میں داخل ہے اور پڑھنے والا گناہگار ہوتا ہے یا ثواب ہے اور اس کا ثمرہ جو رقت قلب اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ازدیادِ محبت پیدا ہوتا ہے وہ القاء رحمانی ہے یا وسوسہ شیطانی؟"۔ [1]

رشید احمد گنگوہی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

"تصور روضہ مطہرہ کا وظیفہ کے وقت میں اگرچہ بت پرستی تو نہیں مگر میں پسند نہیں کرتا"۔ [2]

قارئین کرام! اس حوالہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے گنگوہی صاحب کے نزدیک درود شریف پڑھتے وقت روضہ مطہرہ کا تصور پسند نہیں ہے، تو یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ دل و جان سے بقصد سفر زیارتِ روضہ مطہرہ کو افضل المستحبات سمجھتے ہوں گے۔ جن سے روضہ مطہرہ کا تصور برداشت نہیں ہوتا وہ سفر کی ظاہری صعوبات کو کیسے برداشت کر لیں گے۔

الغرض دیوبندیوں کے ان فتوؤں میں وہابیت کے وہی جراثیم پوشیدہ ہیں جو سفر بقصد زیارتِ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز کے قائل نہیں اور اس سلسلے میں باطنی طور پر غیر مقلدین کے موافق ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 190، ادارہ اسلامیات۔

[2] تذکرۃ الرشید، ج 1 ص 191، ادارہ اسلامیات۔

نمبر (7) سلام و تشفع

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے سلام و تشفع کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں"۔ [۱]

الجواب: یہ بھی دیوبندی موصوف کی دھوکہ دہی ہے اس لئے کہ دیوبندیوں کے اس بارے میں ایسے بُرے خیالات ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کی پٹائی بھی ہو چکی ہے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں، دیوبندیوں کے مناظر امین صفدر اوکاڑوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

" بلواری کا مدرسہ جہاں شوال ۱۴۲۱ھ میں شیعہ قتل ہوئے تھے وہاں غلام اللہ خان کی مرنے سے دو ہفتے پہلے پٹائی ہوئی تھی وہ اسی مسئلہ پر ہوئی تھی وہاں اس کی تقریر تھی جو مزارعہ تقریر کروا رہا تھا وہ اس کا مرید تھا لیکن زمیندار بریلوی تھے انہوں نے کہا ہم تقریر نہیں ہونے دیں گے وہ مرید بلواری مدرسہ میں آیا کہ توحید پر پروگرام رکھا ہے آپ ساتھ دیتے ہیں تو توحید کی وجہ سے انہوں نے ان کا ساتھ دیا اور جلسہ کروایا اس کے بعد کھانا بھی اپنے ہاں رکھا تو جب مدرسہ پہنچے تو ایک آدمی نے پوچھا مولانا حضرت پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبر میں حیات ہیں تو اس نے کہا: او جنیاں! او تھے کوئی چیز نہیں ہے گی (اے مردود وہاں کچھ بھی نہیں) اس پر انہوں نے اس کی پٹائی کی تو مولانا کی پگڑی، جوتا، اور کھونڈی (عصا) بھی وہی رکھا ہے یہ چھوڑ کر وہاں سے بھاگے تھے تو بہرحال وہ اتنا سخت تو نہیں تھا جتنے یہ ہیں"۔ [۲]

یہ تو دیوبندیوں کے شیخ القرآن کا عقیدہ ہے کہ روضہ اطہر میں بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ " اے مردود! وہاں کچھ بھی نہیں"۔ پھر کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 178، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] خطبات صفدر، اثبات عذاب قبر، ج 1 ص 314، مکتبہ مکیہ، مکی مسجد، لاہور۔

دیوبندی سلام وتشفع کے قائل ہوں گے جبکہ دیوبندیوں کے اس شیخ القرآن کا ایسا عقیدہ ہونے کے باوجود دیوبندیوں کا مناظر یہ گواہی دے رہا ہے کہ کہ "وہ بہرحال اتنا سخت تو نہیں تھا" پھر بتائیں ایسے خراب عقیدہ ہونے اور عامیانہ الفاظ کے استعمال کے باوجود اور سختی کیا ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی اسی عقیدہ کے حامل ہیں، کچھ ظاہری عقیدہ رکھ کر کھلے عام ایسے گندے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں، کچھ ظاہراً تو سلام وتشفع کا اقرار کر لیتے ہیں مگر عدم جواز والوں کی پُشت پناہی ضرور کرتے ہیں اور لوگوں میں ان کے لئے ہمدردی پیدا کرنے کے لئے حیلہ سازیوں سے کام لیتے ہیں جس طرح کہا کہ "بہرحال وہ اتنا سخت تو نہیں تھا"۔

الغرض دیوبندیوں کے شیخ القرآن کے عقیدہ کو دیکھا جائے تو سلام وتشفع کا اقرار از دیابنہ مشکوک ہی نظر آتا ہے، اور وہ اس سلسلے میں ایسے لوگوں کی پُشت پناہی کرتے ہیں جو عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ لہٰذا دیوبندی موصوف نے جو باتیں غیر مقلدین اور دیوبندیوں میں امتیاز قائم کرنے کے لئے لکھیں وہ کتب اکابرین دیوبند کے مذکورہ حوالوں کی روشنی میں مشکوک اور غیر یقینی قرار پائیں، اور ان باتوں کی وجہ سے دیوبندی موصوف نے داغِ وہابیت مٹانے کے لئے جو کوشش کی وہ ناکام ثابت ہوئی اور دیوبندیوں کا آج بھی اسی طرح وہابی ہونا ثابت ہوا جیسے وہ پہلے تھے۔

جلال آباد کا جُبّہ شریف

دیوبندی موصوف اپنے حکیم الامت صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے ضلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائے یہ باتیں وہابیت کی ہیں"۔ [1]

الجواب: دیو بندی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں، ان لوگوں کا ایک دھرم نہیں، جیسا موحول دیکھا اُس کے مطابق رُوپ اختیار کر لیا، وہابیت کی نفی کرنے کی بات آئی تو جلال آباد شریف کے جبے کی دلیل دے دی کہ ہم جلال آباد شریف کے جبے کی زیارت کرتے ہیں، بتلایئے یہ باتیں وہابیت کی ہیں، لیکن جب اظہار وہابیت کی بات آتی ہے تو تبرکات کے احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا، یہاں پر ہم اسماعیل دہلوی صاحب کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

" خان صاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا اسماعیل صاحب شہید دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ ان کے ساتھ بہت زور شور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے۔

مگر مولانا نے التفات نہ کیا۔ اور برابر وعظ کہتے رہے۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور انہوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا کر رہے ہیں؟ اٹھئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کو تعظیم دیجئے۔ مولانا اس پر بھی نہ اٹھے۔ اس پر لوگوں کو اور اشتعال آیا اور انہوں نے اور سختی سے کہا۔ اس پر مولانا نے فرمایا اول تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں۔ پھر میں اس وقت بحیثیت نیابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں، لہٰذا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس جواب کو سن کر اور شغب ہوا اور فساد تک نوبت پہنچی مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے، اس لیے فسادنے کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کی اور صرف زبانی ہی تو تو میں میں

[1] دفاع، ج 1 ص 179، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

تک قصہ رہ گیا۔ یہ زمانہ اکبرشاہ ثانی کا تھا اور اکبرشاہ اس خاندان کا بہت معتقد تھا۔لوگوں نے جا کر بادشاہ سے حضرت مولانا کی بہت شکایتیں کیں۔اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں۔شاہ عالم کے وقت میں جو معاہدہ انگریزوں سے ہوا تھا اس میں بادشاہ کے اختیارات قلعہ اور شہر اور اس کے اطراف اور قطب صاحب اور اس کے اطراف تک محدود تھے۔لیکن اکبرشاہ کے وقت میں یہ اختیارات صرف قلعہ اور شہر تک رہ گئے تھے۔اس جملہ معترضہ کے بعد اب پھر قصہ بیان کرتا ہوں۔

جب مولانا کی بادشاہ تک شکایتیں پہنچیں تو بادشاہ نے مولانا کو بلوایا اور ان سے حوض کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی۔مولانا نے پورا واقعہ بیان فرمادیا۔اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں اور ان کی تعظیم ہمارے ذمے نہیں ہے۔اکبرشاہ نے کسی قدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ان کو مصنوعی کہتے ہیں۔مولانا نے مسکراتے ہوئے اور نہایت نرم لہجہ میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہی ہوں مگر آپ اس کو مصنوعی سمجھتے بھی ہیں اور معاملہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

اکبرشاہ نے تعجب سے کہا یہ کیسے مولانا نے فرمایا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو دفعہ وہ تبرکات آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی ان کی زیارت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔یہ سن کر اکبرشاہ چپ رہ گیا اس کے بعد مولانا نے کسی سے فرمایا کہ ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔چنانچہ وہ دونوں لائے گئے اور آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر واپس کرایا اور اس کے بعد یہ تقریر فرمائی کہ ان تبرکات میں اول تو یہی کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی۔لیکن اگر ان کو واقعی مان بھی لیا جاوے تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں جن میں کوئی شرف ذاتی نہیں بلکہ ان میں محض تلبس سے شرف آیا۔لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں، علی ہذا بخاری شریف بھی قریب قریب بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔اس لیے اس کا کلام رسول ہونا

بھی ناقابل انکار ہے۔اور کلام اللہ وکلام رسول کے جناب رسول اللہ ﷺ کی اوڑھی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں بھی کلام نہیں ہوسکتا۔مگر باوجود ان تمام ناقابل انکار باتوں کے کلام خدا اور کلام رسول تمہارے سامنے آیا مگر تم لوگوں نے ان کی کوئی تعظیم نہ دی بلکہ برابر اسی طرح بیٹھے رہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حضرات تبرکات کی تعظیم ان کے شرف کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ محض ایک رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں"۔ [۱]

ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ چونکہ ان تبرکات کا انتساب حضور ﷺ کی جانب پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا تھا اِس لئے اسماعیل دہلوی صاحب نے ان تبرکات کی کوئی تعظیم نہ کی، تو اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہئے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کے بھی خاندان کے بزرگ عالم دین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے جس کو دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے بیان کیا ہے کہ:

"حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کے متعلق کسی تحریر میں جس کی تعیین یاد نہیں فرمایا ہے کہ جب حضور ﷺ کا نام آ گیا تو ہمیں احترام ہی کرنا چاہئے"۔ [۲]

اور خُود تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سیّد کی تعظیم محض اس بناء پر کی جاتی ہے کہ روایت سے اس کا سیّد ہونا معلوم ہوا ہے کبھی تواتر سے کبھی محض شہرت سے، بس یہی درجہ جلال آباد کے جبہ کا بھی ہے گو خبر متواتر سے نہیں ایسی چیزوں کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کوئی احکام میں سے تھوڑا ہی ہیں صرف ادب کا درجہ ہے جس کے لئے تو کسی چیز کی بھی

---

[۱] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 46،ص 51۔52، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[۲] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ) ج 4 ص 165، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حاجت نہیں"۔ [1]

ان حوالوں سے اس شک کا ازالہ ہو جاتا ہے جو سابق میں انتساب صحت کے حوالہ سے گذرا یعنی اسماعیل دہلوی صاحب کے نزدیک تبرکات کا انتساب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گویا پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا تھا، لہٰذا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتوے کے مطابق احترام ہی کرنا چاہئے تھا اور بے ادبی سے کلی اجتناب کرنا چاہئے تھا مگر اسماعیل دہلوی صاحب نے احترام تبرکات کو ملحوظ نہیں رکھا جب کہ تبرکات کے لئے تھانوی صاحب کے بقول شہرت ہی کافی ہے اور ایسی اشیاء کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الغرض جلال آباد کے جبہ شریف کو شہرت تھی اور تبرکات دہلی میں مشہور و معروف تھے یہاں تک کہ بادشاہان وقت بھی ان کے معتقد تھے، ایسی صورت میں اسماعیل دہلوی صاحب کا مندرجہ بالا قواعد کو ملحوظ نہ رکھنا اور ان کی جانب بنظر احترام التفات نہ کرنا ثابت کر رہا ہے کہ اکابرین دیوبند گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں اور جہاں پر جیسا رنگ اختیار کرنے سے منفعت حاصل ہوتی ہو وہاں پر وہی رنگ اختیار کیا جاتا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کی داغِ وہابیت کو مٹانے کے لئے یہ دلیل بھی ناکافی قرار پائی اور دیوبندی اسی طرح بے ادب وہابی برقرار رہے جیسا کہ وہ پہلے تھے۔

جو لوگ وہابی کہتے ہیں

دیوبندی موصوف بحوالہ اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایک جماعت ہے جو ہم کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبد الوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابن عبد الوہاب کے حالات کتابوں

---

[1] ملفوظات حکیم الامت (الافاضات الیومیہ) ج 4 ص 214، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبدالوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع امت اور قیاس مجتہد سوان چاروں کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار امام یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہو جانا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرتے ہیں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہو گی" (اشرف الجواب)[1]

الجواب: داغِ وہابیت مٹانے کے لئے دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب کی یہ صفائی بھی قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ نجد کے وہابیوں کے نظریات اور دیوبندیوں کے نظریات ایک جیسے ہی ہیں، تھوڑا سا جُزوی اختلاف ہے، جیسا کہ دیوبندیوں کے مناظر منظور نعمانی صاحب نے سُرخی قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اکابر دیوبند کے طرز فکر میں بعض جزوی اختلاف"۔[2]

یعنی منظور نعمانی صاحب کے نزدیک ابن عبدالوہاب نجدی کے متوسلین اور اکابرین دیوبند کے نظریات میں جزوی اختلاف ہے، باقی اُصولی طور پر دونوں متفق ہیں۔

یہی منظور نعمانی صاحب مذکورہ بالا سرخی قائم کرنے سے پہلے لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج 1 ص 179 ـ 180، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 68، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

"لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے یہ واقعہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی اخلاصِ توحید اور اتباع سنت کی دعوت اور شرک و بدعت کے خلاف جد وجہد میں بنیادی طور پر بڑی مماثلت اور ہم رنگی ہے"۔ [۱]

بلکہ نعمانی صاحب تو اسماعیل دہلوی کی وہابیانہ تحریک اور ابن عبدالوہاب نجدی کی وہابیانہ تحریک دونوں کو ہم رنگ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ ایک سرخی قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" شیخ محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسماعیلؒ شہیدؒ کی دعوت وتحریک کی ہم رنگی"۔ [۲]

اور اصولی اور بنیادی طور پر دونوں تحریکوں میں یکسانیت اور یگانگت کو تسلیم کیا ہے۔ [۳]

اور جو جزوی اختلاف پایا جاتا ہے اُس کے متعلق نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" بہرحال ان تمام مسائل میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فریق کو اسلام یا دائرہ اہل سنت سے خارج قرار دیا جاسکے"۔ [۴]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"ان میں کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر کوئی فریق خدا ترسی کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں دوسرے فریق کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل کرسکے"۔ [۵]

ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ ابن عبدالوہاب نجدی اور دیوبندیوں کا عقیدہ ونظریہ ایک جیسا ہی ہے، اُصولی اور بنیادی طور پر دونوں میں اِتفاق پایا جاتا ہے، بس تھوڑا سا جزوی اختلاف ہے جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل وتفسیق نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی

---

[۱] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 68، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[۲] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 65، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[۳] ملاحظہ فرمائیں: شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 68، قدیمی کتب خانہ کراچی

[۴] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 73، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[۵] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 73، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

دائرہ اسلام اور دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے، دونوں تحریکوں میں یکسانیت، یگانگت اور ہم رنگی موجود ہے۔

نہ صرف اتنا بلکہ منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"واقعہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے سلسلہ کے اکابر علماء کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ حقیقت بغیر کسی شک وشبہ کے سامنے آجاتی ہے کہ ان کی اصل دعوت اخلاصِ توحید واتباع سنت کی اور ہر قسم کے شرک و بدعت کے خلاف حسبِ استطاعت جہاد اور اسلام کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنے کی تھی، اور بنیادی طور پر ان کا پیغام وہی تھا جو "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ہندوستان کے بگڑے ہوئے مسلمانوں کو دیا تھا"۔ [1]

یعنی نجدی وہابی تحریک کا پیغام بھی "تفویۃ الایمان" والا ہے پس جو لوگ بھی دیوبندیوں کو وہابی قرار دیتے ہیں وہ اسی فکری، نظریاتی ہم آہنگی و یکسانیت عقیدہ و یگانگت و مماثلت کی بنیاد پر ہے، چونکہ دونوں کے نظریوں میں ماسوائے جزوی اختلاف کے اصولی اتحاد و اتفاق پایا جاتا ہے، اس لئے دونوں ہم مسلک و ہم مشرب ہونے کی بنیاد پر ایک ہی نام سے موسُوم کیے جاتے ہیں اس لئے دیار ہند میں اسماعیل دہلوی اور "تفویۃ الایمان" کے ماننے والوں کو لقب وہابی سے یاد کیا گیا۔

مفتی وسیم اختر بلال قاسمی صاحب نے ایک حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے جس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائیگی کہ دیوبندیوں کو وہابی قرار دینے والے حق بجانب ہیں اور نجد کی وہابی تحریک ہو یا برصغیر کی وہابی تحریک دونوں ایک ہی معاہدہ کا حصہ ہیں، چنانچہ مفتی وسیم اختر بلال قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص 47، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

"شاہ اسماعیل کی عبد الوہاب نجدی سے ملاقات"

ادھر اٹھارویں صدی کے آغاز میں شاہ ولی ولی اللّٰہی مشن کی باگ ڈور آپ کے خانوادہ نے سنبھال لی، شاہ صاحب کے صلبی صاحبزادہ، شاہ اسماعیل اور سید احمد شہید علیہ الرحمۃ اور مولانا عبد الحی نے عملی جدوجہد جاری رکھی اور اس انداز سے کوشش کی کہ ۱۸۲۱ء میں حج کے لئے مکہ جا کر شیخ عبدالوہاب نجدی سے اسلامی عالمگیر مشن کو ازسر نو قائم کرنے کے لئے باہمی ملاقات یا مشاورت کی جس کو ایک "معاہداتی مشاورت" بھی کہا جا سکتا ہے [کاش یہ مشاورت صرف تاریخی اوراق نہ بنتی بلکہ اس پر عمل درآمد ہو جاتا] جس کے چار بنیادی اجزاء تھے [۱] اسلامی عالمگیری مشن کا ایک مرکز ہو ایک عقیدہ ہو [۲] ہر ملک اور علاقہ میں حالات اور جگہ کے اعتبار سے اپنے اپنے انداز سے جدوجہد ہو [۳] ہر تحریک ایک دوسرے کے ربط میں ہو [٤] جو کامیاب ہو وہ ایک دوسرے کے لئے مددومعاون ہو، شاہ صاحبان شیخ عبدالوہاب نجدی سے اس باہمی مشورہ اور میٹنگ کے بعد جب تازہ دم ہو کر حجاز سے واپس آئے تو اس رنگ میں آئے جو ایک مومن کامل کا رنگ ہوتا ہے، یعنی اقیموا والا سبق [ناسور والی بیماری کا علاج، نشتر ہے اس کو بہت حکمت سے] دہرایا، اس عالمگیر مشن کو آگے بڑھانے کی سرتوڑ کوشش کی جہاں مرض کا علاج زبان کے پھائے سے ہو وہاں وہ کیا جہاں نشتر کی ضرورت تھی وہاں وہ استعمال کیا شہادت حق اور نفاذ شریعت کا یہ سفر رائے بریلی، بندیل کھنڈ سے ہوتا ہوا بالاکوٹ پر ختم ہوا ان کو ٦ مئی ۱۸۳۱ء کو شہادت حق نصیب ہوئی، شاہ صاحب نے برصغیر میں حسب ارشاد حدیث جہاں خرافات اور برائیاں دیکھیں ان کو زبان وسنان کے ذریعہ بدلنے کی کوشش کی کہیں کامیابی ملی کہیں ناکامی مگر نفاذ اسلامی کی بھرپور کوشش کی"۔[1]

---

[1] تحریک وہابی ودیوبندی کے نشیب وفراز، باب ثانی، ص 26، باہتمام، عظیم بکڈپو، دیوبند، دسمبر ۲۰۱٤ء

نوٹ: اس کتاب کا مقدمہ مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی صدر مفتی دار العلوم وقف دیو بند نے تحریر کیا ہے۔

یہی مفتی وسیم اختر بلال قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مشن قاسمی کو آپ کے صحیح جانشین حضرت شیخ الہند نے اپنی فراست سے آگے بڑھایا اور نہ صرف آزادی ہند کے لئے بلکہ برصغیر میں پھیلے ہوئے، ان موذی امراض کے علاج کے لئے ایک ماسٹر پلان تیار کیا، جو فکر ولی اللٰہی سے ماخوذ اور فکر وہابیت سے منقول تھا تاکہ برصغیر میں بھی "مشن وہابیت" کی طرح "مشن قاسمی" کو بھی کامیابی حاصل ہو کیونکہ "مشن وہابی" نے تو صرف مذہب کے اندرونی سیلاب [بدعت اور شرکیہ رسومات عقائد فاسدہ اور شیعت] کا دفاع کیا تھا۔ یہاں تو اندرونی سیلاب کے ساتھ ساتھ بیرونی طوفان [لادینیت] کا بھی سامنا کرنا تھا"۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ دیوبندیت وہابیت کے ماسٹر پلان کا حصہ ہے اور فکرِ وہابیت سے منقول ہے۔ پس جب یہ شواہد موجود ہیں تو کس طرح دیوبندیت کو وہابیت سے جدا قرار دیا جاسکتا ہے، پس لازمی یہ ماننا پڑے گا کہ دیوبندیت وہابیت کا ہی دوسرا نام ہے اور اس کے اجزاءِ ترکیبی میں عقائد و نظریات وہابیت ہی سے پیوستہ ہیں اور دیوبندیت کے ڈھانچہ میں گوشت و پوشت وہابیت کا ہی ہے۔

دیوبندیت کی نشو ونما وہابیانہ اُصول و عقائد کے ذریعے ہوئی اور اسی وجہ سے گاہے بگاہے اکابرین دیوبند نے اپنے وہابی ہونے کا اقرار بھی کیا ہے اور بعض اوقات بگڑتی ہوئی ہوا کو دیکھ کر دیوبندیت کے ماتھے سے داغِ وہابیت کو دھونے کی بھی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش بارآور ثابت نہیں ہوئی اس لئے کہ

[1] تحریک وہابی و دیوبندی کے نشیب و فراز، ص 28، عظیم بکڈپو، دیو بند۔

کسے را نیم بخت بافتہ اند سیاہ
باک وکوثر نتواں سفید کرد

چونکہ دیوبندیت کے اجزاءِ ترکیبی میں جراثیمِ وہابیت اس طرح وافر مقدار میں موجود ہیں کہ ان کے بغیر دیوبندیت قیام پذیر نہیں ہوسکتی، لہٰذا یہ ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دیوبندیت ہو یا وہابیت ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں، صرف حالات وواقعات کے پیشِ نظر تصویر کا رُخ بدل لیا جاتا ہے۔

لفظ وھابی کا عُمومی اِطلاق

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" خود رضاخانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور آج کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے: " اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے" ۔(مناظرہ گستاخ کون: ص 65)" ۔[1]

الجواب: اولاً: یہاں پر موصوف نے حوالہ مکمل نقل نہیں کیا کیونکہ یہاں پر جس اہلِ حدیث جماعت پر لفظ وہابی کے عمومی اطلاق کی بات ہو رہی ہے اُس سے مُراد سیّد احمد رائے بریلی کے ماننے والے ہیں۔

روئیداد مناظرہ " گستاخ کون " میں اس مقام پر غیر مقلدین کو ثناء اللہ امرتسری کے ایک حوالہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

" یہاں آپ کے ثناء اللہ امرتسری صاحب کہتے ہیں کہ جو سیّد احمد بریلوی کے ماننے والے ہیں وہ اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے (یہاں سے معلوم ہو گیا کہ اہل حدیث در اصل وہابی ہیں اور یہ سید احمد کی جماعت ہے اور شاہ

---

[1] دفاع، ج 1 ص 180 ، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اسماعیل دہلوی سید احمد کے لشکر کا کمانڈر تھا)"۔[1]

ثانیاً: آج کل کے عُرف کی تبدیلی کی وجہ سے دیوبندیوں کا سابقہ سوسالہ وہابیت والا عرف تو ختم نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہابیوں کے دوسرے گروہ یعنی غیر مقلدین پر اس لفظ کا استعمال عام ہوگیا ہے اور اس لفظ کا گروہِ غیر مقلدین پر عام ہونا بھی پنجاب وغیرہ کے اعتبار سے ہے ورنہ اطرافِ سندھ میں آج بھی دیوبندی لفظ وہابی سے مشہور رہیں، غیر مقلدین سے لوگ کم ہی آشنا ہیں، بہرحال عمومی اطلاق کی وجہ سے دیوبندیت سے وہابیت مٹ نہیں سکتی جیسے غیر مسلم اور ذمی کا اطلاق، غیر مسلم کا عمومی اطلاق تمام غیر مسلموں پر ہوتا ہے، مگر اس عمومی اطلاق کی وجہ سے ذمیوں سے غیر مسلم ہونیکی نفی نہ ہوگی، اس طرح اگر غیر مقلدین پر وہابی کا اطلاق عمومی طور پر ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے دیوبندیوں سے نسبتِ وہابیت منتفی نہ ہوگی، لہٰذا دیوبندی موصوف کے لئے یہ حوالہ بھی سُود مند نہیں۔

مُعتقدینِ اسماعیل کے دو گروہ

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

"اسماعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنھوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں"۔ (جاء الحق: ص ۱۳)"۔[2]

الجواب: چونکہ غیر مقلدین نے اپنے لئے لفظ وہابی سرکاری طور پر الاٹ کروالیا تھا اس لئے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کے سرکاری رجسٹرڈ نام کی

---

[1] روئیداد مناظرہ راولپنڈی گستاخ کون، ص 65، اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی۔

[2] دفاع، ج 1 ص 180، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

جانب اشارہ کیا ہے جبکہ دیو بندی اپنے لئے سرکاری طور پر تو لفظ وہابی رجسٹرڈ نہ کروا سکے لیکن علماء اہلِ سنت ان کے وہابیانہ عقائد سے خُوب آگاہ تھے اس لئے سرکاری رجسٹریشن نہ ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ وہابی ہیں اور فکر نجدیت میں غیر مقلدین و دیو بندی ایک دُوسرے کے شانہ بشانہ ہیں ۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی دیو بندیوں سے وہابیت کی نفی نہیں کی ۔

علاوہ ازیں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متصل لکھتے ہیں کہ:

" دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا۔ نماز روزے میں ہماری طرح ہمارے سامنے آئے ، ان کو کہتے ہیں ، گلابی وہابی یا دیو بندی" ۔ [۱]

دیوبندیت کے بُطلان کا انکشاف

دیو بندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" خود کاشف اقبال رضا خانی نے جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام " دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف" رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام" وہابیت کے بطلان کا انکشاف" لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟" ۔ [۲]

الجواب: دیو بندی موصوف کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہابیت چونکہ دو گروہوں میں بٹ گئی ، ایک گروہ نے اپنا امتیازی نام دیو بندی رکھ لیا جب کہ دُوسرے گروہ نے اپنے آپ کو اہل الحدیث کہلوانا شروع کر دیا ، جبکہ وہ سرکاری طَور پر اپنے لئے وہابی الاٹ کروا چکے تھے ، اس لئے کاشف اقبال صاحب نے غیر مقلدین کے سرکاری نام کی رعایت

---

[۱] جاء الحق ، ص 14 ، مکتبہ اسلامیہ ، غزنی سٹریٹ اردو بازار ، لاہور ۔

[۲] دفاع ، ج 1 ص 180 ، مکتبہ ختم نبوت ، قصہ خوانی بازار ، پشاور ، طبع اول ۔

کرتے ہوئے ان کے رَد میں" وہابیت کے بطلان کا انکشاف" تصنیف فرمائی اور دیوبندیوں کے غیرسرکاری نام کی رعایت کرتے ہوئے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" تحریرفرمائی۔چونکہ ہردوگروہ نے مولویوں کے اعتبار سے اپنے مسلمات جُدا کر لئے ہیں اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے مولویوں کا حوالہ بوقت ضرورت ٹھکرادیتا ہے،اس لئے مولانا کاشف مدنی صاحب نے بطور سدّ باب دوعلیٰحدہ کتابیں تصنیف کیں تاکہ کوئی گروہ اپنے مسلّمات کوٹھکرانہ سکے، باقی ان کے نزدیک بھی ہردوگروہ یعنی غیرمقلدین ودیوبندی دونوں وہابی ہیں ،اس لئے انہوں اپنی اس دُوسری کتاب" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" میں اس کا بالخصوص ذکرکیا اور دیوبندیوں کوبھی ان کے گھر کی کتب سے وہابی ثابت کیا۔

ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:" مفتی حنیف قریشی ایک اورمقام پر کہتا ہے:

" آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاوی ثنائیہ جلداول صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں: یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عمومی اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے" (مناظرہ گستاخ کون:ص٦٤)"۔[1]

الجواب: یہ بھی عمومی اطلاق کی بات ہے جوکہ سرکاری الاٹمنٹ پر منحصر ہے۔دیکھئے پاک وہند میں اسماعیلی شیعوں کے دوگروہ مشہور ہیں، ایک بوہری دُوسرے آغا خانی یہ اپنے امتیازی ناموں سے مشہور ہیں اور اسماعیلی کا دعویٰ عمومی اطلاق آغا خانیوں پر ہوتا ہے مگر ہیں توہردواسماعیلی شیعہ،اسی طرح وہابیت میں بٹوارہ ہوجانے کے باوجودہزارگروہ بن جائیں اوران کے امتیازی نام چاہے کچھ بھی ہیں لیکن اپنے اصل کی وجہ سے کہلائیں گے تووہابی،

---

[1] دفاع، ج 1 ص 180، مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

اسی طرح اگر بعض علاقوں میں تغلیباً غیر مقلدین کو وہابی کہہ دیا جاتا ہے اور مقلد اور غیر مقلد وہابی میں امتیاز کرنے کے لئے بوجہ اختصار وہابی اور دیوبندی کہہ دیا جاتا ہے تو اس سے دیوبندیوں کے وہابی ہونے کی نفی لازم نہیں آئے گا۔

یہ دونوں گروہ ایک ہی پستان کے شیر خوار رہیں اور ان دونوں کا رُوحانی باپ بھی ایک ہی ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف عموم اطلاق کی وجہ سے دیوبندیت سے داغ وہابیت کو مٹا نہ سکے۔ یہ اتنا گہرا داغ ہے کہ سات سمندر بھی اس کی غلاظت وگندگی کو دُور نہیں کر سکتے۔

دیوبندی موصوف کو تو خیر سے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور چند اُلّوؤں نے مل کر آنجناب کو مناظر و محقق بنا ڈالا ورنہ آنجناب کی اوقات ہی کیا ہے، موصوف کے تو اکابر بھی اس داغِ رُسوائی و بدنامی کو مٹانے کے چکر میں آنجہانی ہو گئے، مگر وہ دامن دیوبندیت سے داغ وہابیت کو مٹا نہ سکے اور اس ناکام حسرت کو دل میں ہی لیے لاچار و بیقرار گئے۔

وھابیوں کے عقائد عُمدہ ھیں دیوبندی فتویٰ

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کو فتاوی رشیدیہ میں عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں"۔ [1]

الجواب: یہ بھی کوئی پُوچھنے کی بات ہے، صاف ظاہر ہے کہ وہابیوں کے عقائد کو عمدہ قرار دینے کا مقصد "فتاوی رشیدیہ" میں بھی ہے کہ وہ عقائد جن کی وجہ سے وہابیوں نے اہل سنت وجماعت سے علیٰحدہ ہو کر ایک نئے فرقہ کی شکل اختیار کر لی، جس کی وجہ سے علماءِ اہلِ سنّت نے انہیں اہلِ سنّت سے خارج قرار دیا اور جن کی وجہ سے دُنیا کے مختلف خطوں سے

---

[1] دفاع، ج 1 ص 180، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

ان کے خلاف آواز اٹھی اور ان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں، انہی عقائد کو گنگوہی صاحب نے عُمدہ قرار دیا۔ اگر دیو بندی موصوف تفصیل کے ساتھ نجدیوں کے عقائد معلوم کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ "شہاب ثاقب" کے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) " صاحبو! محمد ابن عبد الوہاب نجدی ابتداءً تیرھویں صدی نجدِ عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلِ سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً اُس نے تکلیفِ شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اُس کے اور اُس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اُس سے اور اُس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قومِ یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضکہ وُجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے، اور بیشک جب اُس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود و نصاری سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں"۔ [1]

نمبر (2) " محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ یہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 42، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیو بند۔

واجب ہے"۔ [۱]

نمبر (3) " نجدی اور اُس کے اِتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں۔ اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ ہے جو احاد امت کو ثابت ہے۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور معتدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں در بارۂ حیاتِ نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے"۔ [۲]

نمبر (4) " زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوریٔ آستانہ شریفہ وملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے "لا تشد الرجال الا الی ثلثة مساجد" ان کا مستدل ہے۔ بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالی زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں توصلوۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں"۔ [۳]

نمبر (5) " شان نبوت اور حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سے فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شفاعت (شقاوت) قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے رہبر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی

---

[۱] الشہاب الثاقب، ص 43، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[۲] الشہاب الثاقب، ص 45، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[۳] الشہاب الثاقب، ص 45۔46، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔

اور اسی وجہ سے توسل دعاء میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات نا جائز کہتے ہیں ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے"۔ [۱]

نمبر (6) "وہابیہ اشغال باطنیہ واعمال صوفیہ مراقبہ ذکر وفکر وارادت ومشیخت وربط القلب بالشیخ وفنا وبقا وخلوت وغیرہ اعمال کو فضول ولغو بدعت وضلالت شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے دیار نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا اس کو بخوبی معلوم ہوگا"۔ [۲]

نمبر (7) "وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہلِ سنّت والجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعوی حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملدرآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے"۔ [۳]

---

[۱] الشہاب الثاقب، ص 47، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[۲] الشہاب الثاقب، ص 59، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[۳] الشہاب الثاقب، ص 62۔63، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

نمبر (8)" مثلاً: ﴿الرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾ وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استوا، ظاہری اور جہالت وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے"۔ [1]

نمبر (9)" وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار وحقانی وغیرہ سے ذاتِ سرورِ کائنات خاتم النبیین (النبیین) علیہ الصلوۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں"۔ [2]

نمبر (10)" وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں"۔ [3]

الغرض دیوبندیوں کے ملجاء العلماء مرکز دائرۃ التحقیق، وحید العصر، جانشین شیخ الہند حسین احمد ٹانڈوی صاحب کے بقول نجدیوں کے یہ وہ ممتاز عقائد تھے جن کی وجہ سے انہوں نے ایک علیحدہ مذہب کی شکل اختیار کر لی اور گنگوہی صاحب نے انہی عقائد کو عمدہ قرار دیا۔

اعتراض:" کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس ذات کی طرف نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا رضا خانیوں کے نزدیک امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عمدہ نہ تھے مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی رضاخانی اپنی نسبت میں حنبلی شافعی، مالکی نہیں لگاتا"۔ [4]

الجواب: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا شمار ائمہ اہلِ سنّت میں ہوتا ہے، ان کے عقائد وہی تھے جو اہل سنّت و جماعت کے ہیں، ان بزرگوں کا

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 64، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[2] الشہاب الثاقب، ص 67، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[3] الشہاب الثاقب، ص 67، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند۔

[4] دفاع، ج 1 ص 180.181، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کوئی ایک عقیدہ بھی اہل سنّت و جماعت کے خلاف نہیں، چونکہ یہ بزرگانِ دین اہلِ سنّت و جماعت سے وابستہ تھے اِس لئے ہم بھی اپنے لئے لفظ اہلِ سنّت و جماعت کو فخر شمار کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ بھی عقائدِ اہلِ سنّت پر ہو، باقی حنبلی، مالکی اور شافعی عقائد کا نام نہیں، یہ اُن ائمہ اہلِ سنّت کے فقہی اجتہادات کا نام ہے، اور فقہی اجتہادات میں ہم دامنِ ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہیں اِس لئے اپنے آپ کو حنفی کہلواتے ہیں اور اِس سلسلے میں فقہ حنفی کے مسائل کو صواب محتمل خطاء اور دیگر فقہی مسالک کو خطا محتمل الصواب سمجھتے ہیں، جیسا کہ درالمختار میں مرقوم ہے کہ:

"مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ". [1]

لہٰذا دیوبندی موصوف کا اعتراض دُرست ثابت نہ ہوا، بلکہ یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف نرے جاہل اور غبی و بے علم ہیں، انہیں فقہی اجتہادات اور مسلم عقائد کے درمیان فرق بھی نظر نہیں آتا۔ فقہی اجتہادات میں اختلاف کی حیثیت فروعی ہوتی ہے اور عقائد کا اختلاف بعض دفعہ سنگین صورت اختیار کر لیتا ہے، لہٰذا ایک کو دُوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ گنگوہی صاحب نے وہابیوں کے عقائد کو عمدہ قرار دیا (اور اُن کے عمدہ عقائد کی ایک جھلک "الشہاب الثاقب" سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) اور عمدہ قرار دینا اسی یگانگت ومماثلت کی بنا پر ہے جس کا سابق میں ذکر ہو چکا، پس اس لئے اکابرین دیوبند کا بھی وہابی ہونا ثابت ہوتا ہے، اور اس مسئلہ کو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے فروعی اختلافات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

منافق وھابی

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:" بریلوی جامع المعقول والمنقول غلام محمد پپلانوی لکھتے

---

[1] درالمختار، ج 1 ص 48۔

ہیں :" وہابی دو قسم کے پائے جاتے ہیں ایک مسلمان وہابی دوم منافق وہابی" (نجم الرحمان :ص ۶۳ نوری کتب خانہ لاہور)"۔[1]

الجواب :یہ حوالہ بھی دیوبندی موصوف کے لئے مفید نہیں ہے، مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں جو اس طرح ہے کہ:" وہابی دو قسم ہیں: ایک مسلمان وہابی، دوسرا منافق وہابی۔

اول وہ ہیں جو دِلوں زُبانوں کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں، کسی امام کی تقلید ائمہ اربعہ وغیرہ سے علی التعیین نہیں کرتے ،قواعد عقائد اس قوم کے معلوم ہیں،لیکن غیر مضبوط۔

دُوسرے وہ جو زُبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں، اور اہلِ سنّت و جماعت میں سے ہیں، لیکن اندرونی وہابیوں سے بھی بدتر عقائد والے ہیں۔ میری کلام اخیر فریق کے ساتھ ہے، جوزبانی اصولِ حنفیہ کے قائل ہیں، پہلوں کے ساتھ میرا کوئی سروکار نہیں۔

فاحفظہ ! منافقہ وہابیہ کا حنفیت کا دعویٰ ایسا ہے جیسا محمد بن عبد الوہاب نجدی خارجی باغی کا حنبلیت کا دعویٰ۔ دیکھو شامی ،ص ۲۱۹ جلد ۳"۔[2]

اس حوالہ میں دیوبندیوں کو منافق قرار دیا گیا ہے کیونکہ دیوبندیوں کے عقائد غیر مقلدین سے بھی زیادہ بدتَر اور بُرے ہیں، وہ زبان سے عدم تقلید کا اقرار کرتے ہیں مگر دیوبندی زُبان سے دعویٔ تقلید کرنے کے باوجود بُرے عقائد میں غیر مقلدین سے بھی آگے ہیں، اپنی اس منافقانہ روش کے باعث منافق وہابی کہلائے۔

چونکہ غیر مقلدین بوقتِ ضرورت اپنی کتب سے برأت و بیزاری اختیار کر لیتے ہیں (آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب" نزل الابرار" ،" عرف الجادی" ،"ہدیۃ المہدی" وغیرہ) پیش کی جاتی ہیں تو غیر مقلدان کتب سے برأت و بیزاری اختیار کر لیتے ہیں اور ایسی ہی روش ان کی دوسری کئی کتب کے ساتھ ہے۔ بعض اوقات ان کی متنازعہ فیہ عبارات کو

---

[1] دفاع، ج 1 ص 181، مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[2] نجم الرحمان لرجم حزب الشیطان، قانون اول ،ص 102، دارُ الاسلام، ۲۰۱۷ء

کفریہ تک قرار دیتے ہیں، جیسا کہ طالب الرحمن شاہ غیر مقلد نے[اسی مناظرہ راولپنڈی میں جس کی روئیداد کا موصوف نے اپنی اسی "دفاع" میں ابھی پچھلے صفحہ پر حوالہ بھی نقل کیا ہے] عبارت" صراط مستقیم" کو کفریہ قرار دیا)۔

پس اس بنا پر جب تک وہ اپنی زُبان سے کسی گستاخانہ عبارت کی تائید واقرار نہیں کر لیتے تب تک ان کے ہر چھوٹے بڑے پر حکم تکفیر نہیں لگایا جاتا، اسی چیز کو" نجم الرحمان" میں اپنے انداز میں بیان کیا گیا ہے، الغرض یہ عبارت دیوبندی موصوف کو کسی طرح بھی مفید نہیں اور نہ ہی اس عبارت کی وجہ سے دیوبندی مسلمان قرار پا سکتے ہیں،" نجم الرحمان" میں بھی دیوبندیوں کو منافق وہابی قرار دیا گیا ہے۔

ہمیں حیرت ہے کہ جو حوالہ دیوبندیوں کے خلاف ہے اور جس میں انہیں منافق وہابی شمار کیا گیا ہے اس کو کس طرح دیوبندی موصوف بطورِ دلیل پیش کر رہے ہیں، شاید دل میں انہیں بھی احساس تو ہے کہ وہ زیور منافقت سے آراستہ و پیراستہ ہیں اِس لئے انہوں نے اس حوالہ کو پیش کیا تا کہ جوابی کارروائی میں اس حقیقت کو مزید آشکار کیا جائے اور ان کی منافقت سے ہر خاص و عام واقف ہو جائے، اس پر ہم دیوبندی موصوف کا شکریہ ہے ادا کر سکتے ہیں کہ انہوں نے بطورِ دلیل یہ حوالہ پیش کیا اور ان کی منافقت کو اسی حوالے کی روشنی میں ظاہر کرنے کا موقعہ ہمیں ملا۔

تجلیاتِ انوار المعین

دیوبندی موصوف نے حضرت غلام معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کچھ کم تقریباً پورے دوصفحات سیاہ کیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: (دفاع، ج۱ ص۱۸۱۔۱۸۲)۔

مگر" تجلیات انوارالمعین" کے حوالے دیوبندی موصوف کے لئے مفید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت غلام معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بعد میں مصالحت ہوگئی تھی اور اس کی باحوالہ بحث ہم" تحفظ اہل سنّت و جماعت" جلد اوّل میں کر چکے ہیں، ملاحظہ

فرمائیں: (تحفظ اہل سنّت وجماعت، ج۱ص۳۰۲)

پس جب مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شہزادگانِ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مصالحت ہوگئی اور نزاع ختم ہوگیا تو اسی بات کا دوبارہ ڈھنڈورا پیٹنا دیوبندیوں کی حرکت نیم مذبُوحی کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" بریلوی محقق دوراں رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

" اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اورمرید تھے آپ نے ہندی وہابیوں کی سرکوبی کے لئے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وعظ و پند سے وہ سدھر جائیں گے"، (المیز ان کا امام احمد رضا نمبر: ص ٦١٤)"۔ [۱]

الجواب: اس حوالے میں کون سی اعتراض کی بات ہے، یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جب نجد سے فتنہ وہابیت نمودار ہوا، اور اُس فتنہ نے کافی لوگوں کو متاثر کیا تو عالم اسلام کے اکثر علاقوں سے اِس فتنہ کے خلاف صدائے احتجاج بُلند ہوئی اور اِن کی تردید میں شدت وسختی سے کام لیا گیا اور اِن کے خلاف لشکر کشی بھی کی گئی، جیسا کہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حَتّٰی کَسَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی شَوْکَتَہُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِينَ عَامَ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ". [۲]

" یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت کو ملیا میٹ کر دیا، ان کے شہروں کو ویران کر

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 183، مکتبہ ختم نبوت، قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

[۲] رد المحتار علی الدر المختار، باب البغاۃ، ج 4 ص 262، دار الفکر، بیروت۔

دیا، اور ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کے لشکروں کو ان کے خلاف فتح و کامیابی عطا فرمائی"۔
اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حجازِ مقدس میں وہابیوں کی سرکوبی کے لئے لشکر کشی بھی کی گئی لیکن برصغیر میں وہابیوں کے خلاف اس شدت سے کام نہیں لیا گیا تھا بلکہ پندونصیحت والا رستہ اختیار کیا گیا کیونکہ سرزمین ہند میں وہابیت ایک بیرونی فتنہ تھی، یہاں مسلمانوں کی اکثریت اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھتی تھی اور وہابی بھی سُنیوں کی ہی بگڑی ہوئیں اولادوں میں سے تھے، اس بنا پر پندونصیحت والا راستہ اختیار کیا گیا اس اُمید پر کہ شاید سُنّی آباء واجداد کا جو ہر کام کر جائے اور یہ لوگ اپنے عقائدِ باطلہ سے باز آجائیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، آپ نے اکابرین دیوبند کو پندونصیحت پر مبنی خطوط بھیجے، اشکالات کو حل کرنے کے لئے دعوتِ مناظرہ دی تاکہ مل بیٹھ کر عقائدِ متنازعہ کا گفتگو کے ذریعے تصفیہ کیا جائے لیکن جب اکابرینِ دیوبند کی ہٹ دھرمی حد سے بڑھ گئی اور ان پر اتمامِ حجت ہوگئی تو آپ نے اس سلسلے میں علمائے حرمین سے باقاعدہ فتویٰ طلب کیا جو کہ "حُسام الحرمین" کے نام سے شائع شدہ ہے۔
علاوہ ازیں مولانا سیّد عبدالکریم سیّد علی ہاشمی صاحب نے بھی اس حوالہ میں آگے وہابیوں کی منافقت کا تذکرہ بھی کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:
" مگر اُن کا بدلنا اِس لئے محال تھا کہ وہ لوگ (وہابی) اپنے راز چھپائے ہوئے تھے، جو ۱۹۲۷ء تک چھپا ہی رہا اور اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد وہ راز فاش ہوا"۔ [1]

مقابیس المجالس کا حوالہ

دیوبندی موصوف نے "وہابیوں کا مذہب صوفیا کا مذہب ہے" کا عنوان قائم کر کے" مقابیس المجالس" ص ۷۹۷ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے اور اس سے مندرجہ بالا مفہوم کشید کیا

[1] ماہنامہ المیر ان بمبئی، امام احمد رضا نمبر، جلد 6 شمارہ 7-8-9، ص 614، مارچ 1976ء۔

ہے، ملاحظہ فرمائیں: [1]

الجواب:" مقابیس المجالس" کے متعلق ہم" تحفظ اہلِ سنّت و جماعت، ناشر: مکتبہ منظر الاسلام" جلد اوّل صفحہ ۱۴۷۔۱۴۷ پر بحث کر چکے ہیں کہ یہ الحاق شُدہ کتاب ہے اور اِس سے پہلے ہم اپنی کتاب" دافع ازالۃ الوسواس، ناشر: ادارہ تبلیغ اہل سنّت پاکستان" ص ۴۲۲۔۴۲۴ پر بھی لکھ چکے ہیں کہ یہ غیر معتبر کتاب ہے۔

دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی بھی غیرت ہوتی یا شرم وحیا کا کچھ مادہ ہوتا تو وہ" مقابیس المجالس" کا حوالہ پیش نہ کرتا کیونکہ راقم الحروف خاص اسی کے رد میں پہلے اس بات کو بیان کر چکا تھا۔اس کا جواب دیئے بغیر پھر اسی" مقابیس المجالس" کا حوالہ دینا ظاہر کر رہا ہے کہ موصوف میں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، ویسے بھی ضمیر فروش انسانوں کا شرم وحیا اور غیرت سے کیا تعلق؟

بہرحال ہم" مقابیس المجالس" کے متعلق بحث کر چکے ہیں، دیوبندی موصوف کے ذمہ ہمارا وہ قرض ابھی بھی موجود ہے، لہٰذا موصوف کو زیبا نہ تھا کہ دوبارہ اسی کو زیبِ داستان بناتا جس کا اُدھار چکانا اس کے ذمہ ہے۔

سیّد احمد رائے بریلی کو سیاسی دھچکا لگنے کی وجہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" پنجاب یوپی اور دوسرے تمام صوبوں سے مسلم مجاہدین تواتر سے آرہے تھے اب سکھوں نے مذہبی حربہ استعمال کیا انہوں نے سید احمد شہید کو وہابی مشہور کیا اور عام مسلمانوں کو بھڑکا دیا کہ آپ صحیح اسلامی عقائد کے حامل نہیں سرحد اور پنجاب میں سید صاحب کے مذہبی نظریات کے خلاف شدید ردعمل شروع ہوا فتوے جاری ہونے لگے اور سید صاحب کی

[1] دفاع، ج 1 ص 183۔

سیاسی قوت کو شدید دھچکا لگا"۔ (مطالعہ پاکستان رائج ڈگری کلاسز صدارتی ایوارڈ اعزاز فضیلت :ص ٥٤ ،خرم بکس اردو بازار لاہور)"۔[1]

الجواب :خُرم ملک، فاروق ملک کا یہ تجزیہ دُرست نہیں ہے بلکہ اس میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے ،یہاں ہم ڈاکٹر مبارک کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے پتہ چل جائے گا کہ تحریکِ سیّد احمد رائے بریلی کی ناکامی کی وجوہات کیا تھیں، ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (1) " سید احمد کے دعوی امامت نے نہ صرف سرحد میں ان کی مخالفت کو اُبھارا بلکہ ہندوستان میں بھی ان کے اِس دعوے کو شک وشبہ سے دیکھا گیا۔ جب خطبے میں ان کا نام بحیثیتِ خلیفہ اور امام پڑھا گیا تو سرحد کے سرداروں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ ان کے علاقے میں اپنی حکومت قائم کر کے انہیں اقتدار اور سرداری سے محروم کرنا چاہتے ہیں ۔ اگرچہ انہوں نے اپنے خطوط میں جو انہوں نے ہندوستان اور دوسرے مسلمان حکمرانوں کو لکھے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انکا مقصد دنیاوی حکومت نہیں بلکہ کافروں سے جہاد کے لئے امام بننے پر تیار ہوئے ہیں ،ایک خط میں لکھتے ہیں:

" اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس مالکِ حقیقی اور بادشاہِ حقیقی نے اس گوشہ نشین فقیر عاجز اور خاکسار کو پہلے تو غیبی اشاروں اور اپنے الہامات کے ذریعے ،جن میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ،خلافت کا اہل ہونے کی بشارت دی۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت اور خاص وعام کی تالیف قلوب کے لئے مرتبہ امامت سے مجھ کو مشرف فرمایا" (٣٢) سید اسماعیل شہید نے مخالفوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ: " لہٰذا جناب والا کی اطاعت تمام مسلمانوں پر لازمی ہے، جو شخص جناب والا کی امامت کو ابتداء میں قبول نہ کرے یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے تو یہ سمجھ لیجئے

[1] دفاع، ج 1 ص 183، مکتبہ ختم نبوت ،قصہ خوانی بازار، پشاور، طبع اول۔

کہ وہ باغی، مکار، فریبی اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے ۔۔۔۔ پس معترضین کے جوابات اس خصوص میں اس عاجز کے پاس تو ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا ہے نہ کی (کہ) تحریر وتقریر سے (انہیں جواب دینا ہے)"۔ [1]

نمبر (2) " جس چیز نے سرحد کے علماء کو ناراض کیا وہ سید احمد اور مجاہدین کا عشر وصول کرنا تھا کیونکہ اس کے حق دار اب تک سرحد کے علماء تھے ۔ مجاہدین کا کہنا تھا کہ اس کا حق دار امام ہوتا ہے اور وہ اسے بیت المال میں جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کرتا ہے ۔ چونکہ اس سے سرحد کے علماء کی روزی پر اثر پڑا ۔ اس لئے وہ ان کے زبردست مخالف ہو گئے ۔ یہ مخالفت بعد میں ان کے عقائد کی وجہ سے اور بڑھ گئی چونکہ آمین بالجہر (زور سے آمین کہنا) اور رفع یدین (نماز میں ہاتھ اُٹھانا) ان کے عقائد میں شامل تھے ۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں ان کے مخالف علماء نے ان کے پاس یہ محضر نامہ بھیجا کہ سیّد احمد انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہا جائے ،ان تمام باتوں نے ان کی حیثیت کو بڑا کمزور کر دیا " (۳۸) علماء سرداروں اور عام لوگوں میں اس وقت بے چینی پھیلنا شروع ہوئی کہ جب مجاہدین نے کہ جن کی اکثریت اپنے اہل وعیال کو ساتھ نہیں لائی تھی پٹھانوں میں زبردست (زبردستی) شادیاں کرنا شروع کر دیں ۔ یہاں تک ہوا کہ کوئی لڑکی جا رہی ہے اور کسی مجاہد نے اسے پکڑ لیا اور مسجد میں لے جا کر زبردستی نکاح کر لیا ۔

ایک ہندوستانی نے جب اس طرح سے ایک خوشتگی سردار کی لڑکی سے شادی کی تو اس نے اپنے مخالف خٹک قبیلے کے سردار سے درخواست کی کہ اس کی مدد کرے، اس پر خٹک سردار نے قبیلے کے سامنے اپنی لڑکی کا دوپٹہ اُتار کر یہ عہد کیا کہ وہ جب تک پٹھان عزت کا بدلہ نہیں لے گا چین سے نہیں بیٹھے گا (۳۹) ستم بالائے ستم یہ کہ جن خاندانوں کی لڑکیوں کی

---

[1] المیہ تاریخ، ڈاکٹر مبارک علی، ص 114 ۔ 115 ،تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، بحوالہ مکتوبات سید احمد، ص ۱۱۹، ۱۷۵ ۔

شادیاں ان ہندوستانیوں میں ہوئی تھیں انہیں دوسرے پٹھان طعنے دیتے تھے کہ تم نے کالے کلوٹے ہندوستانیوں میں شادی کر دی، اس پر ان طعنہ دینے والوں کو مجاہدین نے سزائیں دیں (٤٠) یہ وہ وجوہات تھیں کہ سرحد کے علماء سردار اور عوام ان کے مخالف ہوئے اور انہوں نے ایک منصوبے کے تحت تمام مجاہدین کو جو پشاور اور اس کے گردونواح میں انتظامی اُمور پر فائز تھے قتل کر دیا"۔ [۱]

نمبر (3) "اس کے علاوہ جو لوگ آئے تھے وہ سب دین کی خاطر جہاد کرنے والے نہیں تھے اُن میں ایسی تعداد بھی تھی جو محض لُوٹ مار کی غرض سے آتی تھی۔ کیونکہ ان میں وہ فوجی بھی شامل تھے جو امیر خان کی فوج کا ایک حصہ تھے، جنگ کرنا اُن کا پیشہ تھا اور اس کے ذریعے وہ دولت اکٹھی کرتے تھے۔ جب ہندوستان میں مہم جوئی کے مواقع ختم ہو گئے تو وہ اس اُمید میں آئے کہ دین کی خدمت بھی ہوگی اور مال و دولت بھی ملے گا"۔ [۲]

یہ وہ باتیں ہیں جن کا ماخذ وہابی کتابیں ہیں تحریک سید احمد رائے بریلی کی ناکامی کی کچھ وجوہات نکھر کے سامنے آجاتی ہیں اس پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ کچھ مزید حوالے بھی ذکر کر دیئے جائیں:

نمبر (4) سیّد ابُوالحسن ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اسی کے ساتھ وہ محضر، جو ہندوستان اور سرحد کے علماء نے تیار کیا تھا، اس کا اثر سرداران پشاور کی کوشش سے جابجا پھیل گیا اور یہ مشہور ہو گیا کہ یہ گروہ، جو جہاد کے نام سے یہاں آیا ہے، وہ دین کا مخالف ہے، اور وہابی فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے دل میں بدعقیدگی پیدا ہوئی"۔ [۳]

---

[۱] المیہ تاریخ، ڈاکٹر مبارک علی، ص 117 ،تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔

[۲] المیہ تاریخ، ڈاکٹر مبارک علی، ص 118 ،تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔

[۳] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 347، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

مولوی محبوب علی صاحب کا اختلاف

نمبر (5) ندوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

" مولوی میر محبوب علی صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہؒ کے مشہور شاگردوں اور نامی علماء میں سے تھے، سید صاحبؒ اور شاہ صاحبؒ سے پرانا تعارف اور تعلق تھا۔جن ہندوستانی علماء واحباب کے نام سرحد سے خطوط واطلاعات جاتی تھیں ان میں مولوی محبوب علی صاحب بھی تھے۔آپ نے سید صاحبؒ کی ہجرت کے بعد ہندوستان میں جہاد وہجرت کی دعوت جاری رکھی اور آپ کی ترغیب وتحریض سے مجاہدین کا ایک قافلہ آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوا، راستے کی مشکلات اور ناگوار طبع امور کے پیش آنے نیز طبیعت کے افتاد سے ان کی گرانی اور کدورت بڑھتی گئی،مولانا نے راستے سے سید صاحبؒ کو ایک خط لکھا جس میں اس بات پر ناگواری کا اظہار اور اعتراض تھا کہ آپ نے درانیوں سے صلح کرلی ہے، جو مجاہدین ومہاجرین کے سدراہ بن رہے ہیں اور اس کو توکل وعزیمت کے منافی بتایا اور صاف صاف مشورہ دیا تھا کہ پہلے ان کلمہ گو کافروں سے جہاد کرنا چاہیے اور کچھ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس مضمون کی لکھ بھیجی تھیں۔

سید صاحبؒ نے ۱۴ محرم ۱۲۴۳ھ کو ان کو بڑا محبت آمیز خط لکھا جس میں تشریف لانے اور حالات کا خود مطالعہ کرنے اور صبروتحمل سے کام لینے اور اعتماد کرنے کی دعوت دی اور اپنے موقف کی وضاحت کی مولوی صاحب اس انتظام کے مطابق جس کا اہتمام خود سید صاحبؒ نے فرمایا تھا۔ پنجتار کے مرکز میں تشریف لائے۔

سید صاحبؒ نے جب مولوی صاحب کی آمد کی خبر سنی،تو آپ استقبال کے لئے روانہ ہوئے ،آپ کا سبزہ (سبز) گھوڑا جو سردار سید محمد خان نے نذر کیا تھا کوتل چلا آرہا تھا، اس پر زریں حاشیے کا مخملی زین پوش پڑا ہوا تھا، سید صاحبؒ خود پیادہ پا تھے۔

مولوی صاحب کی نظر پہلے گھوڑے پر پڑی، فرمایا! گھوڑے پر زریں زین پوش! جہاں ایسا

امیرانہ ٹھاٹ ہو، وہاں دیکھنا چاہیے، انجام کیا ہو۔

سید صاحبؒ سے مصافحہ و معانقہ کے بعد آپ اپنے خیمہ میں رہنے لگے، لیکن آپ کے اعتراضات اور شبہات بڑھتے گئے، کبھی کہتے کہ آپ امام ہو کر ایسے نفیس کپڑے پہنتے ہیں، اور ایسے عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور مجاہدین بیچارے چکی چلاتے ہیں، گھاس چھیلتے ہیں اور پاؤ پاؤ غلہ پاتے ہیں۔ یہ آپ کو زیبا نہیں۔

سید صاحبؒ نے نرمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب، اب تو آپ ہمارے یہاں مہمان آئے ہیں۔ جو کچھ میں کھاتا ہوں وہ آپ بھی کھائیں گے، تب آپ ہی معلوم ہو جائے گا۔ اس گفتگو کا چرچا بھیلے بھیلے، ڈیرے ڈیرے تمام لشکر میں ہونے لگا اور نا اتفاقی اور فساد کی ایک صورت ظاہر ہونے لگی"۔ [1]

نمبر (6) "پوشاک پر اعتراض اور اس کا جواب" دوسرا اعتراض مولوی صاحب کا پوشاک اور خرچ وغیرہ پر تھا، اس کا حال یہ ہے کہ شیخ غلام علی صاحب الہ آبادی سلے ہوئے کپڑوں کے گٹھے کے گٹھے خاص آپ کی ذات کے لئے بھیجتے رہتے تھے اور جوتوں کے جوڑے بھی وہیں سے آتے تھے۔ اسی طرح اور مریدین کے یہاں سے ہر قسم کے تھان اور سیکڑوں، بلکہ ہزاروں روپے خاص آپ کے خرچ کے واسطے آتے تھے، یہ روپیہ آپ اپنی مرضی کے موافق جہاں مناسب سمجھتے، صرف کرتے، چنانچہ آپ نے ہزار، دو ہزار روپے کی اسی قسم کی قبائیں سلطان محمد خاں، یار محمد خاں اور سید محمد خاں کو عطا فرمائیں۔

جہاد وقتال میں فرق

مولوی محبوب علی صاحب اہل لشکر سے کہتے تھے کہ تمہارے اوپر بیوی بچوں اور والدین کے حقوق ہیں، تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا: جہاد کے واسطے۔ مولوی صاحب نے کہا:

---

[1] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 73۔74، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

جہاد کہاں ہے اور کون کفار سے مقابلہ ہے؟ کس ملک میں تمہارا عمل دخل ہوا؟ صبح سے شام تک تم لوگ کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو جہاد کا محض بہانہ ہے تمہاری دنیا و آخرت دونوں خراب ہیں۔ لوگوں کو ایک معتبر عالم کی زبان سے یہ سن کو (کر) خواہ مخواہ انتشار ہوا اور لشکر میں اس کا عام چرچا ہوا۔

آخر ایک روز مولوی محمد حسن رامپوری (یہاں پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ: مولوی محمد حسن رامپوری لشکر کے اہم اور ممتاز افراد میں سے تھے، مولوی سید جعفر علی کے الفاظ ہیں: مولوی محمد اسماعیل و مولوی محمد حسن رامپوری بجائے وزیر آنجناب بودن (ص۰ ۵۷، وقائع)) نے سید صاحبؒ سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ نماز کے بعد سب لوگ موجود تھے، آپ نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ یہاں کے لوگوں کو کس طرح خارج از جہاد سمجھتے ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ تم کس سے جہاد کر رہے ہو، اور کون سا جہاد ہو رہا ہے؟ مولوی محمد حسن نے کہا کہ جنگ کا نام ہی جہاد نہیں ہے، جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ کبھی کبھی پیش آتا ہے، جہاد کے معنی ہیں" اعلاء کلمۃ اللہ میں کوشش کرنا" یہ مدت دراز تک باقی رہتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ قتال کا نام جہاد رکھا ہے، اور ان کوششوں کو جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لوگ کرر ہے ہیں، عبث قرار دیتے ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت جہاد کا انکار کر کے آپ وطن دہلی تشریف لے جائیں اور کسی دن کفار سے مقابلہ اور قتال، جس کو آپ جہاد کہتے ہیں پیش آجائے، تو کس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر آپ کو اطلاع دی جائے گی؟ اور آپ یہ اپنی کون سے کرامات سے اڑ کر داخل جہاد ہوں گے؟

مولوی محبوب علی صاحب کی واپسی

ان اعتراضات واختلافات اور نا اتفاقی سے سید صاحبؒ بہت تنگ آئے۔ جب کسی طرح مولوی صاحب نہ سمجھے، تو ایک روز سید صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ مولوی صاحب اس

لشکر اسلام میں آپ نے اپنی نفسانیت سے تفرقہ ڈالا ہے، اور تو میں کیا کہوں؟ میدان حشر میں آپ کا گریبان ہوگا اور میرا ہاتھ"۔ [1]

تنخواہ دار سپاہی اور ان کی برطرفی

نمبر (7) "ایک مرتبہ شہر میں لشکر کے چند لوگوں نے سید احمد علی صاحب کے توسط سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی سید محبوب علی صاحب کے چلے جانے اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگوں کے واپس ہو جانے، نیز ان کے اثر سے ہندوستان کے قافلوں کی آمد بند ہو جانے کی وجہ سے آدمیوں کی کچھ کمی ہو گئی ہے۔ اگر اس وقت دو ڈھائی سو پردیسی آدمی چار چار روپے کی شرح پر ملازم رکھ لئے جائیں تو بہتر ہے"۔ [2]

ان حوالوں سے نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے ہم وضاحت کر دیں کہ سیّد احمد رائے بریلی کی تحریک کی ناکامی کی وجوہات وہ نہیں جو مطالعہ پاکستان کے مضامین میں ایک طبقے کی ناراضگی سے بچنے اور انہیں خوش کرنے کی غرض سے اُس کتاب میں لکھ دی گئی ہیں بلکہ اصل وجوہات کچھ اور ہیں جن کا تعلق سیّد احمد رائے بریلی اور ان کے متبعین کے عقائد واعمال ہیں۔

مذکورہ بالا حوالوں کا نتیجہ

مندرجہ بالا حوالوں کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل نتیجہ ظاہر ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(1) سیّد احمد صاحب کے دعویٰ امامت، اور ان کے نام کے خطبہ نے سرحد کے مسلمانوں کو ان کی مخالفت پر اُبھارا۔

(2) سیّد احمد صاحب کا خیال تھا جو اس کے منصب کو قبول کرتا ہے وہ مقبول ہے اور جو انکار کرتا ہے وہ مردود۔

---

[1] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 76۔ 77 مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

[2] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 101۔ 102 مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

(3)سیّد احمد صاحب غیبی اشاروں اور الہامات کے ذریعے اپنے لئے منصب امامت کے قائل تھے۔

(4)اسماعیل دہلوی صاحب کے نزدیک سیّد احمد صاحب کی امامت قبول نہ کرنے والا باغی، مکار، فریبی اور اُس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد تھا، اور اعتراض کرنے والوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا ہے نا کہ تحریر و تقریر سے جواب دینا۔

(5)سیّد احمد صاحب کی زیادہ جنگیں پٹھان سرداروں سے ہوئیں، نہ کہ کفار سے۔

(6)سیّد احمد صاحب کے متبعین اہل وعیال اپنے ساتھ نہیں لائے تھے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے جاتی ہوئی لڑکیوں کو پکڑ کر مسجد میں زبردستی اُن سے نکاح کر لیتے، اس عمل سے سرداروں اور عوام میں بے چینی پھیلنا شروع ہوئی۔

(7)اگر کوئی اعتراض کرتا تو اُسے سخت سزا ملتی۔

(8)ان وجوہات کے پیشِ نظر سرحدی علماء، سردار اور عوام سیّد احمد رائے بریلی صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب اور ان کے متبعین کے مخالف ہوئے۔

(9)سیّد احمد صاحب رائے بریلی کے ساتھ آنے والوں میں ایسے لوگ شامل تھے جو لُوٹ مار کی غرض سے آئے تھے۔

(10)سرحدی علماء اور ہندوستانی علماء نے ایک محضر تیار کیا تھا جس میں سیّد احمد صاحب، اسماعیل دہلوی صاحب اور ان کے متبعین کو وہابی قرار دیا گیا۔

(11) مولوی محبوب علی صاحب جو کہ سیّد احمد صاحب رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی صاحب کے ہم خیال تھے (از کتب دیو بند) انہوں نے جب سیّد احمد صاحب رائے بریلی اور ان کے مصنوعی مجاہدین کے احوال آنکھوں سے دیکھے تو انہوں نے کہا: صبح سے شام تک تم لوگ کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو، جہاد کا محض بہانہ ہے، تمہاری دنیا و آخرت دونوں خراب ہیں۔

(12) مولوی محبوب علی صاحب کے جانے کی وجہ سے کافی لوگ ہندوستان چلے گئے اور ہندوستان سے نئے آنے بند ہو گئے، مجبوراً پیسوں پر آدمی رکھے گئے۔

مِن جملہ اُن اُمور کے جو باعث ناکامی جہادِ مصنوعی سیّد احمد صاحب رائے بریلی ہیں یہ اُمور بھی ہیں جن کا ذکر ہوا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سیّد احمد صاحب رائے بریلی کا مشن وہابیت کو فروغ دینا تھا اِس بنا پر علماء سرحد اِن کے مخالف ہوئے اور سیّد احمد صاحب رائے بریلی مع متبعین کو وہابی قرار دینے والے سرحدو ہندوستانی علماء تھے۔

سیّد ابُوالحسن ندوی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ہندوستانی محضر" سردار سلطان محمد خان نے بہت کچھ معذرت کی اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا اور کہا کہ ہماری نافرمانی اور بغاوت کا سبب یہ ہے، یہ کہہ کر ایک لپٹا ہوا کاغذ اپنے خریطے سے نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے اس کو کھول کر دیکھا، تو یہ ایک بڑا سا محضر تھا، جس پر ہندوستان کے بہت سے علماء اور پیرزادوں کی مہریں لگی ہوئی تھیں، خلاصہ مضمون یہ تھا کہ تم سرداروں اور خوانین کو اطلاعاً لکھا جاتا ہے کہ سید احمد نامی ایک آدمی چند علمائے ہند کو متفق کر کے اس قدر جمعیت ساتھ کے ساتھ تمہارے ملک میں گئے ہیں، وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ صرف ان کا مکر وفریب ہے، وہ ہمارے اور تمہارے دین و مذہب کے مخالف ہیں، انہوں نے ایک نیا دین ومذہب نکالا ہے، وہ کسی ولی بزرگ کو نہیں مانتے، سب کو برا کہتے ہیں وہ انگریزوں کے بھیجے ہوئے تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے گئے ہیں، تم کسی طرح ان کے وعظ ونصیحت کے دام میں نہ آنا، عجب نہیں کہ تمہارا ملک چھنوا دیں جس طرح تم سے ہو سکے، ان کو تباہ کرو اور اپنے ملک میں جگہ نہ دو ، اگر اس معاملے میں سستی اور غفلت سے کام لو گے، تو پچھتانا پڑے گا اور ندامت کے سوا

کچھ ہاتھ نہ آئے گا"۔[1]

سیّد احمد صاحب رائے بریلی کی سرحدی مسلمانوں سے جنگ ۱۸۵۷ء سے قبل ہوئی جبکہ علماء ہندوستان نے ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف فتوی جہاد مرتب کیا تھا اور اس سلسلے میں قید وبند کی صعوبات وتکالیف کو برداشت کیا، ان علمائے حق کے بارے میں ایسا گمان کرنا کہ انہوں نے انگریزوں کے اشاروں پر سیّد احمد رائے بریلی اور اس کے متبعین کو لفظ وہابی سے بدنام کیا، سراسر ناانصافی اور ظلم ہے، بلکہ احسان فراموشی ہے۔جنہوں نے تختہ دار پر لٹکنا قبول کرلیا مگر انگریزوں کی غلامی قبول نہ کی ان کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ انگریزوں کے اشارے پر سیّد احمد صاحب رائے بریلی کو اُس کے متبعین سمیت بدنام کررہے تھے تو اس سے بڑھ کر اور کونسا جھوٹ ہوسکتا ہے؟

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تو اس وقت ولادت بھی نہ ہوئی تھی کہ دیوبندی ان کو یہ جھوٹا الزام کردیتے۔ الغرض اس وقت علمائے ہندوستان کا اسماعیل دہلوی صاحب ،سیّد احمد صاحب رائے بریلی اوران کے متبعین کو وہابی ولامذہب قرار دینا اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ یہ لوگ وہابی ولامذہب تھے۔

علماء سرحد کے اعتراضات

(1) سیّد(احمد صاحب رائے بریلی)اور آپ کے رفقاء الحادوزندقہ میں مبتلا ہیں۔ان کا کوئی مذہب ومسلک نہیں ،نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذات جسمانی کے جویا۔

(2)وہ ظلم وتعدی کے خوگر ہیں

(3) بِلاوجہ شرعی مسلمانوں کے اموال ونفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

(4)سیّد صاحب انگریزی رسالے میں ملازم تھے۔اسماعیل دہلوی اور بعض دُوسرے

---

[1] سیرت سید احمد شہید، ج 2 ص 331۔332 مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

لوگوں نے انہیں مہدی مَوعُود قرار دیا۔ انگریزوں نے انہیں ملک سے نکال دیا۔

(5) وہ مکہ معظّمہ پہنچے، وہاں سے براہِ مسقط و بلوچستان قندھار گئے۔

(6) خادے خاں کو مُلاّ عبد الغفور (اخوند سوات) کے ذریعے سے صلح کے بہانے بُلایا اور قتل کرا دیا۔

(7) وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً "جدید الاسلام" ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں [۱]

غلام رسول مہر نے مندرجہ بالا اعتراضات کرنے والے علماء سرحد کے نام حاشیہ میں یہ ذکر کئے ہیں:

(1) مولانا حافظ محمد احسن بن محمد صدیق معروف بہ حافظ دراز پشاوری

(2) مولانا حافظ محمد عظیم

(3) مولانا غلام حبیب

(4) مولانا مفتی محمد احسن بن مولانا مفتی محمد احمد

(5) مولانا مفتی حافظ احمد

(6) مولانا عبد المالک اخوندزادہ

(7) مولانا مراد اخوندزادہ

(8) مولانا قاضی سعد الدین

(9) مولانا قاضی مسعود

(10) مولانا عبد اللہ اخوندزادہ۔ [۲]

نوٹ: تیسری جلد ان علماء کرام میں سے چند کے تعارف سے شروع ہوگی ان شاء اللہ۔

---

[۱] سیّد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص 660، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، لاہور، حیدر آباد، کراچی۔

[۲] سیّد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص 659۔660، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، لاہور، حیدر آباد، کراچی۔

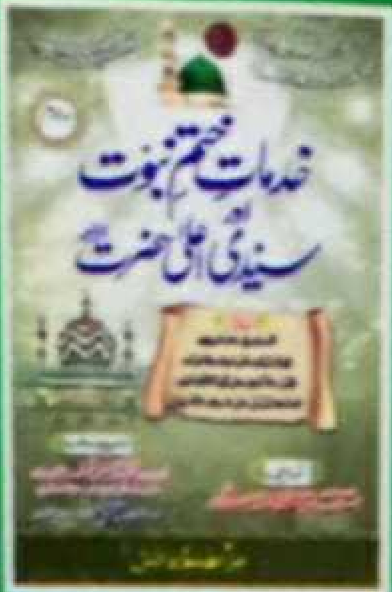

مکتبہ منظر الاسلام